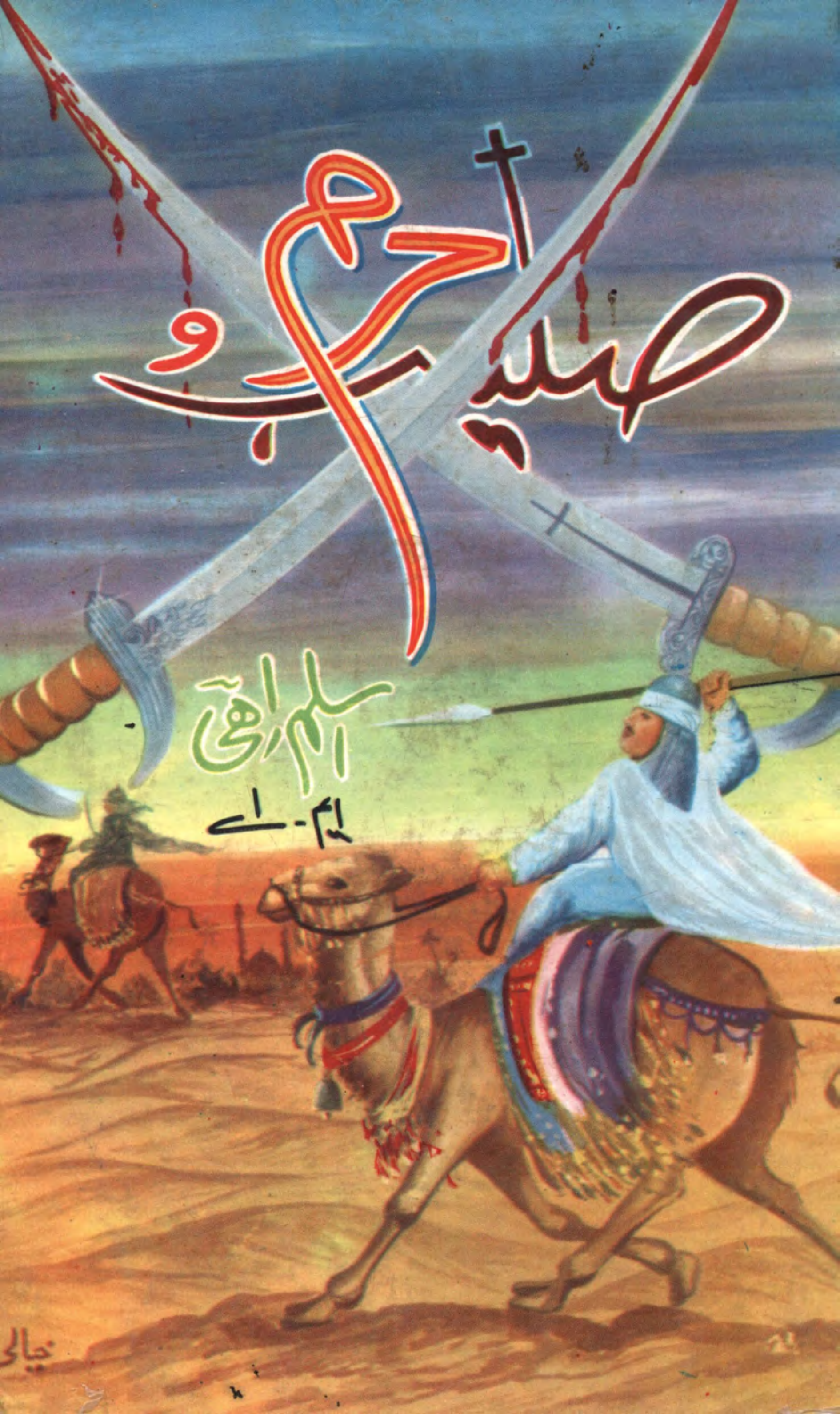
صلیب و حرم
اسلم راہی
ایم-اے
خیالی

صلیب وحرم کی تکمیل کے لیے مندرجہ ذیل مقدس اور تاریخی کتب سے افادہ کیا گیا :۔

۱۔ قرآن مقدس
۲۔ توریت
۳۔ عہدنامہ عتیق
۴۔ محارباتِ صلیب
۵۔ اخبارالسنیہ فی حروب الصلیبیہ
۶۔ سیرتِ صلاح الدّین (لین پول)
۷۔ تاریخ ادب عربی (از استاد احمد حسن زیات)
۸۔ تاریخ شام (فلپ۔کے حتی)
۹۔ تاریخ لبنان (فلپ۔کے حتی)
۱۰۔ تاریخ دمشق (خواجہ عباداللہ اختر)
۱۱۔ تاریخ بلادِ فلسطین وشام (جی۔ایم۔اسٹرینج
۱۲۔ ہسٹری آف عرب (کے حتی) انگلش

۱۳- صلاح الدّین (لین پول) انگلش
۱۴- کارزارِ صلیبیہ (آرچر)
۱۵- طبقاتِ ناصری، جلد اوّل (ابو عمرو منہاج الدین عثمان جوزجانی)
۱۶- تاریخ الکامل (ابن اثیر)
۱۷- تاریخ الخلفاء (جلال الدّین سیوطی)
۱۸- محاسن الیوسفیہ (ابن شداد)
۱۹- تمدّنِ عرب (سیّد علی بلگرامی)
۲۰- حیاتِ نورالدّین (حکیم احمد حسین الہ آبادی)
۲۱- حیاتِ صلاح الدّین (منشی سراج الدّین احمد)

۱

دشتِ شام میں مسلمانوں کا ایک بھٹکا ہوا کارواں جو سینکڑوں اونٹوں پر مشتمل تھا اور جس میں ان گنت مرد اور عورتیں شامل تھے بڑی تیزی سے جنوب کی طرف سفر کر رہا تھا۔ ان کا رُخ دیارِ بحر سے مکّہ کی طرف تھا۔ کارواں کے آگے آگے سفید داڑھی والا ایک بوڑھا عرب تھا جو شاید اس کاروان کا سالار تھا۔ صحرا میں بڑی تیزی سے اپنا راستہ تلاش کرتا جا رہا تھا۔ کاروان کے اندر سے ہاؤ ہو اور دوسری مختلف آوازوں میں اونٹوں کو ہانکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ کاروان ستاروں کے قافلوں کی راہنمائی میں رات کے وقت چاندی کی طرح چمکتے ہوئے صحرا میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھا۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ستارے خاموش اور پرانی داستانوں اور قدیم اساطیر کا ہمزاد صحرا دم بخود تھا۔ اچانک دور ——— مغرب کی پرفشاں ظلمتوں میں دھندلے دھندلے سُرخی مائل اور مٹیالے سے دھبے نمودار ہونے لگے تھے۔ کارواں جب راس شمرہ سے بیس میل شمال میں لبنان کے مشہور کوہستانی سلسلے کوہ حرمون کی سیدھ میں تھا تو وہی سُرخی مائل دھبے اُفق در اُفق پھیل کر طوفان کی شکل اختیار کرنے لگے تھے۔ کاروان پہلے ہی بھٹکا ہوا تھا۔ اصل میں اسے شام اور لبنان کی سرحد کے ساتھ ساتھ انطاکیہ کی طرف سے نکل کر ہیلیو پولس اور جبل لبنان کی طرف بہنے والے دریائے عاصی کے صحرائی ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرنا تھا لیکن یہ دشتِ شام کی بھول بھلیوں میں کھو گیا تھا۔

اچانک کارواں رُک گیا - ہر کوئی لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتے طوفان کو تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا - کارواں کے وسط میں توانا اُونٹ کے کجاوے پر بیٹھی ہوئی ایک حسین ترین لڑکی جس کا جسم سیال اور زندہ مرقع تھا - جو اپنے مکمل شباب میں مجسم بہار تھی اور اس کے خوبصورت اور سُرخ و سفید چہرے پر نسیم سحر کی لطافت اور گل یاسمین کی طرادت تھی ایک دم چونک اُٹھی اور اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی ایک معمر خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے بڑی پریشانی سے کہا -

ماں ! سنو ، اس آواز کو غور سے سنو ! شاید کاروان کا سالار کچھ کہہ رہا ہے - دونوں ماں بیٹی غور سے سُننے لگی تھیں - ہواؤں کے دوش پر کاروان کے بوڑھے سالار کی گونجتی ہوئی آواز سُنائی دی تھی - وہ اپنے کاروان سے مخاطب تھا -

" مومنو ! ہمارا کاروان پہلے ہی بھٹک چکا ہے - اب ایک اور طوفان ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے - اپنے اونٹ مضبوطی سے ایک دوسرے کے ساتھ باندھ لو اور خداوندِ بخشندہ و مہربان سے دُعا کرو کہ وہ ہمیں اس صحرا کی وسعتوں سے نجات دلائے "

لڑکی دوبارہ اپنی ماں سے کچھ کہنے والی تھی کہ اُن سے اگلے اُونٹ پر سوار ایک مضبوط اور خوبصورت نوجوان نے ان دونوں ماں بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی ملائمیت و ہمدردی سے کہا - فکر کی کوئی بات نہیں - صحرا میں ایسے طوفان اُٹھتے ہی رہتے ہیں -

اس نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے لڑکی کا رنگ سُرخ ہو گیا تھا اور وہ شرمانے لگی تھی - وہ نوجوان اس کا حبیب اور منگیتر تھا -

گرمِ جولاں طوفان موت کے ہیولے کی طرح گردشِ رطل گراں کی مانند چاروں طرف پھیل گیا تھا - چشمک برق اور رعدِ سحاب سے انسانی وجود کانپنے لگے تھے - فضا میں ہول آفرین اندھیرا چھا گیا تھا - پھر شمال کی طرف چنگاڑتی اور چیختی ہوئی آندھی اُٹھی کچھ ایسے انداز میں گویا ہزاروں اہرمنوں نے یزداں کے خلاف

بغاوت کر دی ہو، یا ——————— یا ابلیس کے مُنہ سے لگام نکل گئی ہو اور وہ اپنے ازلی التہاب اور ابدی اضطراب کے سہارے بنی نوع انسان کو ابتلا و امتحان میں ڈال کر نون و القلم کا راز کھول دینا چاہتا ہو - صحرا میں ریت کے ٹیلوں کے بگڑنے اور ان کی تخریب کا کام شروع ہو گیا تھا - چاند کا فسوں اور رات کا جادو ختم ہو گیا تھا - ہر چیز پر طوفانی طلسمات کے شنگرفی رنگ بکھر گئے تھے - اونگھتا آسمان اور سوتی زمین بُری طرح جاگ اُٹھے تھے - طوفان نے اس کاروان کو بھی آسیائے دہر کی طرح پیس ڈالنا چاہا لیکن اہلِ کارواں نے اپنے سالار کی ہدایت پر اپنے اونٹوں کو ایک دوسرے سے باندھ لیا تھا لہذا وہ منتشر ہونے سے بچ گئے اور انہوں نے صحرا کے اندر اپنا سفر جنوب کی طرف جاری رکھا -

طوفان ابھی اپنے شباب پر تھا کہ کاروان پر صحرائی قذاقوں نے حملہ کر دیا - اَن گنت اور خونخوار حملہ آور جنہوں نے سروں پر خود اور چہروں پر نقاب ڈال رکھے تھے اندھیرے میں اپنی تلواریں لہرا لہرا کر بڑی تیزی سے کاروان کے مرد عورتوں کو کاٹنے لگے تھے - ہر طرف شور ستیز اور بانگِ رجز بلند ہونے لگی تھی - قزاق سرکشیدہ اور لپکتے شعلوں کی مانند حملہ آور ہو گئے تھے - کاروان کی عورتیں بُری طرح چیخ و پکار کرنے لگی تھیں - کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا تھا -

کارواں کے وسط میں اونٹ کے کجاوے پر بیٹھی ہوئی وہی حسین لڑکی ایک دم چونک پڑی - اندھیرے میں کسی قزاق کی تلوار اس کی ماں پر برسی تھی اور اس کی ماں کی گردن کٹ کر ریت پر گر گئی - وہ ایک ہولناک چیخ بلند کرنا چاہتی تھی لیکن اپنی جان بچانے کی خاطر خاموش رہی اور اپنے آپ کو مُردہ ظاہر کرنے کے لیے وہ اونٹ سے نیچے گر گئی - ریت پر لیٹ کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا دشمن بدنہاد بڑی تیزی سے کارواں پر غالب آ رہا تھا - ایک دم اس نے چونک کر اپنے سامنے دیکھا ایک ساتھ کئی قزاق اس کے منگیتر پر حملہ آور ہو گئے تھے - اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اس نوجوان کی گردن کاٹ دی جو عنقریب

اس کی زندگی کا ساتھی بننے والا تھا۔ چند لمحوں تک اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھا پھر بڑی تیزی سے رینگتی ہوئی وہ ریت کے ایک بلند ٹیلے کی طرف بڑھنے لگی۔

قزاقوں کی نظر سے بچتی ہوئی وہ ریت کے اس بلند ٹیلے کے پاس پہنچ گئی۔ سب سے پہلے اس نے اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی چمڑے کی ایک وزنی خرجین اتاری اور اسے ریت میں دبا دیا پھر اس نے اپنے نازک ہاتھوں سے بڑی تیزی کے ساتھ ٹیلے کی بلندی پر گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ جب وہ ذرا گہرا ہو گیا تو وہ اس گڑھے کے اندر بیٹھ گئی اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر اس نے گڑھے کو پھر ریت سے بھرنا شروع کر دیا تھا۔ اس نے اپنا سارا جسم ریت کے اندر چھپا لیا تھا۔ صرف دیکھنے کو آنکھیں اور سانس لینے کے لیے ناک باہر رکھی تھی اور دونوں ہاتھ اپنے سامنے ریت کے اندر دبا لیے تھے۔ اب وہ اپنے آپ کو کافی حد تک محفوظ سمجھ رہی تھی تاہم اس کی آنکھوں سے ابھی تک آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کا منگیتر اور ماں جو قتل ہو گئے تھے۔ اس کے سامنے صحرائی قزاق ابھی تک کاروان کا قتلِ عام کر رہے تھے جلد ہی قزاق غالب آ گئے۔ انہوں نے کاروان کے سب افراد کو تہ تیغ کر دیا اور کاروان کے سامان سے لدے ہوئے اونٹ لے کر وہ رات اور طوفان کی گہری تاریکی میں ایک طرف نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ میدان میں سفید اور خون آلود ریت پر اب صرف لاشیں پڑی رہ گئی تھیں۔

جب قزاقوں کو گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو اس نے ریت کے اندر سے نکل کر اپنی ماں اور منگیتر کی لاش کو دیکھنا چاہا لیکن ایک دم خوفزدہ ہو کر وہیں بیٹھی رہ گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے صحرا کے اندر گہری سانسوں اور غراہٹوں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ ایسا لگتا تھا گویا سویا ہوا صحرا جاگ رہا ہو۔ وہ اور زیادہ سہم گئی اور اس طرف دیکھنے لگی جس طرف سے غراہٹوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے مغرب کی طرف سے صحرائی بھیڑیوں کا

ایک بھوکا اور خوفناک گروہ غراتا ہوا نمودار ہوا اور انسانی لاشوں پر ٹوٹ پڑا۔ دہشت کے مارے اس نے اپنی سانس روک لی تھی۔ سارے بھیڑیے انسانی گوشت سے پیٹ بھرنے کے بعد آپس میں لڑتے ہوئے اور چیختے چلاتے جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی چلے گئے اور وہ بیکس و بے سہارا لڑکی اسی طرح اپنے آپ کو ریت میں دفن کیے ہوئے بڑی بے تابی و اضطراب سے صبح ہونے کا انتظار کرنے لگی تھی۔

گرما کا مشعل بکف، عربدہ جو و بے قرار سورج دور مشرق کی نیلی نیلی پہاڑیوں کے عقب سے سقفِ آسمان پر ایک مبصر و ناقد کی حیثیت سے نمودار ہوا تھا۔ صحرا میں طوفان کا زور اب ختم ہو چکا تھا۔ ہر طرف اب شور انگیزی کے بجائے گہرا سکون تھا۔ کاروان کے اندر سے تنہا بچنے والی وہ لڑکی ریت کے اندر سے نکلی۔ رات بھر گرمی میں ریت کے اندر پڑے رہنے سے وہ سخت پیاس محسوس کر رہی تھی سب سے پہلے اس نے اپنے کپڑے جھاڑے۔ پھر ریت کے اندر دبائی ہوئی اپنی چمڑے کی تھیلی اس نے نکالی اور اسے کھول کر دیکھا۔ وہ سنہری سکوں سے بھری ہوئی تھی تھیلی اس نے اپنے کندھے پر ڈال لی۔ نیچے اُتر کر اس نے اس جگہ کا جائزہ لیا جہاں رات کو جنگ ہوئی تھی۔ وہاں وہ کسی کی لاش نہ پہچان سکی۔ بھیڑیے ساری لاشوں کو بُری طرح بھنبھوڑ کر رکھ گئے تھے۔ دھوپ اب خوب چڑھ آئی تھی اور سارا صحرا روشن ہو گیا تھا۔ انسانی لاشوں کی بُو پا کر آسمان پر اب گدھ اور چیلیں منڈلانے لگی تھیں۔ لڑکی تھوڑی دیر تک وہاں کھڑی رہی پھر ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر اس نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ چاروں طرف کہیں بھی اُسے کوئی درخت یا مکان دکھائی نہ دیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اقصائے عالم تک ریت کے ٹیلے بکھرے پڑے ہوں۔ ٹیلے پر کھڑے ہو کر کچھ دیر تک وہ سوچتی رہی پھر وہ سر جھکائے نیچے اُتری اور صحرا کے اندر آہستہ آہستہ مشرق کی طرف چل دی کیوں کہ رات کو صحرائی قزاق مغرب کی طرف سے آئے تھے اور اُدھر ہی غائب ہو گئے تھے۔ لہٰذا وہ مغرب کی طرف جا کر

اپنے آپ کو خطرے میں نہ ڈالنا چاہتی تھی۔

سورج اب کافی بلندی پر آ گیا تھا۔ دھوپ سخت تیز ہو گئی تھی صحرا بڑی تیزی سے تانبے کی مانند تپتا جا رہا تھا۔ وہ پیاس سے نڈھال ہو چکی تھی اور بُری طرح تھکاوٹ محسوس کرنے لگی تھی اس کا گلا یوں ہو گیا تھا جیسے کسی نے اسے کپڑے سے رگڑ رگڑ کر خوب خشک کر دیا ہو۔ اس کے باوجود وہ غیر معمولی قوتِ ارادی کا مظاہرہ کرتی ہوئی چلتی رہی۔ دوپہر جب سہ پہر میں ڈھل گئی تو وہ نڈھال ہو کر ایک ٹیلے کے پاس گر گئی۔ اب پیاس اس کی برداشت سے باہر ہو گئی تھی۔ تپتے ہوئے تانبے کی طرح گرم ریت پر اوندھے منہ گری وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے اندر آگ جل رہی ہو اور سانس کی بجائے اس کی ناک سے دھواں نکل رہا ہو۔ وہ اب قطعی طور پر اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی۔

جانے کتنی دیر تک وہ وہاں پڑی موت کا انتظار کرتی رہی ایک دم وہ چونک کر بیٹھ گئی۔ اس کے کانوں میں جرس کی صدا پڑی تھی۔ کچھ ایسے انداز میں جیسے صحرا کے اندر اس کے نزدیک ہی کوئی اُونٹ جا رہا ہو۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ بڑی مشکل سے گرتی پڑتی وہ ایک ٹیلے پر چڑھی اس نے دیکھا اس سے کچھ ہی دُور ایک شتر سوار مشرق کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے اپنی پوری قوت جمع کر کے اس شتر سوار کو پکارنا چاہا لیکن اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ پیاس کے باعث اس کا منہ خشک ہو کر پتھر کی مانند ہو گیا تھا۔ سوار لمحہ بہ لمحہ اس سے دُور ہوتا جا رہا تھا۔ اسے اب یقین ہو گیا تھا کہ اس صحرا میں موت اس پر غالب آ رہی تھی۔ شتر سوار کو دُور ہوتے دیکھ کر وہ تڑپ اُٹھی۔ بڑی مشکل سے اس نے منہ میں تھوک جمع کیا پھر اس سے اس نے اپنا گلا تر کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے تیز گونجتی ہوئی آواز نکلی۔

"العطش" ۔ "العطش" (پیاس ۔ پیاس)

اس کی خوش قسمتی کہ شتر سوار نے اس کی آواز سن لی اور وہ مُڑ کر پیچھے

دیکھنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے اُونٹ کو بھی روک لیا تھا۔ اس لڑکی نے جب ٹیلے سے اُتر کر شتر سوار کی طرف جانا چاہا تو وہ لڑکھڑا گئی اور ٹیلے کی تدریجی نشیب کی طرف لُڑھکتی چلی گئی تھی۔

شتر سوار نے اپنے اونٹ کو موڑ کر دو تین بار اس کی گردن پر نکیل کی رسّی ماری اور اُونٹ واپس بھاگ کھڑا ہُوا۔ لڑکی کے پاس آ کر وہ اُونٹ سوار نیچے اُترا۔ لڑکی ریت پر پڑی بڑی مشکل سے سانس لے رہی تھی۔ شتر سوار جب اس کے قریب آیا تو اس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ ایک بوڑھا عرب تھا جو اپنے اُونٹ سے اُتر کر اس کے پاس کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں پانی کا مشکیزہ اور دوسرے میں کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چھوٹی سی ایک ٹوکری تھی جو کھجوروں سے بھری ہوئی تھی۔ اس بوڑھے عرب نے کھجوروں کی وہ ٹوکری جو اس کے ہاتھ میں تھی اس لڑکی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے تم سخت پیاسی ہو پہلے چند کھجوریں کھا لو پھر اس قدر پیاس میں پانی پینا تمہارے لیے نقصان دہ نہ ہوگا۔"

لڑکی نے بڑی بددلی سے چند کھجوریں کھائیں۔ پھر جب اس بوڑھے نے پانی کا مشکیزہ اس کی طرف بڑھایا تو وہ ایک ہی سانس میں آدھا مشکیزہ خالی کر گئی۔ پھر وہ سنبھلی اور کھڑی ہوتی ہوتی بولی۔

"اس پر ہول اور تپتے صحرا میں جہاں میرے سامنے موت کے سائے رقص کرنے لگے تھے آپ میرے لیے رحمت کا نزول بن کر آ گئے ہیں۔ بتائیے آپ کون ہیں اور کہاں جائیں گے۔"

اس بوڑھے نے تسکین و راحت آمیز لہجے میں کہا۔ سنو میں تمہیں یہاں سے گزرنے کی داستان سناتا ہوں۔

"میرا تعلق عربوں کے قبیلہ بنو غسان سے ہے۔ میری بستی جس کا نام وہرالقمر ہے۔ یہاں سے دس میل مشرق کی طرف ہے جس کے اِرد گِرد بنو غسان کی اَن گنت

بستیاں اور نخلستان ہیں - میرے موجودہ آقا کے باپ نے بنو لخم کی ایک مسلمان لڑکی سے شادی کرلی تھی اور کچھ عرصہ بعد خود بھی مسلمان ہو گیا تھا - بنو غسان کو یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ یہ سب عیسائی ہیں جب کہ بنو لخم مسلمان ہونے کے علاوہ بنو غسان کے پرانے حریف بھی ہیں - بنو غسان کچھ عرصہ خاموش رہے - پھر موقع پاکر کسی اور سے اس مسلمان لڑکی کو قتل کرادیا - میرے آقا کا باپ ایک عرصہ تک اپنی بیوی کے قاتلوں کو تلاش کرتا رہا آخر اس نے انہیں ڈھونڈ کر قتل کر دیا - مرنے سے قبل وہ مسلمان لڑکی دو بچوں کی ماں بن چکی تھی - میرا بڑا آقا چونکہ اپنی بیوی کے قاتلوں کی تلاش میں اکثر باہر رہتا تھا - لہٰذا اس کے دونوں بچوں کی تربیت میرے ذمہ رہی - اب وہ مجھ سے ایسے مانوس ہیں کہ مجھے اپنا غلام نہیں سمجھتے بلکہ باپ کی طرح عزت کرتے ہیں "۔

اس لڑکی نے بیتاب ہوکر پوچھا - "کیا وہ بچے جوان ہو چکے ہیں "۔

بوڑھے نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا - "ہاں وہ دونوں جوان ہو چکے ہیں - بڑے کا نام سنان بن عدی اور چھوٹے کا نام مسروق بن عدی ہے - بڑا اپنے باپ کے قاتلوں کی تلاش میں اکثر باہر رہتا ہے - جب کہ چھوٹا گھر پر اپنی زمین اور باغات کی دیکھ بھال کرتا ہے - سنان بن عدی پچھلے کئی روز سے اپنے باپ کے قاتلوں کی تلاش میں گیا ہوا ہے - میں صحرا میں پندرہ بیس میل تک روز اس کی راہ دیکھنے آتا ہوں اور مایوس لوٹ جاتا ہوں"

بوڑھا غمگین ہوکر اداس ہوگیا پھر وہ کچھ سنبھل کر بولا -

"میرے صحرا کے اس حصے میں آنے کی علت تو تم جان گئی اب تم کہو تم کیسے صحرا میں اس جگہ پھنس گئی تھی -

لڑکی نے اس بوڑھے عرب کے اونٹ سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا -

"میرا نام قسطونہ ہے قسطونہ بنت سموئیل میں یہودی ہوں اور میرا گھر انطاکیہ میں ہے - میں اپنی ماں اور منگیتر کے ساتھ حبرون[1] کی زیارت کے لیے نکلی تھی -

---

[1] فلسطین کا ایک مقدس شہر ہے جسے مسجد ابراہیم بھی کہتے ہیں -

راستے میں ہم تینوں مسلمانوں کے ایک ایسے کاروان میں شامل ہوگئے جو حج کی غرض سے دیار بکر سے مکہ کی طرف جارہا تھا - پچھلی رات جب طوفان آیا تو کاروان صحرا کے اس حصے میں تھا کہ اچانک صحرائی قزاقوں نے کاروان پر حملہ کر دیا اور سب افراد کو تہ تیغ کر کے ان کا سامان اور اونٹ ہانک کرلے گئے - میں نے اپنے آپ کو ریت میں چھپا کر بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی تھی" - لڑکی خاموش ہوکر کچھ دیر سوچتی رہی پھر چونک کر اس نے پوچھا -

"تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں تمہارے آقا کے باپ کو کس نے قتل کیا ؟"

بوڑھا مسکرادیا "ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا - میں نے تمہیں بتایا تھا نا میرے بڑے آقا نے مسلمان لڑکی سے شادی کرکے خود بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن انہوں نے اسے خفیہ رکھا اور چوری چھپے اپنے مذہبی فرائض انجام دیتے رہے - آخر بنو غسان کو پتہ چل گیا اور پھر میرے آقا کی ماں کی طرح ان کے باپ کو بھی چند نامعلوم اور گمنام قاتلوں نے قتل کر دیا - اب میرے آقا انہی قاتلوں کی تلاش میں ہیں"۔

بوڑھے عرب نے جب بات ختم کی تو لڑکی نے پھر پوچھ لیا -

"تم نے ابھی تک اپنا نام بھی نہیں بتایا "۔

بوڑھا خوش دلی سے مسکراتا ہوا بولا " میرا نام ہے ——— میرا نام نوفل ہے - نوفل بن سلافہ "۔

نوفل نے نکیل کی رسی اپنے شتر کے گھٹنے پر مار کر اسے بٹھایا اور کجاوے پر بیٹھتے ہوئے اس نے لڑکی سے کہا - "میرے پیچھے بیٹھ جاؤ اور میرے ساتھ چلو - میں اپنے آقا سے کہوں گا وہ تمہاری مدد کرے گا اور جہاں تم جانا چاہو گی وہ خود تمہیں چھوڑ کر آئے گا "۔

لڑکی نوفل کے پیچھے بیٹھتی ہوئی بولی "کیا تمہارا موجودہ آقا بھی مسلمان ہے یا ———"

نوفل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "اس کے متعلق کچھ مت پوچھو - اگر

مَیں سچ کہہ دوں تو بنو غسان میں اس صحرا کے اندر ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہو"۔ اس کے ساتھ ہی نوفل نے مہمیز لگا کر اُونٹ کو اُٹھایا اور اونٹ خود بخود صحرا کے گمنام راستوں پر مشرق کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ لڑکی جس کا نام قسطونہ تھا پھر نوفل سے مخاطب ہوئی۔

"کیا تمہارا آقا اتنا ہی شجاع ہے کہ وہ اکیلا ہی اپنے باپ کے قاتلوں کو تلاش کرتا پھر رہا ہے"۔

بوڑھے نوفل کی چھاتی تن گئی اور اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

"واللہ! عدی کا بیٹا سنان بنو غسان کی تاریخ کے سالوں کی کسک اور مہینوں کی تڑپ ہے۔ وہ اس صحرا کے دِنوں کی جلن اور راتوں کی دھڑکن ہے وہ اپنے قبیلے کے نغموں کا تواں اور نگاہوں کا خمار ہے۔ وہ ایک ایسا جوان ہے جو اپنی تلوار سے اپنے دشمنوں پر آفاق تنگ کر دیتا ہے۔ وہ ان چند جوانوں میں سے ایک ہے۔ نہیں بلکہ یوں کہہ لو کہ وہ ان چند جوانوں کا امیر و سرخیل ہے جو افلاک کو تسخیر کرنا جانتے ہیں۔ اس کے ولولوں میں اہتزاز اور اس کے حملوں میں موجِ سموم و سراب کی سی تیزی و جولانی ہوتی ہے۔ وہ ایک صحرائی عقاب ہے جو اپنے دشمنوں پر تختۂ موت اور ہنگامۂ صوت بن کر ٹوٹتا ہے۔ وہ موت کی مانند طاقتور اور گیہوں کی طرح تر و تازہ ہے۔ وہ جب جنگ کرتا ہے تو یوں لگتا ہے گویا وہ قرن پھونک کر قیامت برپا کر دے گا"۔

قسطونہ نے اُسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ "تم حقیقت بیان کر رہے ہو یا اپنے آقا کی قصیدہ خوانی کر رہے ہو"۔

نوفل نے برہم ہو کر کہا۔ "عیسیٰؑ و موسیٰؑ کے رب کی قسم یہ اس کی ہجو ہے اگر مَیں اس کی مدح سرائی کروں تو تمہیں گمان ہونے لگے گا کہ میرا آقا کوئی مافوق الفطرت انسان ہے۔ سنو! ایک بار اس نے بھاگتے ہوئے گھوڑے کو دُم سے پکڑ کر روک لیا تھا حالانکہ گھوڑا سرپٹ دوڑ رہا تھا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن پر ایک شاہد ہی اعتبار کر

سکتا ہے۔ سننے والا اسے لفظوں کا اختراع کہے گا"۔ بوڑھا نوفل خاموش ہو گیا۔ قسطونہ نے بھی کوئی بات نہ کی لگتا تھا وہ خیالوں کے عفریت اور وہموں کے آسیب کا شکار ہو گئی ہو اور اُونٹ بلبلاتا ہوا مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صحرا کے اندر اب کہیں کہیں بستیوں اور نخلستانوں کا سِلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ سفید ریت کے اندر ذرا ذرا فاصلے پر کھڑے کھجور، زیتون، انجیر اور انگور کے باغات یوں لگتے تھے جیسے صحرا کے اس حصّے میں قدرت بڑی تیزی سے حرکت میں آئی ہو اور اس نے لوح و قلم کے فروغ کی خاطر فوراً کُن کا عمل دہرا کر زمین پر جگہ جگہ ستاروں کی مانند نخلستان کھڑے کر دیئے ہوں۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی بنو غسان کے نخلستان نظر آتے تھے۔

نوفل اپنے اُونٹ کو ہانکتا ہوا قسطونہ کو لے کر اپنی بستی دیر القمر میں داخل ہو رہا تھا۔ سورج اب غروب ہونے کے لیے آفاق کے دریچوں کی طرف جُھک گیا تھا۔ ایک حویلی کے سامنے نوفل نے اُونٹ کو روکا پھر اُونٹ کے سر پہ نکیل کی رسّی مارتے ہوئے اس نے اُونٹ کو بٹھا دیا۔ پہلے وہ خود نیچے اُترا پھر اس نے سہارا دے کر قسطونہ کو اُتارنا چاہا لیکن وہ خود ہی کود کر نیچے اُتر گئی تھی قسطونہ کا ہاتھ پکڑ کر اس حویلی میں داخل ہوتے ہوئے نوفل نے کہا۔ "یہ میرے آقا کی حویلی ہے"۔

قسطونہ نے سوالیہ انداز میں نوفل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اسے آقا کہہ کر پکارتے ہو"۔

نوفل مسکرا دیا۔ "نہیں مَیں بڑے کو سنان اور چھوٹے کو مسروق کہہ کر پکارتا ہوں۔ اگر مَیں انہیں آقا کہہ کر پکاروں تو وہ دونوں مجھ سے خفا ہو جائیں دونوں بڑے اچھے بچے ہیں۔ بڑا اب بیس برس کا ہو چکا ہے جب کہ چھوٹے کی عُمر ابھی اٹھارہ برس ہے" ——— نوفل نے ایک دم بات کا رُخ بدلا اور پکارنے لگا۔ "مسروق! مسروق! کہاں ہو؟" نوفل تھوڑی دیر خاموش رہا پھر

صحن میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ مسروق کا گھوڑا بھی یہاں نہیں ہے۔ شاید وہ باغ میں چلا گیا ہے۔

نوفل نے قسطونہ کو ایک کمرے میں لاکر بٹھایا۔ پھر اس نے اس کے سامنے جَو کی روٹی، شہد، کھجوریں، انجیر، مکھن، پنیر اور انگور کے رس سے بھری ہوئی ایک چھاگل رکھتے ہوئے کہا۔ "تم کھاؤ بیٹی! میں باہر اپنے اُونٹ کو باندھ کر اس کے سامنے گھاس ڈالوں، ساتھ ہی بستی کے سردار کو تمہارے متعلق بتا کر میں مسروق کو بھی بُلا کر لاتا ہوں۔ وہ بے حد خوش ہوگا کہ میں نے تمہارے جیسی ایک بے بس لڑکی کی مدد کی ہے۔" نوفل تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

قسطونہ کھانا کھا چکی تو برتن اس نے اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیئے اور دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر وہ نوفل کا انتظار کرنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک جوان اور خوب صورت لڑکی بھاگتی ہوئی حویلی میں داخل ہوئی اور قسطونہ کے پاس آکر اپنی پھولی ہوئی سانس میں پوچھا۔ "تم یہاں اکیلی گھبرا تو نہیں گئی۔ نوفل چچا نے مجھے تمہارے متعلق دیر سے بتایا ہے۔ میرا نام ماریہ ہے اور میں اس گھر کے مالک سنان بن عدی کی عم زاد ہوں۔" پھر اس نے قسطونہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ میرے گھر چل کر بیٹھو۔ یہاں اکیلی تم گھبرا جاؤ گی۔ میری ماں مر چکی ہے۔ میں اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ رہتی ہوں۔ میرے باپ کا نام عسفان بن ناطور اور بھائی کا نام سراقہ بن عسفان ہے۔" ماریہ نے بڑی تیزی سے قسطونہ کو اپنے گھر کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔ قسطونہ چُپ چاپ کھڑی ہوگئی۔ ماریہ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے پھر کہا۔ "میں اپنے دونوں عم زاد سنان بن عدی اور مسروق بن عدی کو اپنے سگے بھائی سراقہ کی طرح عزیز رکھتی ہوں۔ نہیں بلکہ میں سراقہ اور مسروق کی نسبت سب سے زیادہ سنان کو عزیز جانتی ہوں۔ اس لیے کہ وہ سنگ داہن کی طرح مضبوط ہے۔ وہ اس گھر کا اجالا اور ہماری بستی دہرالقمر کا ننگ و ناموس ہے۔ وہ جب کسی پر حملہ آور ہوتا ہے تو شور و نوحہ اور آفت و ابتلا کھڑا کر دیتا ہے۔

وہ باہر گیا ہُوا ہے۔ بس اِن دِنوں میں آنے ہی والا ہے۔ تم اس سے مل کر یقیناً بہت خوش ہو گی اس لیے کہ وہ میرا سب سے پیارا اور جوان و توانا بھائی ہے۔ وہ اپنوں کے لیے نوید بقا اور دُشمن کے لیے زبردست و زیرک ہے۔"———

حویلی کے دروازے سے باہر نکل کر ماریہ کہتے کہتے رُک گئی تھی۔ اس نے دیکھا صحرا کی طرف سے اونٹوں کا ایک چھوٹا سا کاروان ان کی بستی کی طرف آ رہا تھا۔

قسطونہ بھی پتھر کی طرح وہاں کھڑی ہو گئی تھی۔ اونٹوں کا وہ کاروان اب ان کے نزدیک آ گیا تھا۔ قسطونہ سامان سے لدے ہوئے ان اونٹوں کو پہچان گئی وہ اُونٹ مسلمانوں کے اُسی کاروان سے تعلق رکھتے تھے جس میں وہ اپنے منگیتر اور ماں کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اُونٹوں کا وہ کاروان کھجوروں کے اس جُھنڈ کے نیچے آکر رُک گیا جہاں دہرالقمر کا سردار بطروس ایک چٹائی پر بیٹھا ہُوا تھا اور وہی بوڑھا نوفل بن سلافہ اور مسروق بن عدی اس کے سامنے بیٹھے اس سے باتیں کر رہے تھے

کاروان جب وہاں آکر رکا تو بستی کے بے شمار مرد عورتیں وہاں کھجوروں تلے آکر جمع ہو گئے تھے۔ قسطونہ نے ماریہ کی طرف دیکھتے ہوئے خواب آلود اور نوم زدہ لہجے میں کہا یہ اونٹ جو ان کھجوروں تلے لاکر کھڑے کیے گئے ہیں۔ ان کا تعلق مسلمانوں کے اُسی کاروان سے ہے جس میں میں سفر کر رہی تھی اور جس پر پچھلی رات طوفان کے اندر صحرائی قزاقوں نے حملہ کر دیا تھا۔ قسطونہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کاروان کے کے اونٹوں کے پاس آ گئی تھی۔ اس نے دیکھا ان میں وہ اُونٹ بھی شامل تھا۔ جس پر وہ اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

قسطونہ پر نہ جانے کیا جنون سوار ہُوا کہ اس نے آگے بڑھ کر اپنے اس اونٹ کی نکیل پکڑتے ہوئے کہا۔ "یہ اُونٹ میرا ہے جسے تم لوگوں نے پچھلی رات مسلمانوں کے کاروان پر حملہ کر کے حاصل کیا تھا۔ تم میں سے کون ہے جس نے اس حملے کی سربراہی کی تھی۔"

ایک نہایت زشت رو اور بد ہیئت نوجوان اُونٹ سے اُتر کر اس کی طرف

بڑھتا ہُوا بولا۔ "یہ حملہ میری سرکردگی میں ہُوا تھا"۔

قسطونہ نے پھر پوچھا۔ "کیا تم صحرائی قزاقوں کے سرخیل ہو؟"

"ہاں، مَیں ان کا سردار ہوں۔"

قبل اس کے قسطونہ کچھ اور پوچھتی بستی کے سردار بطروس اور نوفل کے پاس بیٹھا ہُوا مسروق بن عدی کھڑا ہو گیا اور کھولتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تم کون ہو اور اونٹوں پر لدا ہُوا سامان کس غرض سے تم یہاں لائے ہو۔" وہ بدوضع نوجوان قسطونہ سے ہٹ کر مسروق کی طرف بڑھتا ہُوا بولا۔ "مَیں انامیہ کا غمدان بن شعب ہوں۔ پچھلی رات ہم نے مسلمانوں کے ایک ایسے کاروان پر شب خون مارا تھا جو حج کی غرض سے مکّہ کی طرف جا رہا تھا۔ اس شبخون میں تمہاری بستی کے پچاس جوانوں نے بھی حصّہ لیا تھا۔ سامان سے لدے ہوئے یہ اونٹ ان کا حصّہ ہیں اور یہ مَیں انہیں دینے آیا ہوں۔"

مسروق نے پھر کڑکتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "ہماری بستی سے کس بدبخت و بدنصیب نے اس شب خون میں حصّہ لیا تھا۔ ایک دیو ہیکل نوجوان جس کا نام ابی سلوم تھا لوگوں کے ہجوم سے نکلتا ہُوا بولا۔ "مَیں نے اپنی بستی کے پچاس جوانوں کے ساتھ اس مقدّس جنگ میں حصّہ لیا تھا۔"

مسروق نے غصّے میں کپکپاتی آواز میں کہا۔ "اے کم ذات و بداصل جوان تو اس ظالمانہ فعل کو مقدس جنگ کا نام دیتا ہے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اس جنگ کے نقصانات کا اس وقت احساس ہو گا۔ جب مسلمان بھی یروشلم کی زیارت کو جانے والے عیسائی زائرین کے قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیں گے خاص کر جب بنو لخم کو اس واقعہ کی خبر ہو گی تو وہ انتقام لینے کی خاطر زخمی سانپ کی طرح اٹھیں گے اور یاد رکھو اس روز ——

مسروق ابھی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ غمدان بن شعب نے اپنی عبا کے اندر سے خنجر نکالا اور تاک کر مسروق کی طرف مارا۔ وہ زہریلا اور بھاری پھل کا خنجر مسروق کے دِل کو چیرتا ہُوا پشت کی طرف سے دوسری سمت جا نکلا تھا۔ اس کے ساتھ ہی غمدان کی وحشت ناک آواز سنائی دی۔ بنو غسان میں ایسے جوانوں کے لیے کوئی جگہ

نہیں ہے جو مسلمانوں کے حق میں زبان کھولیں۔

مسروق وہیں گر کر دم توڑ گیا تھا۔ ماریہ اس کی لاش سے لپٹ کر رونے لگی تھی۔ قسطونہ بھی اداس ہو گئی تھی۔ نوفل کی حالت عجیب تھی وہ ابھی تک دم بخود کھڑا تھا۔ اتنے میں ماریہ کا بھائی سراقہ ہجوم سے نکلا اور اپنی تلوار سونت کر غمدان کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"تو نے میرے عم زاد کو قتل کیا ہے قسم ہے مقدّس مریمؑ کی مَیں تیری گردن کاٹ دوں گا"

ابی سلوم اور اس کے ساتھی سراقہ کے راستے میں حائل ہو گئے اور اسے غمدان بن شعب کی طرف بڑھنے سے روک دیا تھا۔ کچھ جوان سراقہ کو پکڑ کر پیچھے ہٹا لے گئے۔ تھے۔ سراقہ کا باپ اور مسروق کا عم عسفان بن ناطور ایک طرف خاموش کھڑا تھا جب کہ دہرالقمر کا سردار بطروس پہلے کی طرح چٹائی پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے مہندی اور چنبیلی کے پھول بکھرے پڑے تھے۔ وہ مطمئن تھا کچھ ایسے انداز میں گویا اسے ان حالات کا پہلے سے علم ہو۔ سراقہ نے غمدان بن شعب کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی چنگارتی اور غصّے میں شعلے برساتی آواز میں کہا۔ "شعب کے بیٹے! تو نے جس جوان کو قتل کیا ہے وہ سنان بن عدی کا چھوٹا بھائی ہے اور تم جانتے ہو سنان ایک ایسا نوجوان ہے جو اپنے عدو پر اجل کا راہنما اور قضا کا ساربان بن کر نازل ہوتا ہے۔ سو اب تم بھی اس وقت کا انتظار کرو جب سنان بن عدی تم پر یوں حملہ آور ہو گا جس طرح صحرائی عقاب ابابیل و سارس کا شکار کرتا ہے۔ یاد رکھو اگر تم زمین کی پاتال میں بھی اُتر جاؤ تو بھی سنان بن عدی اس صحرا کا سینہ چیر کر تم سے اپنے چھوٹے بھائی کا انتقام ضرور لے گا۔

غمدان بن شعب پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہُوا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی بستی انامیہ کی طرف چلا گیا تھا۔ ابی سلوم بھی بستی کے سردار بطروس کے اشارے پر حرکت میں آیا اور سامان سے لدے ہوئے وہ اونٹ ہانکتا ہُوا بطروس کے گھر کی طرف لے گیا تھا۔ بطروس بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور مسروق کی لاش کو نظرانداز کرتا

ہُوا وہ سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کے پیچھے پیچھے چلا گیا تھا۔ تھوڑی دُور آگے جا کر بطروس نے ابی سلوم کو اشارے سے روکا پھر اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا
"سنان بن عدی کے گھر جس یہودی لڑکی نے پناہ لے رکھی ہے وہ بھی مسلمانوں کے اسی کاروان کے ساتھ سفر کر رہی تھی جسے ہم نے لوٹا ہے۔ اس کی وساطت سے یہ خبر اگر بنو لخم تک پہنچ گئی تو وہ جوابی کارروائی کریں گے۔ کیا یہ بہتر نہ ہو گا ہم آج رات ہی اس لڑکی کو ٹھکانے لگا دیں"۔ ابی سلوم نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "آپ کا فیصلہ درست ہے۔ ہمیں آج رات ہی اس لڑکی کو قتل کر دینا چاہیے"۔ بطروس نے مکاری سے ہنستے ہوئے کہا "تو پھر آج رات دو ایسے جوان مقرر کرو جو سنان کے گھر میں داخل ہو کر اس لڑکی کو قتل کر دیں۔ ان دِنوں ایسا کرنا آسان ہے کیونکہ سنان بن عدی گھر نہیں ہے۔ اگر وہ لوٹ آیا تو طوفان کھڑا کر دے گا اور تم جانتے ہو اس کے ہوتے ہوئے ایسا کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ابی سلوم نے بطروس کے پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں، آنے والی شب اس یہودی لڑکی کی زندگی کی آخری رات ہو گی"۔ دونوں سامان سے لدے اونٹوں کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ سراقہ اور نوفل مسروق کی لاش اُٹھا کر اپنے گھر لے گئے تھے۔ ان کے ساتھ ماریہ روتی ہوئی اور اس کا باپ عسفان بن ناطور سر جھکائے سنان بن عدی کے گھر داخل ہو گیا تھا اور ان دونوں کے پیچھے پیچھے حسین و پرکشش قسطونہ بھی اندر چلی گئی تھی۔ ماحول پر سنسان ساگر کی سی اداسی بکھر گئی تھی۔

مسروق بن عدی کو اس کے گھر کے سامنے ایک کھجور کے نیچے دفن کر دیا گیا تھا۔ سراقہ، ماریہ اور ان کا باپ عسفان اپنے گھر جا چکے تھے اور قسطونہ نوفل کے ساتھ شام کا کھانا کھانے کے بعد ایک کمرے میں گہری نیند سو چکی تھی۔ اس سے ملحقہ کمرے میں نوفل سو رہا تھا۔ دفعتہً قسطونہ گھبراہٹ میں اپنے بستر پہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسے یوں

لگا تھا جیسے دروازے پر کسی نے سخت دستک دی ہو۔ کمرے میں زیتون کے تیل سے جلتے ہوئے چراغ کی ملگجی اور غبار آلود سی روشنی میں اس نے ایک بار کمرے کا جائزہ لیا اور دوبارہ وہ چونک پڑی۔ دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی تھی جو پہلے سے بھی کہیں سخت اور تیز تھی۔ قسطونہ ہمت کر کے اپنے بستر سے اُٹھی اور لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کون ہے؟"

جواب میں اسے بھاری بھرکم آواز سنائی دی "فوراً دروازہ کھولو۔ میں سنان بن عدی ہوں۔" سنان بن عدی کا سن کر قسطونہ بڑے شوق سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولنے لگی پر فوراً ہی اس کے قدم رُک گئے اور سنبھلتے ہوئے اس نے کہا۔
"میں نہیں جانتی تم کون ہو۔ جب تک نوفل نہ کہے میں دروازہ نہیں کھولوں گی"۔ اسی لمحہ کسی نے دروازے کو اس زور کا دھکا دیا کہ دروازے کے دونوں پٹ ٹوٹ کر کمرے کے اندر گر گئے اس کے ساتھ ہی دو جوان کمرے میں داخل ہوئے ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اور انھوں نے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے۔ ان میں سے ایک اپنی تلوار لہراتا ہُوا آگے بڑھا اور بھیڑیے کی طرح غراتی ہوئی آواز میں کہا
"تم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتی ہو۔ دہر القمر میں یہ تمہاری زندگی کی آخری رات ہو گی"۔ قسطونہ خوف سے کانپ گئی اور کمرے کی کھڑکی کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔
قسطونہ کھڑکی کھول کر باہر کودنا ہی چاہتی تھی کہ کمرے میں کسی کی سرکش اور نوجوان آواز گونج اُٹھی۔ بولنے والے کی نوا بارعب اور لہجہ پُرشوکت تھا۔ "تم دونوں کون ہو اور اس گھر میں کیوں داخل ہوئے ہو؟"
قسطونہ نے مڑ کر دیکھا وہ دونوں جوان جو اسے قتل کرنے کی نیت سے آئے تھے کمرے کے وسط میں بدحواس کھڑے تھے اور اُن کے سامنے ایک ایسا نوجوان کھڑا تھا جو سلسلہ ہائے کوہ کی طرح بلند قامت اور مضبوط تھا۔ اس کے چہرے پر سطوت، تمکنت اور جاہ و جلال تھا۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے اس کے سینے کے اعماق میں کوئی طوفانِ بلاخیز کروٹیں لے رہا ہو اور —— اور عنقریب وہ

شیر واژدر کی طرح دھاڑے گا اور اپنے نعرے کی گونج سے قرن پھونک کر اپنے اردگرد کے ماحول پر سکر و سرود اور وجدان و عرفان کی کیفیت طاری کر دے گا۔ قسطونہ ابھی تک اس حسین اور مضبوط اجنبی کو محویت کے عالم میں دیکھے جا رہی تھی کہ اس نوجوان کی آواز اپنے پورے جوش و جذبے کے ساتھ پھر بلند ہوئی۔ "رب جلیل و مہیمن کی قسم! یہ پہلا موقع ہے کہ کسی نے سنان بن عدی کے گھر شب خون مارنے کی جرأت کی ہے۔ کیا تم یہ سوچ کر آئے تھے کہ اس گھر کا کوئی محافظ نہیں ہے قسطونہ نے دیکھا وہ زہریلا اجنبی کچھ ایسے انداز میں چند قدم ان دونوں جوانوں کی طرف بڑھا تھا گویا وہ زمین کا محور پکڑ کر توڑ دے گا اور کمرے میں کھڑے ان دونوں جوانوں کے جگر رخنہ رخنہ اور دل پارہ پارہ کر دے گا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چوڑی اور بھاری چمکدار تلوار تھی اور دوسرے ہاتھ میں گز بھر کا ایک وزنی اور لوہے کا موٹا تیر نما نیزہ تھا۔

قسطونہ اس اجنبی کی موجودگی میں حوصلہ پا کر کھڑکی سے نیچے اُتر کر دوبارہ کمرے میں کھڑی ہو گئی تھی۔ شاید وہ محسوس کرنے لگی تھی اس اجنبی کی موجودگی میں اس صحرائی بستی دہر القمر میں وہ وہ اب پوری طرح مامون و محفوظ ہے۔ کمرے میں اس شور انگیز اور محشر بدام اجنبی کی پگھلی ہوئی آواز ایک بار پھر گونج گئی۔ وہ ان دونوں جوانوں سے مخاطب ہوا تھا۔ اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دو۔ تاکہ میں دیکھوں آج رات اِس گھر میں موت نے کِسے دعوت دی ہے۔ اِن دونوں جوانوں نے کوئی جواب دینے کے بجائے آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ کیا پھر وہ اس اجنبی پر بھوکی اور غلیظ گِدھوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ یوں جیسے لومڑیوں نے اپنی زندگی کی خاطر بھیڑیے پر حملہ کر دیا ہو۔ وہ اجنبی بھی طوفان کی طرح مستعد اور برق کی طرح بیدار تھا۔ اس نے ان دونوں میں سے ایک کا وار اپنے آہنی نیزے پر روکا اور پھر اپنی تلوار سے دوسرے پر ایسا جوابی حملہ کیا کہ پہلے ہی وار میں اس نے اسے شانے سے لے کر پیٹ تک کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اپنے ساتھی کو مرتے دیکھ کر دوسرا بھاگ کھڑا ہوا اور کھڑکی کے راستے وہ باہر کودنا ہی چاہتا تھا کہ اس اجنبی نے اپنا بھاری آہنی نیزہ لہرایا اور تاک کر اسے مارا۔ تیز مُنہ کا تیزہ بھاگنے والے اس نوجوان کی کمر کو چھید کر اس کے دِل سے ہوتا ہُوا آدھے سے بھی زیادہ اس کے جسم کے پار چلا گیا تھا اور اس کا مُردہ جسم کمرے کے اندر گِر کر فرش کو خوں آلود کرنے لگا تھا۔

اجنبی آگے بڑھا۔ مرنے والے کے جسم سے اس نے نیزہ نِکال کر اس کے لباس سے پونچھ لیا۔ اسی لمحہ نوفل کمرے میں داخل ہُوا اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ اجنبی نے اسے دیکھتے ہی مسکرا کر کہا۔ اس کی کیا ضرورت تھی۔ نوفل نے بڑی شفقت سے کہا۔ "میں تلوار لے کر احتیاطاً باہر برآمدے میں کھڑا ہو گیا تھا۔ اگر ——————" اجنبی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم فوراً جا کر کدال لاؤ اور صحن میں گڑھا کھود کر لاشوں کو وہاں دبا دیں"۔ نوفل باہر نکل گیا۔ اجنبی نے اچٹتی ہوئی ایک نگاہ قسطونہ پر ڈالی پھر اس نے دونوں لاشوں کو اکٹھا کیا اور ایک ہی ہاتھ سے دونوں کے بازو پکڑ کر وہ انہیں گھسیٹتا ہُوا باہر لے گیا تھا۔ قسطونہ بھی باہر آ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ اجنبی نے جلدی جلدی کدال سے صحن کے ایک طرف گڑھا کھودا۔ پھر اس نے دونوں لاشیں اس گڑھے میں دبا دیں اور کدال نوفل کو تھماتے ہوئے کہا۔ "تم کمرے کا خون آلود فرش دھو ڈالو۔ میں اب جا رہا ہوں۔ اجنبی صحن میں کھڑے سُرخ رنگ کے ایک دراز قامت اور خوب لمبے گھوڑے پر سوار ہوا۔ پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور مکان سے باہر نکل گیا۔

قسطونہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی نوفل کے قریب آئی اور بڑے ممنون و مشکور لہجے میں پوچھا۔ "یہ اجنبی کون تھا جس نے میری جان بچائی ہے"۔ نوفل نے مسکراتے ہوئے فخریہ لہجے میں کہا۔ "میرے آقا سنان بن عدی تھے"۔ قسطونہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کب لوٹے ہیں"؟ نوفل نے اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔ "وہ تھوڑی دیر قبل ہی آئے تھے۔ میں انہیں تمہارے حالات سُنانے کے بعد ان کے چھوٹے بھائی کے قتل کی داستان سُنا رہا تھا کہ تمہارے کمرے میں کھٹکا ہونے پر وہ تمہاری مدد کو دوڑ آئے اور ——————" قسطونہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے

پوچھا اور اب وہ کہاں گئے ہیں ۔

اپنے بھائی مسروق بن عدی کے قاتل غمدان بن شعب سے انتقام لینے کی خاطر وہ اس کی بستی انامیہ کی طرف گئے ہیں ۔

قسطونہ نے حیرت کا اظہار کیا ۔ رات کے اس وقت ؛ اور وہ بھی اکیلے ؛ وہ اپنے دشمن سے اکیلے ہی انتقام لینے کے عادی ہیں ۔ وہ یہاں سے قسم کھا کر گئے ہیں کہ جب تک غمدان بن شعب کو قتل نہ کر لوں اپنی بستی میں لوٹ کر نہ آؤں گا آج رات کے پچھلے پہر کے سناٹوں میں وہ اس کے گھر پر شب خون ماریں گے ۔ اُمید ہے وہ کل دوپہر تک لوٹ آئیں گے ۔ بس ۔

قسطونہ نے سلسلہ کلام کو جان بوجھ کر طول دیتے ہوئے کہا ۔ کیا تمہارے آقا نے اپنے باپ کے قاتلوں کو تلاش کر لیا ہے ——— نوفل مغموم ہو گیا ۔ نہیں ابھی تک وہ انہیں تلاش نہیں کر پائے ۔ غمدان بن شعب سے قصاص لینے کے بعد شاید وہ پھر اپنے ان دشمنوں کی تلاش میں نکل جائیں ۔ بہر حال وہ کہیں بھی چلے جائیں ۔ میرے آقا سے بچ نہیں سکتے ۔ ایک بار ان کی تلوار ان کے سروں پر ضرور لہرائے گی ۔ سنان بن عدی ایسا جوان نہیں کہ اپنے کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر مطمئن ہو جائے پھر نوفل نے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ۔ آؤ کمرے کا خون آلود فرش دھو ڈالیں ۔ نوفل پانی لانے لگا اور قسطونہ فرش دھونے لگ گئی تھی ۔

دوپہر ہو گئی تھی ۔ بے حد ولا انتہا صحرا کی تپتی ریت اپنا پیاسا دامن پھیلا چکی تھی ۔ گرم و بے زنجیر ہوائیں فطرت کے مستور و سربستہ راز کھول کر بگولوں کو طوفان کی شکل دینے لگی تھیں ۔ تیز باد سموم نے ریت کے ٹیلوں کو شکستہ اور منہدم کرنے کا عمل شروع کر دیا تھا ۔ صنم خانے کی طرح خاموش صحرا کے اندر فطرت کے خشمگین عناصر نے ریت کو ریشۂ خاشاک کی طرح اڑاتے ہوئے ابہام و ایہام کو بنیاد بنا کر ہر طرف محرومی کے درد اور دل آشوبی کا کھیل شروع کر دیا تھا ۔

وہرالقمر کا سردار بطروس سنان بن عدی کے گھر کے سامنے کھجوروں کے جھنڈ تلے ایک چٹائی پر بیٹھا تھا اور گرمی سے بچنے کے لیے بستی کے ان گنت مرد اور عورتیں وہاں سردار کے اردگرد جمع تھے ۔ بطروس کے عین سامنے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ابی سلوم بیٹھا ہوا تھا ۔ دائیں طرف ماریہ ، رنہ اور اُن کا باپ عسفان بیٹھے تھے ۔ ان کے قریب ہی نوفل اور قسطونہ ایک چٹائی پر بیٹھے بار بار صحرا کی طرف دیکھ رہے تھے ۔ شاید ان دونوں کو سنان بن عدی کی واپسی کا انتظار تھا ۔ بطروش اور ابی سلوم دونوں ابھی تک پریشان تھے ۔ اس لیے کہ قسطونہ زندہ تھی اور جو دو آدمی ابی سلوم نے قسطونہ کو قتل کرنے کے لیے بھیجے تھے ان کا کچھ پتہ نہ تھا اور وہ دونوں ایسے مجبور تھے کہ اپنے ان ساتھیوں کے متعلق نوفل اور قسطونہ سے بھی نہ پوچھ سکتے تھے ۔

ناگاہ سب لوگوں کی نگاہیں صحرا کی طرف اٹھ گئیں ۔ صحرا کے اندر ریت کے طوفان میں گھرا ہوا ایک مسافر جو شاید راحتِ منزل سے بیزار لگتا تھا آہستہ آہستہ وہرالقمر کی طرف بڑھ رہا تھا وہ سرخ رنگ کے ایک توانا اونٹ پر سوار تھا ۔ اونٹ کے ساتھ ایک گھوڑا بھی تھا جس پر گٹھڑی کی صورت میں اس نے کوئی چیز لاد رکھی تھی ۔ صحرا کے اندر دھوئیں کی طرح اڑتی ہوئی ریت سے بچنے کی خاطر اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا ۔ ریت کے طوفان میں سفر کرتے ہوئے وہ یوں لگتا تھا گویا وہ کوئی عام انسان نہ ہو بلکہ قدرت کا کوئی گماشتہ ہو اور قضا بن کر لوگوں کو پکارنے کے لیے نکلا ہو ———

اسے دیکھتے ہی نوفل کے چہرے پر رونق آ گئی اور اس نے سرگوشی کرتے ہوئے قسطونہ سے کہا ۔ ادھر دیکھو سنان آ رہا ہے ۔ قسطونہ خوشی سے پھول کی طرح کھل اٹھی اور اس نے سرودِ انجم اور صفیرِ بلبل جیسی آواز میں پوچھا ۔ تمہارا کیا اندازہ ہے ۔ وہ کامیاب لوٹ رہا ہے یا ناکام ——— نوفل نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا ۔ سنان بن عدی ناکام نہیں لوٹتا میرا دل کہتا ہے اس نے گٹھڑی کی صورت میں جو کچھ اپنے گھوڑے پر لاد رکھا ہے یقیناً وہ غمدان بن شعب کی لاش ہے ۔ قسطونہ نے اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے پوچھا غمدان بن شعب کی لاش دیکھ کر بستی کا سردار بطروس اور اس کا دستِ راس ابی سلوم سنان بن

عدی کے خلاف کوئی کارروائی تو نہ کریں گے ——— نوفل نے بڑے پرسکوں لہجے میں کہا۔ اس کا نام بھی سنان بن عدی ہے اور وہ خیر و شر کو اپنے اپنے مقام پر رکھ کر سب سے نمٹنا اچھی طرح جانتا ہے۔

سنان بن عدی اب نخلستان کے قریب آگیا تھا۔ پھر سب کے دیکھتے دیکھتے وہ کھجوروں کے جھنڈ میں داخل ہوا اور اپنے گھر کے بالکل سامنے وہ اپنے بھائی مسرق بن عدی کی قبر کے پاس رُک گیا۔ وہ بُری طرح پسینے میں شرابور اور ریت سے اٹا ہوا تھا۔ اونٹ کو بٹھانے کے بجائے وہ ایک تیز اور غصیلی جست کے ساتھ نیچے کود گیا۔ نوفل اور قسطونہ بڑے غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔ باقی سب مرد عورتوں کی نظریں بھی اس پر جمی ہوئی تھیں۔ قسطونہ نے دیکھا اس کی حالت ایسی تھی جیسے صدیوں کا سفر کر کے لوٹ رہا ہو۔ رات کے وقت قسطونہ نے اس کے چہرے پر جو تاثیر و دلکشی اور رعنائی و لطافت دیکھی تھی اس کی جگہ اب اس کے چہرے پر طلوع و غروب جیسا سوز اور چھُپ کر روتے ہوئے ستاروں جیسی افسردگی تھی۔ وہ آبلہ پا و دل فگار اور مجروح و مضموم دکھائی دے رہا تھا۔ ایک بار نظر بھر کر اس نے کھجوروں کے جھُنڈ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔ وہ اُداس تھا، بجھی ہوئی شمع کی طرح اس کا چہرہ سنسان تھا، اس مغنی کی طرح جس کی لے اس سے چھین لی گئی ہو۔

نوفل اور قسطونہ اُٹھ کر اس کی طرف بڑھے لیکن ان کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی وہ اپنے اُونٹ اور گھوڑے کو وہیں چھوڑ کر اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس لوٹا اس کے کندھے پر کدال تھی۔ بطروس اور ابی سلوم اسے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ نوفل نے آگے بڑھ کر دیکھا تو اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ سنان کے گھوڑے پر غمدان بن شعب کی لاش رکھی تھی۔ اس نے قسطونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تم نے دیکھا سنان غمدان بن شعب کی لاش لے کر آیا ہے ——— قسطونہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سنان کو قریب آتا دیکھ کر وہ خاموش رہی۔ ان کے قریب آکر سنان نے مسرق کی قبر پاؤں کی طرف سے کھودنی شروع کر دی۔ جب وہ گہرا گڑھا کھود چکا تو وہاں اس نے غمدان

کی لاش کو دفن کر کے گڑھا مٹی سے بھر دیا۔ پھر کدال پھینک کر اس نے کمر سیدھی کی اور اپنے عمامے کے پلو سے اپنا عرق آلود چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔ "نوفل! گواہ بننا میں نے غمدان بن شعب سے اپنے بھائی کا قصاص لے لیا ہے۔"

نوفل کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ بطروس اور ابی سلوم اپنی جگہوں سے اُٹھ کر سنان کے قریب آئے پھر بطروس نے سنان کو مخاطب کر کے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کیا تم نے غمدان بن شعب کو قتل کر دیا ہے"۔ سنان نے ان کی طرف دیکھے بغیر سمندر جیسی گہری آواز میں کہا۔ "ہاں! میں نے اپنے بھائی کے قاتل کو قتل کر دیا ہے" ——— بطروس نے جواب طلبی کے انداز میں پھر پوچھا۔ "لیکن کیوں؟ جب کہ تم جانتے ہو غمدان بنو غسان کا ایک نایاب اور وفادار نوجوان تھا"۔ سنان نے گردن گھما کر ایک دم بطروس کی طرف ایسے انداز میں دیکھا جیسے وہ اس کا دل لخت لخت کر دے گا۔ پھر اس کی سحر و کرشمہ اور بحرِ ہیبت ناک جیسی آواز اُبھری ——— "غمدان میرے بھائی کا قاتل تھا اور سنان بن عدی کے بھائی کا قاتل زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ میرا ذاتی فعل ہے اور کوئی اس میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ بطروس نے اس بار بھرپور غصّے کا اظہار کرتے ہوئے کہا تم اتنے قادر اور اپنے ارادوں میں مطلق نہیں ہو کہ پورے بنو غسان سے تعلق رکھنے والے اس فعل کو کارِ طفلاں جان کر اوروں کو خاموش رہنے پر مجبور کر دو۔

سنان نے بڑے کڑوے انداز میں بطروس کی طرف دیکھا۔ حدّتِ احساس سے اس کا چہرہ سُرخ لوہے جیسا ہو گیا تھا۔ چند لمحوں تک وہ خاموشی، تمکنت و صبر سے بطروس کو دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں اَن گنت اَن کہے خونی پیغام اُمڈ آئے تھے۔ پھر اس کی ایسی آتش ناک اور نوائے ہاتف جیسی آواز سنائی دی جو انسانی ہڈیوں کے گودے پر بھی لرزا طاری کر دے۔

"بطروس! اس معاملے میں جو بھی میرے منہ لگا خداوندِ دانا و بینا کی قسم میں ذبح ہونے والے بکرے کی طرح قصاب بن کر اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ پھر ایک جھٹکے

کے ساتھ اپنی چمکتی ہوئی تلوار نیام سے باہر کھینچتے ہوئے اس نے کہا۔ "دہرالقمر میں جس نے بھی میرے خلاف سازش کی خواہ وہ تم ہی کیوں نہ ہوتے، میری تلوار اور میرے تیز مُنہ کے نیزے اس پر اولوں اور بارش کی طرح برسیں گے۔ جاؤ دونوں جا کر اپنا کام کرو۔ میرے بھائی کی موت نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ اس موقع پر کسی نے اگر میری پریشانی میں اور اضافہ کرنے کی کوشش کی تو میں اُسے بھی اپنے جیسی تکلیف سے دوچار کر دوں گا۔"

گو بطروس کے دونوں جوان بیٹے بھی اس کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود سنان کی باتوں نے اس پر ایسی وحشت طاری کر دی تھی کہ وہ اس کی دھمکی کا کوئی جواب نہ دے سکا تھا۔

قسطونہ ابھی تک بڑے غور سے سنان کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے دیکھا سنان نے اپنی تلوار نیام میں کر لی تھی۔ اس نے اپنے جسم پر قبا کے نیچے زرہ پہن رکھی تھی۔ اس کا آہنی خود اس کے اُونٹ کے کجاوے پر رکھا تھا اور اس کی پشت پر ترکش کی طرح کی چمڑے کی ایک لمبی تھیلی لٹک رہی تھی جس کے اندر لوہے کے پانچ گز بھر لمبے نیزے چمک رہے تھے۔ اس نے اپنے اُونٹ کی نکیل پکڑی اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ اس کا گھوڑا خود بخود اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔ نوفل، قسطونہ، ماریہ اور سراقہ بھی سنان کے گھر کی طرف چل دیئے تھے تاہم ان کا باپ عسفان اپنی جگہ پر بیٹھا رہا تھا۔ ابھی وہ اپنے گھر کے قریب پہنچا ہی تھا کہ دہرالقمر کے کچھ گھوڑ سوار کھجوروں کے جھنڈ میں اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے داخل ہوئے اور ان میں سے ایک نے بلند آواز میں کہا۔

"ہم نے بنو لخم کے ایک مسلمان کو پکڑا ہے جو ہماری بستی کے گرد منڈلا رہا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ کسی اہم کام کے سلسلے میں سنان بن عدی سے ملنا چاہتا ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ بنو لخم کا یہ مسلمان جاسوسی کی غرض سے ہماری بستی کی طرف آیا ہے۔ پھر اس سوار نے بطروس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا اسے قتل نہ کر دیا جائے۔"

اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے سنان کے قدم رُک گئے تھے۔ اس نے اپنے اُونٹ کی نکیل چھوڑ دی تھی اور یوں پیچھے مُڑ کر دیکھا جس طرح وہ خونخوار چیتا مُڑ کر دیکھتا ہے

جیسے کسی نے پیچھے سے تیر مار کر زخمی کر دیا ہو۔ اس نے دیکھا دس بارہ گھوڑ سوار ایک شخص کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ وہ ایک اُونٹ پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں مضبوط رسیوں کے ساتھ کجاوے سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ نوعمر، مضبوط، قد آور اور خوب گٹھے ہوئے جسم اور مضبوط اعضاء کا جوان تھا۔ سنان بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اس کے اُونٹ کے قریب کھڑے ہوتے ہوئے اس نے بڑے الطاف و اشتیاق سے پوچھا۔

"کیا تم سنان بن عدی سے ملنا چاہتے ہو"۔ اس جوان نے اثبات میں اپنی گردن ہلا دی۔ سنان نے پھر پوچھا۔ "کیا تم بنو لخم سے ہو"۔ اس نے پھر اثبات میں جواب دیا۔ سنان نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ "بنو لخم میں تمہارا تعلق کس بستی سے ہے"۔ اس اجنبی نے مدھم مگر بھاری آواز میں کہا۔

"میں بنو لخم کے مشہور نخلستان سوق الغرب کا رہنے والا ہوں اور میرا نام اسامہ بن حزم ہے۔ اگر میں نے تمہاری طلسماتی شخصیت دیکھ کر اندازہ لگانے میں غلطی نہیں کی تو تم ہی سنان بن عدی ہو"۔۔۔۔ سنان نے پھر ملوکانہ آواز میں کہا۔ "ہاں میں ہی سنان بن عدی ہوں۔ پھر قبل اس کے اسامہ بن حزم کچھ کہتا سنان اُسے گھیرے ہوئے جوانوں سے ایسے مخاطب ہُوا گویا وہ وقت کا دامن پھاڑ کر رکھ دے گا۔

"تم لوگ اس کا گھیراؤ ختم کر کے پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں خود اس سے بات کر لیتا ہوں"۔ وہ سب گھوڑ سوار خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ بطروس، ابی سلوم اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ قریب ہی کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سنان نے تلوار نکالی اور اسامہ بن حزم کی رسیاں کاٹتے ہوئے اس نے کہا۔ "نیچے اُتر آؤ"۔ اسامہ اُونٹ سے چھلانگ لگا کر نیچے اُتر آیا۔ سنان اُسے ایک طرف لے گیا۔ جہاں نوفل، قسطونہ، ماریہ اور سراقہ کھڑے تھے۔ پھر اس نے سرگوشی میں اسامہ سے پوچھا۔ "کیا یہ اُونٹ تمہارا ہے؟"

اسامہ نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "ہاں یہ اُونٹ میرا ہے"۔۔۔۔ "تم کس غرض سے مجھے ملنے آئے ہو"۔ اسامہ نے اپنے چاروں طرف ایک بار دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا پھر نہایت مدھم آواز میں کہا۔ "مجھے سوق الغرب کے سردار نصر بن قطام نے

بھیجا ہے۔ ہم نے تمہارے باپ کے قاتلوں کو تلاش کر لیا ہے اور اب میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ تاکہ ان قاتلوں سے انتقام لیا جا سکے۔ سلوم بن قطام نے کہا تھا عدی کے بیٹے سے کہنا کہ وہ دونوں بھائی مستقلاً سوق الغرب میں آکر رہیں۔ اس کے علاوہ سوق الغرب تمہاری ماں کی بستی ہے۔ اور ایک طرح سے وہ تمہارا ننھیال ہے۔ سنو! عدی کے بیٹے! تمہارے ننھیال میں صرف تمہاری نانی زندہ تھی لیکن جب اسے اپنی بیٹی کے قتل ہونے کی خبر ملی تو وہ یہ غم برداشت نہ کر سکی اور کچھ عرصہ بعد مر گئی۔ اب وہ گھر سنسان اور اُجاڑ پڑا ہے جسے تم دونوں بھائیوں نے آباد کرنا ہے۔ کیا تم دونوں بھائی میرے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو۔ تمہیں لے جانے کے لیے میں اپنے کچھ ساتھی صحرا کے اندر بٹھا آیا ہوں۔ ضرورت کے وقت وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں"۔

سنان نے مغموم آواز میں کہا۔ "میرا بھائی قتل ہو چکا ہے۔ تاہم میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ کیا تم بتا سکتے ہو میرے باپ کے قاتل کہاں ہیں؟" اسامہ نے پھر سرگوشی میں کہا۔ "سنو سنان! وہ قاتل تعداد میں آٹھ ہیں۔ ان میں سے تین یہودی اور پانچ نصرانی ہیں اور سب روپوشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تینوں یہودی انطاکیہ کے نواح میں ایک شہر تل الجدید میں ہیں۔ نصرانیوں میں سے تین نابلس میں اور دو قدمر میں روپوش ہیں اور سنو عدی کے بیٹے! ——— اسامہ کہتے کہتے رُک گیا۔ کیونکہ اسی لمحے ابی سلوم بڑی خونخواری سے سنان کو مخاطب کر کے بولا تھا۔

"عدی کے بیٹے! بنو لخم کے اس مسلمان کو ہمارے حوالے کر دو۔ تم اسے موت سے نہیں بچا سکتے۔ اس کی زندگی کا فیصلہ کرنا بطروس کا کام ہے"۔

سنان نے زہریلے اژدہے کی طرح ابی سلوم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ابی سلوم! یہ تمہاری بھول ہے۔ میرے ہوتے ہوئے اسے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس لیے کہ میں اسے امان دے چکا ہوں اور تم جانتے ہو عرب جسے امان دیتے ہیں اسے زندگی سے بھی عزیز تر جانتے ہیں۔

ابی سلوم نے قریب ہی کھڑے ایک نوجوان کے ہاتھ سے لوہے کا نیزہ لے کر اسے خوب قوت سے ہوا میں لہراتے ہوئے کہا "میں تمہاری دی ہوئی امان کو فسخ کرتا

ہوں"۔ سنان نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار نیام سے نکالی اور چنگھاڑتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ابی سلوم! میرے بھائی کے قتل کے سلسلے میں تم پہلے ہی میری نگاہوں میں ہو، اب تم نے اگر کوئی ایسی بات کی جو میری خواہش کی ضد اور میرے ارادوں میں دیوار ثابت ہوئی تو سن لو میری تلوار برق بن کر تمہارے سر پہ کوندے گی۔ یاد رکھو، بنو غسان میں کوئی ایسا جوان نہیں ہے جو سنان بن عدی کی عزیمت میں حائل ہو کر اس کے راستے کا پتھر بنے۔ ابی سلوم غصے میں آگ کی مانند سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے نیزہ لہرایا اور اسے تاک کر اس نے سنان کے قریب ایک کھجور کے تنے پہ مارا۔ نیزہ کھجور کے تنے میں گھس گیا تھا اس کے ساتھ ہی ابی سلوم کی غصیلی و زہریلی آواز بلند ہوئی۔ تم اتنے قادر انداز نہیں ہو کہ کوئی تمہارے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ میں آج تمہیں مبارزت اور مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ ہمت ہے تو تلوار کھینچ کر میرے سامنے آؤ۔ پھر فیصلہ ہو جائے گا۔ بنو غسان میں کون قوت و کاج میں منفرد و یکتا ہے۔ سنان نے اپنے نہاں و عیاں سارے جذبوں کو متحد کرتے ہوئے ایک عجیب سے جوش و جذبے سے کہا۔ اے بندۂ دُنیا و دام! کھجوروں کے اس جھنڈ تلے میں تجھے خوں ہلاہاں و خون آلود کر دوں گا۔ اس فکر و ظن میں نہ رہنا۔ تمہارے ساتھیوں کی تعداد سے خوفزدہ ہو کر میں تمہاری طرف نہ بڑھوں گا۔ قسم مجھے خداوندِ قادر و لم یزل کی تجھے میں طیب و خوشبو کی طرح اُڑا دوں گا اور سفید بلور کے پیالے کی طرح توڑ ڈالوں گا"۔

سنان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار نیام میں کر لی۔ آگے بڑھ کر اس نے کھجور کے تنے کے اندر پیوست ابی سلوم کا نیزہ کھینچ کر باہر نکالا۔ تھوڑی دیر تک وہ اس آہنی نیزے کو اُلٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر وہ تیزی سے اپنی جگہ پہ گھوما اور تاک کر ابی سلوم کے قریب ہی ایک کھجور کے تنے پہ نیزہ مارتے ہوئے اس نے اپنی پوری قوت سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔ نیزہ اس کھجور کے تنے کو چھیدتا ہوا آدھے سے بھی زیادہ اس پار نکل گیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ نہایت وقار اور جلال کے ساتھ چلتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ دیر القمر کا سردار بطروس اور دوسرے لوگ اس کے "اللہ اکبر" کے نعرے پر ابھی تک حیران و ششدر

کھڑے تھے، شاید نعرے کی صدا ان کے لیے نئی اور غیر مانوس تھی اور وہ شک کر گئے تھے کہ سنان بن عدی مسلمان ہے۔ سنان نے کھجور کے تنے میں پیوست نیزہ کھینچ کر باہر نکالا اور کھولتی ہوئی آواز میں اس نے ابی سلوم سے کہا۔ "اے عبد الصنم! جس طرح یہ نیزہ کھجور کے تنے کو چھید کر اس پار نکلا ہے اسی طرح یہ تمہارے جسم کے اس پار بھی ہوگا۔ اور تمہارے تمام سفیہانہ قول اور عمل سفلگانہ تمہارے خون میں بہہ کر صحرا کی اس ریت میں جذب ہو جائیں گے۔

وہاں کھڑے ہو کر سنان نے صرف چند لمحے ابی سلوم کی طرف دیکھا پھر اپنے دونوں ہاتھوں میں اس آہنی نیزے کو تولتے ہوئے وہ ابی سلوم کی طرف بڑھا اور بڑے کڑوے لہجے میں کہا۔ "ابی سلوم! تمہارا یہ آہنی نیزہ میں تمہارے گلے کا طوق بنانے لگا ہوں اگر تم میں ہمت ہے تو روک دکھانا۔"

سنان نے آگے بڑھ کر جب ابی سلوم کی گردن کے گرد نیزے کو خم دے کر لپیٹنا چاہا۔ تو ابی سلوم نے اس کے دونوں بازو مضبوطی سے پکڑ لیے تھے۔ اسی لمحہ سنان نے ایک سنسناتا ہوا مکہ ابی سلوم کی گردن پر مارا اور ابی سلوم لڑکھڑاتا ہوا اسی کھجور سے جا ٹکرایا جسے نیزے نے چھیدا تھا۔ اپنا توازن بگڑنے کے بعد ابی سلوم ابھی سنبھل بھی نہ سکا تھا کہ سنان ایک لمبی زقند کے ساتھ اس کی طرف بڑھا۔ آہنی نیزہ اس کی گردن پر رکھ کر اس نے زور لگایا اور نیزہ دہرا ہو کر ابی سلوم کی گردن کے گرد طوق اور حلقے کی شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ ابی سلوم کا گلہ گھٹنے لگا اور وہ سنان کے سامنے اس طرح بے بس لگ رہا تھا جس طرح اندھے اور ویران کنوئیں میں گرا ہوا بھوکا گیدڑ کیونکہ سنان نے اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان ابی سلوم کے جسم کو دبوچ رکھا تھا۔ پھر اس نے نیزے کے دونوں سرے پکڑ کر خوب زور سے کھینچے۔ آہنی نیزہ چرچرایا اور ابی سلوم کی گردن کے گرد اس قدر تنگ حلقہ بنا گیا کہ اس کا دم گھٹ گیا اور وہ وہیں کھڑے کھڑے ختم ہو گیا۔

سنان نے ابی سلوم کی لاش کو زمین پر پھینک دیا۔ ماحول پر ایک سنسنی اور وحشت پھیل گئی تھی۔ ہر کوئی مدہوش و حیران اور سراسیمہ و بے حس سا کھڑا تھا۔ سنان جب

پیچھے ہٹ کر نوفل، قسطونہ اور اسامہ بن حزم کی طرف جانے لگا تو ہجوم کے اندر سے ابی سلوم کے تین بھائی نکلے۔ ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔ ان میں سے بڑے نے سنان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "عدی کے بیٹے! تم ہمارے بھائی کے قاتل ہو، اب تم دہر القمر سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ بہتر ہوگا تم اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم تمہیں اپنی خواہش کے مطابق ماریں۔"

سنان بھوکے تیندوے اور باگھ کی طرح ان کی طرف مڑا اور اپنی ابال کھاتی اور آتشی آواز میں کہا۔ "میں تم تینوں کو ایک ساتھ حملہ آور ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ چند لمحوں تک وہ تینوں خاموش رہے جیسے ابی سلوم کی موت پر وہ کاہش و ناتوانیِ مرگ کا شکار ہو گئے ہوں پھر انہوں نے کوئی فیصلہ کیا اور سنان پر حملہ آور ہونے کے لیے پاگل و غیر دانشمند ریچھ کی طرح اس کی طرف بھاگے۔ سنان نے اپنی پشت پر لٹکتی ہوئی چرم کی لمبی تھیلی سے تین آہنی نیزے نکال کر باری باری ان کی طرف پھینکے اور ان تینوں کو طرفۃ العین میں موت کی ابدی اور گہری نیند سلا دیا تھا۔

چونکا دینے والے یہ حالات اس قدر سرعت و جولانی سے عمل میں آئے تھے کہ وہاں کھڑے سب لوگ ابھی تک ششدر و حیران کھڑے تھے۔ سنان اس خیال سے احتیاطاً پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا کہ مبادا اس پر کوئی اور حملہ کر دے۔ پھر اس نے اسامہ بن حزم کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے رفیقِ مہربان! ان تینوں لاشوں کے سینوں سے میرے نیزے نکال لو۔ اسامہ بڑی تیزی سے حرکت میں آیا اور سنان کے تینوں نیزے نکال کر وہ اس کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تھا۔ نوفل اور قسطونہ بھی ان کے قریب آ گئے تھے۔ قسطونہ افسردہ اور اداس ہو گئی تھی۔ یوں جیسے ماحول کا وہ بوجھل پن اس کے عارض کی لالہ کاری اور اس کے جسم کی تاب داری کو چرا لے جائے گا۔ اسی دوران سوچوں میں ڈوبے ہوئے بطروس نے سنان کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"عدی کے بیٹے! تھوڑی دیر قبل تم نے اللہ اکبر کا مسلمانوں جیسا نعرہ مارا تھا کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم مسلمان ہو؟" سنان نے نڈر اور بے جھجک ہو کر کہا۔ تمہارا اندازہ

درست ہے ۔ مَیں بچپن سے مسلمان ہوں ۔ جب کہ تم جانتے ہو میرے ماں باپ بھی مسلمان تھے ــــــــــــ "

بطروس نے آگ بگولہ ہوتے ہوئے کہا ۔ کیا تم مکّہ کے اس پیغمبرؐ پہ ایمان رکھتے ہو جس نے عیسائیت کی تردید کی ہے اور جس نے صلیب کے خلاف جنگ کی طرح ڈالی تھی ۔ سنان نے بڑے صولت و دبدبے سے کہا ۔" اے ہوس کار انسان ! اپنی زبان کو لگام دے ۔ عرب کے اس چاندؐ نے کسی مذہب کی تردید کی بجائے اس کی تجدید کی ہے ۔ وہ حلیم و کریم ، نذیر و مبشر ، امامِ انام اور حبیبِ خدا ہیں ۔ وہ مصدق و صادق ، کثیر المکارم اور رسول الملاحم ہیں ۔ اے بدبخت انسان ! یہ وہی پیغمبر ہیں جن کی بشارت انجیل نے احمد اور توریت نے احید کے نام سے کی تھی " ۔ سنان نے اس بار اور زیادہ زہریلی آواز میں کہا ۔

" اے بنو غسان کی بدبخت بستی کے نامراد سردار ! سُن جس پیغمبرؐ پہ مَیں ایمان رکھتا ہوں وہ ثمرۂ دُعائے خلیلؑ اور مژدۂ ابن مریمؑ ہیں اور یہ وہی نبیؐ ہیں جنھوں نے اپنے اخلاق کی تاثیر اور کردار کے سوز سے یمن سے لے کر شام اور مدینہ سے لے کر ایران تک ہر طاق منوّر اور ہر کوچہ مصوّر کر دیا تھا ۔ سنو بطروس ! مَیں جانتا ہوں مسلمانوں کے کاروان کو لوٹنے میں تمہارا بھی ہاتھ ہے اور یوں تم نے اس صحرا میں صلیب و حرم کے ٹکراؤ کے کھیل کی ابتدا کی ہے ۔ یاد رکھو ! مسلمان جاگ رہے ہیں اور جب بنو لخم کو خبر ہو گی کہ ان کی ملّت کا ایک کاروان اس صحرا میں لوٹ کر قتل کر دیا گیا ہے تو قسم مجھے صاحبِ الطاف و عطا کی وہ تم سے ایسا انتقام لیں گے کہ دیارِ بکر سے راس الشمرہ اور رصافہ سے کوہِ حرمون کے فرازوں تک چشمِ جہاں تمہاری بے بسی و لاچاری کا عبرت خیز منظر دیکھے گی ۔ یاد رکھو ، عنقریب وہ وقت آئے گا کہ جس طرح بابل و نینوا کی سرزمین خون پینے کی عادی ہے اس طرح یہ صحرا بھی تمہارا خون پینے کا عادی ہو جائے گا ۔ اور بنو لخم جب اپنی تلواریں سونت کر تمہاری طرف بڑھیں گے تو آپ سے آپ یہ صحرا پکار اُٹھے گا ۔ اَسْقُوْنِیْ اَسْقُوْنِیْ (مجھے خون پلاؤ ۔ مجھے خون پلاؤ) اب اس صحرا میں حق و ہوس کی زور آزمائی اور خیر و شر کا تصادم ہو کر رہے گا اور ایک بار پھر قیصر و کسریٰ جیسی جنگوں کا عہدِ عتیق[1] لوٹ آئے گا ۔

[1] اسلام سے قبل قیصر و کسریٰ کی جنگوں میں بنو غسان نے قیصر کا اور بنو لخم نے کسریٰ کا ساتھ

بطروس جو ابی سلوم اور اس کے بھائیوں کے قتل پہ تقریباً ذہنی طور پہ مفلوج ہو گیا تھا ، کسی قدر سنبھلا اور اپنے ہوش و دانش کو مجتمع کرتے ہوئے اس نے انگارے اُگلتی آواز میں کہا ۔ " تم کیا سمجھتے ہو ابی سلوم اور اس کے بھائیوں کو قتل کرنے کے بعد تم یہاں سے بھاگ کر بنو لخم کے پاس جانے میں کامیاب ہو جاؤ گے ۔ ہرگز نہیں ۔ وہرالقمر ہی تمہارا دارِ عمل اور دارِ بقا ثابت ہو گا ۔

سنان نے صبر و قرار کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نقیب بغاوت بن کر کہا ۔" تم بکتے ہو بطروس ! دُنیا کی کوئی طاقت مجھے بنو لخم میں جانے سے روک نہیں سکتی " ۔ بطروس نے بستی کے مسلح جوانوں کی طرف ہاتھ لہراتے ہوئے حکم دیا ۔" آگے بڑھو اور سنان بن عدی کو قتل کر دو ۔ بنو غسان کا باغی بچ کر بنو لخم میں کیونکر جا سکتا ہے " ۔ ایک ساتھ کئی مسلح جوان سنان پہ حملہ آور ہونے کے لیے آگے بڑھے ۔ نوفل ، اسامہ ، ماریہ اور سراقہ پریشان و اداس ہو گئے تھے ۔ قسطونہ کا گو سنان سے کوئی تعلق نہ تھا ۔ پھر بھی یوں لگتا تھا جیسے اس کا شباب و میدے میں گوندھا ہوا جسم دُکھ اور غم میں پگھل کر شمع کی طرح بہہ جائے گا ۔ تاہم سنان کے چچا عسفان بن ناطور پر کوئی اثر نہ تھا ۔ اس لیے کہ وہ بطروس کا ہم خیال تھا ۔

حملہ کرنے والے جوان جب قریب آ گئے تو سنان فوراً حرکت میں آیا ۔ چیتے کی طرح اس نے ایک لمبی اور تیز جست لی اور قریب ہی کھڑے بطروس کے جوان بیٹے کو دبوچ لیا ۔

پھر اس نے اپنا تیز دھار کا خنجر نکالا اور اس کے پیٹ پہ رکھتے ہوئے بطروس سے کہا ۔

" بطروس ! حملہ کرنے والے ان جوانوں سے کہو اپنی جگہ پہ واپس چلے جائیں ۔ ورنہ مَیں اپنے تیز خنجر سے تمہارے بیٹے کا پیٹ چیر دوں گا " ۔ اس لمحہ اسامہ بن حزم اپنی جگہ سے بھاگا اپنی تلوار بے نیام کی اور سنان کی پیٹھ سے اپنی پیٹھ ملا کر کھڑا ہو گیا ۔ اس نے ایسا اس خیال سے کیا تھا کہ پشت کی طرف سے سنان پہ کوئی حملہ نہ کر دے ۔ نوفل اور قسطونہ بھی بھاگ کر ان دونوں کے پاس کھڑے ہو گئے تھے ۔ اسامہ کے لبوں پہ مسکراہٹ تھی شاید وہ سنان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) دیا تھا ۔ تب سے بلکہ اس سے بھی قبل دونوں قبائل میں باہمی چپقلش چلی آ رہی تھی ۔

کے اس اقدام پر خوش تھا۔ اس نے اپنے بائیں ہاتھ سے سنان کا دایاں پہلو تھپتھپاتے ہوئے اپنے روایتی صحرائی اندازِ بیان میں کہا۔ "مولائے سدرہ کی قسم! تمہارے سکوت میں وقار تکلم میں برق اور عمل میں رعد کی سی قوت و دسترس ہے۔ اے عدی کے بیٹے! جنگ و رزم میں تم ستاروں کی طرح ایک روشن جوان ہو۔ کاش تم کسی بستی کے سردار، کسی کارواں کے سالار اور کسی ہراول دستے کے کماندار ہوتے تو واللہ لوگ تمہاری ثنا کرتے اور تم پر فخر محسوس کرتے۔

سنان جواب میں کچھ کہنے والا تھا کہ بطروس کی آواز بلند ہوئی۔ اس نے حملہ آور ہونے والے جوانوں کو اپنی جگہ پر واپس چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اپنے بیٹے کو سنان کی گرفت میں دیکھ کر وہ بے چینی و فکر مندی کا شکار ہو گیا تھا۔ حملہ کرنے والے جوان جب دوبارہ اپنی جگہوں پر چلے گئے تو سنان نے پھر بطروس کو مخاطب کر کے کہا۔

"بطروس! میں اپنے ان تین ساتھیوں کے ساتھ ابھی اور اسی وقت بنو لخم کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ تمہارا بیٹا بنو غسان اور بنو لخم کی سرحد تک میرے ساتھ جائیگا۔ تم اس کے ساتھ اپنا ایک آدمی روانہ کر سکتے ہو جو اس کے لیے زادِ راہ مہیا کرتا رہے اور اسے واپس دہر القمر میں لے آئے۔ باقی سب مرد عورتوں سے کہو اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں"۔ بطروس کے کہنے پر ایک مسلح جوان وہاں رک گیا اور باقی سب لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ نوفل نے سنان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سنان! میں گھر جا کر ساری نقدی اور قیمتی سامان نہ اٹھا لاؤں"۔

سنان نے سرگوشی میں اسے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔ "نوفل! نوفل مکان کی طرف ہرگز نہ جانا ورنہ یہ لوگ تمہیں پکڑ لیں گے اور تمہارے بدلے مجھ سے بطروس اپنا بیٹا مانگ لے گا۔ ہمیں یہاں سے خالی ہاتھ ہی کوچ کرنا ہو گا"۔

قسطونہ نے پہلی بار سنان کو مخاطب کیا اور اپنی چرمی تھیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس سنہری سکوں سے بھری ہوئی یہ تھیلی ہے نقدی کی کوئی فکر نہ کریں۔ آپ ——— اسامہ نے قسطونہ کی بات کاٹتے ہوئے سنان سے کہا۔ عدی

کے بیٹے! تم نقدی کے لیے پریشان ہو رہے ہو، قسم اقصائے عالم اور فرشِ زمین پیدا کرنے والے کی بنو لخم مر نہیں گئے وہ تمہیں اپنی آنکھوں پر بٹھائیں گے"۔

سنان نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے بطروس کے بیٹے کو دبوچ کر آہستہ آہستہ اسامہ کے اونٹ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ قریب جا کر اس نے اسامہ کو اپنا اونٹ پکڑ لینے کو کہا اور اسامہ نے اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ سنان نے اب سب کے ساتھ اپنے اونٹ اور گھوڑے کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ اپنے اونٹ کے پاس کھڑے ہو کر سنان نے پھر بطروس سے کہا۔ "بطروس! جو جوان تمہارے بیٹے کے ساتھ جائے گا اس کے لیے سواری کا بندوبست کر دو۔ میں یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں"۔

بطروس نے بڑے اداس لہجے میں اپنے پاس کھڑے مسلح جوان کو اپنی سواری لانے کو کہہ دیا۔ سنان اب سراقہ سے مخاطب ہوا۔ "سراقہ! میرا گھر اب تمہاری ملکیت ہے۔ اس کا خیال رکھنا"۔ سراقہ اداس ہو گیا تھا اور ماریہ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔ سنان کا عم عسفان بن ناطور آگے بڑھا اور بیزار سے لہجے میں کہا۔ "اب جب کہ تم کبھی بھی اس بستی میں واپس نہ آ سکو گے تم اپنی زمین اور باغ بیچتے جاؤ۔ میں تمہیں اس کی معقول قیمت دینے کو تیار ہوں۔ سنان نے دکھ سے کہا میں نے اپنی ساری زمین اور باغات سراقہ اور ماریہ کو نصف نصف دیئے۔ آج کے بعد یہ دونوں ان کے مالک ہوں گے"۔

عسفان بن ناطور نے اس بار غصیلی آواز میں کہا۔ "آخر تم اپنے باپ ہی کی طرح مرتد ہو گئے۔ کاش تم صلیب کے پاسبان بن کر بنو غسان میں رہتے تو اس قبیلے کو تم جیسے توانا و شجاع جوان پر فخر و ناز ہوتا" ——— سنان نے متاثر کن آواز میں کہا۔ "اے میرے عم! میں خود نہیں جا رہا، میری جبلت اور میرا خون مجھے بنو لخم کی طرف لے جا رہا ہے۔ میں مسلمان ہوں اور حرم کے پاسبانوں کا ادنیٰ غلام ہوں۔ میں اپنی صحیح منزل کی طرف جا رہا ہوں۔ یہ میرا نہیں تقدیر کا فیصلہ ہے۔ شاید حق شناس و بیدار قدرت مجھے کسی نیک اور بامقصد کام کے لیے منتخب کر چکی ہو" ——— عسفان خاموش رہا۔ سنان نے اسامہ کو دونوں اونٹ بٹھانے کو کہا۔ اسامہ نے جب اونٹ بٹھا دیئے تو سنان اپنے اونٹ

پر بیٹھ گیا اور بطروس کے بیٹے کو اُچک کر اپنے آگے ڈبوچ لیا۔ اس نے تیروں سے بھرا ہُوا ترکش اور ڈھال اس احتیاط کے ساتھ اپنی پشت پر باندھ لیے کہ اگر پُشت کی طرف سے کوئی تیر چلائے تو وہ اثر انداز نہ ہو۔ سنان کے کہنے پر اسامہ کے اُونٹ پر نوفل اور اس کے پیچھے قسطونہ بیٹھ گئی تھی۔ سنان نے پھر اسامہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اسامہ! میرے گھوڑے کا مُنہ میرے قریب لاؤ میں اس کی لگام پکڑ کر رکھتا ہوں پھر تم اس پر بیٹھ جانا۔ کیونکہ میرے سوا کسی اور کو یہ اپنے اُوپر سوار نہیں ہونے دیتا۔" اسامہ گھوڑے کو پکڑ کر سنان کے قریب لایا۔ سنان اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا، ساتھ ہی اس نے اسامہ کو سوار ہونے کا اشارہ کیا۔ اسامہ رکاب میں پاؤں جما کر سوار ہو گیا۔ اتنی دیر تک بنو غسان کا وہ مسلح جوان بھی آ گیا جس نے بطروس کے بیٹے کو واپس لانا تھا۔ دونوں اُونٹوں کو اُٹھایا گیا اور پھر سنان، قسطونہ، اسامہ، نوفل، بطروس کے بیٹے اور اس کے محافظ کے ساتھ بنو لخم کی طرف کُوچ کر گیا تھا۔

صحرا کے اندر ایک فرسنگ فاصلہ طے کرنے کے بعد اسامہ بن حزم کے وہ پچیس سوار بھی ان سے آن ملے جنہیں اسامہ نے وہاں احتیاطاً گھات میں بٹھا دیا تھا۔ دونوں قبیلوں کی سرحد پر جا کر بطروس کے بیٹے اور اس کے محافظ کو واپس بھیج دیا گیا تھا۔ اسامہ نے چار تیز رفتار سوار اپنی بستی سوق الغرب کی طرف بھی روانہ کر دیے تھے تاکہ وہ سنان بن عدی کی آمد کی اطلاع کر سکیں اور بنو لخم کو وقت مل جائے کہ وہ اس کے استقبال کی تیاری کر لیں۔

ریتلے پُرہول صحرا میں طوفانی جھونکے ابھی تک چیخ رہے تھے۔ دُور دُور تک ریت دُھند اور دخان کی طرح اُڑ رہی تھی۔ جس کے باعث سنان اور اسامہ کے اُونٹوں کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ اسامہ کا اُونٹ جو آگے آگے تھا ریت کے طوفان میں دوسرے اونٹ اور گھوڑے کی راہنمائی کرتا ہُوا سوق الغرب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس لیے کہ جس طرح چاند کبھی اپنا راستہ نہیں بھُولتا۔ اسی طرح صحرا کے اندر اُونٹ بھی کبھی راستہ نہیں بھُولتا۔

اونٹوں کی رفتار تیز کرنے کے لیے سنان نے حدی[1] گانا شروع کر دی تھی تاکہ وہ شام سے قبل ہی سوق الغرب پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں۔ سنان مست و بے خود ہو کر حدی گا رہا تھا۔ نوفل، قسطونہ، اسامہ اور اس کے ساتھی بڑے شوق سے اس کی نشید و نوا کو سُن رہے تھے جس میں نغمگیٔ صبح شام، خیالستانِ حُسن اور نغموں کا نگارستان تھا۔ اس کے اشعار کچھ یوں تھے۔

دَعْ المطایا تَنسَّمِ الجنوبا
اِنَّ لَهَا لَنبَاءَ عجیبًا
حَنِینُهَا وَ مَا اشْتَکَتْ لُغُوبًا
یَشْهَدُ اِنَّ قَدْ فَارَقَتْ حَبِیبًا
مَا حَمَلَتْ الافتی کَئِیبًا
یَسِرُّ مِمَّا اَمْکَنَتْ نَصِیبًا
لَوْ تَرَكَ الشَّوقُ لنا قُلُوبًا
اذن لَدَ تَرْنَا لِبِهِنَّ النِّیبَا
اِنَّ الْغَرِیبَ یَسْعَدُ الْغَرِیبَا

(ترجمہ) سواریوں کو جنوبی ہَوا میں سے گزرنے دو۔ شوق اور تھکن کی شکایت سے ان

[1] حدی خوانی کے لیے شاعری کی جس صنف کو عربوں نے سب سے پہلے استعمال کیا۔ وہ رجز ہے اور رجز کا وزن اُونٹ کی چال اور اس کی حرکتوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ رجز کی تقطیع اور اُونٹ کے قدموں کے پڑنے میں بہت زیادہ مناسبت ہے۔ عربوں کا خیال ہے کہ سب سے پہلے حدی کی ابتدا مضر بن نزار نے اس وقت کی جب اُونٹ پر سے گرنے اور ہاتھ کی ہڈی ٹوٹنے پر اس نے کہا تھا " وَایَدَاہ وَایَدَاہ (ہائے میرا ہاتھ۔ ہائے میرا ہاتھ) چونکہ ابن نزار کی آواز بہت اچھی تھی لہٰذا اُونٹوں نے اسے غور سے سُنا اور تیز رفتاری سے چلنے لگے۔ چنانچہ حدی خوانی کے لیے عربوں نے اسی وزن کے گیت اور نغمے بنا لیے۔

کی عجیب حالت ہے جو گواہی دے رہی ہے کہ یہ اپنے حبیب سے جُدا ہو گئی ہیں۔ انہوں نے ایک غم گین نوجوان کو اُٹھا رکھا ہے جو اس چیز کو چھپاتا ہے جسے یہ سواریاں ظاہر کرتی ہیں۔ اگر جذبِ شوق ہمارے دِلوں کو چھوڑ دیتا تو ہم ضرور ان اونٹوں کو ان کے پیچھے لگا دیتے اس لیے کہ پردیسی پردیسی کی مدد کرتا ہے۔

عدی کا خاطر خواہ اثر ہُوا تھا اور دونوں اُونٹ بلبلاتے ہوئے بڑی تیزی سے جنوب مشرق کے رُخ پر بنو لخم کے نخلستانوں کے اندر سے گزرتے ہوئے سوق الغرب کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سنان کا گھوڑا بھی دونوں اونٹوں کا ساتھ دے رہا تھا۔

بوڑھا باریک ہیں سُورج مغرب میں دُور نیچے تک جُھک گیا تھا۔ لال گوں اُفق کے کنارے پھیلنے لگے تھے اور ڈوبتے سُورج کی آخری اور مضمحل کرنیں صحرا کی تپی ہوئی ریت سے گلے ملتی ہوئیں الوداع کہہ رہی تھیں۔ شام کی کاکلِ خمدار اور زلفِ دوتا دراز ہونے لگی تھی اور رات کے سینے کے ویران گوشوں میں بوم و خفاش کی سرگوشیاں سنائی دینے لگی تھیں۔ سنان بن عدی اپنے ساتھیوں کے ساتھ سوق الغرب کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ ان سب نے دیکھا بستی میں اس قدر قندیلیں اور مشعلیں روشن تھیں گویا صحرا میں اس جگہ نور و انجم کی بارش ہونے لگی ہو۔

سوق الغرب کے سردار نصر بن قطام نے بستی کے معززین کے ساتھ نخلستان سے باہر سنان اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کیا تھا۔ سنان نے جب اُونٹ سے اُتر کر ابن قطام سے مصافحہ کرنا چاہا۔ تو اس نے سنان کو گلے لگاتے ہوئے کہا، "عدی کے بیٹے! آج تو سوق الغرب کے لیے ایک معزز مہمان ہے اور تجھ سے صرف مصافحہ پر اکتفا کرنا تیری توہین ہے۔ اس بستی کو تم سے بہت سی اُمیدیں وابستہ ہیں۔ اُمید ہے تم ان پر پُورا اترو گے"۔ ابن قطام سے گلے ملنے کے بعد سنان بستی کے دوسرے معززین سے مصافحہ کیا اور جب وہ ان کے ساتھ ساتھ بستی کی طرف چلنے لگا۔ تو بستی کے سردار ابن قطام نے پھر اسے

مخاطب کر کے کہا۔" اپنے اُونٹ پر سوار ہو جاؤ سنان! تاکہ تم نمایاں رہو کیونکہ بستی کا ہر فرد تجھے دیکھنے کے لیے آج گلی کوچوں اور مکانوں کی چھتوں پر بڑی بے تابی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

سنان نے ایک بار غور سے ابن قطام کی طرف دیکھا پھر اس نے اپنے اُونٹ کے پاس آ کر اس کے کجاوے کا ہتہ پکڑا اور ایک اُونچی جست کے ساتھ وہ اپنے اُونٹ پر سوار ہو گیا تھا۔ بستی میں داخل ہوتے ہوئے اسامہ بن حزم سنان کے گھوڑے سے اُتر گیا۔ اس نے گھوڑے کی باگیں بستی کے ایک جوان کو تھما دیں اور خود وہ سنان کے اُونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگا اور اس کے پیچھے اس کا اپنا اُونٹ تھا جس پر نوفل اور قسطونہ سوار تھے۔ جب وہ سوق الغرب میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا بستی میں اس قدر قندیلیں اور مشعلیں روشن کی گئی تھی کہ رات کے وقت بھی وہاں دوپہر کا سماں لگتا تھا۔ راستے میں دونوں طرف کھڑے مرد اور مکانوں کی چھتوں اور بالکونیوں پر کھڑی عورتیں ان پر پھول پتیاں بکھیر رہی تھیں۔

جب وہ تھوڑا سا آگے بڑھے تو سامنے سے ایک بوڑھا نمودار ہُوا اس کے ہاتھ میں بربط تھا اس کے ساتھ تین اور جوان تھے جن میں سے ایک کے پاس رباب، دوسرے نے اپنے گلے میں ایک بڑی دَف لٹکا رکھی تھی جب کہ تیسرے کے پاس ایک ہاتھ سے بجانے والی چھوٹی دف تھی جس کے گول چکر کے ساتھ جھانجھریں بندھی ہوئی تھیں۔ پھر جب اس بوڑھے زمزمہ نواز کی انگلیاں بربط پر کھیلنا شروع ہوئیں تو اسی لمحہ اس کے تینوں ساتھیوں نے رباب اور دفوں پر اپنے ہاتھوں کو حرکت دی۔ پھر فضا میں ایسی لَے ایسی سُر اور ایسے راگ و نغمے کی صدا بلند ہوئی جسے سُن کر صحرا اور کھجوروں تک کے دِل دھڑک اُٹھے۔ پھر اس بوڑھے نے سنان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عربی میں ایک سرود سوزناک اور پُر درد گیت گانا شروع کیا۔

" اے عبد ذی الکبریا! خُدا تجھے آسودہ و خوش رکھے۔ پانی سے بھرے ہوئے بادل جن کو جنوبی ہوائیں کھینچ لاتی ہیں تجھ پر برسیں اور

تیری زمین کو سیراب کریں۔ قبیلہ عبدالشمس کی بوڑھی مجھے دیکھ کر ہنستی تھی جیسے اس نے اس سے قبل کوئی لخمی نہ دیکھا ہو۔ اب میں اس بڑھیا سے کہوں گا۔ آ دیکھ میری بستی میں ایک ایسا جوان داخل ہوا ہے جو عقابوں سے تیز اور شیر سے زور آور ہے اور جب جنگ میں گھوڑوں تک کو تلواریں اور نیزے بھڑکا اور بدکا دیتے ہیں تو وہ ایک سخت چٹان کی طرح اپنی جگہ کھڑا رہتا ہے۔"

وہ کہنہ و فرزانہ فنکار جس کی آواز مزامیر داؤدی کی طرح سکر و مستی کا عالم طاری کر دیتی تھی۔ چند لمحوں کے لیے رکا پھر وہ اپنی تمام تر فصیح البیانی اور طلیق اللسانی کے ساتھ گاتا چلا گیا۔

"دشتِ بے کنار کے بیٹو! ہمت اسم اعظم، ہمت ہی نسخۂ کیمیا اور ہمت ہی عہدِ عتیق کو منکشف کرتی ہے۔"

"صحرا کی گل رو بیٹیو! بنو لخم کی ہنس مکھ، بھولی و دلکش اور خوش گل اور مہ رو دوشیزاؤ! سوق الغرب میں آج ایک ایسا جوان وارد ہوا ہے جو صبح کی روشنی کی مانند ہے۔ ایسی صبح جس میں بادل نہ ہوں۔ ایسی صبح جس میں سلامتی کی منادی کرنے والی صدائیں ہوں۔ اب تمہیں رات کی ہیبت سے ڈر نہیں لگے گا۔ نہ دن کے وقت اڑنے والے تیر سے۔ نہ اس وبا سے جو اندھیرے میں پھیلتی ہے اور نہ اس ہلاکت سے جو دوپہر کو ویران کرتی ہے۔ اے سوق الغرب کے باشندو! اب ہمارے بیاباں اور ویرانے بھی شادماں ہوں گے۔ دشت و صحرا خوشی کریں گے اور نرگس کی مانند خوش ہوں گے۔ اے کوہ مصفار! تم پر نہ اوس پڑے نہ بارش ہو اس لیے کہ تم پر اسلام کے دشمن بستے ہیں۔ عنقریب ان کے چرواہوں کی چراگاہیں ماتم کریں گی اور بہت جلد وہ ہمارے خداوند کا جلال اور ہمارے رب کی حشمت دیکھیں گے۔"

کا نور و نغمہ بن کر گانے والا وہ بوڑھا زمزمہ نواز خاموش ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا کیونکہ ابن قطام کی حویلی آگئی تھی اور وہاں اسامہ نے اونٹ کو روکا اور پھر اس کے گھٹنے پر نکیل مار کر اسے زمین پر بٹھا دیا تھا۔ سنان اپنے اونٹ سے اتر کر سوق الغرب کے سردار ابن قطام کے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک اسامہ نے دوسرے اونٹ کو بھی بٹھا دیا تھا اور اس پر سے نوفل اور قسطونہ اتر کر سنان کے پاس کھڑے ہو گئے تھے۔ بستی کے جوان باری باری آگے بڑھ کر بڑے احترام و توقیر کے ساتھ سنان سے مصافحہ کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سنان سے مصافحہ کرنے کے لیے ایک ایسا جوان آیا جسے دیکھتے ہی قسطونہ کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی اور وہ خوفزدہ ہو کر سنان کے پیچھے ہو گئی اور گھبرا کر اس نے نوفل کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ آنے والا نوجوان ایک ٹانگ سے لنگڑا کر چل رہا تھا۔ اس کے اوپر نیچے کے سامنے والے چاروں دانت کسی خونخوار چیتے کی طرح باہر نکلے ہوئے تھے۔ اس کے دونوں ہونٹ جو جگہ جگہ سے کٹے ہوئے تھے سکڑ کر اس کے چہرے کو خوفناک اور پر ہیبت بنا گئے تھے۔ اس کے دونوں گالوں پر زخموں کے گہرے نشان تھے اور سر کے بال باریک اور بکھرے ہوئے تھے۔ تاہم اس کے ہاتھ پتھر کی طرح سخت اور شفاف تھے۔ اپنی ٹانگ کو گھسیٹتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ اپنا سر اس نے جھکا لیا اور دونوں ہاتھ مصافحہ کے لیے سنان کی طرف بڑھا دیئے۔ سنان نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس پر ہول جوان کے ہاتھوں کو تھام لیا تھا اور بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

جب وہ اپنی صورت سے اختلاجِ قلب طاری کر دینے والا نوجوان پیچھے ہٹا تو ابن قطام نے سنان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ یہ نوجوان جو تم سے مصافحہ کر کے گیا ہے اس کا نام میسرہ ہے اور یہ واحد شخص ہے جو جانتا ہے تمہارے باپ کے قاتل کون اور کہاں ہیں۔ یہ بول نہیں سکتا۔ تمہارے باپ کے قاتلوں نے اس کی زبان کاٹ دی تھی۔ سنو! میں تمہیں اس کی پوری داستان سناتا ہوں۔

"کبھی یہ بستی کا سب سے بہادر، خوب صورت اور طاقت ور نوجوان تھا ایک

سال قبل میں نے اپنی بستی کے دس جوانوں کے ساتھ اسے تمہارے باپ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ اس نے تدمر شہر میں ان قاتلوں کو تلاش کر لیا وہ تعداد میں آٹھ تھے اور انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے دو ایسے نوجوان رکھے ہوئے تھے جو یہودی ہیں اور جن کا تعلق قلعہ دیر السمعان سے ہے۔ یہ قلعہ انطاکیہ سے مدینہ الرہا کی طرف جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ وہ دونوں جوان قد کاٹھ میں شتر کی مانند ہیں اور وہ دونوں اس قدر طاقت ور ہیں کہ ان میں سے ہر ایک بیک وقت دس جوانوں سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دے سکتا ہے۔ ان دونوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ تین تین اونٹنیوں جتنی طاقت رکھتے ہیں۔"

تمہارے باپ کے قاتلوں نے اپنے دونوں محافظوں کو میسرہ اور اس کے ساتھیوں پر چھوڑ دیا۔ انہوں نے میسرہ کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھیوں کو مار مار کر بھگا دیا۔ ان دونوں محافظوں نے میسرہ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ اس کے دونوں ہونٹ اور زبان کاٹ دی اور اس کی ٹانگ توڑنے کے علاوہ اس کے جسم پر جگہ جگہ زخموں کے نشانات لگا دیے اور اسے ایک پرانے اور ویران کھنڈر میں قید کر دیا۔

ایک رات جب کہ میسرہ کی نگرانی پر ایک ہی محافظ تھا اور دوسرا تمہارے باپ کے قاتلوں کے ساتھ کہیں گیا ہوا تھا بستی کے دس جوان جو میسرہ کے ساتھ گئے تھے اور جنہیں ان دو محافظوں نے مار بھگایا تھا پھر جمع ہوئے اور میسرہ کی نگرانی کرنے والے محافظ پر اس وقت شب خون مارا جب وہ سویا ہوا تھا۔ اسے انہوں نے مضبوط رسیوں میں جکڑ کر ایک گھوڑے کے ساتھ خوب کس کر باندھ دیا اور میسرہ کو چھڑا کر بستی میں واپس آ گئے تھے۔ وہ تمہارے باپ کے قاتلوں سے انتقام نہ لے سکے تھے اس لیے جو محافظ ابھی تک ان کے ساتھ ہے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ——"

ابن قطام کی بات کاٹتے ہوئے سنان نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔ "اور جس محافظ کو میسرہ کے ساتھی رسیوں میں جکڑ کر لائے تھے وہ کدھر گیا؟"

ابن قطام نے پھر کہنا شروع کیا۔ "تم اطمینان سے میری بات سنتے جاؤ۔ اس

محافظ کو یہاں لا کر اس مکان میں جو تمہارے نانا کا ہے لوہے کی دو مضبوط زنجیروں میں جکڑ کر کھجور کے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ مجھے تمہارا انتظار تھا اور میں چاہتا تھا کہ اس کا فیصلہ تم ہی آ کر کرو۔ لیکن ایک رات بڑا خوفناک حادثہ پیش آیا۔ اس روز عشاء کے بعد اس محافظ نے لوہے کی دونوں زنجیروں کو توڑ دیا اور بستی پر حملہ کر دیا۔ اس نے رات کی تاریکی میں ان دس جوانوں کو قتل کر دیا جو اسے گھوڑے کی پیٹھ سے باندھ کر لائے تھے وہ میسرہ کو بھی قتل کر دینا چاہتا تھا لیکن بستی کے بیس بہترین تیغ زنوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے کر میسرہ کو بچا لیا اور اسے دوبارہ کھجور کے اسی درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اب وہ دو کی بجائے لوہے کی چھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے جو پہلی زنجیروں سے مضبوط اور نئی ہیں اور جنہیں وہ توڑ نہیں سکتا۔

سنان نے بے چینی اور اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ابھی اس محافظ کے پاس لے چلو میں اس سے میسرہ اور اس کے ساتھیوں کا انتقام لوں گا۔"

ابن قطام نے سنان کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "اس قدر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرو۔ میں صبح تمہیں اس کے پاس لے چلوں گا۔ اس سے ہم نے تمہارے باپ کے قاتلوں کے متعلق پوچھا تھا اور اس نے بتایا تھا کہ تم لوگوں کے خوف سے اب وہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے ہیں۔ ان میں سے تین نابلس میں، تین انطاکیہ میں اور دو تدمر میں ہیں اور ان کا دوسرا محافظ بھی تدمر میں مقیم ہے جب کہ —— ابن قطام کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیونکہ اس کے گھر سے ایک نوعمر لڑکی بھاگتی ہوئی نکلی جو نودمیدہ سحر کی طرح تر و تازہ، سلک و الماس کی طرح دلکش اور بدیسی خوشبو و سنبل کی لہر کی طرح حسین تھی۔ اس کا حسن صاف و شیریں ندی کی طرح حلاوت و طراوت سے بھرپور تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی آئی اور ابن قطام کا بازو پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

ابن قطام نے اس لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنان کو مخاطب کر کے کہا "یہ میری بیٹی ہے امیمہ، بلکہ یوں کہو، یہ میرا بیٹا ہے۔ کیونکہ یہ میری واحد اولاد ہے۔ تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گی کہ سارے جنگی فنون میں یہ اس قدر ماہر ہے کہ بستی کے بہت کم

لوگ تیغ زنی میں اس کا مقابلہ کرسکتے ہیں کیا تم یقین کروگے کہ اس وحشی محافظ نے جب زنجیریں توڑ کر بستی کے دس جوانوں کو قتل کیا تھا تو اسے گھیر کر دوبارہ کھجور سے باندھنے والے جوانوں کی کمانداری ہی تھی - اس کے علاوہ پچھلے برس بنو غسان کے ساتھ ایک سرحدی جھڑپ میں اپنے قبیلے کے لشکر کی سپہ سالار بھی میری بیٹی تھی "۔

سنان نے ایک بار توصیف و ستائش کے انداز میں امیمہ کی طرف دیکھا پھر اس کی نگاہیں میسرہ پر جم گئیں جو اپنی لنگڑی ٹانگ کو گھسیٹتا ہوا لوگوں کے ہجوم سے باہر نکل رہا تھا۔ سنان نے اسے زور سے پکارا ۔

" میسرہ ! میسرہ ! "

میسرہ رکا اور مڑ کر سنان کی طرف دیکھنے لگا تھا - ابن قطام نے بڑے دکھ کے ساتھ سنان سے کہا " جب سے ان بدنہاد دشمنوں نے اس کے چہرے کو اس قدر بھیانک بنا دیا ہے یہ اداس اور تنہائی پسند ہو گیا ہے کیونکہ بستی کے اکثر مرد اور عورتیں اس سے خوف کھاتے ہیں - میں نے بستی کے کئی جوانوں کو اس کی حفاظت پر مامور کیا ہوا ہے - کیونکہ یہی تمہارے باپ کے سارے قاتلوں کو پہچانتا ہے اگر اسے کچھ ہو گیا تو انہیں تلاش کرنے میں پھر ہمیں ایک مدت درکار ہوگی "۔

سنان میسرہ کی طرف بڑھ گیا اور اسامہ قسطونہ اور نوفل کا تعارف ابن قطام اور امیمہ سے کرانے لگا تھا ۔ سنان میسرہ کے قریب آیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا - جن لوگوں نے تمہیں اس قدر جسمانی نقصان پہنچایا ہے میں ان سے بھیانک و ہلاکت خیز انتقام لوں گا " - میسرہ کی آنکھیں چمک اٹھیں اور اس نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں - سنان نے اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا -

" اَنْتَ اَخٌ لِّی " (تم میرے بھائی ہو)

میسرہ اپنی لنگڑی ٹانگ کو سمیٹ کر ایک دم نیچے جھکا اور سنان کے پاؤں پکڑ کر اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرنا چاہا لیکن سنان نے اسے شانوں سے پکڑ کر اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے پھر کہا -

اَقُوْلُ اَنْتَ اَخِیْ (میں کہتا ہوں تم میرے بھائی ہو)

میسرہ اس بار بری طرح سنان سے لپٹ گیا تھا - اور منہ سے مختلف قسم کی آوازیں نکالنے لگا جس کا مطلب سنان نہ سمجھ سکا تھا - پھر میسرہ علیحدہ ہوا - ہاتھ کے اشارے سے اس نے سنان کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا - خود وہ اپنی ٹانگ گھسیٹتا ہوا بائیں طرف بڑھا زیتون کے ایک درخت سے ایک پتّا[1] توڑا اور واپس آکر اسے سنان کی طرف بڑھا دیا - سنان نے وہ پتّا لے کر اپنے عمامے میں اڑس لیا - میسرہ مسکرانے لگا تھا - سنان نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا - آؤ میرے ساتھ آج کے بعد تم میرے ساتھ رہوگے اور میں ہی تمہارا محافظ اور کفالت گر ہوں گا -

ابن قطام کے پاس آکر سنان نے کہا - آج سے میسرہ میرا بھائی ہے - میں خود اس کا محافظ ہوں گا - ابن قطام نے سنان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا - تم تھکے ہوئے ہو، آؤ کھانا کھا کر آرام کرو - سنان، قسطونہ اور نوفل، ابن قطام اور امیمہ کے ساتھ ان کی حویلی کی طرف چلے گئے - میسرہ بھی ان کے ساتھ تھا - اسامہ کے اشارے پر وہاں کھڑے مرد اور عورتیں بھی اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے تھے -

سورج ابھی طلوع نہ ہوا تھا - تاہم مشرقی افق لال گوں ہو کر تاریک شب کی زنجیروں کو کاٹ چکا تھا اور عربدہ جو سحر سکوں باف رات کو شکست دے چکی تھی - نوفل صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اٹھ کر اپنے بستر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ سوق الغرب

---

[1] زیتون کا پتّا یا اس کی ٹہنی امن، سلامتی، دوستی، ارتباط اور تآلف کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق روایت ہے کہ جب حضرت نوحؑ کی کشتی پانی اترنے پر کوہ جودی سے لگی تو آپؑ نے فاختہ کو بھیجا کہ وہ دنیا کے حالات کا پتہ لگا کر آئے۔ فاختہ واپس آئی تو اس کی چونچ میں زیتون کا پتّا تھا جو اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ہر طرف امن اور سلامتی ہے۔ تب سے زیتون کا پتّا امن و سلامتی کی علامت ہے۔

کا سردار ابن قطام اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے امیمہ اور قسطونہ بھی تھیں۔ یوں لگتا تھا وہ دونوں آپس میں بے تکلف ہو گئی تھیں۔ ابن قطام نے نوفل کے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹھو، میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں ایک بار پہلے بھی آیا تھا۔ اس وقت تم نماز پڑھ رہے تھے۔ میں تم سے بات کرنے کی خاطر مسجد سے جلدی چلا آیا ہوں۔ وہاں میں نے سنان کو بھی دیکھا تھا۔ وہ میسرہ کے ساتھ سب سے اگلی صف میں نماز میں شامل تھا۔ میں اس کے آنے سے قبل ہی تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

نوفل سنبھل کر بیٹھتا ہوا بولا۔ "پوچھیں۔" ابن قطام نے پہلے امیمہ اور قسطونہ کو بیٹھ جانے کو کہا۔ جب وہ دائیں جانب سنان کے بستر پر بیٹھ گئیں تو ابن قطام نے نوفل سے پوچھا۔ "کیا تم بتا سکتے ہو، سنان بن عدی کیسا جوان ہے۔" نوفل نے فکر مند لہجے میں پوچھا۔ "کس لحاظ سے؟" اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ابن قطام نے کہا۔ "میرا مطلب ہے وہ شجاعت و بسالت اور شہامت و بطالت میں کیسا جوان ہے اور حرب و معرکہ، نبرد و محاربہ اور رزم و کارزار میں اس کی کوشش و سعی اور کارکردگی کیسی ہوتی ہے۔"

نوفل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "گو میں ہجو و قصیدہ اور داستان و حکایت کے فن سے ناآشنا ہوں اس کے باوجود جو کچھ میں سنان بن عدی کے متعلق کہوں گا اسے آپ بے جا مدح سرائی اور توصیف گوئی کا نام دیں گے۔ حالانکہ میں جو کچھ سنان کے متعلق کہتا ہوں وہ حقیقت ہوتی ہے۔"

ابن قطام نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم کہو مجھے تم پر توکل و اعتبار ہے۔" نوفل کی چھاتی تن گئی اور پوری طرح سنجیدہ ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ "تو پھر اے سوق الغرب کے سردار سنو! سنان بن عدی ایک ایسا قطرہ ہے جو دریا آشنا اور ایک ایسا ذرّہ ہے جو صحرا دست آگاہ ہے۔ وہ ایک وقیع و گراں بہا جوان ہے۔ وہ دشمنوں کے لیے سوختہ جاد موت اور تقدیر کا نوشتہ بن کر اٹھتا ہے۔ وہ بھاگتے ہوئے گھوڑے کو دُم سے پکڑ کر

روک دیتا ہے۔ گھوڑے کے نیچے بیٹھ کر وہ اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھا لیتا ہے ایک بار ایک جنونی اور پاگل اونٹ نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ اس نے اونٹ کا سر پکڑ کر اس قوت سے مروڑا کہ اونٹ زمین پر گر گیا تھا۔ خدا کی قسم وہ ایک بے مثل شمشیر زن جنگ آزما اور صولت جو ہے۔ وہ ایک منزل شناس بیٹا اور طریق آشنا آقا ہے۔ وہ سحر کی طرح صادق الوعدہ اور افسونِ بابل کی طرح پرکشش شخصیت کا مالک ہے۔ وہ آلائشِ دہر سے پاک، شعلے کی طرح چمکدار اور گرج کی طرح وزنی ایسا نوجوان ہے جو ——

نوفل کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیونکہ سنان میسرہ کا ہاتھ پکڑے کمرے میں داخل ہوا تھا اور آتے ہی اس نے ابن قطام سے کہا۔ "کیا اب آپ مجھے اس محافظ کے پاس نہ چلیں گے جو کھجور کے درخت سے زنجیروں کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ ابن قطام نے بڑے التفات و مہربانی سے کہا۔ "پہلے صبح کا کھانا کھا لو پھر چلتے ہیں۔" سنان نے مضطرب و بے کل ہو کر کہا۔ "میں جب تک اس سے مل نہ لوں مجھ پر کھانا حرام ہے۔ آپ یقین کریں میں ساری رات جاگ کر اور کروٹیں بدل بدل کر صبح کا انتظار کرتا رہا ہوں تاکہ میں اس وحشی اور جنگجو محافظ سے مل سکوں۔" ابن قطام نے امیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "امیمہ! تم اپنے اِن بیس بہترین لڑاکا جوانوں کے ساتھ وہاں پہنچو۔ سنان یقیناً اس پر ہاتھ اٹھائے گا۔ اور اگر اس نے زنجیریں توڑ دیں تو تمہارے محافظ سنبھالنے میں مدد دیں گے۔ امیمہ اور قسطونہ دونوں اٹھ کر باہر نکل گئیں۔ ابن قطام نے سنان سے کہا۔ "سنان! تم تیاری کرو میں ابھی آتا ہوں پھر چلتے ہیں۔" ابن قطام بھی اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ابن قطام لوٹا تو سنان اپنے کمرے میں تیار کھڑا تھا۔ اس کی پشت پر نیزوں کی خرجین لٹک رہی تھی جس کے ساتھ اس کی ڈھال بندھی ہوئی اور اس کی مرصع دستے والی تلوار اس کے نیام میں تھی۔ ابن قطام کے کہنے پر سنان، نوفل اور میسرہ تینوں اس کے ساتھ ہو لیے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کھلی حویلی کے احاطے میں داخل ہوئے اندر بستی کے ان گنت مرد اور عورتیں جمع ہو چکے تھے۔ ان کے درمیان خوب قد آور اور موٹے مضبوط اعضاء کا ایک جوان کھجور کے درخت سے چھ زنجیروں میں بندھا ہوا تھا اور

احتیاط کے طور پر امیمہ بستی کے بیس مسلح جوانوں کے ساتھ اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھی۔ وہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے اپنا بہترین جنگی لباس پہنے بڑی خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے پہلو میں قسطونہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی تھی۔ دائیں طرف اس وحشی محافظ کے سامنے اسامہ بن حزم کھڑا تھا۔ اس کے گرد بھی کچھ مسلح جوان تھے۔

ابن قطام، نوفل اور میسرہ کے ساتھ سنان زنجیروں میں بندھے ہوئے اس محافظ کے قریب آیا اور ابن قطام سے پوچھا۔ "زنجیروں میں جکڑے ہوئے اس وحشی کا نام کیا ہے۔" سنان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ابن قطام نے کہا۔ "اس کا نام سیلورس ہے۔" سنان نے اس بار اپنی بھاری اور بارعب آواز میں اسامہ بن حزم سے کہا۔ "اسامہ! اس وحشی سیلورس کی زنجیریں کھول دو۔ اسامہ پریشانی اور گھبراہٹ میں ابن قطام کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ سنان کی پھر ذوحشمت و پرصولت آواز بلند ہوئی۔

"اسامہ! میں نے کہا ہے سیلورس کی زنجیریں کھول دو۔ میں دیکھتا ہوں یہ کس قدر کس بل اور قوت کا مالک ہے۔ میں اپنی ماں کے اس مکان کے صحن میں اسے بتاؤں گا کہ سنان بن عدی کیسا تواں خیز، شکست ور اور یزد گر ہے۔ قسم اللہ پاک کی! اگر سیلورس کو اس گھر کے صحن کے اندر میں رسوا و خوار کر کے نہ مار سکوں تو تمہیں اختیار ہوگا۔ سیلورس کے ساتھ تم میری گردن بھی کاٹ دینا۔"

قبل اس کے کہ اسامہ یا ابن قطام میں سے کوئی بولتا سنان کے قریب کھڑا ہوا میسرہ سنان سے لپٹ گیا اور منہ سے غوں غوں کی آوازیں نکالتا ہوا سنان کو پیچھے دھکیلنے لگا۔ شاید وہ اسے سیلورس سے مقابلہ کرنے سے باز رکھنا چاہتا تھا۔ سنان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے زخم خیز لہجے میں کہا۔ "میسرہ! میں تیرے سامنے سیلورس کی پیشانی پر شکست کا داغ نہ لگا دوں تو عدی کا بیٹا ہی نہیں۔"

میسرہ پیچھے ہٹ گیا۔ اسامہ ابھی تک اسی طرح اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ سنان نے اس بار کسی خونی درندے کی طرح چلا کر کہا: "سیلورس کی زنجیریں کھول دو اسامہ! اسامہ کے بجائے اس بار امیمہ نے جواب دیا۔ "عدی کے بیٹے! سیلورس کے ساتھ تمہارا اکیلے کا مقابلہ

کرنا خودکشی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ——— سنان نے امیمہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اے بنت امیر! کیا تو نہیں دیکھتی سیلورس میرے جیسا انسان ہے۔ کیا میرا قد اس سے کم ہے؟ کیا میرا جسم اس سے لاغر اور ناتواں ہے اور کیا میرے جسم میں اس سے کم خون ہے؟ مجھے اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینا ہے اور میں اپنی اس مہم کی ابتدا سیلورس کی موت سے شروع کروں گا۔" سنان آگے بڑھا اور کھولتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم سب اس سے ڈرتے ہو تو لاؤ اس کی زنجیروں کی کلید مجھے دے دو میں خود اس کی زنجیریں کھولتا ہوں۔"

ابن قطام نے چابیوں کا ایک گچھا سنان کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔ "عدی کے بیٹے! اگر تم سیلورس سے ٹکرانے کا عزم اور فیصلہ کر ہی چکے ہو تو یہ لو چابیاں اور اس کی زنجیروں کے قفل کھول دو۔ اگر تم اس سے جیت گئے تو بنو لخم ہمیشہ تم پر فخر و ناز کریں گے اور اگر ہار گئے تو میں سمجھتا ہوں یہ بنو لخم کی بدقسمتی ہوگی۔" سنان نے پشت سے نیزوں کی خرجین اور نیام سمیت اپنی تلوار کھول کر نوفل کو تھما دی۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے چابیوں کا گچھا اٹھا لیا اور اپنے ہاتھ سے وہ سیلورس کی زنجیریں کھولنے لگا تھا۔

آخری زنجیر کھولنے کے بعد سنان ابھی سیدھا بھی نہ ہوا تھا کہ سیلورس نے اپنی پوری وحشت اور جنوں خیزی کے ساتھ سنان پر حملہ کر دیا۔ اس نے فوراً سنان کو دبوچ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھا لیا اور پھر بڑی سختی اور شدت کے ساتھ سیلورس نے سنان کو کھجور کے تنے پر پٹخ دیا تھا۔ سنان کے جسم پر سخت چوٹ لگی تھی اور اس کے شانے سے خون رسنے لگا تھا۔ سنان ابھی اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ سیلورس نے اس پر ایک جست لگائی اور سنان کو بری طرح اپنے نیچے دبوچ لیا۔ سنان ابھی تک زمین پر چت پڑا ہوا تھا۔ سیلورس نے اپنی پوری قوت صرف کر کے سنان کے دونوں بازو پھیلائے پھر اس کے ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیوں پر وہ اپنے پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا اور سوق الغرب کے امیر ابن قطام کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بڑی حقارت سے کہا۔ "کیا اس جوان کو تم میرے مقابلے

پر لائے ہو۔ اسے کہو اگر اس میں ہمت ہے تو یہاں سے اٹھ کر دکھائے"۔

ابن قطام نے اسامہ کو مخاطب کرتے ہوئے چلّا کر کہا "اسامہ! اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ آگے بڑھو اور سیورس کا سر قلم کر دو"۔ اسامہ اور امیمہ جب اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ سیورس پر حملہ آور ہونے کے لیے آگے بڑھے تو زمین پر لیٹے ہوئے سنان نے فیصلہ کن انداز میں کہا ۔" اسامہ آگے مت بڑھنا۔ اپنے ساتھیوں کو وہیں روک دو۔ اور پھر دیکھو میں سیورس پر کیسی وحشتناک درگذشت طاری کرتا ہوں"۔ اس کے ساتھ ہی سوق الغرب کے لوگوں نے دیکھا سنان نے شرر کی طرح بھڑک اٹھنے والی آواز میں تکبیر بلند کی تھی "اللہ اکبر" اور پھر سنان نے اپنے بازوؤں کی پوری قوت صرف کرکے سیورس کو اوپر اچھالا تھا اور بھاری بھرکم سیورس طوفان میں اڑنے والے پتوں اور بگولوں کے اندر اڑنے والی ریت کی طرح ہوا میں بلند ہوتا ہوا سنان سے کچھ فاصلے پر زمین پر گر گیا تھا لیکن جلد ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سنان کی اس ہمّت پر سوق الغرب کے لوگ دنگ رہ گئے تھے

سنان صحرا میں اچانک اٹھنے والے بگولے کی سی جولانی اور دلولے کے ساتھ طوفان بن کر اٹھا اور کسی سرکش وحشی کی طرح وہ کہرام وہنگامہ دہر بن کر سیورس کی طرف بڑھا تھا سیورس بھی بڑی تیزی کے ساتھ سنان کی طرف بڑھا۔ دونوں اپنی پوری قوت کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے اور طوفانی طمانچوں کی طرح انہوں نے ایک دوسرے پر گھونسوں اور مکّوں کی بارش کرتے ہوئے سخت اور شدید چوٹیں اور ضربیں لگانا شروع کر دی تھیں۔ دونوں درندوں کی طرح ایک جگہ جم کر لڑ رہے تھے۔ سیورس سخت بقرار اور حواس باختہ ہو رہا تھا اس لیے کہ وہ تو بیک وقت دس دس بارہ بارہ جوانوں سے لڑنے کا عادی تھا جبکہ سنان اس کے سامنے کھڑا نہ صرف اس کا مقابلہ کر رہا تھا بلکہ اس پر اپنی آہنی ہتھوڑی جیسی ضربیں لگاتا ہوا اس پر ذہول و فراموشی کی کیفیت طاری کرتا جا رہا تھا۔ سیورس اب لڑتے لڑتے پیچھے ہٹنے لگا تھا اور یہ اس بات کی علامت تھی، کہ سنان کی دہشت اور قوت کے سامنے وہ دبنا شروع ہو گیا تھا۔

سنان ایک دم پیچھے ہٹتے ہوئے سیورس پر طوفان کی طرح جھپٹا اور طرفۃ العین

میں اس نے نیچے جھک کر سیورس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اوپر اٹھا لیا۔ سیورس بڑا بے بسی کی حالت میں سنان کے ہاتھوں میں فضا کے اندر اپنے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ سنان نے اسے خوب زور سے کھجور کے اسی تنے پر دے مارا جس پر سیورس نے اسے دھوکے سے اٹھا کر پٹخ دیا تھا۔ کھجور کے تنے سے ٹکرا کر سیورس ابھی اٹھ بھی نہ سکا تھا کہ ایک لمبی زقند کے ساتھ سنان اس کے اوپر آ کر گرا اور اسے اپنے نیچے دبوچ لیا۔ تھوڑی دیر تک وہ سیورس کو اپنے نیچے اس طرح رگیدتا رہا جس طرح کوئی خونناک و خون آشام بھیڑیا بے بس و ناتواں میمنے کو بری طرح بھنبھوڑ کر رکھ دیتا ہے پھر اس نے اسی طرح سیورس کے بازو پھیلائے جس طرح سیورس نے اس کے پھیلائے تھے اور پھر وہ اس کے ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیوں پر اپنے پاؤں رکھ کر کھڑا ہوتا ہوا بولا ۔ ذرا مجھے اٹھاؤ تو۔ میں دیکھوں تم کس قدر طاقت ور ہو؛

سیورس نے اپنا بدن سمیٹ کر پورا زور لگایا۔ لیکن وہ سنان کو اٹھا کر اس طرح پٹخ نہ سکا تھا جس طرح سنان نے اسے ہوا میں اچھال دیا تھا۔ سنان خود ہی اس کے ہاتھوں سے اپنے پاؤں ہٹاتا ہوا بولا۔ اٹھو میں تمہیں پھر مقابلہ کرنے کا موقع دیتا ہوں۔ قسم مجھے لیلین وطہ کی زندگی میں پہلی بار تمہارے ساتھ رزم آرائی اور قوت آزمانے کا لطف آیا ہے۔ سیورس نے اٹھتے اٹھتے کھجور کے تنے کے پاس بکھری ہوئی ان زنجیروں میں سے ایک زنجیر اٹھا لی جن میں وہ جکڑا ہوا تھا۔ اب اس کے چہرے پر اضمحلال و پژمردگی کے بجائے مسکراہٹ اور عیاری تھی اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو آہنی زنجیر سے مسلح کر چکا تھا۔ پھر وہ زنجیر لہراتا ہوا سنان کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف سنان بھی مستعد ہو گیا تھا اور اس نے حملہ آور ہونے والے چیتے کی طرح اپنے بدن کو سمیٹ کر اپنے آپ کو نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر لیا تھا۔

سیورس نے زنجیر لہرا کر سنان کے سر پر ماری لیکن سنان نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کرکے فضا کے اندر ہی زنجیر کو پکڑ لیا تھا۔ اب زنجیر کا ایک سرا سنان اور دوسرا سیورس کے ہاتھ میں تھا اور دونوں ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے زور

آزمائی کرنے لگے تھے۔ سیورس نے وحشیوں کی طرح نعرہ مارتے ہوئے سنان کو اپنی طرف کھینچ لینا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہوا تھا۔ سنان اس کے لیے یوں ثابت ہو رہا تھا جیسے وہ کھجور کے کسی مضبوط درخت کے ساتھ زنجیر باندھ کر اسے گرانے کی ناکام کوشش کر رہا ہو۔ سیورس سخت مایوسی کا سامنا کر رہا تھا اس کی زندگی میں وہ پہلا موقع تھا کہ وہ کسی جوان کے آگے بے بس و مجبور ہو گیا تھا۔ وہ توانا عرب، وہ بدو و بادیہ گرد اور وہ صحرا نشین و دشت نورد اس کی جان کا وبال و عذاب اور قہر و بار بن گیا تھا۔

پھر سنان نے سیورس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی پُرعذاب آواز میں کہا۔

"سیورس! زور لگاؤ، اور زور لگاؤ اور پھر دیکھو میں کیسے اور کس طرح تمہیں اپنی طرف کھینچتا ہوں۔ پھر سنان نے زور لگانا شروع کیا اور سیورس کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ سیورس کا رنگ پیلا ہو گیا تھا۔ جب سیورس سنان کے بالکل قریب آ گیا تو سنان نے اپنے دائیں ہاتھ کا ایک آہنی گھونسہ سیورس کے پیٹ پر دے مارا۔ سیورس بُری طرح کراہا اس کے ہاتھ سے زنجیر چھوٹ گئی اور وہ زمین پر گر گیا۔ سنان نے زنجیر لہرائی اور پُوری قوت سے سیورس کے سر پر ماری۔ سیورس کا سر پھٹ گیا اور وہ وہیں دم توڑ گیا تھا۔ سوق الغرب کے مرد اور عورتیں سنان کے لیے مرحبا، شاد باش، آفرین، بارک اللہ، احسنت اور جزاک اللہ کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ ابن قطام بھاگ کر آگے بڑھا اور سنان کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔

عدی کے بیٹے! خُدا کی قسم تم نے ایک جنگلی اور وحشی سانڈھ کو زیر کیا ہے سنو! بنو لخم کے لوگ ہمیشہ تمہارے اس کارنامے پر فخر کریں گے۔ اب آؤ میرے ساتھ پہلے کھانا کھاؤ پھر میں تمہیں تمہارے نانا کے باغات دکھاتا ہوں جو اب تمہاری ملکیت ہیں۔ پھر ابن قطام نے اپنی بیٹی امیمہ سے کہا اس گھر کو اچھی طرح صاف کر کے سجا دو۔ یہ سنان کا گھر ہے اور اب یہ نوفل کے ساتھ اس گھر میں رہے گا۔ کچھ لوگوں نے آگے سنان کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا تھا اور "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند کرتے

ہوئے وہ ابن قطام کی حویلی کی طرف چل پڑے تھے۔

امیمہ نے قسطونہ اور بستی کی دوسری لڑکیوں کے ساتھ مل کر اس مکان کو جو سنان کے نانا کا تھا صاف ستھرا کر کے شیشے کی طرح چمکا دیا۔ نوفل اور میسرہ بھی اس کام میں ان کی مدد کر رہے تھے۔ قسطونہ جو پہلی بار میسرہ کو دیکھ کر دہشت کے مارے چیخ اٹھی تھی اب اس سے کچھ کچھ مانوس ہو گئی تھی اور اسے ایک مظلوم و مقہور انسان جان کر اس سے ہمدردی کرنے لگی تھی۔ امیمہ نے اس گھر میں روزمرّہ کے استعمال کی اشیاء کے علاوہ کھانے پینے کی ہر چیز وہاں مہیا کر دی تھی۔ اس نے اس گھر کو یوں سنوارا تھا جیسے گھر سنان کا نہیں، خود اس کا اپنا ہو۔ ابن قطام نے سنان کو اس کے باغات اور زمین دکھا دی تھی اور یوں دوپہر سے قبل ہی سنان اور نوفل اس گھر میں آباد ہو گئے تھے۔ میسرہ کو بھی سنان نے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ تاہم قسطونہ کو امیمہ اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئی تھی۔ سنان نے اگلے روز اپنے باپ کے قاتلوں کی تلاش میں جانے کے لیے ابن قطام سے اجازت بھی لے لی تھی۔

رات اپنی تمام تر سعی و طواف کے ساتھ وارد ہوئی تھی۔ ایک بار شب کے سیاہ اندھیروں نے زلّہ اجل کی طرح صحرا کو اپنی گود میں سمیٹ لیا تھا۔ پھر چاند نے جب کسی گل نو دمیدہ کی طرح مشرق سے طلوع ہو کر زمین پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی تو صحرا کا بدن لعل و مرمر، سمط الماس اور سلک کی طرح چمک اُٹھا تھا۔ صحرا کے اطراف و اکناف میں زجاج و آبگینہ جیسی رنگ آشنا چاندنی بکھر گئی تھی۔ دُور دُور تک ریت کے سفید ٹیلے چمک اُٹھے تھے اور حریم شب میں سکون و شفا، انس و محبت اور سعادت و بقا کی صدائیں بکھر گئی تھیں۔ کھانے کے بعد امیمہ نے قسطونہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"قسطونہ! جلدی کرو، آج جمعہ ہے اور ہماری بستی کا بوڑھا داستان گو آج رات اپنی کوئی نئی منظوم داستان سنائے گا۔ جمعہ کی رات ہمارے ہاں سب سے بارونق ہوتی ہے۔ بستی کے وسط میں ایک کھلے میدان کے اندر جہاں کھجوروں کا ایک گھنا جھنڈ ہے۔ سب مرد اور عورتیں اس داستان گو کی کہانیاں سُنتے ہیں۔ آؤ چلیں۔ تم اسے سن

کر یقیناً خوش ہو گی۔

قسطونہ اور امیمہ اپنی ہمسایہ عورتوں کے ساتھ بستی کے وسط میں اس میدان میں داخل ہوئیں جہاں بے شمار مرد ایک حلقے کی شکل میں بیٹھے تھے اور اُن کے دائیں جانب کھجوروں کے نیچے بستی کی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ امیمہ اور قسطونہ بھی اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ وہاں جا کر بیٹھ گئی تھیں۔ میدان میں چاروں طرف پھیلی ہوئی چاندنی نے تیز اور ٹھنڈی دوپہر کا سا سماں باندھ دیا تھا۔ قسطونہ نے چاندنی میں دیکھا۔ اس سے قریب ہی ابن قطام کے پاس سنان بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دائیں طرف اسامہ اور بائیں ہاتھ نوفل اور میسرہ تھے۔ سنان کے قریب ہی بستی کا بوڑھا داستان گو اپنے ہاتھ میں بربط پکڑے اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ وہی بوڑھا زمزمہ نواز تھا جس نے اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ گیت گا کر سنان کا استقبال کیا تھا۔ جب وہ نوفل اور قسطونہ کے ساتھ سوق الغرب میں داخل ہوا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس بوڑھے داستان گو کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس کی انگلیاں بربط پر کھیلنے لگی تھیں اور اس کے تین ساتھیوں میں سے ایک رباب، دوسرا دف اور تیسرا اپنی وہی جھانجریں لگی خنجری بجانے لگا تھا۔ چاندنی رات کے پُرسکون سناٹے میں سازوں کی آواز نے عجیب سماں باندھ دیا تھا اور پھر اس پر طرّہ یہ کہ اس بوڑھے داستان گو کی سحر مزامیر جیسی آواز بلند ہوئی۔ اس نے اپنی منظوم داستان بڑی سریلی، پرسوز صاف اور شیریں اور حلاوت و طراوت سے بھرپور آواز میں گانا شروع کیا۔ اس کی منظوم داستان کچھ یوں تھی۔

"سنو! صحرا کے ہنس مکھ بیٹو! اور دلکش بھولی بیٹیو! وہ ذات کا ترک تھا۔ جب اس کے باپ کا انتقال ہوا تو وہ صرف دس برس کا تھا۔ امیر موصل کربغا جو جنگوں میں اس کے باپ کا دوست تھا اسے اپنے ساتھ موصل لے گیا اور اس کی پرورش و تربیت شروع کی۔ جب وہ پندرہ سال کا ہوا تو امیر موصل نے عاد شہر سے باہر نصرانیوں سے ایک

جنگ لڑی۔ جب اس جنگ کی فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہ ہوتا تھا تو امیر موصل نے اس لڑکے کو اپنی چھاتی سے لگاتے ہوئے اپنے ترک سپاہیوں سے کہا۔

"اسلام کے ضو فشاں مجاہدو! دیکھو، یہ تمہارے پرانے آقا کا لڑکا ہے اس کے لیے لڑو، ترک شیر بن کر بپھر گئے اور اس میدان میں نصرانیوں کو فاش شکست دی"۔

بوڑھے داستان گو نے زبان پھیر کر اپنے ہونٹوں کو تر کیا۔ پھر وہ گاتا چلا گیا۔

"وہ اٹھتیس برس تک جزیرہ (میسو پوٹیمیا) کے جنگوں اور وہاں کی سیاسی حالت میں دوسرے امیروں کے ساتھ شرکت کرتا رہا۔ ایک بار جب کہ وہ لشکر کا سالار تھا محاصرہ طبریہ (ٹائی بیرس) میں اس نے نصرانیوں کے ایک زبردست حملہ کا مقابلہ کیا اور دشمن کو پسپا کرتا ہوا وہ ان کے تعاقب میں ان کے شہر تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے اپنا نیزہ شہر پناہ کے دروازے پر مارا اور جب مڑ کر پیچھے دیکھا تو وہ اکیلا تھا اس کا لشکر میدان جنگ میں رک گیا تھا۔ انہیں خبر نہ تھی کہ اُن کا سالار اکیلا دشمن کے تعاقب میں نکل گیا ہے۔ لہٰذا وہ وہاں سے لوٹ آیا اور اس حملہ کی ایسی شہرت ہوئی کہ لوگ اسے الشامی پکارنے لگے۔

اس نے موصل کے شہر پناہ کی دیواریں دُگنی بلند کیں۔ خندق زیادہ گہری کی اور ایک پھاٹک تعمیر کیا جس کا نام باب العماری ہے۔ اس کے دَور میں موصل کے اندر اس قدر میوہ جات ملتے تھے کہ سوداگر جب انگور بیچا کرتے تو وزن پورا کرنے کی خاطر وہ انگور کے خوشوں کو کاٹتے نہ تھے اور ہر پھل اپنی دوسری فصل تک منڈی میں رہتا تھا۔

پہلی صلیبی جنگ میں نصرانیوں نے مسلمانوں کا مشہور اور خوبصورت شہر الرہا (اڈیسہ) مسلمانوں سے چھین لیا تھا اور اس شہر کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانے سے اس کے دِل پر ایک ایسا داغ اور ایسا زخم تھا جس کا علاج ناممکن تھا۔ وہ شب کی تاریکی اور دن کے اُجالوں میں اپنا یہ شہر واپس لینے کے متعلق سوچتا رہا۔ پھر ایک روز اپنی تیاری مکمل کرنے کے بعد وہ حلب شہر سے یوں نکلا جیسے کوئی چیر پھاڑ دینے والا بھوکا شیر اپنی کچھار سے نکلتا ہے۔ وہ الرہا شہر پر حملہ آور ہُوا۔ اس وقت مدینہ الرہا کا حکمران عیسائیوں کا ایک امیر جوسلین تھا۔ اس نے اسلام کے اس بطلِ عظیم کو روکنا چاہا لیکن وہ خود سر آندھی اور بے روک طوفان کی طرح حملہ آور ہُوا تھا اور اس نے شہر پناہ کو توڑ کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ امیر جوسلین اپنی جان بچا کر بھاگ گیا۔ مسلمان سپاہیوں نے شہر کے باشندوں کا قتلِ عام کرنا چاہا۔ کیونکہ عیسائیوں نے اس شہر کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں کا قتلِ عام کیا تھا اور مسلمان سپاہی اس کا کفارہ ادا کرنا چاہتے تھے لیکن اس بے بدل سالار نے اپنے سپاہیوں کو ایسا کرنے سے روک دیا۔"

ایک زندہ دل جوان نے زور سے پکارتے ہوئے کہا۔ " نعرہ مارو مومنو! ایسی تکبیر بلند کرو کہ یہ صحرا اپنے بیخ و بن سے پھڑک اُٹھے۔ پھر ہزاروں مردوں نے یک زبان ہو کر تکبیر بلند کی " اللہ اکبر" فضا میں پھر خاموشی چھا گئی تھی اور اس بوڑھے داستان گو نے پھر کہنا شروع کیا تھا۔

" سوق الغرب کے آسمان کے ستارو! سنو جس وقت وہ سالار مدینہ الرہا پر حملہ آور ہُوا تھا تو شہر پناہ پر ایک بزرگ [5] نمودار ہوئے تھے اور

[5] ماخوذ از محاربات صلیبی باب پنجم صفحہ ٦١ -

انہوں نے اسلامی لشکر کی طرف مُنہ کر کے " اللہ اکبر" کا نعرہ مارا تھا۔ پھر وہ بزرگ غائب ہو گئے تھے۔ جس روز مسلمانوں کو یہ فتح نصیب ہوئی اسی روز دوسرے دور دراز کے ایک شہر میں ایک بزرگ اپنے حجرے سے باہر آئے اور چِلّا چِلّا کر کہا۔ لوگو! ایک مومن نے مدینہ الرہا کو فتح کر لیا ہے۔ جب فاتح لشکر ع' ۔ بعد اس شہر میں وارد ہُوا تو سپاہیوں نے اس بزرگ کو دیکھ کر تعجب سے کہا۔

" خدا کی قسم یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے مدینہ الرہا کی شہر پناہ پر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ مارا تھا اور ان کی وجہ سے ہمیں فتح ہوئی تھی۔

قسطونہ نے غور سے سنان کی طرف دیکھا تو وہ افسردہ و پریشان ہو گئی۔ سنان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھوں کی مضبوط اور فولادی انگلیاں فرطِ جذبات میں زمین کے اندر دھنسی جا رہی تھیں۔ بستی کے دوسرے جوان بھی داستان گو کی حکایت سے متاثر ہو کر اپنی نمناک آنکھوں کے ساتھ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ قسطونہ تھوڑی دیر تک بڑی ہمدردی و ملاطفت سے سنان کو دیکھتی رہی پھر اس کے خیالات منتشر ہو گئے کیونکہ داستان گو کی پتھر تک کو پگھلا دینے والی آواز پھر بلند ہوتی تھی۔

" حرم کے پاسبانو! جس وقت مدینہ الرہا میں اسلامی لشکر جنگ کر رہا تھا ان دِنوں ایک نارمن سردار راجر نے صقلیہ میں مسلمانوں کے خلاف فتح حاصل کی تھی۔ اس نے ایک مسلمان درویش کو اپنے دربار میں بُلایا اور پوچھا۔ " تمہارے پیغمبر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) صقلیہ کے مسلمانوں کی مدد کو کیوں نہ آئے"

اس درویش کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور اس نے بڑے وقار اور عظمت سے کہا۔ " وہ اس وقت مدینہ الرہا [1] میں اسلامی لشکر کی مدد کر رہے تھے۔

[1] ماخوذ از کتاب سیرۃ صلاح الدین۔ مصنف لین پول حصّہ اوّل باب چہارم

یہ بات سن کر راجر کے درباریوں نے ازراہِ تمسخر و تضحیک قہقہے لگائے، لیکن راجر اس درویش کا جواب سن کر سر سے پاؤں تک لرز گیا تھا اور اس نے اپنے درباریوں کو بُری طرح ڈانٹ دیا تھا ۔ چند یوم کے بعد جب مدینہ الرہا کے عیسائیوں کے ہاتھوں سے نکل جانے کی خبر صقلیہ پہنچی تو راجر اور اس کے درباری اس درویش کی پیش گوئی کی صداقت و سچائی پر دم بخود رہ گئے تھے ۔

قسطونہ نے پھر سنان کی طرف دیکھا ۔ اس کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں ۔ داستان گو کو چند لمحوں کے لیے رُکنا پڑا کیونکہ جوش و جذبے سے مغلوب ہو کر ہر طرف "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہونے لگی تھیں ۔ جب سکوت ہوا تو داستان گو کی آواز پھر گونجی ۔

"عزیزانِ کرام ! جانتے ہو وہ بطلِ عظیم، وہ رجلِ گراں اور وہ نایاب مسلمان سپہ سالار کون تھا ؟ سنو وہ عماد[1] الدین زنگی تھا ۔ حلب کے موجودہ شیر دل حکمران نور الدین زنگی کا باپ اور مسلمانوں کا ایک صادق اور امین حکمران ۔"

ساز بجنے بند ہو گئے اور وہ بوڑھا داستان گو اپنی داستان ختم کر کے خاموش ہو گیا تھا ۔

داستان گو جب خاموش ہو گیا تو قسطونہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور اپنی عبا کے نیچے کندھے سے لٹکتی ہوئی چمڑے کی خریطی سے اس نے چار سنہری سکے نکالے اور چند قدم آگے بڑھ کر اس نے سنان کو پکارا ۔ "سنان ! سنان !" ابن قطام کے پاس بیٹھے ہوئے سنان نے مڑ

---

[1] روایت ہے کہ عماد الدین کی شہادت کے بعد ایک بزرگ نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا ۔ اے عماد الدین ! خدائے بزرگ و برتر نے تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا ۔" اس نے کہا "بخش دیا ۔" بزرگ نے پوچھا "کس صلہ میں ۔" عماد الدین نے کہا "مدینہ الرہا (اڈیسہ) فتح کرنے کے صلہ میں ۔ (محاربات صلیب، اخبار السنیہ فی حروب الصلیبیہ اور لین پول)

کر دیکھا ۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور قسطونہ کے قریب ہو کر بولا ۔ "کیا بات ہے ۔"

قسطونہ کا جسم سنان سے مخاطب ہوتے ہوئے بے موجب و بے وجہ لرز رہا تھا ۔ تاہم اس نے جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا اور چاروں سنہری سکے سنان کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا ۔ "یہ اس داستان گو اور اس کے ساتھیوں کو دے دیں ۔"

سنان نے ایک بار غور سے قسطونہ کی طرف دیکھا ۔ قسطونہ کی دراز سرمئی پلکیں جھک گئی تھیں اور وہ اپنے گلنار و احمر ہونٹ کاٹنے لگی تھی ۔ سنان پیچھے ہٹا اور وہ چاروں سکے اس نے داستان گو کو دے دیئے ۔ ابن قطام نے بھی اُٹھ کر کچھ رقم انہیں دی تھی اور پھر بستی کے جوان کئی قطاروں کی شکل میں اس بوڑھے داستان گو کو نقدی کی چھوٹی بڑی رقوم دینے لگے تھے ۔

لوگ اُٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تھے ۔ بوڑھا داستان گو بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُٹھ کر چلا گیا تھا ۔ ابن قطام، سنان، نوفل اور میسرہ بھی اُٹھ کر واپس چل دیئے ۔ امیمہ اور قسطونہ دونوں ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگی تھیں ۔ تھوڑی دیر تک خاموشی سے چلنے کے بعد ابن قطام نے اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہا ۔

"امیمہ ! سنان کے لیے زادِ راہ تیار کر دینا ۔ کل صبح یہ اپنے باپ کے قاتلوں سے نپٹنے کے لیے یہاں سے روانہ ہو جائے گا ۔" امیمہ نے آگے بڑھ کر اپنے باپ کے پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے پوچھا ۔ "ان کے ساتھ کتنے جوان جائیں گے ؟"

ابن قطام نے افسردہ سے لہجے میں کہا ۔ "یہ اکیلا ہی جائے گا ۔"

امیمہ نے پُرزور احتجاج کیا ۔ "لیکن کیوں ؟ جب کہ آپ جانتے ہیں وہ سب قاتل پیشہ ور تیغ زن ہونے کے علاوہ مسیحی دُنیا کے نامور اور معروف نائٹ اور ٹمپلر ہیں اور پھر وہ تعداد میں آٹھ نو ہونے کے علاوہ ان کے ساتھ ابھی ایک ایسا محافظ اور بھی ہے جیسا سنان اپنے گھر میں ختم کر چکا ہے ۔ ان حالات میں بھی آپ ــــــــ"

ابن قطام نے امیمہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا ۔ "سنو میری بیٹی ! فضاؤں میں آزادانہ پرواز کرنے والا سال خوردہ عقاب جب پرواز کے لیے اپنے پروں کو پھڑپھڑا کر اپنے کسی شکار

پر حملہ آور ہونے کے متعلق سوچتا ہے تو اس کے سامنے کتنے ہی گِدھ کیوں نہ ہوں وہ اس کے عقوبت و عذاب، عناد و عداوت اور اس کے حملوں کے عنفوان و آغاز تک کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے کہ شاہین پھر شاہین اور گِدھ پھر گِدھ ہی ہیں۔ یہی حالت سنان کی ہے میری بیٹی! جب یہ ہراس و دہشت اور اندیشہ طوفان بن کر ان قاتلوں پر حملہ آور ہو گا تو وہ اس کے سامنے ٹھہر نہ سکیں گے اور ان کے جسموں کے اعضاء اس کے سامنے صدائے مناد کی طرح بکھر جائیں گے۔ ویسے میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ اپنے ساتھ کم از کم دس جوان لے کر جاؤ۔ لیکن اس نے میری بات نہیں مانی۔ اس معاملے میں یہ بہت ضدی ہے اور اپنے باپ کے قاتلوں سے یہ اکیلا ہی انتقام لینا چاہتا ہے"۔

امیمہ نے بڑی عاطفت و مہربانی سے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں انہیں مشورہ دوں گی کہ یہ اس مہم پر اکیلے روانہ نہ ہوں اس لیے کہ یہ مہم تین شہروں پر محیط ہے اور ————"

سنان نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔ "اے بنتِ امیر! عنقریب تم سنو گی۔ میرے باپ کے قاتل میرے آگے آگے بدحواس و خوفزدہ بکریوں کی طرح بھاگ رہے ہیں۔ میں برق بن کر ان پر گروں گا اور شعلہ بن کر ان کے خرمنِ حیات کو آگ لگا دوں گا"۔

سنان کا گھر آ گیا تھا لہٰذا وہ رُک گیا۔ اس دوران قسطونہ نے بدحواس ہو کر سنان سے پوچھا۔ "کیا فی الحقیقت آپ اکیلے یہاں سے کُوچ کر رہے ہیں"، سنان کے بجائے نوفل نے جواب دیا، "میں اور میسرہ بھی ان کے ساتھ جا رہے ہیں"۔ قسطونہ نے لکنت زدہ لہجے میں پوچھا۔ "اور میں؟"

نوفل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم بھی ہمارے ساتھ ہو گی۔ میں تمہاری وجہ سے ساتھ جا رہا ہوں اگر تمہیں جبرون تک ساتھ نہ لے جانا ہوتا تو اس مہم پر صرف سنان اور میسرہ ہی روانہ ہوتے۔ کل صبح تم ہمارے ساتھ یہاں سے کُوچ کرو گی۔ تمہیں جبرون میں تمہارے مقدس مقامات کی زیارت کرانے کے بعد ہم تمہیں انطاکیہ تمہارے گھر چھوڑ کر

آئیں گے۔ کیونکہ ہمیں تین قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے انطاکیہ سے بھی چند میل آگے تل الجدید تک جانا ہو گا۔ قسطونہ کے لبوں پر آسودگی آمیز مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ سنان، نوفل اور میسرہ کے ساتھ اپنے گھر چلا گیا۔ ابن قطام امیمہ اور قسطونہ کو لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔

دوسرے دن ابن قطام بستی کے اَن گنت مردوں اور عورتوں کے ہمراہ سنان نوفل اور قسطونہ کو الوداع کہہ رہا تھا۔ سنان اپنے سرکش گھوڑے پر سوار تھا۔ قسطونہ، نوفل اور میسرہ بھی علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سوار تھے جو ابن قطام نے ان کے لیے مہیا کیے تھے۔ ان چاروں کے لیے زادِ راہ امیمہ نے قسطونہ کے گھوڑے سے باندھ دیا تھا۔ ابن قطام سنان کے قریب آیا اور چمڑے کی ایک خریطی جو سنہری سکوں سے بھری ہوئی تھی سنان کے گھوڑے کی زین سے باندھتے ہوئے کہا۔ "اس تھیلی میں اس قدر نقدی ہے کہ یہ کم از کم دو سال تک تم چاروں کے کام آ سکتی ہے۔ اب تم اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہیں الوداع کہتا ہوں۔ میرا رب جو مبدأ فیض و بخشش ہے ہر جگہ تمہاری استمداد و اعانت کرے گا۔ ابن قطام سے مصافحہ کر کے سنان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ قسطونہ، نوفل اور میسرہ نے بھی اپنے گھوڑوں کو ہانک دیا تھا۔ سوق الغرب کے مرد عورتیں انہیں نخلستان سے نکل کر صحرا میں داخل ہوتا دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ریت کے ٹیلوں کے اندر روپوش ہو گئے تھے۔

سنان، قسطونہ، نوفل اور میسرہ کے ساتھ دو دن تک صحرا کے طوفانوں اور ریت کی کہر و سراب میں سفر کرتا رہا۔ راستے میں پڑنے والے نخلستانوں سے وہ پانی کے مشکیزے بھر لینے کے علاوہ زادِ راہ بھی لے لیتے تھے اور یوں وہ دو دن کے لگاتار سفر کے بعد صفین پہنچے۔ تیسرے روز انہوں نے صفین شہر سے بھی کوچ کیا اور دریائے فرات کے متوازی وہ اب جنوب مغرب کے رُخ پر بڑی تیزی سے فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ تیسرے روز وہ رصافہ شہر میں داخل ہوئے۔ یہاں انہوں نے ایک سرائے میں ایک روز قیام کیا اور اگلے روز وہ جنوب کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ پانچویں روز جب کہ حریمِ شام میں تاریکیاں بکھرنی شروع ہو گئی تھیں اور دن کے جمال و نجابت پر شب کی تجرید و تفرید اور تنہائی غالب آنے لگی تھی سنان اپنے ساتھیوں کے ساتھ تدمر[1] شہر میں داخل ہو رہا تھا۔

شہر کے کوچوں اور بازار سے گزرنے کے بعد سنان ایک پرسکون ماحول کی سرائے میں داخل ہونے لگا تھا کہ میسرہ اپنا گھوڑا بڑھا کر آگے لایا اور سنان کا بازو پکڑتے ہوئے وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔ شاید وہ سنان کو اس سرائے میں داخل ہونے سے منع کر رہا تھا۔ نوفل نے قریب آتے ہوئے سنان سے پوچھا۔ "میسرہ کیا کہتا ہے"۔ سنان نے بڑی ہمدردی سے میسرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید یہ مجھے اس سرائے میں داخل ہونے سے روکنا چاہتا

۱؎ تدمر شہر حضرت نوحؑ کی اولاد سے ایک لڑکی تدمر بنت حسان کے نام سے موسوم ہے۔

ہے۔ میسرہ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھر گئی اور وہ اثبات میں سر ہلانے لگا۔ سنان نے پھر اس سے پوچھا۔ "تم مجھے اس سرائے میں داخل ہونے سے کیوں روک رہے ہو۔" میسرہ نیچے اُترا اپنی عبا کے اندر سے اس نے ایک کوئلہ نکالا اور سرائے کی پھاٹک سے ملحقہ دیوار پر اس نے لکھ دیا۔ "اس سرائے میں مت ٹھہرو۔ یہاں ان کا اکثر آنا جانا ہے۔ یہاں بیٹھ کر وہ شراب پیتے اور جُوا کھیلتے ہیں"۔ سنان بھی اپنے گھوڑے سے اُتر گیا اور میسرہ کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر اس سرائے میں ان کا آنا جانا ہے تو پھر یہ سرائے ہمارے قیام کے لیے سب سے مناسب ہے۔ تم فوراً نقاب ڈال کر اپنا چہرہ ڈھانپ لو تاکہ کوئی تمہیں پہچان نہ سکے۔ یاد رکھو اس سرائے سے بہتر ہمارے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہاں رہ کر میں ان پر کڑی نگاہ رکھ سکوں گا"۔

میسرہ نے فوراً سنان کا کہا مانتے ہوئے اپنے چہرے پر اپنے عمامے کا پلو ڈال لیا۔ سنان نے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور سرائے میں داخل ہوا۔ نوفل، قسطونہ اور میسرہ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ سنان اصطبل میں آ کر رک گیا۔ نوفل اور قسطونہ بھی اپنے گھوڑوں سے اُتر گئے تھے۔ سنان نے میسرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم قسطونہ اور نوفل کے ساتھ یہیں رکو میں سرائے کے مالک سے بات کر کے آتا ہوں"۔ میسرہ نے اثبات میں گردن ہلا دی اور سنان سرائے کی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ قسطونہ نے میسرہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم سمجھتے ہو اس سرائے میں ہمیں کوئی خطرہ ہے"۔

میسرہ نے دُور جاتے ہوئے سنان کی طرف اشارہ کر کے قسطونہ کو اشاروں سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ جب تک سنان ہمارے ساتھ ہے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے"۔ اتنی دیر تک سرائے کا ایک ملازم بھاگتا ہوا اصطبل میں داخل ہوا اور ان سے پوچھا۔ "کیا تم اس سرائے میں قیام کرو گے"؟ قسطونہ نے اس ملازم سے کہا۔ "ہمارا ساتھی سرائے کے مالک کے پاس گیا ہے۔ یقیناً ہم سرائے میں قیام کریں گے"۔ سرائے کا ملازم خاموش رہا اور ان کے گھوڑے اصطبل میں باندھنے کے بعد اس نے ان کی زینیں اور دہانے اُتار کر ان کے آگے چارہ ڈال دیا تھا۔ اتنی دیر تک سنان واپس آ گیا۔ اس نے سرائے کے

ملازم کو گھوڑے کے لیے اچھا چارہ مہیا کرنے کی تاکید کی اور ان تینوں کو لیکر وہ سرائے کی عمارت کی طرف بڑھ گیا ۔ چاروں ایک کمرے میں داخل ہوئے ۔ اندر سرائے کے ملازموں نے چار چارپائیاں لگا کر ان پر بستر بچھا دیئے تھے ۔ ان چاروں نے پہلے مل کر کھانا کھایا تھوڑی دیر بعد وہ تھکاوٹ کے باعث گہری نیند سو رہے تھے ۔

دوسرے روز قسطونہ اور نوفل کو سرائے ہی میں چھوڑ کر سنان اور بیسرہ اپنے دشمنوں کی تلاش میں نکلے ۔ انہوں نے دیکھا شہر کی بڑی بڑی اور عجیب و غریب عمارتیں[1] بلند ستونوں پر کھڑی تھیں اور شہر میں بے شمار اور ان گنت ہیکل تھے ۔ ایک جگہ جہاں بڑی حسین اور دلکش عورتوں کے دو پتھر کے مجسمے[2] نصب تھے بیسرہ نے سنان کو رک جانے کا اشارہ کیا اور پھر وہ سنان کو ہاتھ کے اشارے سے ایک مکان کی طرف اشارہ کرنے لگا ۔

سنان نے بڑے غور سے بیسرہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ "کیا وہ اس مکان میں رہتے ہیں ؟"

بیسرہ نے اثبات میں گردن ہلا دی ۔ سنان گھوڑے سے اُترتے ہوئے بولا ۔ "مجھے ان کے نام بتاؤ ۔" بیسرہ بھی جلدی جلدی اپنے گھوڑے سے اُترا اور مجسمے کی پشت پر اس نے کوئلے سے لکھا ۔ "دونوں قاتلوں کے نام کسوم اور نعمان ہیں اور ان کے محافظ کا نام مرقس ہے ۔"

سنان نے پھر اپنے گھوڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ۔ "تم اسی طرح اپنا چہرہ ڈھانپ کر رکھو اور ان مجسموں کی اوٹ میں ہو کر کھڑے ہو جاؤ ۔ میں ان کے گھر جا کر ان کا پتہ کرتا ہوں ۔ سنو بیسرہ ! اگر مجھے انہیں قتل کرنے کے بعد یہاں سے بھاگنا پڑا تو تم یہاں سے فوراً سرائے میں چلے جانا اور وہاں سے قسطونہ اور نوفل کو لے کر جرون کی طرف روانہ ہو جانا ۔ میں راستے میں تم لوگوں سے آ ملوں گا ۔"

---

[1] روایت ہے کہ یہ عمارتیں حضرت سلیمانؑ نے جنات سے تعمیر کرائی تھیں ۔

[2] تدمر شہر کے اندر دو حسین و جمیل کنیزوں کے سرخ پتھروں کے مجسمے تھے جن کی تعریف عرب کے مشہور شاعر اوس بن ثعلب نے اپنی نظم میں بھی کی ہے ۔
(تاریخ بلاد فلسطین و شام)

بیسرہ اپنے گھوڑے کے ساتھ ان حسین لڑکیوں کے مجسموں کے پیچھے چھپ گیا تھا ۔ اور سنان اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے اس مکان کی طرف بڑھا جس کی طرف بیسرہ نے اشارہ کیا تھا ۔ سنان نے اس مکان کے دروازے پر دستک دی ۔ چند لمحوں بعد ایک بوڑھے نے دروازہ کھولا اور سنان سے پوچھا ۔ "کون ہو تم ؟"

سنان نے ایک بار اس بوڑھے کا بڑی غائر و اتھاہ نگاہوں سے جائزہ لیا ۔ پھر اس سے کہا ۔ "مجھے مرقس سے ملنا ہے ۔" بوڑھے نے بڑے تجسس سے پوچھا ۔ "کون مرقس ؟" سنان نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔ "وہ میرا دوست ہے اور کچھ عرصہ قبل اسی مکان میں رہا کرتا تھا ۔" بوڑھے نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا ۔ "میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا ۔ مجھے یہ مکان خریدے چھ ماہ ہو گئے ہیں ۔"

سنان پیچھے ہٹ گیا وہ سخت مایوس دکھائی دے رہا تھا ۔ اچانک اس کی نظر سڑک کے کنارے بیٹھ کر کام کرنے والے ایک موزہ ساز پر پڑی وہ اس کے قریب آیا اور بڑی عاجزی کے ساتھ اس موزہ ساز سے پوچھا ۔ "کیا تم بتا سکتے ہو مرقس اور اس کے ساتھی یہ مکان چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہیں ۔ میں مرقس کا ساتھی ہوں اور اہم کام کے سلسلے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں ۔"

اس موزہ ساز نے چند لمحوں تک بڑے غور سے سنان کو دیکھا پھر وہ شاید سنان کی شخصیت سے مرعوب ہو کر بولا ۔ "انہوں نے کئی ماہ ہوئے یہ مکان چھوڑ دیا ہے ان کی کچھ لوگوں سے دشمنی ہے لہذا احتیاط کے طور پر انہوں نے مکان بدل لیا ہے ۔"

سنان نے پھر پوچھا ۔ "کیا تم بتا سکتے ہو ان دنوں وہ کہاں رہ رہے ہیں تاکہ میں ان سے مل سکوں ۔ میں انطاکیہ سے آیا ہوں اور میرے پاس ان کے لیے ایک اہم پیغام ہے ۔" موزہ ساز پھر بڑے غور سے سنان کی طرف دیکھنے لگا تھا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ اپنے ذہن کے اندر سنان کی کہی ہوئی باتوں کا وزن کر رہا ہو ۔

سنان کو پھر بولنا پڑا ۔ "مجھ پر اعتماد رکھو ۔ میں مرقس کا بڑے بھروسے کا آدمی ہوں ۔" اس موزہ ساز نے ٹھہر ٹھہر کر کہنا شروع کیا ۔ "سنو جوان ! شہر سے مشرق میں

ایک چوک ہے جہاں سے ایک شاہراہ دمشق سے ہوتی ہوئی یروشلم کی طرف جاتی ہے اور دوسری سڑک جو جنوب مغرب کے رُخ پر ہے بابل کی طرف جاتی ہے ۔ جو سڑک بابل کی طرف جاتی ہے اس پر ایک فرلانگ کے فاصلے پر کچھ کھنڈرات ہیں ۔ ان کھنڈرات کے اندر کبھی تدمر بنت حسان[1] کی قبر ہُوا کرتی تھی جو اب بند ہو چکی ہے ۔ ان کھنڈرات سے صرف ڈیڑھ فرلانگ آگے صحرا کے اندر ایک بہت پُرانا اور قدیم قلعہ[2] ہے ۔ مرقس اپنے ان دو ساتھیوں کے ساتھ جن کا وہ محافظ ہے اسی قلعہ میں رہتا ہے ۔ کیا تم وہاں پہنچ

۱؎ مشہور راوی اسمٰعیل بن محمدؐ سے روایت ہے ۔ اموی خاندان کے آخری خلیفہ مروان ثانی کے دَور میں اہلِ تدمر نے بغاوت کر دی ۔ مروان ثانی خود ایک بھاری لشکر کے ساتھ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے آیا ۔ شہر کے باغیوں سے نمٹنے کے بعد جب اس نے شہر میں قیام کیا تو اسے بتایا گیا کہ شہر سے صرف ایک فرلانگ باہر ایک عجیب و غریب غار ہے ۔ مروان ثانی کو یہ غار دیکھنے کا اشتیاق ہُوا ۔ وہ اپنے مصاحبوں کے ہمراہ ہزاروں برس پُرانے ان کھنڈرات میں گیا ۔ وہاں ایک غار تھی ۔ جب وہ اس غار میں داخل ہُوا تو اس نے دیکھا کہ ایک چبوترے پر ایک عورت کی لاش اوندھے منہ پڑی تھی اور اس کے اوپر ستّر لبادے پڑے ہوئے تھے ۔ اس کے بال لمبے لمبے تھے جن میں چھلّے پروئے ہوئے تھے ۔ راوی اسمٰعیل بن محمدؐ بھی مروان کے ساتھ تھا ۔ وہ کہتا ہے ۔ میں نے خود اس عورت کے پاؤں کو ناپا وہ ایک ذرع (گز) لمبا تھا اور اس حسین عورت کے ایک گال پر سونے کی ایک تختی تھی جس پر تحریر تھا " بِسمِکَ اَللّٰھُمَّ " میں تدمر بنتِ حسان ہوں جو میرے اس حجرے میں داخل ہو خدا اُسے ذلیل کرے ۔ تب مروان نے اس غار کو بند کرنے کا حکم دیا اور اس کے مصاحبوں نے اس غار کا منہ فوراً بند کر دیا ۔
(تاریخ بلاد فلسطین و شام)

۲؎ صحرا کے اندر یہ ایک بہت بڑا قلعہ ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کروایا تھا ۔ (تاریخ بلاد فلسطین و شام)

میں کامیاب ہو جاؤ گے یا میں تمہارے ساتھ کسی کو بھجواؤں ۔

سنان نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پیچھے ہٹتے ہوئے کہا ۔ " تمہاری مہربانی ، اب میں بڑی آسانی کے ساتھ وہاں پہنچ جاؤں گا " ۔ اپنے گھوڑے کی باگ تھامے سنان ان کینزول کے مجسموں کے پاس آیا جہاں میسرہ کھڑا تھا ۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوتے سنان نے میسرہ سے کہا ۔ آؤ میرے ساتھ انہوں نے احتیاطاً اپنی رہائش تبدیل کر لی ہے ۔ میسرہ بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور سنان کے ساتھ ہو لیا ۔ دونوں اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے شہر کی مشرقی سمت باہر نکلے ۔ انہوں نے دیکھا شہر کے قریب ہی ایک چوک تھا وہ دونوں اس چوک پر آ کر کھڑے ہو گئے ۔ چوک سے ایک سڑک جنوب مغرب کی سمت صحرائی بھول بھلیوں میں سے ہوتی ہوئی دمشق اور یروشلم کی طرف چلی گئی تھی اور دوسری سڑک جنوب مغرب کے رُخ پر صحرا کے ٹیلوں کے اندر سانپ کی طرح خم کھاتی ہوئی بابل کی طرف جا رہی تھی ۔ دونوں وقت ضائع کیے بغیر بابل کی طرف جانے والی سڑک پر اپنے گھوڑے دوڑانے لگے تھے ۔ کیونکہ چوک میں کھڑے ہو کر وہ تدمر بنت حسان کے کھنڈرات اور اس سے آگے صحرا کے اندر وہ قلعہ بھی دیکھ چکے تھے جس کی نشاندہی اس موزہ ساز نے کی تھی ۔ کھنڈرات کے پاس سے گزرنے کے بعد وہ اس عجیب و غریب اور پُرہیبت قلعے کے پاس پہنچے ۔ قلعے میں اس قدر بڑے بڑے اور وزنی پتھر استعمال کیے گئے تھے کہ انسانی ذہن ایسے پتھر اٹھانے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا ۔

سنان نے میسرہ کو اس قلعے سے دُور ہی شاہراہ کے بائیں طرف کھنڈرات کے قریب کھڑا کر دیا تھا اور خود وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس قلعے میں داخل ہُوا ، جو انسانوں کے بجائے جنّات کا مسکن معلوم ہوتا تھا ۔ قلعہ بالکل سنسان اور غیر آباد لگتا تھا صدر دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد سامنے ایک وسیع صحن تھا جس کا فرش بڑے بڑے سُرخ پتھر چُن کر بنایا گیا تھا اور اس سے آگے قلعے کی اندرونی عمارت کا وسیع سلسلہ شروع ہو جاتا تھا ۔ قلعے کا احاطہ کسی شہر کی فصیل کی مانند تھا ۔ جس پر جگہ جگہ بُرج بنے ہوئے تھے ۔ سنان ابھی کوئی اگلا قدم اُٹھانے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ قلعے کے ایک کمرے سے

ایک بوڑھا نکلا اس کی کمر جھکی ہوئی تھی سر اور داڑھی کے بال میلی چاندی کی طرح سفید اور خوب بڑھے ہوئے تھے۔ سنان کے قریب آکر اس پُراسرار بوڑھے نے اپنی کمر سیدھی کی ایک بھرپور نگاہ سنان پر ڈالی پھر گلے میں لٹکتی ہوئی اپنی صلیب کو درست کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "اے نوجوان! تم کون ہو؛ کہاں سے آئے ہو اور کس غرض سے اس کہنہ و بوسیدہ قلعے میں داخل ہوئے ہو؟"

سنان اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے آگے بڑھا اور اپنی تیز عقابی نگاہیں اس بوڑھے کے چہرے پر گاڑتے ہوئے کہا۔ "مجھے مرقس سے ملنا ہے۔ کیا تم اسے میرے لیے بلا سکتے ہو" بوڑھے نے اس بار دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "نوجوان! تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو اور تمہارا نام کیا ہے"۔ سنان نے ایک بار قلعے کی عمارت کا جائزہ لیا۔ پھر اس بوڑھے سے کہا۔ "میں بنو غسان کی بستی دیر القمر سے آیا ہوں۔ میرے پاس مرقس کے لیے ایک بہت اہم پیغام ہے۔ اس بوڑھے کی آنکھیں چمک اٹھیں اور اپنی گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اگر میں غلطی پر نہیں تو تم سیورس کے متعلق کوئی پیغام لائے ہو اور تمہیں یقیناً دیر القمر کے سردار بطروس نے بھیجا ہوگا اس لیے کہ وہ ان کا مربّی و محسن ہے"۔ اے نوجوان! کیا میں نے سچ کہا ہے"۔

سنان نے بڑی لجاجت سے کہا۔ "اے پیرِ فرزانہ تیرا اندازہ درست ہے۔ میں سیورس کی موت کی خبر لے کر آیا ہوں۔ میرا وقت ضائع نہ کرو اور مجھے مرقس کے پاس لے چلو تاکہ میں اسے یہ پیغام پہنچا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں"۔

اس بوڑھے نے بڑے غمزدہ لہجے میں کہا۔ "آہ سیورس! تُو تو پہاڑوں کو اُلٹ دینے والا نوجوان تھا تجھے کس نے قتل کر دیا"۔ سنان نے اس بوڑھے کی حیرت میں اور اضافہ کرتے ہوئے کہا۔ "اسے بنو لخم کے ایک جوان نے قتل کر دیا ہے"۔ بوڑھے نے پگھلتی اور لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا بنو لخم کے اس جوان نے سیورس پر چھپ کر حملہ کیا تھا"۔ سنان نے پھر کہا۔ "نہیں، بنو لخم کے کچھ آدمی سیورس کو یہاں سے باندھ کر لے گئے تھے۔ پھر انہوں نے سیورس کا مقابلہ اپنے ایک ایسے نوجوان

سے کرایا جو ہاتھی کی طرح زور آور اور شیر کی مانند خونخوار ہے۔ اس نے سیورس کو مقابلہ کرنے کا موقع دیا۔ سیورس اس سے مقابلہ کرتے ہوئے ہار گیا اور بنو لخم کے اس جوان نے سیورس کے سر پر لوہے کی بھاری زنجیر مار کر اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا"۔

بوڑھا جو پژمردہ خاطر ہو گیا تھا اپنی بکھری ہوئی آواز میں بولا۔ "سیورس تو مر گیا اب تم مرقس سے کیا کہو گے"۔ سنان نے بڑی ہمدردی و غم گساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں سیورس کو لینے آیا ہوں۔ یہ میرے ساتھ دیر القمر جائے گا۔ پھر اس کے ساتھ مل کر ہم اس جوان سے انتقام لیں گے جس نے سیورس کو قتل کیا ہے"۔

اس بوڑھے نے بشاشت و فرحت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے بالکل درست کہا۔ سیورس کا انتقام ضرور لیا جانا چاہیے۔ آؤ مرقس اور اس کے ساتھیوں کے آنے تک میرے پاس بیٹھو۔ تمہاری خدمت کرتے ہوئے مجھے خوشی ہوگی"۔

سنان نے چونک کر پوچھا۔ "مرقس اور اس کے ساتھی اس وقت کہاں ہیں" x

"وہ شہر گئے ہوئے ہیں اور کسی سرائے میں بیٹھے شراب پینے کے ساتھ جوا کھیل رہے ہوں گے۔ آہ! کاش انہیں خبر ہوتی۔ سیورس قتل ہو چکا ہے"۔ میں ————

سنان نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔ "میں یہاں بیٹھ کر انتظار کی اذیت برداشت نہیں کر سکتا۔ میں واپس شہر جاتا ہوں اور انہیں تلاش کرتا ہوں۔ اگر وہ مل گئے تو وہیں ان سے بات کر لوں گا ورنہ شام کے بعد میں پھر یہاں آؤں گا۔ امید ہے اس وقت تک وہ لوٹ چکے ہوں گے"۔

بوڑھے نے اپنی جھکی ہوئی کمر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے کہا۔ وہ کافی رات گئے شہر سے اس قدیم قلعے میں لوٹتے ہیں۔ یا یوں کہہ لو وہ صرف رات اس قلعے میں بسر کرتے ہیں۔ ورنہ ان کا سارا وقت تدمر شہر میں گزرتا ہے"۔ سنان واپس مڑا چند قدم چل کر وہ ایک دم پلٹا یوں جیسے کوئی بھولی ہوئی بات اُسے یاد آ گئی ہو۔ پھر اس نے بوڑھے کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا تم بتا سکو گے مرقس سیورس سے طاقتور ہے یا کمزور۔ بوڑھے نے اپنی چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ "سن اے نوجوان! مرقس سیورس سے

کہیں زیادہ طاقت ور ہے۔ پھر بوڑھے نے پلٹ کر ایک بہت بڑے پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ سامنے جو بڑا پتھر پڑا ہے مرقس اسے ایک سانس میں کئی کئی بار اپنے ہاتھوں پر فضا میں بلند کرتا ہے۔ سنو نوجوان! اگر میں نے تمہارا اندازہ لگانے میں غلطی نہیں کی تو تمہارا بدن اور اس کے ڈیل ڈول بتاتے ہیں کہ تم بھی مرقس جیسے جوانوں میں سے ایک ہو۔"

سنان اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ کر اس پتھر کی طرف بڑھا جس کی طرف اس بوڑھے نے اشارہ کیا تھا۔ اس نے پتھر کو دونوں ہاتھوں میں تھاما پھر جھک کر اس نے زور لگایا اور ایک ہی جھٹکے میں وہ اس بھاری بھرکم پتھر کو اپنے سر کے اوپر لے گیا تھا۔ بوڑھے نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "آفرین ہے تم پر۔ قسم ابن مریم کی تم اور مرقس مل کر بڑی آسانی سے سیورس کا انتقام لے لوگے۔ میرا دل کہتا ہے عنقریب تم اور مرقس موت بن کر بنو لخم کے اس جوان پر نازل ہو گے جس نے سیورس کو قتل کیا ہے۔ سنان نے دوبارہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور قلعے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "اگر مرقس اور اس کے ساتھی مجھے شہر میں نہ ملے تو شام کے بعد میں دوبارہ یہاں آؤں گا۔" بوڑھا خاموش رہا اور سنان قلعے سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔

سنان کھنڈرات کے قریب اس جگہ آیا جہاں شاہراہ سے ہٹ کر جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں میسرہ چھپا بیٹھا تھا۔ سنان کو دیکھتے ہی میسرہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا شاہراہ پر آ گیا اور ہاتھ کے اشارے سے اس نے سنان سے پوچھا۔ کیا بنا؟"

سنان نے اپنا گھوڑا روکتے ہوئے کہا۔ "وہ تینوں اس قلعے میں ہی رہتے ہیں۔ لیکن اس وقت تدمر گئے ہوئے ہیں۔ میسرہ! تم میرے ساتھ آؤ۔ سارے حالات ہمارے حق میں نکل رہے ہیں۔ بیدار و فرض شناس قدرت پوری طرح ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ میرے ساتھ تدمر بنت حسان کے ان کھنڈرات میں آؤ میسرہ! ان کھنڈرات میں اپنے دشمنوں کو میں فضیح و ذلیل کر کے ماروں گا۔ میسرہ بڑے غور سے سنان کی باتیں سن رہا تھا دونوں بابل کی طرف جانے والی اس سڑک سے اتر کر تدمر کے کھنڈرات میں داخل ہو گئے تھے

ان کے چاروں طرف دور دور تک پرانی اور بوسیدہ عمارتیں بکھری پڑی تھیں۔ گری ہوئی عمارتوں کے بڑے بڑے ستون یوں کھڑے تھے جیسے ان کھنڈرات میں ان گنت عوج بن عوق[1] کھڑے ہوں۔ سارے کھنڈرات میں بڑے بڑے سرخ پتھر بکھرے پڑے تھے جن کے اندر حشرات الارض رینگتے پھر رہے تھے۔ میسرہ نے کوئلہ نکال کر ایک پتھر پر لکھ کر سنان سے کہا۔ "دائیں طرف سامنے جو کہف اور غار نظر آ رہی ہے اور جس کا منہ سخت مصالحے سے بند ہے اس کے اندر تدمر بنت حسان کی لاش ہے۔ لوگ کہتے ہیں وہ لاش ابھی تک ترو تازہ حالت میں ہے۔"

سنان بڑے غور سے اس غار کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اس غار کی طرف دیکھتا رہا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کچھ سوچ رہا ہو۔ پھر اس نے میسرہ کو مخاطب کر کے کہا:

"میسرہ! میری بات غور سے سنو! آج رات جب چاند طلوع ہو جائے گا تو ہم دونوں قلعے کی طرف جائیں گے۔ میں ان کھنڈرات کے اندر جہاں ابھی کھڑا ہوں وہیں کھڑا ہو جاؤں گا اور تم گھوڑے پر سوار ہو کر قلعے میں داخل ہونا اور جونہی ان تینوں میں سے تمہیں کوئی دکھائی دے تم ان پر خنجر سے وار کرنا۔ یاد رکھنا نشانہ ایسا مارنا کہ ان تینوں میں سے کسی کو نہ لگے اور پھر جب تم دیکھو کہ انہوں نے تمہیں پہچان لیا ہے تم اپنے گھوڑے کو موڑ کر بھاگ کر ان کھنڈرات میں آ جانا۔ ظاہر ہے وہ تینوں تمہارا تعاقب کریں گے اور تمہارے پیچھے ان کھنڈرات میں آئیں گے کیونکہ انہیں بنو لخم کی طرف سے خطرہ ہے اور جب وہ تمہیں دیکھیں گے تو وہ ضرور خیال کریں گے کہ بنو لخم نے ضرور کوئی اور گروہ انہیں قتل کرنے کی نیت سے بھیجا ہے۔ لہٰذا وہ تمہیں پکڑنے کی کوشش کریں گے اور سنو میسرہ! جب وہ تمہارے تعاقب میں تینوں ان برسوں پرانے کھنڈرات میں آئیں گے تو قسم مجھے اپنے رب

[1] عوج بن عوق بہت ہی طویل القامت انسان تھا۔ وہ حضرت آدمؑ کی بیٹی سے پیدا ہوا اس کی عمر ساڑھے تین ہزار برس تھی حضرت موسیٰؑ نے اسے مارا۔

کی جو رؤف و رحیم اور مطاع و مزکی ہے میں ان تینوں کے جسم کو اس طرح نوچ کر بھیانک بنا دوں گا جس طرح ہد ہد، مرغ سلیمانی اور کھٹ بڑھئی درختوں کو نوچ کر اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔

سنان نے میسرہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا تم میری باتیں سمجھتے ہو؟“ میسرہ نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ سنان نے پھر پوچھا ”کیا تم ان سے نمٹنے کے اس طریقہ کار کو پسند کرتے ہو؟“ میسرہ نے پھر گردن ہلا کر ہاں میں جواب دیا۔ پھر سنان نے میسرہ کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ”تم کوئی فکر نہ کرنا میسرہ! ان کھنڈرات کو میں ان کا جشنِ مقتل بنا کر ان کی روح ول کو بے آباد کر دوں گا۔ میسرہ! میرے بھائی! جس طرح انہوں نے تمہارے تن کو برباد کیا اور تمہارے دِل کو اُجاڑا ہے اسی طرح میں بھی تمہارے سامنے ان کے تمرد اور سرکشی کو توڑ کر انہیں لہو لہان کر کے رکھ دوں گا“۔ میسرہ بڑے پیار اور محبت کے ساتھ سنان کی طرف دیکھنے لگا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔ شاید وہ شکر و احسان مندی کے آنسو تھے۔ سنان نے اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔ ”آؤ اب چلیں۔ سورج غروب ہونے والا تھا۔ دونوں کھنڈرات سے نکل کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ میسرہ نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔

جب وہ سرائے میں اپنے کمرے کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا کمرہ باہر سے بند تھا۔ سنان نے پریشان ہو کر میسرہ سے پوچھا۔ ”نوفل اور قسطونہ کہاں چلے گئے“۔ میسرہ نے اشارے سے سنان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”میں نیچے جا کر انہیں دیکھتا ہوں“ اور ساتھ ہی وہ اپنی لنگڑی ٹانگ سمیٹتا ہوا سیڑھیاں اُتر کر نیچے چلا گیا تھا۔ سنان کافی دیر تک کمرے کے سامنے کھڑا رہا۔ نہ تو نوفل اور قسطونہ آئے نہ ہی میسرہ لوٹ کر آیا تھا۔ وہ نیچے اُتر کر میسرہ کے پیچھے جانے ہی والا تھا کہ نوفل اور قسطونہ سرائے میں داخل ہوئے انہیں دیکھتے ہی سنان جہاں تھا وہیں رُک گیا۔ نوفل آگے آگے تھا اور اس کے پیچھے قسطونہ تھی۔ نوفل نے اپنے سر پر ایک گٹھڑی بھی اُٹھا رکھی تھی۔ جب وہ سیڑھیاں چڑھ کر اُوپر آئے تو سنان نے سختی سے پوچھا ”تم دونوں کہاں چلے گئے تھے“۔ قسطونہ نوفل کے پیچھے دبک گئی۔ تاہم نوفل نے جواب دیا ”ہم دونوں ذرا بازار چلے گئے تھے“۔ سنان نے پھر ویسے ہی لہجے میں پوچھا۔ ”لیکن کیوں؟ جبکہ

تم دونوں کو پتہ بھی تھا کہ ہم واپس آئیں گے“۔ نوفل نے بڑی شفقت سے کہا۔ ”میں تو نہ جاتا تھا، پر قسطونہ بیٹی کے اصرار پہ جانا پڑا۔ یہ کچھ سامان خریدنا چاہتی تھی۔ اس لیے اس کے ساتھ جانا پڑا“ ——— ”کیا خرید لائے ہو؟“ ——— ”کمرے میں آؤ پھر بتلاتے ہیں“۔

نوفل نے دروازہ کھولا اور تینوں اندر داخل ہوئے۔ نوفل نے سر پر اٹھائی ہوئی گٹھڑی سنان کے بستر پر رکھ کر کھولی۔ اس میں سِلے ہوئے کپڑے تھے۔ سنان نے نوفل سے پوچھا۔ ”یہ کیا خرید لائے ہو؟“ نوفل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”قسطونہ بیٹی نے اپنے اور ہم سب کے لیے یہ کپڑے خریدے ہیں۔ قسطونہ خود آگے بڑھی اور سب کے کپڑے علیحدہ علیحدہ کر دیئے۔ سب کے لیے دو دو جوڑے کپڑے تھے اور سب سے زیادہ قیمتی کپڑے سنان کے تھے۔ سنان نے اس بار براہِ راست قسطونہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ”تم نے ہمارے لیے یہ کپڑے کیوں خرید لیے ہیں“۔ قسطونہ نے سنان کے دونوں جوڑے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”ہم چاروں میں سے کسی کے پاس بھی فالتو کپڑا نہ تھا لہٰذا یہ کپڑے خریدنا ضروری تھا“ ——— سنان نے نوفل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”نوفل! ان کپڑوں پر جس قدر رقم خرچ ہوئی ہے وہ میری نقدی کی تھیلی سے نکال کر قسطونہ کو دے دو“۔ قسطونہ نے احتجاج و حجت کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ کیوں، میرے پاس جو رقم ہے وہ بھی تو آخر آپ ہی کی ہے۔ میری اور آپ کی نقدی میں فرق، امتیاز اور تفریق کیسی۔ قسطونہ کہنے کو تو یہ الفاظ کہہ گئی تھی لیکن بعد میں وہ خود ہی اپنے کلمات پر شرمندہ ہو رہی تھی۔ سنان اسے ذو معنی اور گہری نگاہوں سے دیکھتا رہ گیا تھا۔

قسطونہ بات کا پہلو اور رُخ بدلنے کی خاطر وہ کپڑے جو سنان کے لیے خرید کر لائی تھی اُٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ آپ یہ کپڑے پہن کر تو دکھایئے آپ کو پورے بھی ہیں یا نہیں۔ خریدے تو میں نے وہ تھے جو پورے بازار میں سب سے زیادہ کھلے اور لمبے تھے ——— سنان نے قسطونہ سے وہ کپڑے لے لیے شاید وہ قسطونہ کی خواہش پر کپڑے تبدیل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا کہ میسرہ بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بُری

طرح ہانپ رہا تھا ۔ سنان کے پاس آ کر اس نے سنان کا بازو پکڑ لیا اور اپنی سانس پہ قابو پاتے ہوئے ہاتھ کے اشاروں اور منہ سے عجیب طرح کی آوازیں نکال کر سنان کو کچھ سمجھانے کی کوشش کی لیکن سنان نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

"میں کچھ نہیں سمجھا، تم کیا کہنا چاہتے ہو" ۔ میسرہ نے اپنا آخری حربہ استعمال کیا اور کوئلہ نکال کر اس نے کمرے کی دیوار پہ لکھ دیا ۔

"مرقس، کسوم اور خمان نیچے سرائے کے بڑے کمرے میں بیٹھے جوا کھیل رہے ہیں" ۔ سنان نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی بھاری اور وزنی تلوار نکالتے ہوئے اپنی غضبناک اور تصفیہ کن آواز میں کہا ۔ "میسرہ ! اگر وہ تینوں اسی سرائے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور تم نے انہیں پہچاننے میں غلطی نہیں کی تو یہ ان کی زندگی کی آخری شب ہوگی" ۔

سنان نے دوبارہ اپنی تلوار نیام میں کر لی اور میسرہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ۔ "آؤ مجھے دکھاؤ وہ کون ہیں اور کہاں بیٹھے ہوئے ہیں" ۔ سنان جب میسرہ کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے باہر نکلنے لگا تو قسطونہ نے بڑی گھبراہٹ اور بے تابی سے اسے پکارتے ہوئے کہا ۔ "سنان ! سنان !"

سنان رُک گیا اور پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ "کیا بات ہے" ۔ قسطونہ نے ہکلاتے ہوئے کہا ۔ "میں کہنا چاہتی ہوں سنان ! اس سرائے میں ان پر حملہ نہ کرنا ، ہو سکتا ہے اس سرائے میں ان کے ساتھ زیادہ آدمی ہوں ۔ ان تینوں سے کسی مناسب جگہ پہ نمٹنا جہاں ان کا کوئی اعانت کار اور مددگار نہ ہو" ۔ سنان نے قسطونہ کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا ۔ "تم فکر مند نہ ہو بس دیکھتی جاؤ ۔ میں ان کی ایسی لے اور گت بناؤں گا کہ ان کے ورثا پوری عمر ان کی ماتم گری کرتے رہیں گے ۔ قسطونہ ! یاد رکھو میں نے تمہیں حبرون کی زیارت کرانے کا عہد کر رکھا ہے اور میں ہر حال میں اپنا عہد پورا کروں گا ۔ میں تمہیں کہیں درمیان میں چھوڑ کر بھاگ نہیں جاؤں گا" ۔

قسطونہ نے معذرت طلب لہجے میں کہا ۔ "معاف کیجئے ، میرا مطلب یہ نہ تھا ۔ آپ غلط سمجھے ہیں ، میں نے تو آپ کی سلامتی اور حفاظت کی خاطر ایسا کہا تھا ۔ میرا حبرون

پہنچنا اتنا ضروری اور اہم نہیں جتنی قیمتی آپ کی زندگی ہے ۔ قسطونہ خاموش ہو گئی اور سنان میسرہ کا ہاتھ پکڑے بھاگتا ہوا سیڑھیاں اُتر کر نیچے چلا گیا تھا ۔

سورج غروب ہو گیا تھا ۔ گرم رو دن اپنے چہرے پر مغموم مسکراہٹ اور سلگتی آنکھوں میں بے کسی کے آنسو لیے دم توڑ چکا تھا ۔ رات اپنے پورے شر و شررا اور فریب و تزویر کے ساتھ نازل ہو کر ہر چیز کو اپنی سیاہ و سیام لپیٹ میں لینے لگی تھی ۔ سنان اور میسرہ سیڑھیاں اُتر کر نیچے آئے ——— سرائے کے بڑے کمرے کے باہر ہی کھڑے ہو کر میسرہ نے کمرے کے اندر بیٹھے ہوئے تین جوانوں کی طرف اشارہ کر دیا ۔ سنان نے دیکھا ان تینوں میں ایک خوب بھرے ہوئے اور مضبوط جسم کا جوان تھا ۔ وہ مرقس تھا اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے دونوں جوان کسوم اور خمان تھے ۔ سنان نے میسرہ کو کہنی مارتے ہوئے کہا ۔ "اب ان پہ نگاہ رکھنی ہے جونہی یہ سرائے سے نکلیں ہم اپنی کارروائی شروع کر دیں گے ——— پھر سنان نے میسرہ کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا ۔ "ادھر آؤ میری بات سنو" ۔ جب وہ سیڑھیاں چڑھ رہے تھے تو میسرہ نے اصطبل کے پاس کھڑی ایک بگھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہا ۔ سنان نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ۔ "کیا تمہارا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ بگھی ان تینوں کی ہے" ۔ میسرہ نے اثبات میں گردن ہلا دی ۔ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر بالکونی میں کھڑے ہو گئے ۔ پھر سنان نے میسرہ سے کہا ۔

"میسرہ ! جب یہ تینوں جوا کھیلنے کے بعد سرائے سے نکل کر قلعے کی طرف جانے لگیں گے تو تم اپنے چہرے پہ نقاب ڈال کر کسی دوسرے راستے سے ان کے آگے نکل جانا اور قلعے کے قریب جا کر جب تم محسوس کرو کہ وہ بھی قلعے کے قریب آ گئے ہیں تو تم نقاب اُتار کر اُن کے پاس سے گزرنا اور کوشش کرنا کہ ان کے پاس سے آہستہ آہستہ گزرو تا کہ وہ تمہیں پہچان لیں ۔ اگر وہ پھر بھی تمہاری طرف متوجہ نہ ہوں تو اپنی تلوار سے ان پہ حملہ آور ہونے کی کوشش کرنا ۔ جب وہ تمہیں پہچان لیں تو تم اپنا گھوڑا بھگا کر ان کھنڈرات میں آ جانا میں پہلے ہی وہاں پہنچ چکا ہوں گا ۔ اس سے آگے تم جانتے ہی ہو وہ تمہارا تعاقب کرتے

ہوئے جب ان کھنڈرات میں داخل ہوں گے تو میں انہیں ابدی نیند سُلا دوں گا۔ اب تم یہیں کھڑے ہو کر ان کی بگھی پر نگاہ رکھو۔ میں نوفل سے جا کر کہتا ہوں نیچے جا کر کھانا لے آئے۔ سنان کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی قسطونہ نے بے تابی سے پوچھ لیا۔ "کیا ہوا۔" سنان نے مسکراتے ہوئے کہا "کچھ بھی نہیں۔ ابھی تو ہم ان پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ جب وہ یہاں سے نکلیں گے تو ہم ان کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔" پھر سنان نے کہا "نوفل! تم فوراً نیچے جا کر کھانا لے آؤ۔"

نوفل نے سنان کی تھیلی سے چند سکّے نکالے اور کھانا لانے کے لیے نیچے چلا گیا۔ سنان واپس مڑ کر باہر جانے لگا تھا کہ قسطونہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پھر پوچھا۔ "آپ مرقس اور اس کے ساتھیوں پر کہاں حملہ آور ہوں گے"۔ سنان نے پھر غور سے قسطونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شہر سے باہر ایک ویرانے کے اندر میں ان پر حملہ آور ہوں گا اور انہیں دھوئیں کی طرح اُڑا کر ——— قسطونہ نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا "اس ویرانے میں ان تینوں کو کون لائے گا ——— یہ سارا کام میسرہ کرے گا۔ میں نے اسے ہر بات اچھی طرح سمجھا دی ہے۔" قسطونہ نے اس بار غایت ہمدردی سے کہا۔ "اگر آپ پسند کریں تو میں اور نوفل بھی اس مہم میں آپ کے ساتھ چلیں۔ میں تلوار کے علاوہ دوسرے فنونِ حرب میں بھی گہری مشق رکھتی ہوں۔"

سنان نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ویسے اس پیش کش پر میں تمہارا مشکور ہوں۔ تم دیکھو گی سنان بن عدی اکیلا ہی اپنے دشمنوں پر کسلمندی اور خستہ حالی طاری کر دے گا۔" سنان دوبارہ باہر آیا اور میسرہ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا قسطونہ بھی کمرے سے نکل کر سنان کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد نوفل کھانا لے آیا اور وہ چاروں وہیں بالکونی میں ہی بیٹھ کر کھانے لگے تھے۔

مرقس کافی دیر تک اپنے ساتھیوں کے ساتھ سرائے میں بیٹھ کر جوا کھیلتا رہا۔ کھانا کھانے کے بعد نوفل برتن واپس کر آیا تھا۔ تاہم وہ چاروں بالکونی میں ہی بیٹھ کر ان کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے ——— دُور مشرق سے چاند اپنے پورے اسرار

و اوہام کے ساتھ طلوع ہوا تھا۔ آسمان سے بکھلی ہوئی چاندنی اور خنک نور برسنے لگا تھا۔ ہر نشیب و پستی اور فراز و بلندی روشن ہو گئے تھے۔ تاریکی کی تسکار کنواری رات کسی رقاص و مطرب کی طرح جھوم اٹھی تھی اور تدمر کے آسمان پر کواکب شب اپنی پوری آرائش و تزئین کے ساتھ مسکرا رہے تھے۔ سنان ایک دم کھڑا ہو گیا اور میسرہ سے کہا۔ "میسرہ تیار ہو جاؤ وہ جانے لگے ہیں"۔ قسطونہ، میسرہ اور نوفل تینوں کھڑے ہو گئے انہوں نے دیکھا مرقس، کسوم اور خمان سرائے کے کمرے سے نکل کر اصطبل کے قریب کھڑی اپنی بگھی کی طرف بڑھے تھے۔ کسوم نے آگے بڑھ کر بگھی کے گھوڑوں کے منہ سے توبرے اتار کر بگھی کے اندر رکھ دیئے۔ خمان بگھی کے اندر بیٹھ گیا اور اکسوم گھوڑے کو ہانکنے لگا تھا۔ مرقس نے اصطبل کے اندر بندھا ہوا اپنا سفید گھوڑا کھولا تھا اور اس پر سوار ہو کر وہ بگھی کے ساتھ ساتھ سرائے سے باہر نکل گیا تھا سنان نے نوفل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تم اور قسطونہ کمرے میں جا کر آرام کرو میں اور میسرہ بہت جلد واپس آ جائیں گے۔ سنان نے میسرہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دونوں سیڑھیاں اُتر کر اصطبل میں داخل ہوئے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ ان تینوں کے تعاقب میں نکل پڑے تھے۔ نوفل اور قسطونہ پریشان پریشان سے کمرے میں چلے گئے تھے۔

میسرہ بڑی سڑک کو چھوڑ کر ایک گلی میں سے ہوتا ہوا بگھی سے آگے نکل کر بابل کی طرف جانے والی سڑک پر اس ویران قلعے کی طرف چلا گیا تھا۔ سنان بگھی سے تھوڑا فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ بگھی کی رفتار کچھ سست تھی لہٰذا سنان سخت کوفت محسوس کر رہا تھا کیونکہ وہ بہت جلد تدمر کے کھنڈرات میں پہنچ جانا چاہتا تھا۔ بگھی اور اس کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار مرقس جب کھنڈرات سے آگے نکل گئے تو سنان دائیں طرف مڑا اور برسوں پرانے اور نیستان کی طرح پُر پیچ ان کھنڈرات میں کسی سرکش ہیولے کی طرح داخل ہو گیا تھا ——— بگھی جب قلعے کے قریب پہنچی تو سامنے سے میسرہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ اس نے چہرے سے نقاب ہٹا رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی جو چاندنی میں چمک رہی تھی۔ مرقس کے پاس سے گزرتے ہوئے میسرہ نے مرقس پر وار کرنے کی ایک مصنوعی سی کوشش کی جسے مرقس ایک طرف ہٹ کر بچا گیا۔ وہ میسرہ کو پہچان گیا تھا اور اپنی

تلوار بے نیام کرتے ہوئے اس نے اکسوم سے کہا۔ اکسوم! تم نگبھی کو قلعے میں لے جاؤ۔ میں اس بوزنے اور ہیمونے کو پکڑ کر لاتا ہوں۔ یہ بنولخم کا وہی آدمی ہے جو ہماری قید سے بھاگ گیا تھا۔ اس نے مجھ پر وار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا ہے اس کا پکڑنا بے حد اہم ہے کیونکہ اسی سے ہمیں سیورس کے متعلق سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" مرقس نے اپنا گھوڑا موڑا اور اسے مہمیز لگا کر میسرہ کے تعاقب میں ڈال دیا تھا۔

تدمر کے کھنڈرات کے اندر سنان سیاہ رنگ کے ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی ایک تباہ حال عمارت کے سائے میں اس کا گھوڑا کھڑا تھا سنسان رات میں آسمان سے سفید چاندنی کا نور بہہ رہا تھا۔ کھلے آسمان کے نیچے وہ کھنڈرات قدرت کے نیست و عدم، نابود و فنا اور معدوم و محرومی کا عبرت خیز منظر تھا۔ کشتِ بیابان جیسے اس ویرانے میں ہر شاخ اداس اور یاسیت سے بھرپور ہر صدیوں پرانی عمارت ماتم گسار تھی۔ آوارہ اور مُردہ برگ و ورق اِدھر اُدھر اُڑتے ہوئے صدیوں پرانے پتھروں کے ساتھ بڑی سرگرمی کے ساتھ ستیزہ کار تھے۔ پھول و ببول کی تیز ہوا کے اندر بے دم و بے خود کر دینے والی سرسراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ کھنڈرات پر ایسا سکوت اور چپ طاری تھی گویا سربستہ راز جیسے اسرارِ باطن سے سحر سامری کی طرح کوئی سرمدی وجود ابھرے گا اور ان ویرانوں کے اندر حشر برپا کر دے گا۔ سیاہ پتھر پر بیٹھا اور گہری سوچوں میں غرق سنان ایک دم چونک پڑا۔ کھنڈرات کے اندر اسے گھوڑے کی تیز ٹاپوں کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ ایک جست کے ساتھ کھڑا ہو گیا، ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار نکالی اور اسے مشعل کی مانند وہ ہوا میں سیدھی کھڑی کر کے کسی مجسمے کی طرح پُر سکوت کھڑا ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میسرہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور گھوڑے سے اتر کر وہ سنان کی طرف بھاگا اور چند مبہم اشاروں سے اس نے سنان کو کچھ سمجھانے کی کوشش کی۔ سنان کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کیونکہ اسے ایک بار پھر گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میسرہ میرے دائیں طرف کھڑے ہو جاؤ۔

اور دیکھو اس بھیانک کھیل کی ابتدا میں کیسے کرتا ہوں۔ چند ثانیوں بعد مرقس بھی سنان کے قریب اپنے گھوڑے سے اُترا اور اپنی تلوار اور ڈھال تھام کر وہ زخمی سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے میسرہ کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ سیاہ پتھر کے اوپر مجسمے کی طرح خاموش کھڑے سنان نے انتہائی حقارت و طعن سے کہا۔ "یہیں رُک جاؤ اس ویرانے میں تمہارے دماغ میں جالے اور زبان پہ تالے لگانے کے بعد میں تمہارے جسم کو گرد آلود کر دوں گا۔" مرقس نے بڑے غرور و تفاخر سے کہا۔ "تم کون ہو؟"

کانسی کے مجسمے کی طرح کھڑے سنان نے بے کراں محیط میں بکھر جانے والی آواز میں کہا۔ "اے سیاہ بخت و بدطالع نوجوان! سیورس کے بعد اب میں تمہاری موت بنوں گا۔" سنان کے لہجے میں بیزاری، نفرت و سوختگی اور جلن تھی۔

مرقس نے اندازِ مجرمانہ کے ساتھ کہا اگر تم ہی سیورس کے قاتل ہو تو اپنا نام لکھو تاکہ مجھے یہ یاد رہے کہ رات کے سکوت میں ان کھنڈرات کے اندر میں نے کسے قتل کیا ہے؟

——— سنان آفت و ابتلا کھڑی کر دینے والی آواز میں پھر بولا۔ "اے موشِ دشتی! میرا نام سنان بن عدی ہے۔ میں بنوغسان کے اسی عدی کا بیٹا ہوں جسے ان لوگوں نے قتل کیا تھا جن کے تم محافظ ہو۔ اے دشمنِ بدنہاد یاد رکھ! مرتے وقت میرے باپ کے چہرے پر آنسوؤں کے گہر کے اندر جو سلوٹیں ابھری ہوں گی اس ویرانے میں تم اور تمہارے ساتھیوں سے ان کے درد کی میں پوری قیمت اور سارا حساب طلب کروں گا۔" مرقس نے ایک بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"کاش کوئی موبد و حکیم، کوئی طبیب و دانا تمہیں بتاتا کہ میں کون ہوں؟ اے اجنبی نوجوان! میرے ساتھ مقابلے میں تمہاری کوئی منفعت و سودمندی نہیں، یہ ٹکراؤ تمہارے لیے بے مناط و بے مقصد ہو گا۔ میری موعظت و نصیحت پر عمل کرو اور اس جوان کو جس کا نام میسرہ ہے میرے حوالے کر کے یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں اجل اور موت کا راہنما بن کر تم پر نازل ہوں گا اور تمہارے جسم کو لہولہان کر کے لوٹ جاؤں گا۔ یاد رکھو اس انام و زمین پر ابھی تک کسی ماں نے کسی ایسے فرزند کو جنم نہیں دیا جو مرقس کی ضرب برداشت کر سکے۔"

سنان نے کسی نیرنگ ساز اور ساحر کی طرح اس سیاہ پتھر سے نیچے کودتے ہوئے کہا ۔ "اے نازش و فخر کے پروردہ نوجوان ! تمہارا قتل میری زندگی کا مرام اور حصول ہے قسم اللہ پاک کی تدمر بنت حسان کے ان کھنڈرات میں کسی مُہرکن کی طرح میں تمہارے جسم پر زخموں کی منبت کاری کروں گا ۔ اپنی تلوار اور ڈھال مضبوطی سے پکڑ لو ، میں تم پر حملہ آور ہونے لگا ہوں پھر دیکھنا تمہارے وجد ، ذوق اور کینے کو میں کیسے دھوڈالتا ہوں "۔ دونوں آگے بڑھے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوگئے تھے ۔

میسرہ پتھروں کے اندر سہما ہوا کھڑا تھا اور دونوں کی تلواریں اور ڈھالیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر کھنڈرات کی سلامتی اور سکون کو پرخراش کرنے لگی تھیں ۔ سنان اس قدر جذبے اور جوش سے حملہ آور ہوا تھا کہ وہ مرقس کو دور تک دھکیلتا ہوا لے گیا تھا ۔ مرقس نے کئی بار پینترا بدل کر سنان پر چھا جانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بری طرح ناکام رہا تھا ۔ سنان کے حملوں میں ایسا انوکھا پن وندرت اور ایسی عمدگی و نادر پن تھا جیسے وہ قدرت کے نوامیس کا کوئی محافظ ہو اور محشر برپا کرنے کی خاطر زمین پر اترا ہو ۔ مرقس نے ایک بار اپنی پوری قوت کا سہارا لیتے ہوئے سنان کو دھوکہ دے کر اس پر ایک خطرناک وار کرنے کی کوشش کی لیکن سنان بڑی عمدگی سے اپنا آپ بچا گیا تھا ۔ ساتھ ہی سنان کی آواز بھی ان پرانے اور کہنہ کھنڈرات میں گونج گئی ۔ "مرقس ! سنان بن عدی تمہارے فریب کی یلغار کا شکار نہیں ہوسکتا "۔

اچانک سنان نے من الحیث المجموعہ (مجموعی حیثیت سے) اور پوری قوت کے ساتھ اپنے رب کا نام پکارا " اللہ " پھر اس تیزی سے حملے کرنے لگا تھا کہ وہ شام کی غالب آنے والی سیاہی ، شرار و برق ، آتش زنی و خون ریزی اور تقدیر کے ترکش کا تیر بن کر مرقس کے سر پر موت بن کر کھیلنے لگا تھا ۔ اب وہ مرقس پر حملہ کرتے ہوئے بار بار " اللہ " کی آواز بلند کرنے لگا تھا ۔

مرقس اب سنان کے سامنے اپنے آپ کو تلوار کے فن میں نوآزمودہ ، ناآگاہ ، نومشق اور مبتدی تصور کر رہا تھا ۔ اچانک سنان نے اپنی پوری قوت سے پھر پکارا " میرے اللہ " ! اس کے ساتھ ہی اس نے کسی ایسی مہارت اور کہنہ مشقی سے مرقس پر وار کیا تھا کہ مرقس کی تلوار

درمیان سے کٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی ۔ مرقس خوفزدہ ہوکر پیچھے ہٹنے لگا اور سنان کے حملوں سے بچنے کی خاطر اس نے اپنی ڈھال اپنے سامنے کر لی تھی ۔ اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تلوار کا دستہ اس نے ایک طرف پھینک دیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھال سنبھال لی تھی ۔ سنان چند لمحوں تک مرقس کو ڈس لینے والے زہریلے سانپ کی طرح دیکھتا رہا ۔ پھر اس نے اپنی تلوار نیام میں کر کے ڈھال اپنی پشت پر باندھتے ہوئے کہا ۔ " میرے قریب آؤ میں تمہیں تلوار سے نہیں مارتا ۔ آجاؤ آجاؤ میں تمہیں پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں ۔ ڈرو مت میرے قریب آؤ "۔

مرقس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور اس نے مخمور و مست ہوکر بے حجانانہ و بے خود اوانہ آگے بڑھتے ہوئے سنان سے کہا " تم نے میرے دل کی آرزو پوری کر دی ہے یقیناً تلوار کے فن میں تم مجھ پر وزنی اور بوجھل ہو ۔ میری خواہش تھی تم نہتے ہوکر میرے سامنے آؤ ۔ اے اجنبی نوجوان ! اب پتہ چلے گا طاقت میں ہم دونوں میں سے کون برتر و ارفع ہے "۔ سنان نے مدہوش و حیران کر دینے والی آواز میں کہا " تو پھر آگے بڑھ کر تم ہی پہلے حملہ کرو اور دیکھو میری قوت برداشت کیسی ہے "۔ مرقس آگے بڑھا اور پوری قوت سے ایک گھونسہ سنان کے پیٹ میں مارا ۔ سنان نے اپنا دفاع نہ کیا تھا اور مرقس کے مکے کی سخت ضرب اس کے پیٹ پر پڑی تھی ۔ ساتھ ہی سنان کی زہریلی آواز بھی بلند ہوئی ۔

" اور زور سے مارو یہودی ! " مرقس نے دوسرا مکہ مارا اور سنان نے پھر چلا کر کہا " اور زور سے مارو کمینے ! مرقس نے قلق و اضطراب کے عالم میں تیسرا مکہ مارا ۔ مرقس کی تیسری ضرب پر سنان ذرا سا جھک گیا تھا اور تکلیف محسوس کرتے ہوئے اپنے پیٹ کو سہلا کر اس نے اپنی قہر برپا کرتی ہوئی آواز میں پھر کہا " اور زور سے مارو کتے ! کہ میرا خون گرم ہو اور میں درندہ بن کر تمہارے جسم کو نوچ لوں "۔

سنان کا ابھی ایک ہاتھ پیٹ پر ہی تھا کہ مرقس نے اسے چوتھا مکہ مارنا چاہا ۔ لیکن سنان نے اس کا ہاتھ ہوا کے اندر ہی پکڑ لیا تھا اور پھر اس نے اس قدر زور اور قوت سے اپنے دائیں ہاتھ کا فولادی مکہ مرقس کے پیٹ میں مارا تھا کہ مرقس ہوا میں اچھل کر چند

دم پیچھے جا گرا اور بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا ۔" آہ میں مر گیا ——— سنان ڈی خونخواری سے آگے بڑھا، گرے ہوئے مرقس کو گریبان سے پکڑ کر اُوپر اُٹھایا اور بنا دوسرا مکہ" مرقس کے پیٹ میں مارا ۔ مرقس بے بس ہو کر پتھروں کے اندر گر گیا اور اس ے منہ سے خون بہہ نکلا تھا ۔ سنان نے مرقس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اُوپر اٹھایا پھر پوری ت سے پتھروں پر پٹخ دیا ۔ مرقس بُری طرح کراہ کر رہ گیا تھا ۔

اس سیاح دشت اور عرب گرم و جوان خون رکھنے والے سنان نے مرقس کے ماتھ حیات و ممات کے کھیل کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا ۔ سنان نیچے جُھکا اور پھر مرقس اگریبان پکڑتے ہوئے کہا ۔" کیا تم مانتے ہو، میں تمہیں مات دے چکا ہوں" ۔

مرقس نے بڑی بے بسی سے سنان کی طرف دیکھا ۔ اس کی نظروں میں عبرت خیزی ور بے نام التجائیں تھیں ۔ ساتھ ہی اس کی نحیف آواز بھی سنائی دی ۔ اے کوہ جگر اور باحوصلہ جوان تو مجھ سے بھی طاقت ور ہے ۔ کاش اس دُنیا میں کوئی ایسا جوان بھی ہوتا جو میرے سامنے تمہیں مار مار کر ذلیل و رسوا کرتا اور میں تمہاری بے بسی دیکھ کر قہقہے لگاتا" ۔ سنان نے اپنی تلوار نکالی اور مرقس کی گردن کاٹ دی ۔

سنان نے مرقس کے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب اُتاری اور اسے اپنے گلے میں ڈال کر وہ کھڑا ہو گیا ۔ میسرہ جو ابھی تک دونوں کو لڑتے دیکھ کر دہشت زدہ کھڑا تھا آہستہ آہستہ سنان کی طرف بڑھا ۔ بالکل یوں جیسے کوئی معصوم و بھولا بھالا خرگوش سہما سہما سا کسی خونخوار شیر کی طرف بڑھتا ہے ۔ جب وہ سنان کے قریب گیا تو سنان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔" میسرہ ! تم یہیں رُک کر میرا انتظار کرو ۔ میں قلعے کی طرف جاتا ہوں اور ان دونوں کو بھی یہیں لا کر ماروں گا" ۔

میسرہ نے اثبات میں گردن ہلا دی ۔ سنان اُٹھ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایک سخت مہمیز لگا کر وہ کھنڈرات کے اندر دوڑانے لگا تھا ——— سنان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا قلعے میں داخل ہوا ۔ پختہ صحن میں آ کر اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں ۔ اور اس کا کمیت گھوڑا اپنی دونوں ٹانگیں اُٹھا کر اس زور اور وحشی پن سے ہنہنایا کہ قلعے کی

چار دیواری کے اندر ایک ہنگامہ اور کھلبلی مچ گئی تھی ۔ اس کے ساتھ ہی سنان بلند آواز سے پکارا ۔" اکسوم ! اکسوم !" پھر وہ رُک کر اپنی آواز کی بازگشت سننے کے علاوہ اس کے ردِّ عمل کا بھی انتظار کرنے لگا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد اکسوم اور خمان بھاگتے ہوئے باہر نکلے تھے ۔ ان دونوں کے پیچھے پیچھے جُھکی ہوئی کمر والا بوڑھا بھی باہر آ گیا تھا جس کے ساتھ سنان دن کے وقت بات کر کے گیا تھا ۔

جب وہ تینوں سنان کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے تو سنان نے انہیں پکارتے ہوئے کہا ۔" تم میں سے اکسوم اور خمان کون ہیں ؟" اکسوم نے خمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔" میں اکسوم ہوں اور اس جوان کا نام خمان ہے" ——— " تو پھر تم دونوں کو مرقس نے بلایا ہے اور اس نے کہا ہے کہ بگھی لے کر تدمر کے کھنڈرات میں آ جاؤ" ۔ اکسوم نے پریشان ہو کر پوچھا ۔" مرقس اس وقت تدمر کے کھنڈرات میں کیا کر رہا ہے" ۔

" سنو اکسوم ! وہ اپنے گھوڑے پر سوار ایک جوان کے تعاقب میں کھنڈرات میں داخل ہونے والا تھا کہ میں شہر کی طرف سے آ رہا تھا ۔ میں نے اسے روک کر پوچھا کہ اگر تم قلعے کی طرف سے آ رہے ہو تو بتاؤ مرقس اس وقت قلعے میں ہی ہے" ۔ اس نے کہا میرا نام ہی مرقس ہے ۔ اگر تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ آؤ، میرا وقت ضائع نہ کرو ۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا ۔ جب ہم دونوں اس جوان کے تعاقب میں کھنڈرات کے اندر گئے تو وہاں پندرہ نوجوان اپنی تلواریں سونتے کھڑے تھے ۔ جس جوان کے تعاقب میں مرقس گیا تھا دراصل اس نے دھوکہ کیا تھا ۔ وہ پہلے ہی اپنے آدمی ان کھنڈرات میں بٹھا آیا تھا اور پھر وہ مرقس کو اپنے پیچھے لگا کر وہاں لے گیا تھا ۔ آج اگر میں مرقس کا ساتھ نہ دیتا تو دشمن کے وہ آدمی اسے قتل کر دیتے ۔ ہم نے ان سب کو زخمی کر دیا ہے اور مرقس ان سب کو بگھی میں ڈال کر یہاں قلعے میں لانا چاہتا ہے ۔ اس لیے اس نے کہلا بھیجا ہے کہ تم اور خمان بگھی لے کر میرے ساتھ وہاں چلو" ۔

اُس نے شبہ کی نگاہ سے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ ہم کیسے تم جیسے اجنبی کی باتوں کا اعتبار کر کے بگھی لے کر تمہارے ساتھ چل پڑیں" ۔ سنان نے سخت آواز میں کہا ۔" اے

نوجوان! میں اجنبی نہیں ہوں۔ میں دن کے وقت بھی ایک بار تمہارا پتہ کر کے گیا تھا۔ اس بوڑھے نے شاید میرے متعلق تم دونوں کو ضرور کچھ نہ کچھ بتایا ہوگا۔"

اکسوم نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا "کیا تم وہی نوجوان ہو؟" سنان نے جھکی ہوئی کمر والے بوڑھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے اس پیر فرزانہ سے پوچھ لو۔" اکسوم کے بولنے سے پہلے ہی اس بوڑھے نے کہہ دیا۔ "ہاں، یہ وہی نوجوان ہے جس کے متعلق میں تمہیں بتا چکا ہوں۔" اکسوم نے پھر پوچھا۔ "کیا تمہارا تعلق بنو غسان سے ہے۔" سنان نے بیزاری اور خفگی سے کہا۔ "اے نوجوان تم مجھ پر بے جا شک کر کے میری اہانت کر رہے ہو" پھر اس نے اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی مرقس کی صلیب اتاری اور اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر وہ صلیب اکسوم کو دکھاتے ہوئے "کیا تم اس سنہری صلیب کو پہچانتے ہو یہ خالص سونے کی صلیب ہے اور یہ صلیب مرقس نے مجھے تحفہ میں دی ہے اس لیے کہ میں نے اس کے پندرہ میں سے دس دشمنوں کو ناکارہ بنایا ہے۔ جب کہ وہ صرف پانچ سے ہی نمٹ سکا تھا۔"

اکسوم نے خفگی میں کہا۔ "اے اجنبی! تم ہمارے سامنے مرقس کی توہین کر رہے ہو۔"

سنان غصے میں آگ بگولا ہو گیا وہ وہیں اپنی تلوار کھینچ کر ان دونوں کے سر کاٹنے کے لیے اپنی تلوار بے نیام کرنے لگا تھا کہ اکسوم نے نرم لہجے میں کہا۔ "چلو ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ سنان نے تلوار کے دستے سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور گھوڑے کو واپس موڑ لیا اکسوم اور خمان بھی صحن کے بائیں طرف بگھی کی طرف بڑھے۔ انہوں نے دو گھوڑے بگھی پر جوتے اور سنان کے ساتھ ہو لیے۔ کھنڈرات کے عین سامنے سنان نے انہیں شاہراہ کے کنارے بگھی کو روک دینے کے لیے کہا اور ان دونوں کو اپنے پیچھے آنے کی تاکید کرتے ہوئے وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر کھنڈرات میں داخل ہو گیا۔ اکسوم اور خمان بھی شاہراہ کے کنارے بگھی کھڑی کر کے سنان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے تھے۔ کھنڈرات میں تھوڑی دور آگے جا کر سنان نے اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے ان دونوں سے کہا۔ "اپنی تلواریں بے نیام کر لو۔ ان کھنڈرات میں ہمیں احتیاط کرنی چاہیے۔ اکسوم اور خمان گھبرا گئے اور فوراً انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لی تھیں ... مرقس کی لاش کے قریب سنان نے اپنا گھوڑا روکا میسرہ ابھی

تک وہیں کھڑا تھا جہاں سنان اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ پھر سنان چیتے جیسی پھرتی کے ساتھ مڑا اور مرقس کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے شب کے سناٹے میں اپنی بھیانک و پر ہیبت آواز میں پوچھا۔ "میرے باپ کے قاتلو! دیکھو کیا یہ اسی مرقس کی لاش نہیں ہے جسے تم نے ناقابلِ تسخیر جان کر اپنا محافظ مقرر کر رکھا تھا۔ اکسوم نے اپنی تلوار لہراتے ہوئے بدحواسی میں چلا کر کہا۔ "تم کون ہو؟ ہمیں یہاں کیوں لائے ہو اور مرقس کو کس نے قتل کر دیا ہے۔"

سنان اپنی تلوار لہرا کر اکسوم کی طرف بڑھا۔ پھر اس ویران ماحول میں اس کی شعلۂ بیدار اور سیل بلا انگیز جیسی آواز سنائی دی۔ "سنو اکسوم اور خمان! میں بنو غسان کا سنان بن عدی ہوں، وہی سنان بن عدی جس کے باپ کو تم لوگوں نے قتل کیا تھا۔ تمہارے دونوں محافظ سیورس اور مرقس کو میں نے قتل کیا ہے اور اب ان کھنڈرات کے اندر میں تم دونوں کے جسم کی ہر عرق و رگ کاٹ کر رکھ دوں گا اور تمہاری زار و زبوں حالت پر آج شب تدمر کا آسمان اس کھنڈر کو محوِ فغاں دیکھے گا"۔ اس بار خمان نے غصے میں اپنی تلوار لہراتے ہوئے کہا۔ "ہم تمہارا مقابلہ کریں گے۔ حرب و ضرب کا سامان استعمال کرنے میں ہم ایسے لاغر نہیں ہیں جس قدر تم سمجھ کر بات کر رہے ہو۔ ہم لڑنے کے ہر فن میں کمالیت و کاملیت رکھتے ہیں اور تمہارے باپ کی طرح ہم تمہیں بھی زمین بوس کر دیں گے" —— "تو پھر آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کرو۔ میں تمہاری کمالیت دیکھتا ہوں۔ اگر میں نے تم دونوں کو اس طرح اکھاڑ نہ دیا جس طرح کوئی نخل بند خشک پودے کو باغ سے اکھاڑ باہر پھینکتا ہے، تو مجھے سنان بن عدی نہ کہنا"۔

وہ دونوں جب سنان پر حملہ کرنے کے لیے سنان کی طرف بڑھے تو قریب ہی کھڑے میسرہ نے اپنے منہ سے بھیانک آواز نکالی پھر اس نے اپنی تلوار نکالی اور لنگڑی ٹانگ کو گھسیٹتا ہوا وہ خمان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ عرصے سے انتقام کی آگ میں جلتا ہوا لنگڑا اور بے زبان میسرہ اس سمے میسرہ نہ رہا تھا وحشی بن گیا تھا۔ اس قدر وحشت، سودا، رمیدگی جنوں اور ہیبت کے ساتھ وہ حملہ آور ہوا تھا کہ خمان کو اپنے آگے آگے دھکیلتا ہوا وہ دور

تک لے گیا تھا۔ نعمان نے چاہا کہ اس لنگڑے اور بے زبان میسرہ کو ختم کر دے لیکن وہ ناکام رہا تھا۔ دوسری طرف سنان بھی اکسوم سے لڑتے ہوئے میسرہ کی سلامتی اور حفاظت کی خاطر اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ وہ میسرہ کے لڑنے کا وحشی پن دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ میسرہ لنگڑا ہونے کے باوجود ثابت کر رہا تھا کہ وہ اب بھی لڑنے کے فن میں منفرد و یکتا ہے۔ نعمان زیادہ دیر تک میسرہ کا سامنا نہ کر سکا اور میسرہ نے اس کا سر کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اس وقت تک سنان نے اکسوم کو اپنی ڈھال مار کر زمین پر گرا دیا تھا اور وہ اس کے تلوار والے ہاتھ پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

سنان نے نیچے جھک کر اکسوم سے تلوار چھین لی۔ پھر اس نے اکسوم کو کھڑا ہونے کو کہا۔ اکسوم کھڑا ہو گیا۔ وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔ سنان نے اس کی گردن پر اپنی تلوار کی نوک رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر زندگی چاہتے ہو تو بتاؤ نابلس میں تمہارے تین ساتھی کس جگہ رہتے ہیں اور ان کے نام کیا ہیں"۔ سنان کی بھاری اور تیز تلوار کی چبھن ایسی سخت تھی کہ اکسوم بلا حیل و حجت بول پڑا۔ "نابلس شہر کے وسط میں ایک بوڑھا پھل فروش ہے جس کی ناک اور پیشانی پر زخم کے نشان ہیں۔ اس کا نام جبلیاط ہے اور وہ تینوں اس پھل فروش بوڑھے کے گھر رہتے ہیں"۔ سنان نے پھر تلخ ہو کر پوچھا۔ "ان تینوں کے نام بھی بتاؤ"۔

اکھڑتی ہوئی آواز میں اکسوم نے جواب دیا۔ "ان کے نام عمورس، حارب اور بوتاس ہیں"۔ "اور تمہارے ساتھ جو تین یہودی تھے وہ کہاں اور کس کے پاس ہیں"———

"وہ انطاکیہ کے آگے ایک قصبہ تل الجدید میں ایک آہن گر کے گھر رہتے ہیں۔ اس آہن گر کا نام ایاس ہے اور وہ ان تینوں میں سے ایک کا چچا ہے"——— سنان نے اپنی تلوار کی نوک پر وزن بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ان کے نام بھی بتاؤ"۔

اکسوم کپکپاتی آواز میں بولتا چلا گیا۔ "ان کے نام سمعان، شماعیل اور مرقبوس ہیں"۔ سنان فوراً اپنی تلوار حرکت میں لایا اور اکسوم کی گردن کاٹ دی۔ پھر سنان نے مرقس اکسوم اور نعمان کے کپڑوں کی تلاشی لی اور جس قدر نقدی ان کی جیبوں سے نکلی وہ اس نے میسرہ کو تھما دی تھی۔ کسوم اور نعمان کے گلے سے اس نے سنہری صلیبیں بھی اتار لی تھیں۔

میسرہ کے قریب آ کر سنان نے اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "میسرہ زبان کٹ جانے اور ٹانگ ٹوٹ جانے کے باوجود تم بہترین تیغ زن ہو۔ واللہ تمہارے حملہ کرنے کے انداز میں ایک انوکھا اور الگ جذبہ اور ولولہ میں نے دیکھا ہے۔ تم ایک بہترین ساتھی اور مصاحب ہو۔ اب اپنے گھوڑے کو پکڑو اور میرے ساتھ آؤ"——— میسرہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھ گیا۔

سنان نے پہلے پچکار کر مرقس کا گھوڑا پکڑا اور ساتھ لے کر وہ کھنڈرات سے باہر نکلنے لگا تھا۔ میسرہ اپنا گھوڑا پکڑے اس کے ساتھ تھا اور سنان کا گھوڑا خود بخود اس کے پیچھے پیچھے آنے لگا تھا۔ بگھی کے پاس آ کر سنان نے مرقس کا گھوڑا بگھی کے ساتھ باندھتے ہوئے میسرہ سے کہا۔ "میسرہ اپنا گھوڑا بگھی کے ساتھ باندھ دو اور بگھی کے گھوڑوں کو ہانک کر بگھی کو سرائے کی طرف لے چلو۔ ایک ماہ بعد برسات کا موسم شروع ہو گا اور یہ بگھی ہمارے کام آئے گی"۔

میسرہ اپنے گھوڑے کو بگھی کے ساتھ باندھ کر بگھی پر بیٹھا اور منہ سے عجیب سی آواز نکال کر اس نے دونوں گھوڑوں کو ہانک دیا۔ سنان اپنے گھوڑے پر سوار اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

میسرہ نے سنان کے کہنے پر سرائے سے باہر بگھی روک دی تھی اور اپنا گھوڑا کھول کر وہ سنان کے ساتھ سرائے میں داخل ہوا۔ سنان نے مرقس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ اور اپنا گھوڑا اس نے بگھی کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ مرقس کا گھوڑا اصطبل میں باندھنے کے بعد سنان نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "میسرہ! تم یہیں کھڑے رہو۔ میں ذرا سرائے کے مالک سے بات کر آؤں۔ میں ان سارے فالتو گھوڑوں کو بیچ دینا چاہتا ہوں۔ تم، قسطونہ اور نوفل تینوں بگھی میں سفر کرنا۔ اس طرح اس مہم کا سارا سفر تم تینوں کے لیے آرام وہ اور سہل و بے صعوبت ہو جائے گا"۔

سنان سرائے کے مالک کے پاس آیا اور بڑے احترام کے ساتھ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔ میرے پاس کچھ فالتو

گھوڑے ہیں جو میں بیچنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے اپنے ساتھیوں کے لیے بگھی کا انتظام کر لیا ہے۔ کیا تم وہ گھوڑے خریدنا چاہو گے"۔ سرائے کے مالک نے بڑے اشتیاق سے کہا ضرور خرید لوں گا" ——— "تو پھر میرے ساتھ اصطبل چل کر گھوڑے دیکھ لو اور سودا طے کر لو"۔ سرائے کا مالک اصطبل میں آیا۔ سنان نے اسے نوفل، قسطونہ، میسرہ اور مرقس کے گھوڑے دکھائے اور تھوڑی دیر کی بحث کے بعد سودا طے ہو گیا۔ سرائے کے مالک نے سنان کو رقم ادا کر دی اور یوں سنان نے اپنی نقدی میں اضافہ کر لیا تھا۔ سنان پھر اصطبل میں آیا اور میسرہ سے کہا۔ "میسرہ! تم بگھی میں جا کر بیٹھو۔ میں قسطونہ اور نوفل کو لے کر آتا ہوں۔ ہمیں فوراً یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے۔ ورنہ ہمارے لیے کئی خطرات اور اُلجھنیں اُٹھ کھڑی ہوں گی"۔

میسرہ لنگڑاتا ہوا سرائے سے باہر نکل گیا۔ سنان سیڑھیاں چڑھ کر اُوپر آیا اور اپنے کمرے کے دروازے کو اندر دبا کر دیکھا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی اندر سے نوفل کی آواز سُنائی دی۔ "کون ہے؟" سنان نے پھر دستک دیتے ہوئے کہا۔ "نوفل! جلدی دروازہ کھولو۔ میں سنان ہوں"۔ کمرے میں کسی کے بھاگنے کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھُل گیا۔ اور قسطونہ اپنی تمام تر تر و تازگی اور حسن و وجاہت کے ساتھ سنان کے سامنے کھڑی تھی۔ سنان اندر داخل ہوا۔ قسطونہ دروازہ بند کر کے سنان سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ نوفل نے اس سے پہلے ہی پوچھ لیا۔ "جس مہم پر گئے تھے اس کا کیا بنا"۔ سنان نے نوفل کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ "میں ان تینوں کو شہر سے باہر ایک ویرانے میں قتل کر آیا ہوں۔ تم فوراً اپنا سامان سمیٹو اور یہاں سے کوچ کریں۔ اب ہمارا یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے۔ میں نے سارے گھوڑے سرائے کے مالک کے ہاتھ فروخت کر دیے ہیں اور تم لوگوں کے آرام و سکون کے لیے میں نے ایک بگھی کا انتظام کر لیا ہے۔ جلدی کرو۔ میں بہت جلد تدمر کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں"۔

قسطونہ اور نوفل نے فوراً اپنا مختصر سا سامان سمیٹ لیا پھر وہ سنان کے ساتھ باہر آئے۔ سیڑھیوں کے قریب ہی سرائے کا مالک کھڑا تھا۔ سنان کو دیکھتے ہی اس نے مؤدب

ہو کر کہا۔ "میرے لائق کوئی اور خدمت"۔ سنان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری مہربانی"۔ سرائے کے مالک نے پھر پوچھا۔ "اب آپ کس طرف کوچ کریں گے؟ اور آپ کی منزل کیا ہو گی؟" سرائے کے مالک کو غلط تاثر دیتے ہوئے سنان نے کہا۔

"میں جس مقصد کے لیے تدمر آیا تھا اسے مکمل کر چکا اب میری منزل حلب اور مدینۃ الرہا کے درمیان بنو غسان کی ایک بستی دہر القمر ہے"۔ سرائے کا مالک خاموش رہا۔ سنان قسطونہ اور نوفل کے ساتھ سرائے سے باہر آیا۔ نوفل اور قسطونہ کو اس نے بگھی میں بیٹھنے کو کہا۔ خود وہ اپنا گھوڑا کھول کر اس پر سوار ہو گیا تھا۔ اور پھر اس کا اشارہ پا کر میسرہ نے بگھی کے گھوڑوں کو ہانک دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد شہر سے نکل کر بگھی تدمر سے دمشق اور یروشلم جانے والی سڑک پر اُڑی جا رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ سنان کا گھوڑا بھی سرپٹ دوڑ رہا تھا۔

بنو غسان کا سردار بطروس اپنی بستی سے باہر ایک شہ نشین پر بیٹھا تھا اور اس کے سامنے جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی بنو غسان کے مسلح نوجوان بیٹھے ہوئے تھے جن کا تعلق دہر القمر کے علاوہ بنو غسان کی سینکڑوں دوسری بستیوں اور نخلستانوں سے تھا۔ یوں لگتا تھا گویا وہ کسی اہم کام کے سلسلے میں جمع ہوئے ہوں۔ چاندنی رات میں جہاں تک نظر پڑتی تھی۔ مسلح جوانوں کے سر ہی سر دکھائی دیتے تھے۔ دِل آرام و رنگین چاندنی رات میں نخلستانوں کے گرد پھیلے ہوئے صحرا کا بدن لعل و مرمر کی طرح چمک رہا تھا۔ ہر طرف شادمانی و فرحانی رقص و جولاں تھی اور صحرا کے حسن و شباب کے نغموں میں تیز ہوا، کھجور کے اونچے اونچے درختوں سے ٹکراتی ہوئی نفسِ مجہول کی طرح بہک رہی تھی۔ بطروس کچھ دیر تک سوچوں کے سمندر میں کھویا رہا پھر اس کی تیز اور بلند آواز گونجی۔

"اے بنو غسان! کیا تمہیں خبر ہے ہماری بستی کا نوجوان سنان بن عدی یہاں سے بھاگ کر بنو لخم میں چلا گیا ہے۔ میرے علاوہ تم سب بھی اس بات کی خبر رکھتے ہو کہ بنو لخم ہی نہیں بنو غسان میں بھی کوئی ایسا جوان نہیں جو طاقت اور تلوار میں سنان بن عدی کا مقابلہ کرے وہ

ایک ایسا جوان ہے جو اگر چاہے تو کوہ تک کا جگر چیر کر رکھ دے۔ قبل اس کے کہ بنو لخم سنان بن عدی کو ہمارے خلاف استعمال کریں میں چاہتا ہوں ہم خود ہی بنو لخم پر حملہ کرنے میں پہل کرکے انہیں اس قدر کمزور کر دیں کہ وہ آئندہ ہمارے خلاف اُٹھنے کا ارادہ تک نہ کر سکیں۔ یاد رکھو۔ اگر سنان بن عدی نے بنو لخم کے جوانوں کو اپنے گرد جمع کرکے ہم پر حملہ کرنے میں پہل کر دی تو پھر وہ ہمیں اس صحرا سے اُکھاڑ کر انطاکیہ بلکہ اس سے بھی شمالی علاقوں کی طرف دھکیل دے گا۔ کیا تم اس پر متفق ہو کہ ہمیں بنو لخم پر حملہ آور ہو جانا چاہیئے"۔

بنو غسان کے نوجوان شور کرنے لگے تھے "بنو لخم کو اس صحرا میں اپنا دبیل اور باجگزار بنا کر رکھنا چاہیئے ورنہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ وہ آہستہ آہستہ بنو غسان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیں گے"۔

بطروس نے بلند آواز سے اپنے جوانوں کو مخاطب کرکے پھر کہا۔ "سنو! سنو! اس وقت بھی ہم تنہا بنو لخم کو شکست نہیں دے سکتے۔ میں نے اپنی بستی سے دو ایسے بزرگ تیار کیے ہیں جو امیر جوسلین[۱] کے پاس قلعہ دیر اسمعان جائیں گے اور اس سے مدد و کمک طلب کریں گے۔ اس طرح ہم جوسلین کے ساتھ مل کر بنو لخم کو ایک فیصلہ کن شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جس کے بعد وہ اس صحرا میں ہماری طرف کبھی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکیں گے۔

۱ـ پہلی صلیبی جنگ میں جب نصرانیوں نے مسلمانوں کا شہر الرہا (اُڈیسہ) مسلمانوں سے چھین لیا تو جوسلین نام کے ایک امیر کو اس شہر کا حاکم مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد عماد الدین زنگی نے یہ شہر دوبارہ حاصل کر لیا اور جوسلین نے بھاگ کر قلعہ دیر اسمعان میں پناہ لے لی تھی جو انطاکیہ کے مشرق میں ایک مضبوط اور وسیع قلعہ ہے اور اب عماد الدین فوت ہو چکا تھا اور اس کی جگہ نور الدین زنگی مسلمانوں کا حکمران تھا۔ جوسلین نے انطاکیہ اور طارس کے حکمرانوں کے ساتھ مل کر الرہا دوبارہ حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ اس کے علاوہ ارضِ شام کے انتہائی شمال کے ارمنی اور گرجستانی عیسائیوں کو بھی بڑی تعداد میں اپنے ساتھ ملا رہا تھا۔ جوسلین کو شبہ ہی نہیں یقین

بنو غسان کے نوجوانو! تم سب کو یہاں جمع کرنے کا منشا اور مقصد یہ ہے کہ سارے بنو غسان کو اطلاع کر دی جائے کہ شاید ایک ماہ تک ہم بنو لخم پر حملہ آور ہوں۔ لہٰذا سب بستیاں اور نخلستان ابھی سے جنگ کی تیاری شروع کر دیں۔ تم سب اپنی اپنی بستیوں میں واپس جاؤ اور جس قدر جوان ہو سکیں انہیں جمع کرکے جنگ کی باقاعدہ تربیت دو تاکہ بنو لخم کے خلاف ہمیں پریشانی و ندامت نہ اُٹھانی پڑے۔ اب تم لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور جنگ کی تیاری کرو۔ ہزاروں کی تعداد میں جمع وہاں لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ اپنے اپنے نخلستانوں کو روانہ ہو گئے تھے۔ صحرا کے اندر بنو لخم کے خلاف بنو غسان کی یہ پہلی وسیع پیمانے پر سازش تھی کہ وہ اوروں سے مدد حاصل کرکے بنو لخم، جو اسلام کے شیدائی، مربی اور حامی تھے انہیں ختم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

بطروس کی بلائی ہوئی مؤتمر میں حصہ لینے کے بعد سنان کا عم زاد سراقہ جب اپنے گھر داخل ہوا تو ماریہ اس کی بہن صحن میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ سراقہ کا باپ عسفان ابھی تک بطروس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ شاید بستی کے بزرگ مل کر کوئی اہم فیصلہ کر رہے تھے سراقہ کو دیکھتے ہی ماریہ نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

"اخی! اس مؤتمر میں بطروس نے کیا کہا ہے؟" سراقہ ماریہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی گردن جھک گئی اور غم آلود لہجے میں اس نے کہا۔ "بنو غسان اندر ہی اندر بنو لخم پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ کل ایک وفد مدینہ الرہا کے سابق حکمران امیر جوسلین کے پاس مدد کے لیے روانہ کر رہے ہیں۔ جو ان دنوں قلعہ دیر اسمعان میں مقیم ہے اور مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف ہے۔ بطروس کا اصل مقصد ہمارے عم زاد سنان سے انتقام لینا ہے"۔

ماریہ نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اخی! آخر سنان ہمارا عم زاد بھائی ہے ہمیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶) تھا کہ عماد الدین کے بعد اس کا جوان بیٹا میدانِ جنگ میں اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا اور وہ اپنے مقبوضات دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اس سازش کے متعلق اُسے ضرور آگاہ کرنا چاہیے۔ اخی! میرا تو اب ایک ہی غم زاد رہ گیا ہے جو مجھے اپنی جان پر بھی مقدم اور عزیز ترین ہے۔ وہ ایک مشفق و ہمدرد بھائی ہے یقیناً وہ بنو لخم میں جا کر بھی اپنے بھائی سراقہ اور بہن ماریہ کو نہ بھولا ہوگا۔" ماریہ رو پڑی اور سراقہ سے پھر کہا۔" اخی! اگر سنان کو کچھ ہو گیا تو دیر القمر میں ماریہ زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکے گی۔"

سراقہ نے بڑی بے بسی سے کہا۔" آہ! میں کیسا بدقسمت ہوں کہ اپنے بھائی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ سنو ماریہ! بطروس نے صحرا کے اندر جگہ جگہ جاسوس مقرر کر دیئے ہیں تاکہ بنو لخم کا کوئی ہمدرد ان تک کوئی اہم خبر نہ پہنچا دے۔ ہم مجبور ہیں ماریہ! سخت مجبور ہیں۔" ماریہ جواب میں کچھ کہنے والی تھی کہ ان کا باپ عسفان گھر میں داخل ہوا اور وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

قلعہ دیر السمعان میں الرہا کا شکست خوردہ عیسائی حکمران امیر جوسلین ایک کمرے میں اپنے چند رفقائے کار اور مصاحبوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایک بلند قامت اور خوب گٹھے ہوئے سخت و توانا جسم کا مالک تھا۔ اس کی بھوری داڑھی خوب گھنی مگر چھوٹی سی تھی۔ اور اس کے سر کے بال خوب لمبے اور اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ انطاکیہ اور طارس کے عیسائی حکمرانوں اور شمال کے ارمنی عیسائیوں کے نمائندوں سے بات چیت کر رہا تھا۔ کہ اس کا ایک دربان اندر داخل ہوا اور اپنے سر کو کسی قدر خم کرتے ہوئے کہا۔

" آقا! بنو غسان کے بزرگوں کا ایک وفد آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ وہ ابھی ابھی قلعہ میں داخل ہوئے ہیں اور کسی اہم مسئلہ پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

جوسلین نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔" انہیں عزت و احترام کے ساتھ اندر لے کر آؤ۔" دربان باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ بنو غسان کے دو سفید ریش بزرگوں کے ساتھ دوبارہ اس کمرے میں داخل ہوا۔ جوسلین نے ہاتھ کے اشارے سے وفد کے دونوں ارکان کو اپنے قریب ہی ایک نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وفد کے وہ دونوں ارکان اس نشست پر

بیٹھ گئے اور دربان ایک بار پھر اپنے سر کو جھکاتا ہوا اس کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

کمرے میں چند لمحوں تک سکوت رہا پھر جوسلین نے بنو غسان کے ان دونوں بوڑھوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔" بنو غسان کے دونوں بزرگوں نے یہاں آنے کی کیسے تکلیف کی۔" ایک بوڑھے نے اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔" ہمیں بنو غسان کے سردار بطروس نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔" جوسلین نے بیتابی سے پوچھا۔" مدعا؟" ——— " ہمارا قبیلہ بنو لخم کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ کر کے انہیں کمزور کر دینا چاہتا ہے تاکہ آئندہ کسی وقت بھی وہ ہماری راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو وہ بنو غسان میں اسلام پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بطروس اس سلسلے میں آپ کی اعانت و استمداد چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ قلعہ سمعان سے آپ ایک لشکر لے کر نکلیں جس کے ساتھ بنو غسان مل کر بنو لخم کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

جوسلین نے چند لمحوں کی سوچ کے بعد پوچھا۔" تم لوگ کب تک بنو لخم پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟" اس بار دوسرے بوڑھے نے جواب دیا۔" ہم ایک ماہ تک اپنے آپ کو اس حملے کے لیے تیار کر لیں گے۔" جوسلین نے پھر پوچھا۔" جنگ کی صورت میں بنو غسان کس قدر لڑاکا اور جنگی تجربہ رکھنے والے جوانوں کو میدانِ جنگ میں لا سکتے ہیں" ——— " ہم پندرہ ہزار جوان میدان میں اُتار سکتے ہیں۔" جوسلین نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔" تو پھر جاؤ اپنے سردار بطروس سے کہنا۔ ایک ماہ بعد ہم اپنے لشکر کے ساتھ اس سے آ ملیں گے۔" جوسلین نے قریب ہی لٹکتے ہوئے پیتل کے طشت پر لکڑی کے ہتھوڑے کی چوٹ لگائی جس کے جواب میں دربان پھر اندر آیا۔ جوسلین نے اپنے ان دونوں بوڑھوں کو شاہی مہمان خانے لے جانے کو کہا اور دوبارہ وہ اپنے مصاحبوں سے بات چیت کرنے لگا تھا۔

رات خوب پھیل گئی تھی۔ چاند غروب ہو گیا تھا۔ فضاؤں میں اندھیرے، تاریکی اور سکوت کی بساط بچھ گئی تھی۔ خوفناک رات نے ہر چیز کو لپیٹ لیا تھا۔ آسمان پر ماتمی ستارے اپنی گم گشتہ منزلوں کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے اور بوڑھاپے کراں صحرا خانہ ویران کی زیرگی کی طرح

ناکت خیزی و ناداری کا شکار ہو گیا تھا۔ ایسے میں ایک شتر سوار بڑی تیزی سے صحرا کے اندر اپنے اونٹ کو بھگا رہا تھا۔ وہ عجلت و جلدی میں تھا کہ وہ اپنے منہ سے عجیب طرح کی فگار و مجروح آوازیں نکالتا ہوا بار بار نکیل کی رسّی سے اونٹ کو مار رہا تھا۔ وہ سراقہ بن عسفان تھا۔ سنان کا عم زاد اور ماریہ کا بھائی۔ اس کا رخ بنو غسان سے بنو لخم کے قبیلہ کی طرف تھا۔ رات کے اس سمے جب کہ برگ و بار نخل تک گہری خاموشی سے بغل گیر ہو گئے تھے اس کا سرخ رنگ کا توانا اونٹ اوہام کے جال کی طرح پھیلے ہوئے صحرائی ٹیلوں کے اندر اپنے راستے کے کھر کھوج تلاش کرتا ہوا سرپٹ بھاگ رہا تھا۔

اونٹ صحرا کے اندر کافی دیر تک بھاگتا رہا اور سراقہ اسے بار بار نکیل کی رسّی مار مار کر ہانکتا رہا۔ پھر صحرا کے اندر ذرا فاصلے پر اسے روشنی دکھائی دی۔ سراقہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی کیونکہ وہ بنو غسان کی حدود سے نکل کر بنو لخم کی سرزمین میں داخل ہو رہا تھا اور جو روشنی اسے دکھائی دی تھی وہ بنو لخم کا ایک سرحدی نخلستان تھا۔ سراقہ بلا جھجک اس نخلستان میں داخل ہوا اور ایک مکان کے بند کواڑ پر دستک دی تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھے نے دروازہ کھولا اور اونٹ پر بیٹھے ہوئے سراقہ سے پوچھا۔ "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔" سراقہ نے ملتجی ہو کر کہا۔ "مجھے اس نخلستان کے امیر کے پاس لے چلو، میرے پاس ایک ایسا پیغام ہے جس پر بنو لخم کی سلامتی و حفاظت کا انحصار ہے۔" بوڑھا پریشان ہو کر بولا۔ "ایسی بات ہے تو آؤ میرے ساتھ۔" سراقہ نے اپنے اونٹ کو بوڑھے کے پیچھے لگا دیا تھا۔

دو چار گلیوں کے گزرنے کے بعد اس بوڑھے نے ایک حویلی کے دروازے پر دستک دی۔ چند لمحوں بعد کسی نے دروازہ کھولا اور اس بوڑھے نے دروازہ کھولنے والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سراقہ سے کہا۔ یہ اس نخلستان کے امیر ہیں۔ سراقہ نے وقت ضائع کیے بغیر نخلستان کے امیر سے پوچھا۔ "کیا آپ سنان بن عدی کو جانتے ہیں۔ امیر نے بڑی دلچسپی سے کہا۔ "اس بہادر و نجیب جوان کو کون نہیں جانتا جو مسلمان ہے اور بنو غسان سے بھاگ کر ہمارے قبیلے میں وارد ہوا ہے۔ وہ ہمارے قبیلے کے سردار کی بستی میں رہتا ہے۔

"کیا آپ اسے میرا ایک پیغام پہنچا دیں گے"؟ ——— "ضرور پہنچا دوں گا۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو"؟ ——— "میں بنو غسان کی بستی دیر القمر سے آیا ہوں۔ میرا نام سراقہ ہے اور میں سنان کا بھائی ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔" نخلستان کے امیر نے سراقہ کے اونٹ کی نکیل پکڑتے ہوئے کہا۔ "اگر تم سنان کے عم زاد ہو تو اندر آ کر بیٹھو پھر بات کرو۔ خدا کی قسم سنان بن عدی کا بھائی میرے گھر کے باہر یوں اجنبیوں کی طرح کھڑا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ———

سراقہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "سنو! میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں بہت جلد واپس لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ بنو غسان کو اگر خبر ہو گئی کہ میں بنو لخم کے لیے جاسوسی کی غرض سے نکلا ہوں تو وہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ صحرا کے اندر بنو غسان نے جگہ جگہ جاسوس پھیلا رکھے ہیں اور میں اصل راہ سے ہٹ کر یہاں پہنچنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ ورنہ وہ جاسوس مجھے صحرا کے اندر ہی قتل کر چکے ہوتے۔" نخلستان کے امیر نے نکیل چھوڑتے ہوئے کہا۔ "کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو"؟

سراقہ نے نکیل اپنے ہاتھ کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔ "سنان سے کہنا بنو غسان اندر ہی اندر جنگ کی تیاری کر رہے ہیں اور ایک ماہ بعد وہ بنو لخم پر حملہ آور ہوں گے۔ اس حملے میں مدینۃ الرہا کا سابق عیسائی حاکم جوسلین بھی اپنی افواج کے ساتھ بنو غسان کی مدد کریگا۔ بنو غسان کے سردار بطردس کو خوف ہے کہ سنان بنو لخم کے جوانوں کو منظم کرنے کے بعد بنو غسان پر حملہ کر کے انہیں صحرا کے اس حصّے سے بھاگ جانے پر مجبور کر دے گا۔ اس لیے وہ بنو لخم پر پہلے ہی حملہ کر کے اپنی پیش بندی کر لینا چاہتا ہے۔ سنان سے کہنا جنگ کی پوری تیاری کرے اور بنو غسان کے ساتھ امیر جوسلین کو ایسی شکست دے جو اس صحرا کے اندر برسوں یادگار رہے"۔

نخلستان کے امیر نے پریشانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن سنان بن عدی تو اپنے باپ کے قاتلوں کی تلاش میں قبیلے سے باہر گیا ہوا ہے۔"

سراقہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تو پھر میرا یہ پیغام اپنے قبیلے کے سردار ابن قطام

تک پہنچا دینا۔ مجھے اُمید ہے سنان کی غیر حاضری میں وہ سارے انتظامات مکمل کرلے گا۔ اب مجھے اجازت دو، مَیں جاتا ہوں۔ مَیں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں۔ اور سنو! سنان کو یہ پیغام بھی دینا کہ اس کی بہن ماریہ اسے سلام کہتی ہے اور اسے یہ بھی کہنا کہ وہ پگلی اس کی یاد میں اکثر روتی رہتی ہے۔"

سراقہ نے اُونٹ کو موڑ کر ایڑ لگا دی اور اونٹ واپس بھاگ کھڑا ہُوا۔ نخلستان سے باہر نکل کر سراقہ نے اُونٹ کے کجاوے سے بندھے ہوئے مشکیزے سے پانی پیا اور دوبارہ اُونٹ کو مارنے لگا اور اُونٹ بڑی تیزی سے بھاگتا ہُوا ریت کے ٹیلوں کے اندر روپوش ہو گیا تھا۔ اونٹ اب اسی راستے پر دیر القمر کی طرف بھاگ رہا تھا جس راستے سے وہ بنو لخم کے نخلستان کی طرف آیا تھا۔

ایک روز جب کہ سُورج غروب ہو رہا تھا۔ سنان اپنے ساتھیوں کے ساتھ یروشلم کے شمال میں ایک شہر بنیامین میں داخل ہُوا تھا۔ بازار میں آکر اس نے میسرہ کو بگھی روکنے کا اشارہ کیا اور میسرہ نے باگیں کھینچ کر دونوں گھوڑوں کو روک دیا۔ سنان بگھی کے پیچھے آیا۔ وہ شاید قسطونہ اور نوفل کو نیچے اترنے کا کہنا چاہتا تھا کہ وہ دونوں خود ہی نیچے اُتر گئے۔ قسطونہ نے اپنے کپڑے درست کرتے ہوئے مغرب کی طرف دیکھ کر نوفل سے کہا۔ "شام ہو گئی ہے۔ سنان کہاں ہے؟" اس نے جب مڑ کر دیکھا تو سنان اپنے گھوڑے پر سوار اس کے سامنے کھڑا تھا۔ قسطونہ نے افشاں و شیریں آواز اور رستے جھرنوں جیسے لہجے میں پوچھا۔ "یہ کون سا شہر ہے سنان؟"

سنان اپنے گھوڑے سے اُترتا ہُوا بولا۔ "یہ بنیامین ہے، یہاں سے آگے یروشلم اب چند ہی میل ہے۔" قسطونہ نے غنودہ سی پلکوں میں کہا۔ "سنان شام تو ہو رہی ہے۔ کیا یہ رات یہیں نہ بسر کریں۔ کئی روز بعد یہاں سے تازہ کھانے کو بھی ملے گا۔" سنان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مَیں نے بھی اسی لیے بگھی کو یہاں رکوایا ہے۔ تم تینوں یہاں رُک کر میرا انتظار کرو وہ سامنے سرائے ہے مَیں اس میں ایک کمرے کا بندوبست کرتا ہوں۔" سنان نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور سرائے کی طرف چلا گیا۔

قسطونہ وہیں کھڑے ہو کر بڑے احساس دبیداری کے ساتھ سنان کو دیکھتی رہی جب وہ اپنا گھوڑا پکڑے سرائے میں داخل ہُوا تو قسطونہ مڑی اور نوفل کے پاس آکر کھڑے

ہوتے ہوئے پوچھا۔ "نوفل چچا! کیا تم ان شہروں کے متعلق واقفیت رکھتے ہو"۔

نوفل نے قسطونہ کی طرف دیکھتے ہوئے فرخناک و شاداں لہجے میں کہا۔ "ہاں بیٹی! مَیں کئی بار ان شہروں کی طرف سفر کر چکا ہوں"۔ قسطونہ نے اس بار چونکا دینے والا سوال کر دیا۔ "اے عم! کیا سنان کی طرح تم بھی مسلمان ہو"۔ نوفل نے قہقہہ لگایا اور کھلتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میری بیٹی! مَیں ان دنوں کا مسلمان ہوں۔ جب سنان کے ابّی علری نے اسلام قبول کیا تھا۔ مَیں نے سنان کی ماں کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔ خدا اُسے جنت نصیب کرے وہ ایک پیامِ سکون رکھنے والی بیوی، نویدِ شفا کی مالک ماں اور بڑا رس رُوپ رکھنے والی بیٹی تھی" ——— قسطونہ نے بیچ میں بول کر بچوں کی طرح مچلتے ہوئے پوچھا۔ "بھلا بتاؤ اس سے آگے کون سا شہر آئے گا"۔ نوفل نے قسطونہ کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میری بچّی! اب آگے یروشلم آئے گا۔ اس سے آگے جنوب کی طرف چھ میل کے فاصلے پر نابلس ہے اور اس سے آگے جبرون[1] ہے جس کا فاصلہ یروشلم سے اٹھارہ میل ہے۔ سنو جبرون شہر کے جنوب میں ایک بہت بڑا اور بارونق چوک ہے جس کے گرد ایک خوبصورت بازار ہے۔ اس چوک سے ایک سڑک شمال مغرب کی طرف بیت شمس کو، دوسری سیدھی مغرب کو غزہ کی طرف اور تیسری جنوب مغرب کی طرف بیر سبع کی طرف جاتی ہے۔ سنو اس چوک سے ایک چوتھی سڑک بھی نکلتی ہے جو بحیرہ لوط کی طرف چلی گئی ہے اور بحیرہ لوط جبرون شہر کے مشرق میں ہے۔ کیا اب بھی تم مانتی ہو مَیں ان شہروں کی واقفیت رکھتا ہوں یا نہیں ——— قسطونہ جواب میں کچھ کہنے والی تھی کہ سنان لوٹ آیا اور وہ نوفل کی بات کا جواب دینے کے بجائے سنان

---

[1] جبرون کا ایک نام مطلون بھی ہے۔ اسی شہر کو مسجد ابراہیمؑ بھی کہتے ہیں۔ یہ یروشلم سے اٹھارہ میل جنوب کی طرف ہے۔ ۱۰۹۹ء میں صلیبی فوجوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور گوڈفرے نے ایک جرنیل گرہارڈ کو یہ شہر جاگیر کے طور پہ دے دیا۔ ۱۱۸۷ء میں بطلِ اسلام اور فرزندِ ایشیا صلاح الدین ایوبیؒ نے یہ شہر پھر فتح کر لیا۔

کی طرف متوجہ ہوتی ہوئی بولی۔ "کمرہ مِل گیا سنان!"

سنان نے نزدیک آ کر کہا۔ "مل گیا ہے۔ تم تینوں چلو میرے ساتھ۔ آج رات ہم یہیں بسر کریں گے اور صبح سویرے دوبارہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوں گے"۔ پھر سنان نے میسرہ کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ "میسرہ بگھی کو سرائے میں لے چلو"۔ میسرہ نے گھوڑوں کو ہانک دیا اور رات بسر کرنے کی خاطر وہ سب سرائے میں داخل ہو گئے تھے۔

دوسرے روز دوپہر سے ذرا پہلے وہ یروشلم کے بابِ داؤد کے قریب تھے کہ سنان نے میسرہ سے کہا۔ "بگھی روک لو"۔ میسرہ نے بگھی روک لی۔ نوفل اور قسطونہ بھی بگھی سے سر باہر نکال کر سنان کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ سنان نے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے تین سنہری صلیبیں نکالیں۔ ان میں سے ایک مرقس کی اور باقی دو صلیبیں اکسوم اور خمان کی تھیں۔ سنان نے مرقس کی صلیب اپنے گلے میں ڈال لی۔ اکسوم اور خمان کی صلیبیں اس نے میسرہ اور نوفل کو دیتے ہوئے کہا۔ "ان صلیبوں کو اپنے گلے میں لٹکا لو۔ یاد رکھو فلسطین پہ عیسائیوں[1] کی حکومت ہے اور ہمیں اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کرنا ہو گا اسی صورت میں ہم بے خوف و خطر ہو کر اپنی مہم کو انجام دے سکیں گے۔ اب یہ صلیبیں انطاکیہ کی مہم تک ہمارے گلے میں رہیں گی کیونکہ یہ سارا علاقہ عیسائی عملداری میں ہے۔

جب وہ یروشلم شہر میں داخل ہونے لگے تو قسطونہ بگھی سے اُتر گئی۔ اسے دیکھ کر میسرہ نے پھر بگھی روک لی تھی۔ قسطونہ نے زمین سے چند پتھر اُٹھائے اور یروشلم شہر کی فصیل پہ دے مارے اور دوبارہ بگھی میں سوار ہو گئی۔ سنان اس کی یہ حرکت دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ پھر قسطونہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "کیا تمہارا تعلق یہودیوں کے فرقہ سامرہ[2] سے ہے۔ قسطونہ

---

[1] یہ وہ دور تھا جب پہلی صلیبی جنگ ختم ہو چکی تھی اور دوسری صلیبی جنگ کی تیاری تھی۔ اس وقت تک پورا فلسطین عیسائیوں کے قبضے میں تھا۔

[2] یہودیوں کے فرقہ سامرہ کی ابتدا اس وقت ہوئی جب حضرت سلیمانؑ کا ایک سردار

نے اپنا سر جھکاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا "ہاں میرا تعلق فرقہ سامرہ سے ہے"۔ نوفل نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے کیسے اندازہ لگا لیا سنان!" سنان نے پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "سامرہ فرقہ کے لوگ یروشلم سے نفرت کرتے ہیں اور اس شہر میں داخل نہیں ہوتے اور اگر ان کو مجبوراً یروشلم میں داخل ہونا پڑے تو شہر پر پتھر پھینک کر داخل ہوتے ہیں"۔ نوفل خاموش رہا کیونکہ بگھی شہر میں داخل ہو گئی تھی۔

یروشلم میں انہوں نے کچھ دیر قیام کیا۔ قسطونہ بگھی کے اندر ہی بیٹھی رہی۔ جب کہ سنان، میسرہ اور نوفل گھوم پھر کر شہر کے مقدس مقامات کی زیارت کرتے رہے۔ دوپہر کا کھانا یروشلم میں کھانے کے بعد انہوں نے پھر کوچ کیا اور جنوب کی طرف بڑھنے لگے۔ اب سفر کرنے کی رفتار سست ہو گئی تھی اس لیے کہ سلسلۂ کوہ شروع ہو گیا تھا۔

سہ پہر کے بعد جب کہ بگھی نابلس کے پاس سے گزر رہی تھی نوفل نے بگھی سے سر باہر نکال کر اونچی آواز میں کہا۔ "سنان! سنان! نابلس تو آ گیا۔ اب آگے کہاں جا رہے ہو؟" سنان جو بگھی کے آگے آگے جا رہا تھا اپنا گھوڑا بگھی کے پہلو میں لایا اور نوفل سے کہا۔ "پہلے قسطونہ کو جرون کی زیارت کرا کر واپس لاتے ہیں پھر نابلس آ کر میں اپنے دشمنوں کے ساتھ حساب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵) جس کا نام جروبوم تھا اختلافات کی بنا پر حضرت سلیمان سے علیحدہ ہو کر نابلس شہر میں آباد ہو گیا اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا۔ اس نے نابلس کے پہاڑ کریزم پر ایک بہت بڑی عبادت گاہ بنائی۔ وہ اپنے پیروکاروں کو یروشلم نہ جانے دیتا تھا کیونکہ یروشلم پر اُن دنوں حضرت سلیمانؑ کی اولاد حکومت کر رہی تھی اسے خطرہ تھا کہ اس کے پیروکار یروشلم جا کر حضرت سلیمانؑ کی اولاد سے نہ ملیں۔ اس کے پیروکار سامرہ کہلاتے ہیں اور حضرت موسیٰؑ، ہارونؑ اور یوشعؑ کے علاوہ بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کو نہیں مانتے۔ یہ لوگ یروشلم شہر سے نفرت کرتے ہیں اور وہاں نہیں جاتے۔ اگر کبھی جانا پڑے تو شہر پر پتھر پھینک کر تبرا کرتے ہیں۔ سامرہ فرقہ کا قبلہ نابلس کا وہی کریزم پہاڑ ہے جس پر جروبوم نے ہیکل تعمیر کیا تھا۔ نابلس شہر میں تقریباً سب یہودیوں کے فرقہ سامرہ کے لوگ آباد ہیں۔

بیباق کروں گا۔ اپنے دشمنوں سے نمٹ کر ہمیں فوراً انطاکیہ روانہ ہو جانا چاہیے۔ اگر پہلے دشمنوں کو قتل کر کے بعد میں ہم قسطونہ کو جرون لے کر گئے تو قتل کے الزام میں ہمارے پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا جرون سے واپسی پر میں اپنی اس مہم کا آغاز کروں گا"۔ نوفل جواب میں خاموش رہا۔ شاید سنان کے فیصلے نے اُسے مطمئن کر دیا تھا اور بگھی اپنی اسی رفتار سے نابلس سے نکل کر جرون شہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔

قسطونہ اور نوفل بگھی کے اندر اونگھ گئے تھے۔ قسطونہ کی جب آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ بگھی کسی سرائے کے اصطبل کے سامنے کھڑی تھی ——— وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے قریب ہی دوسری نشست پر نوفل گہری نیند سویا ہوا تھا۔ بگھی کے گھوڑے اصطبل کے اندر بندھے ہوئے تھے اور اُن کے قریب ہی سنان کا گھوڑا بھی تھا اور وہاں سنان اور میسرہ دونوں کھڑے تھے اور سرائے کا ایک ملازم ان کے گھوڑوں کے لیے چارے کا انتظام کر رہا تھا۔ قسطونہ نے نوفل کا بازو پکڑ کر ہلایا۔

"نوفل! نوفل! اٹھو دیکھو ہم کہاں ہیں؟" نوفل آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ بیٹھا اور بگھی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا "آہ! شام ہو گئی۔ یہ ہماری بگھی تو کسی سرائے میں کھڑی ہے۔ لگتا ہے ہم جرون پہنچ گئے ہیں۔ سنان اور میسرہ کہاں ہیں اور ہم کب سے یہاں سو رہے ہیں" قسطونہ نے اصطبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "سنان اور میسرہ تو وہ اپنے گھوڑوں کے پاس کھڑے ہیں، خبر نہیں ہم کب یہاں پہنچے اور کتنی دیر سے ہم دونوں بگھی میں سو رہے ہیں۔

قسطونہ نے جب بگھی سے باہر جھانک کر دیکھا تو سنان کی نظر بھی اس پر پڑ گئی۔ اور وہ اصطبل سے نکل کر ان کی طرف آ گیا۔ جب وہ قریب آیا تو قسطونہ نے اپنی اس روپ برساتی آواز میں پوچھا "سنان! کیا ہم جرون پہنچ چکے ہیں"

سنان نے سرائے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ جرون ہی کی ایک سرائے ہے۔ ہم شام سے کافی پہلے یہاں پہنچ گئے تھے۔ تم دونوں سو رہے تھے لہٰذا میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ ویسے اب میں تم دونوں کو جگانے ہی والا تھا کیونکہ شام ہو گئی ہے اور ہمیں بھوک لگی ہے۔ تم دونوں اب نیچے اُترو۔ میں سرائے میں کمرہ حاصل کر چکا ہوں۔ آؤ اب کمرے میں

چلیں اور سب مِل کر کھانا کھائیں"۔ قسطونہ نے پھر سنان سے پوچھ لیا۔ "ہم جرون سے کب واپس جائیں گے" ——— "مَیں تو کل ہی یہاں سے نابلس کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں تاہم اگر تم زیادہ دِن رُکنا چاہو تو مَیں رُک جاؤں گا۔ ویسے تم جانتی ہو جس مہم پہ مَیں نکلا ہُوا ہوں یہ میرے لیے کس قدر اہم ہے۔

قسطونہ نے زمزموں کے ارتعاش جیسی آواز میں کہا۔ "مَیں آپ کی مجبوریوں کو سمجھتی ہوں۔ مَیں زیادہ دن رُکنے پہ آپ کو مجبور نہ کروں گی۔ مَیں آج شام ہی کھانے کے بعد مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے نکلوں گی اور کل آپ جس وقت چاہیں یہاں سے کُوچ کر جائیں کیونکہ مجھے نابلس میں بھی چند مقامات کی زیارت کرنی ہے" ——— "تو پھر جلدی کرو اور کھانا کھا کر جہاں جہاں تم نے جانا ہے ہمارے ساتھ چلو" ———

قسطونہ اور نوفل بگھی سے نیچے اُترے اور سنان کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔ میسرہ بھی اصطبل سے نکل کر ان کے ساتھ ہو لیا تھا۔

شام کے بعد قسطونہ اپنے مقدس مقامات کی زیارت کے لیے نکلی۔ سنان، میسرہ اور نوفل اس کے ساتھ تھے۔ پیدل ہی وہ شہر سے باہر صدیوں پُرانے ایک قدیم احاطے میں داخل ہوئے جس کے اندر محافظوں کا سخت پہرہ تھا اور جس کے اندر چند قبریں تھیں زائرین کا ایک ہجوم تھا جو اس احاطے میں ایک دروازہ سے داخل ہو رہا تھا اور دوسرے دروازے سے نکل رہا تھا۔ وہ چاروں بھی اندر چلے گئے۔ ایک جگہ جہاں چند قبریں تھیں وہاں قسطونہ کھڑی ہو کر دُعا مانگنے لگی تھی۔ سنان، نوفل اور میسرہ بھی ان قبروں پر کھڑے ہو کر فاتحہ کہنے لگے۔ وہ قبریں[1] حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور ان کی بیویوں کی تھیں۔ بائیں ہاتھ حضرت ابراہیمؑ کی قبر کا تعویذ تھا ان کے بائیں طرف اُن کی بیوی سارہ کی قبر تھی اور

---

[1] روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ اور ان کی بیویوں کی نعشیں اس احاطے کے اندر ایک غار کے اندر محفوظ تھیں۔ یہ احاطہ حضرت

ان کے سامنے دائیں ہاتھ حضرت اسحٰقؑ کی قبر تھی اور ان کے بائیں طرف پہلو میں ان کی بیوی رابقہ دفن تھی ان کے بائیں طرف حضرت یعقوبؑ اور ان کی بیوی ایلیہ کی قبریں تھیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸) سلیمانؑ نے تعمیر کرایا تھا۔ وہ ان قبروں کے لیے الرامہ کے مقام پر جگہ تعمیر کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت جاری ہوئی کہ جہاں آسمان سے روشنی گرے وہاں ان پیغمبروں کا مدفن تعمیر کرو۔ کیونکہ وہ روشنی اس جگہ گری جہاں موجودہ احاطہ ہے تو وہیں ان پیغمبروں کا مدفن تعمیر ہُوا۔

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ایک مسلمان جو جانتا تھا کہ اس احاطے میں ایک غار کے اندر ان تینوں پیغمبروں کی نعشیں رکھی ہوئی ہیں وہ جرون پہنچا اور احاطے کے محافظوں کے اندر رہنے لگا۔ وہ بڑا پرہیزگار و متقی تھا اور ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے احاطے کے محافظوں پہ بہت بڑی رقم خرچ کی اور ایک عرصہ تک ان کے سارے اخراجات برداشت کرتا رہا۔

جب اس نے محسوس کیا کہ اس احاطے کے سب محافظ اس کے ممنون و مشکور ہو چکے ہیں تو ایک روز جب کہ وہ محافظوں کے درمیان بیٹھا ہُوا تھا تو اس نے آہ بھر کر کہا۔ "کاش مَیں اس احاطے میں دفن پیغمبروں کی نعشیں دیکھ سکتا۔ یہ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ ان محافظوں کا ایک سرخیل تھا۔ اس نے اس بزرگ سے کہا۔ "ہم تمہاری عبادت اور کفالت سے اس قدر ممنون ہیں کہ انکار نہیں کر سکتے ان دِنوں زائرین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم تمہاری خواہش کا احترام نہیں کر سکتے۔ تم سردیوں میں آؤ ہم تمہاری خواہش ضروری پوری کریں گے۔ کیونکہ سرما میں زائرین کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے اور ہمارے لیے کوئی خطرہ نہ ہوگا۔

محافظوں کی ہدایت پہ وہ بزرگ وہاں سے چلا گیا اور سردیوں میں وہ پھر ان کے پاس آیا اور انہیں اپنا وعدہ یاد دِلایا۔ محافظوں نے کہا انتظار کرو جس روز برف پڑی ہم تمہارا کام کر دیں گے کیونکہ اس روز کوئی زائر اس احاطے کی طرف نہ آئے گا۔ اس

اور اس احاطے کے عقب میں حضرت یوسفؑ[۴] کی قبر ہے جو احاطے سے باہر ہے۔

وہ چاروں تھوڑی دیر وہاں کھڑے ہو کر دُعا مانگتے رہے۔ پھر وہ قسطونہ کو لے کر مسجد

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۰۹) لیے ہم بے خوف و خطر اپنا کام کر سکیں گے۔ ایک روز جب کہ خوب برفباری ہو رہی تھی۔ احاطے کے محافظوں کا سرکردہ اس بزرگ کو لے کر صدیوں پُرانے اس کہنہ احاطے میں داخل ہوا۔ وہ دونوں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ کی قبروں کے درمیان آئے وہاں محافظ نے ایک بہت بڑا پتھر اُٹھایا اور نیچے سیڑھیاں نمودار ہوئیں وہ محافظ اس بزرگ کو لے کر نیچے اُترنے لگا۔ بہتّر سیڑھیاں اُترنے کے بعد وہ ایک بہت بڑی غار میں داخل ہوئے جس کے اندر تیز ہوا چل رہی تھی اور سامنے چبوترے پر ایک نعش پڑی تھی۔ محافظ نے بتایا یہ حضرت ابراہیمؑ کی نعش ہے۔ نعش کا لباس ہرے رنگ کا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے سر کے بال بڑے بڑے تھے جو ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ چہرہ اسی طرح تر و تازہ اور نورانی تھا۔

وہ ذرا آگے بڑھے تو ایک دوسرے چبوترے پر حضرت اسحٰقؑ کی نعش پڑی تھی۔ ان کا قد حضرت ابراہیمؑ سے کچھ کم تھا۔ ان کا لباس بھی ہرے رنگ کا تھا اور چہرے کی تر و تازگی ویسی ہی تھی۔ محافظ اس بزرگ کو لے کر آگے بڑھا۔ آگے ایک اور چبوترہ تھا جس پر حضرت یعقوبؑ کی نعش پڑی تھی۔ حضرت یعقوبؑ کا چہرہ ایسا ہو گیا تھا جیسے تیز دھوپ میں رہ کر اپنے اصل رنگ میں نہ رہا ہو۔ اس غار کے اندر ایک دیوار تھی۔ محافظ نے اس بزرگ کو بتایا کہ اس دیوار کے اُس پار ان تینوں پیغمبروںؑ کی بیویوں کی نعشیں بھی اسی طرح پڑی ہیں۔ جب وہ اس دیوار کے پار جانے لگے تو غار کے اندر ایک ہولناک آواز گونجی "خبردار آگے حرم ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ"۔ محافظ اور وہ بزرگ دونوں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب انہیں ہوش آیا تو وہ بھاگتے ہوئے باہر نکل گئے۔ لکھتے ہیں کہ اس غار کے اندر حضرت آدمؑ کی قبر بھی ہے۔ (تاریخ بلادِ فلسطین و شام)

ہ۱ عام خیال یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کی قبر نابلس میں ہے۔ حضرت یوسفؑ پہلے دریائے

ابراہیم گئے اور وہاں سے نکل کر قسطونہ کو وہ مقدس مقامات دکھاتے رہے جو یہودیوں کے لیے بڑے مقدس اور اہمیت کے حامل تھے۔ پھر جب رات کافی گزر گئی اور زائرین کا ہجوم بھی کم ہو گیا تو وہ چاروں بھی سرائے کی طرف چلے گئے تھے۔

دوسرے روز چاروں نے جرون سے کوچ کیا اور دوپہر کے قریب وہ نابلس[۵] میں داخل ہوئے۔ بازار میں بگھی کھڑی کر کے سنان نے کھانے پینے کا کچھ سامان خریدا۔ پھر اس نے میسرہ کو بگھی شہر سے نکال کر شہر سے ملحق کوہستان کریزم[۶] کی طرف لے جانے کو کہا۔ جب بگھی شہر سے باہر نکلنے لگی تو قسطونہ نے سر باہر نکالتے ہوئے پوچھا "اب کدھر جا رہے ہو؟"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۰) نیل کے درمیان دفن تھے۔ حضرت موسیٰؑ ان کی نعش نکال کر فلسطین میں لائے۔ لیکن ابراہیم ابن احمد الخلنجی کا بیان ہے کہ عباسی خلیفہ المقتدر کی بیویوں میں سے ایک جس کا نام العجوز تھا اس مقدس شہر میں مقیم تھی اس نے مجھ سے فرمائش کی کہ میں حضرت یوسفؑ کی لحد تلاش کروں تا کہ اس پر مقبرہ بنا دیا جائے۔ وہ لکھتا ہے کہ جس احاطے کے اندر دوسرے پیغمبروں کی قبریں ہیں اس سے باہر حضرت یوسفؑ کی قبر ایک کھیت کے اندر تھی۔ پہلے کھیت کے مالک سے وہ زمین خریدی گئی۔ پھر اس کی کھدائی کا کام شروع ہوا۔ قبر کھودنے کے دوران زمین کے نیچے ایک چٹان نکل آئی۔ جب اس چٹان کا ایک حصّہ توڑ کر اسے الگ کیا گیا تو وہاں حضرت یوسفؑ کا جسدِ اطہر نکل آیا۔ راوی لکھتا ہے وہی حُسن و جمال تھا جو سُن رکھا تھا۔ قبر کے اندر تیز ہوا چل رہی تھی اور وہاں مشک و عنبر کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ المقتدر کی اس بیوی کے حکم پر قبر کو پہلے کی طرح بند کر دیا گیا اور اس کے اُوپر ایک مزار بنا دیا گیا۔ جو آج بھی قائم اور موجود ہے۔ (ماخذ از تاریخ بلادِ فلسطین و شام)

ہ۵ سامرہ فرقہ کے یہودی نابلس شہر کو القدس کہتے ہیں اور اسے یروشلم سے زیادہ مقدس جانتے ہیں۔

ہ۶ نابلس شہر سے ملحقہ یہ ایک طویل پہاڑی سلسلہ ہے۔ سامرہ فرقہ کا قبلہ یہی کریزم پہاڑ

سنان نے اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے ہوئے اسے خاموش رہنے کو کہا ۔ جواب میں قسطونہ نہ صرف مسکرا کر رہ گئی اور بڑے مہر و مروّت کے ساتھ سنان کو دیکھنے لگی تھی جو بگھی کے آگے آگے جا رہا تھا ۔ شہر سے صرف آدھا فرلانگ باہر کریزم پہاڑ کے دو سلسلوں کے درمیان سنان نے بگھی کو رکوا دیا ۔ نوفل ۔ قسطونہ اور میسرہ بگھی سے نیچے اُتر گئے تھے ۔ سنان جب اپنے گھوڑے سے اُتر کر اسے بگھی کے پہیئے سے باندھ رہا تھا تو وہ تینوں بھی اس کے قریب آ گئے پھر نوفل نے پدرانہ شفقت کے ساتھ پوچھا ۔ "کیا شہر سے باہر پہاڑ کی تلہٹی اور دامنِ کوہ میں قیام کرنے میں بھی کوئی مصلحت اور حکمت ہے" ۔

گھوڑے کو باندھ کر سنان نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا ۔ "نوفل چچا ! کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا ۔ میں نے کریزم پہاڑ کا یہ دامن اپنے دشمنوں کے لیے قربان گاہ کے طور پر منتخب کیا ہے اور میں آج رات ہی ان سے نمٹ کر یہاں سے انطاکیہ کی طرف کوچ کر جانا چاہتا ہوں میں اس مہم میں زیادہ دن ضائع نہیں کرنا چاہتا ۔ پہلے کھانا لگاؤ کھائیں ، اس کے بعد میں تمہیں اپنا لائحہ عمل بتاتا ہوں" ——— قسطونہ چپ چاپ بگھی میں داخل ہوئی اور ایک چادر نکال لائی ۔ پھر اس نے وہ چادر اس درخت کے تنے کے قریب بچھا دی جس کے نیچے بگھی کھڑی تھی ۔ پھر اس نے اس چادر پر کھانا لگا دیا اور چاروں بیٹھ کر خاموشی کے ساتھ کھانے لگے تھے ان کے دائیں اور بائیں طرف اَن گنت لوگ کریزم پہاڑ کے دونوں سلسلوں کے اوپر زیارت کی غرض سے آ جا رہے تھے ۔ کھانے کے بعد سنان کھڑا ہوتا ہوا بولا ۔ "سنو نوفل چچا ! میسرہ بگھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۱۱) ہے ۔ اس کے دو بڑے سلسلے ہیں ۔ ایک پہاڑ پر حضرت آدمؑ نے اپنے رب کے حضور سجدہ کیا تھا اور دوسرے پہاڑ کے اوپر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی دی تھی ۔ یہودیوں کا اعتقاد ہے کہ یہ قربانی حضرت اسمٰعیلؑ کی نہیں بلکہ حضرت اسحاقؑ کی دی گئی تھی ۔ اسی لیے وہ حضرت اسمٰعیلؑ کے منکر ہیں اور حضرت اسحاقؑ کو مانتے ہیں اور انہیں اپنا بزرگ ترین نبی تصور کرتے ہیں ۔

میں ہی رہے گا اور تم قسطونہ کو لے کر اسے یہاں کے مقدس مقامات کی طرف لے جاؤ اور میں اپنے دشمنوں سے بات کرنے شہر کی طرف جاتا ہوں ۔ قسطونہ نے فکر مند ہو کر پوچھا ۔ "آپ کب تک لوٹیں گے" ۔ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھتے ہوئے سنان نے کہا ۔ "میں بہت جلد لوٹ آؤں گا" ۔ قسطونہ پھر فکر مند ہو کر بولی ۔ "اکیلے جانا اچھا نہیں ہے ۔ میسرہ کو بھی ساتھ لے جائیں ۔ میں اور نوفل چچا بگھی میں رہتے ہیں اور جب آپ لوٹ آئیں گے تو ہم سب مل کر کریزم پہاڑ پر زیارت کے لیے جائیں گے" ۔

سنان اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا ہوا بولا ۔ "تم سب فکر مند نہ ہو ۔ میں اپنے دشمنوں کو یہیں لا کر ماروں گا ۔ تم نوفل کے ساتھ زیارت کے لیے چلی جانا اور میسرہ تم اپنا چہرا ڈھانپ کر رکھنا اور بگھی کے اندر رہنا" ۔ اس کے ساتھ ہی سنان نے اپنے گھوڑے کو مہمیز لگا دی اور گھوڑا پتھریلی زمین پر اپنے ٹاپوں سے تیز آواز پیدا کرتا ہوا نابلس شہر کی طرف سرپٹ دوڑ رہا تھا ۔

سنان اپنے گھوڑے پر سوار نابلس شہر کے بازار میں داخل ہوا تھا ۔ اپنے گھوڑے کو آہستہ آہستہ ہانکتے ہوئے وہ دائیں بائیں دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا ۔ بازار کے وسط میں آ کر اس نے ایک دم اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں ۔ دائیں طرف پھل کی وہ دکان آ گئی تھی جس کی نشاندہی اکسوم نے مرنے سے قبل کی تھی ۔ سنان نے دیکھا دکان کے اندر وہی بوڑھا بیٹھا ہوا تھا جس کی پیشانی اور ناک پر زخم کے نشان تھے ۔ سنان اس دکان کے سامنے گھوڑے سے اُترا ۔ پہلے اپنی سفید عبا اور عمامہ درست کیا اور اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپانے کے بعد وہ دکان کے سامنے آ کر اس بوڑھے سے مخاطب ہوا ۔ "اگر میں غلطی پر نہیں اور تدمر کے قلعے میں رہنے والے بوڑھے نے مجھے تمہاری شناخت بتاتے ہوئے احتیاط سے کام لیا ہے تو تمہارا نام جلیاط ہے" ۔ اس بوڑھے نے چونک کر پوچھا ۔ "تم کہاں سے آئے ہو ۔ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو ۔ سنان اس کے قریب ہی لکڑی کے ایک تختے پر بیٹھتا ہوا بولا ۔ "مجھے عمواس ، حارب اور بوقاس سے ملا دو میرے پاس ایک ایسی خبر ہے جس میں ان تینوں کی موت و زندگی کا دار و مدار ہے" ۔ بوڑھا جلیاط سنان کی طرف دیکھتے ہوئے گہری سوچوں میں کھو گیا تھا ۔ سنان نے اس کا گھٹنا پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا ۔ "میرے محترم !

میرے بزرگ! تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ یہ نہ ہو وہ ان تینوں کو قتل کر دیں اور میرے تمہارے پاس سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہ رہے۔

بوڑھے جلباط نے چونکتے ہوئے کہا "تم کیسی سرگشتہ کر اور حیران کن باتیں کر رہے ہو ان تینوں کو کس سے خطرہ ہے اور کون انہیں قتل کر دے گا"۔ سنان نے اس بار سخت لہجے میں ارتعاش پیدا کر دینے والی آواز میں کہا "بنو لخم کے وہ لوگ جو ان تینوں سے عدی بن ناطور کا انتقام لینے کی خاطر یہاں پہنچ چکے ہیں۔ میں ان تینوں کو ان کے یہاں پہنچنے کی خبر دینے کے علاوہ اس مقصد کے ساتھ آیا ہوں کہ ان تینوں کے ساتھ مل کر میں ان لوگوں کا صفایا کر دوں، جو انہیں قتل کرنے کے ارادے سے آئے ہیں۔ بوڑھا جلباط فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں اس نے سنان سے کہا "تم یہیں بیٹھو میں انہیں اطلاع کرتا ہوں"۔ بوڑھے جلباط نے دکان کی پچھلی دیوار کے وسط میں لٹکتا ہوا چمڑے کا ایک پردہ ہٹایا۔ وہاں ایک دروازہ تھا جسے کھول کر وہ اندر چلا گیا تھا۔ شاید وہ اس کا رہائشی مکان تھا۔

تھوڑی دیر بعد جلباط واپس آیا اور سنان کے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے سرگوشی کی "جس دروازے سے میں آیا ہوں اُسی سے اندر چلے جاؤ۔ وہ تینوں تمہارا انتظار کر رہے ہیں"۔ سنان کھڑا ہوتا ہوا بولا "اور میرا گھوڑا؟" جلباط نے دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے کہا "اس کا تم فکر نہ کرو۔ میں اس کا خیال رکھوں گا"۔ سنان دکان کی پچھلی دیوار کی طرف بڑھا اور جونہی چمڑے کا پردہ ہٹا کر اس نے دروازہ کھولا ایک جوان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ سنان کوئی اگلا قدم اُٹھانے کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اس جوان نے مسکراتے ہوئے کہا "آؤ میرے ساتھ، تم ہمارے لیے ایک قیمتی اور نایاب قاصد بن کر آئے ہو"۔ سنان خاموش رہا اور وہ نوجوان اس کا ہاتھ تھامے ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جہاں پہلے ہی دو جوان بیٹھے ہوئے تھے۔

جس جوان نے سنان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اس نے سنان کو ایک نشست پر بٹھایا اور خود اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے اِن دونوں جوانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان کے نام حارب اور بوقاس ہیں اور میرا نام عمواس ہے۔ اب بتاؤ تم کس سلسلے میں ہم سے ملنے آئے ہو اور تمہیں کس نے ہماری طرف روانہ کیا ہے"۔ سنان نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا "مجھے

اس سفید داڑھی اور سفید مونچھوں والے بوڑھے نے بھیجا ہے جو تدمر کے قلعے میں رہتا ہے۔ میں نے اس کا نام جاننے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ناموں میں کیا رکھا ہے"۔ عمواس نے گہری نگاہوں سے سنان کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا "کیا اس قلعے میں وہ اکیلا ہی رہتا ہے"۔ ——— "ہاں اس قلعے میں وہ بوڑھا میں نے اکیلا ہی دیکھا ہے۔ عمواس نے اس کی بات اُچکتے ہوئے کہا۔ یہ جھوٹ ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے ساتھی ——— سنان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے گرم لہجے میں کہا۔ "اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس کے ساتھ مرقس، اکسوم اور نعمان رہتے ہیں تو تم تینوں بے خبر ہو۔ ان تینوں کو بنو لخم کے وہ لوگ قتل کر چکے ہیں جو اب تمہاری تلاش میں یہاں پہنچ چکے ہیں۔

عمواس نے سانپ کی طرح اپنا سر اوپر اُٹھاتے ہوئے کہا "یہ کیسے اور کیونکر ہو سکتا تھا وہ مرقس کو قتل نہیں کر سکتے۔ وہ سارے بنو لخم پر بھی بھاری ہے"۔ سنان نے خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم تینوں سے متعلق جو اندازہ لگا رکھا تھا۔ تم اس کا اُلٹ ہو۔ تم میں کوئی عقل و شعور نہیں ہے۔ سنو میرے ساتھیو! انہوں نے مرقس ہی نہیں سیورس کو بھی قتل کر دیا ہے"۔ عمواس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "کس نے اسے قتل کیا ہے؟" ——— "سنان بن عدی نے" ——— عمواس نے چونک کر پوچھا۔ "سنان بن عدی نے"۔

سنان نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہاں سنان بن عدی نے"۔ "کیا تم لوگ اُسے جانتے ہو؟" عمواس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم نے اس کا نام سُن رکھا ہے لیکن آج تک اُسے دیکھا نہیں ہے" ——— "تو پھر اسی نے سیورس اور مرقس کو قتل کیا ہے اور سنو اس نے ان دونوں کو لڑنے اور مقابلہ کرنے کا موقع دیا تھا اور وہ جس کا نام سنان بن عدی ہے مرقس اور سیورس دونوں پر غالب رہا"۔ سیورس کو اس نے بنو لخم میں مقابلہ کر کے مارا جب کہ مرقس کے ساتھ اس نے تدمر کے کھنڈرات میں مقابلہ کیا۔ مرقس ہار گیا اور سنان نے اس کی گردن کاٹ دی تھی۔

عمواس نے گہری سوچوں میں ڈوبنے کے بعد اپنا سر اوپر اُٹھایا پھر اس نے سنان سے پوچھا "پہلے تم اپنے متعلق کہو تم کون ہو؟" اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہوئے سنان نے کہا۔

میرا نام زعیم ہے ۔ میں مرقس اور سیورس کا دوست ہوں ۔ میرا گھر بعلبک (ہیلوپولس) میں ہے ۔ مرقس جن دنوں قتل ہوا ان دنوں میں اسے ملنے تدمر کے قلعے میں آیا ہوا تھا ۔ شاید تم مجھ پر شک کرو لیکن یہ دیکھو ۔ سنان نے اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب اتار کر عمواس کو دکھاتے ہوئے کہا ۔ " تم نے یقیناً یہ صلیب پہلے بھی دیکھی ہوگی ۔ یہ سنہری صلیب مرقس کی ہے ۔ یہ صلیب وہیں پڑی رہ گئی تھی جہاں مرقس قتل ہوا تھا ۔ انہوں نے دھوکے سے مرقس، اکسوم اور خمسان کو تدمر کے کھنڈرات میں بلا کر قتل کر دیا تھا ۔ میں بعد میں وہاں پہنچا ۔ یہ صلیب مجھے ملی اور میں نے اسے اپنے گلے میں ڈال کر قسم کھائی تھی کہ میں اپنے دوست مرقس اور سیورس کا انتقام ضرور لوں گا ۔ میں نے بنولخم کے ان قاتلوں کا تعاقب کیا اور ان کے پیچھے پیچھے میں یہاں تک آیا ہوں ۔ میں اکیلا ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ میں چاہتا ہوں تم تینوں میرا ساتھ دو اس طرح ہم چاروں بڑی آسانی کے ساتھ ان تینوں کو قتل کر دیں گے" ۔ عمواس نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا ۔ " کیا وہ تعداد میں تین ہیں ؟"

" ہاں ، وہ تعداد میں تین ہیں ۔ ان میں سے ایک سنان بن عدی ہے اور دو اس کے ساتھی ہیں ۔ اصل مسئلہ سنان سے نمٹنے کا ہے ۔ اس کے دو ساتھیوں سے مقابلہ کوئی اتنا اہم نہیں کیونکہ وہ عام لڑاکا جوان ہیں جب کہ سنان بن عدی مرقس اور سیورس سے بھی زیادہ طاقتور ہے اور سنو وہ بنوغسان سے بھاگ کر بنولخم میں آ چکا ہے اور یہیں اس نے سیورس سے مقابلہ کر کے اسے قتل کر دیا ۔ اب بنولخم اس کا پورا پورا ساتھ دے رہے ہیں" ۔ عمواس نے ایک نیا مشورہ دیتے ہوئے کہا ۔

" یہاں نابلس میں ان سے نمٹنا کوئی اتنا مشکل نہیں ہے ۔ تم ہمیں صرف یہ بتا دو وہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ یہ فلسطین ہے اور فلسطین پر صلیب کی حکومت ہے ۔ میں نابلس کے حاکم سے مدد حاصل کر کے انہیں وہیں قتل کرا دوں گا جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں" ۔

سنان نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا " تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۔ اس لیے کہ وہ تینوں بھی عیسائی ہیں لہٰذا یہاں کا حاکم تمہاری کوئی مدد نہ کرے گا ۔ تم جانتے ہو سنان تو پہلے ہی عیسائی ہے ۔ اس کے ساتھ جو دو جوان ہیں اُن کا تعلق بھی بنوغسان سے ہے وہ بھی

عیسائی اور اس کے دوست ہیں" ۔ عمواس نے لمبا سانس لیتے ہوئے کہا " پھر ہم ان سے محفوظ ہیں اس لیے کہ ان میں سے کوئی بھی ہمیں پہچانتا نہیں" ۔

سنان نے اُن کی حیرت میں اضافہ کرتے ہوئے کہا ۔ " ان کے ساتھ ایک چوتھا آدمی بھی ہے جو تم سب کو جانتا پہچانتا ہے" ۔ عمواس نے بوکھلا کر پوچھا " وہ کون ہے ؟" ——

" اس کا نام میسرہ ہے جس کی تم لوگوں نے زبان کاٹنے کے علاوہ ٹانگ توڑ دی تھی اور وہ تمہاری قید سے بھاگ کر بنولخم میں واپس چلا گیا تھا ۔ اس نے بھی اپنے گلے میں صلیب ڈال لی ہے اور تم کسی حاکم و منصف کے سامنے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ مسلمان ہے عیسائی نہیں ہو گیا کیونکہ وہ بول نہیں سکتا اور ہر کوئی اس کی طرف داری کرے گا اس لیے کہ اس کے ساتھی عیسائی ہیں لہٰذا ہر کوئی اسے بھی عیسائی سمجھے گا" ۔ عمواس نے ہار مانتے ہوئے کہا ۔

" تم ہمارے راہنما ہو ۔ ان سے نمٹنے کے لیے جس طرح تم کہو گے ہم ایسے ہی کریں گے" ۔ سنان نے انہیں راز میں لیتے ہوئے کہا ۔ " تو پھر میری بات غور سے سنو ! ہمیں آج آنے والی رات انہیں قتل کر دینا چاہیے ورنہ وہ تم تینوں کو ختم کر دیں گے" ۔ عمواس اور زیادہ متوجہ ہو گیا اور آگے جھکتے ہوئے پوچھا ۔ " وہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں" ۔ سنان پھر بولا ۔ " وہ شہر سے باہر کریزم پہاڑ کے دونوں سلسلوں کے درمیان خیمہ لگا کر ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ بظاہر وہ ملنے والوں سے یہ کہتے ہیں کہ وہ شمالی شام سے ارضِ فلسطین کے مقدس مقامات کی زیارت کو آئے ہیں" ——

سنان ذرا رُک کر پھر بولا ۔ " سنو میرے دوستو ! مجھے غور سے سنو ! میں اب تمہارے پاس سے جا کر ان پر نگاہ رکھوں گا ۔ میں تدمر سے ان کے تعاقب میں ہوں اور کسی لمحہ بھی میں نے انہیں نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا ۔ اب بھی میں ان پر نگاہ رکھوں گا کہ وہ کیا کرتے ہیں اگر وہ تمہاری طرف آئے تو میں ان سے پہلے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا ۔ اگر میں نہ آیا تو تم جان لینا کہ سب ٹھیک ہے ۔ ایسی صورت میں تم تینوں آج رات کے اس وقت جب کہ چاند طلوع ہو کر کریزم پہاڑ کے اوپر اس جگہ آ جائے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی قربانی دی تھی ۔ ہم وہاں چاروں اکٹھے ہوں گے ۔ تم سے پہلے میں وہاں پہنچ چکا ہوں گا ۔

پھر ہم چاروں مِل کر اس وقت ان پر حملہ کر دیں گے جب کہ وہ پہاڑ کے دامن میں بے خبری کی گہری نیند سو رہے ہوں گے"۔

عمواس نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر اپنے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "تمہاری یہ تدبیر اور طریقہ بڑا مناسب اور اہم ہے۔ تم فکر نہ کرو ہم اسی جگہ تمہیں ملیں گے جس کا تم نے انتخاب کیا ہے"۔ سنان کھڑا ہو گیا۔ "میں اب چلتا ہوں"۔ عمواس نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بیٹھو کھانا کھاؤ پھر جانا"۔ سنان نے زبردستی باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "تم تکلیف نہ کرو۔ میں کھانا کھا کر آ رہا ہوں۔ اب مجھے وقت ضائع کیے بغیر جانے دو تاکہ میں ان پر نگاہ رکھ سکوں گا وہ تینوں مطمئن ہو گئے۔ سنان وہاں سے نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگا کر وہ بڑی تیزی کے ساتھ شہر سے باہر نکلنے لگا تھا ——

اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا سنان جب کریزم پہاڑ کی تلہٹی میں آیا تو اس نے دیکھا نوفل اور قسطونہ بگھی کے قریب ہی زیتون کے ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ سنان ان کے پاس آ کر گھوڑے سے اُترا اور قسطونہ سے پوچھا۔ "کیا تم اپنے مقدس مقامات کی زیارت کر آئی ہو؟" قسطونہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ "ہاں میں اور نوفل ہو آئے ہیں"—— "میسرہ کہاں ہے؟" —— "وہ بگھی کے اندر ہے"۔

سنان کی آواز سن کر میسرہ باہر آ گیا۔ اس نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ قبل اس کے سنان میسرہ سے مخاطب ہوتا قسطونہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "جس کام کے لیے آپ گئے تھے اس کا کیا کر آئے"۔ سنان نے بگھی کے ساتھ اپنا گھوڑا باندھتے ہوئے کہا۔ "میں کامیاب رہا ہوں۔ آج رات اس وقت جب چاند طلوع ہو گا وہ تینوں کریزم پہاڑ کے اوپر اس جگہ ملنے آئیں گے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی قربانی دی تھی۔ میں انہیں یہاں لے آؤں گا اور رات کے سناٹے میں تینوں کو قتل کر دوں گا"۔ قسطونہ نے شکوے کے انداز میں کہا۔ "آپ نے بہت دیر کر دی۔ میں اور نوفل آپ کا پتہ کرنے کے متعلق صلاح مشورہ کر رہے تھے"۔ سنان نے بگھی میں سوار ہوتے ہوئے کہا۔ "آؤ سب بگھی کے اندر بیٹھ جاؤ۔ ہمیں شام ہونے تک

ہر نہیں نکلنا چاہیے"۔ قسطونہ، میسرہ اور نوفل بھی سنان کے پیچھے پیچھے بگھی میں داخل ہو ئے تھے اور آپس میں باتیں کر کے وہ وقت گزارنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

پندرھویں رات کا چاند شب کے دامن کو چاک اور دِل کو فگار کرتا ہوا کسی مجمر الیہ وعنبریں آتش دان کی طرح بھڑک کر مشرق سے نمودار ہوا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں صبح وسمن چاندنی میں نہا گئی تھیں۔ اندھیری رات کی سیاہ تاریکیاں کسی ناشنید و ناتمام نغمے کی طرح بکھر کر رہ گئی تھیں۔ تاہم بلند چوٹیوں اور چٹانوں کے عقب میں اُجالے اور تاریکی میں مستدرہ و مقابل رہنے کی جنگ اور ستیزہ کاری شروع ہو گئی تھی۔ سنان اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا کریزم پہاڑ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب پہاڑ کی اونچائی شروع ہوئی تو اس نے اپنے گھوڑے کو ایک سخت مہمیز لگائی اور گھوڑا بار بار ہنہناتا اور نتھنے پھڑپھڑاتا ہوا فرازِ کوہ پر چڑھنے لگا۔ پہاڑ کے اوپر جا کر سنان نے اپنے آپ کا جائزہ لیا۔ اس نے اپنے جسم پر ایک مضبوط زرہ پہن رکھی تھی۔ ہاتھوں پر لوہے کے مضبوط جوشن اور سر پر خود تھا جس کے اوپر اس کا عمامہ تھا۔ زرہ کے اوپر بھی اس نے سفید براق رنگ کی عبا پہن رکھی تھی۔ اس کی پشت پر تیروں سے بھرا ہوا ترکش، ایک لمبی خرجین جس میں پانچ نیزے تھے اور کندھے پر اس کی مضبوط کمان لٹک رہی تھی ——

اپنے آپ کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد سنان آگے بڑھا۔ سیاہ رنگ کی ایک چٹان کے پاس اسے سیاہ لباس میں تین ہیولے دکھائی دیئے۔ وہ ان کی طرف بڑھا۔ جب وہ نزدیک گیا تو اس نے دیکھا وہ عمواس، حارب اور بوقاس تھے۔ سنان اُن کے قریب گھوڑے سے اُترا اور سرگوشی کے سے لہجے میں پوچھا۔ "تم تینوں کب یہاں آئے ہو"۔ عمواس نے سنان سے نزدیک ہوتے ہوئے کہا۔ "ہم کافی دیر سے یہاں کھڑے انتظار کر رہے ہیں۔ ہم فکرمند ہو رہے تھے کہ تم ہمارے پیچھے شہر نہ چلے گئے ہو"۔

سنان نے پھر پوچھا۔ "تمہارے گھوڑے کہاں ہیں"۔ عمواس نے ایک بڑی چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس چٹان کے پیچھے کھڑے ہیں"—— "جاؤ پھر اپنے گھوڑے لے کر آؤ اور اپنی مہم پر روانہ ہوں وہ تینوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آ گئے۔

اور سنان اُنہیں لے کر کریزم پہاڑ سے نیچے اُترنے لگا تھا۔

پہاڑ سے اُتر کر جب وہ میدان میں اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے زیتون کے درخت کے نیچے کھڑی بگھی کے قریب آئے تو میسرہ، قسطونہ اور نوفل اپنے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے بگھی سے باہر نکل آئے تھے۔ ان کے نزدیک آکر سنان نے اپنی تلوار بے نیام کی اور اسے ہوا میں لہرا کر میسرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے اِن تینوں سے سوال کیا۔

"کیا تم اس جوان کو جانتے ہو جس کی زبان" ——— عمواس نے سنان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "آج یہ ہم سے بچ کر نہ جاسکے گا۔ میں ابھی اس کی گردن کاٹتا ہوں۔"

وہ اپنا گھوڑا دوڑا کر میسرہ کی طرف بڑھا کہ سنان لہیب یا ہو اور شعلۂ بیدار کی طرح بھڑک اٹھا، اپنے گھوڑے کو اس نے ایک سخت ایڑ لگائی اور اسے دوڑا کر عمواس اور میسرہ کے درمیان کھڑے کرتے ہوئے اس نے تصدیع و خمار، خواب و خیال اور فغاں و اختلافِ ماؤتو پیدا کر دینے والی رعد کی سی گرجتی اور برق کی طرح لپکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اے عیّاد و مکّار انسانو! میری طرف دیکھو، میں سنان بن عدی ہوں، وہی سنان بن عدی جس کے باپ کو تم لوگوں نے قتل کیا تھا۔ سنو بے دین و بے ایمان انسانو! مرقس سیورس، اکسوم اور خمان کو میں نے ہی قتل کیا تھا اور اب اس دامنِ کوہ میں تم تینوں کا قبرستان بناؤں گا۔"

عمواس، حارب اور بوناس تینوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لی تھیں پھر عمواس سنان کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "میرا دل پہلے ہی کہتا تھا تم ہمارے نجات دہندہ نہیں ہو سکتے۔ اب ہماری بقا اسی میں ہے کہ پہاڑ کے اس دامن میں تم سب کو قتل کر دیں" ———

سنان نے آتش زنی اور خون ریزی کرنے والی آواز میں کہا۔ "اے اپنی ترک و طلب کے لیے دین و ایمان فروخت کرنے والو! اس ستیزہ گاہ اور میدانِ حرب سے تم میں سے کوئی بھی بھاگ نہیں سکتا۔ اگر کوئی ایسا کر سکتا ہے تو کر دکھائے۔"

اس بار بوقاس نے بڑی بے مہر آواز میں کہا۔ "اس میدان سے بھاگنے کا راستہ تم تلاش کرو گے ہم نہیں۔" سنان نے دزدیدہ نگاہوں سے اپنے پیچھے دیکھا اور میسرہ سے کہا۔

"میسرہ! تم، نوفل اور قسطونہ کو لے کر زیتون کے درخت تلے کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو اس چاندنی رات میں کریزم کے اس میدان میں اپنے باپ کے قاتلوں سے میں کیسا سلوک کرتا ہوں۔ خبردار میسرہ! میری مدد کے لیے ان میں سے کسی پر بھی حملہ آور نہ ہونا۔ یہ تو صرف تین ہیں۔ واللہ یہ آٹھوں اکٹھے ہوتے تب بھی میں انہیں رُوئی کی طرح دھنک اور چمڑے کی طرح کما کر رکھ دیتا۔"

سنان نے اپنے عمامے کے نیچے اپنے خود کو دبا کر درست کیا۔ اپنے بازوؤں پر پہنے جوشن گھما کر آرام دہ حالت میں بٹھائے۔ کمر پر لٹکتی ہوئی ڈھال اس نے بائیں ہاتھ میں تھامی اور دائیں ہاتھ میں اس نے اپنی تلوار لہرائی۔ ساتھ ہی کسی نواگر کی صدا کی طرح اس کی بھیانک اور سینہ افروز آواز رات کے گہرے سکوت میں گونج اُٹھی۔ "اے دامن آلودہ دیوں کار انسانو! تیار ہو جاؤ۔ میں تم پر حملہ کرتا ہوں اور اس سینۂ کوہ پر اگر تم میرا مقابلہ کر سکتے ہو تو کر دیکھو"۔ وہ تینوں سنان کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ گتھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور اپنی تلواریں اور ڈھالیں اپنے سامنے کر لی تھیں۔ سنان نے اپنی پوری قوت سے اخلاص و استقامت کا صعود و ضبط پیدا کر دینے والی آواز میں تکبیر بلند کی۔ "اللہ اکبر!" کچھ ایسے انداز میں گویا کسی بشیرِ مقدس نے کریزم پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر زور سے پکارتے ہوئے کہا "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ" اس کے ساتھ ہی سنان نے اپنے گھوڑے کو ایک سخت مہمیز لگائی اور وہ بُری طرح ہنہنا کر آگے بڑھا۔ سنان اپنے پورے سامانِ شوق اور طغیانِ ذوق کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا تھا۔

سنان بظاہر اِن تینوں کے سامنے کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا لیکن ان کے بالکل نزدیک جا کر سنان نے کچھ ایسے انداز میں اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر پاؤں کی ٹھوکر لگائی کہ گھوڑا ایک دم بائیں طرف مڑا اور سنان نے اپنے سامنے آنے والے عمواس پر حملہ کر دیا۔ عمواس نے اپنی ڈھال کے سہارے بچنے کی انتہائی کوشش کی لیکن سنان کی تلوار عمواس کی ٹانگ کاٹتی ہوئی آگے نکل گئی تھی۔ درد کی شدت سے عمواس کراہ اُٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ سے تلوار اور ڈھال گر گئی چند لمحوں تک اپنے گھوڑے کی زین پر وہ لڑکھڑاتا رہا پھر وہ پتھریلی زمین پر گر کر بُری طرح لوٹنے لگا تھا۔ سنان نے اپنے رخشِ عنان تاب کو پھر موڑا۔ اب حارب اور بوقاس اس کے

سامنے سرگشتہ و حیران کھڑے تھے ۔ فضا میں کچھ ایسا گہرا سکوت و صمت طاری تھا کہ ہر کوئی اپنے دل کی حدیث تک سُن سکتا تھا ۔ پھر اس دشت دجبل میں جھیل کے گہرے پانی کی طرح فسوں ساز سنان کی آواز بلند ہوئی ۔ "قسم شعب و صفا کی یہ دنیا مقام عبرت ہے ۔ جس طرح تم نے میرے باپ کو بے کسی کی حالت میں مارا تھا ویسے ہی آج میں بھی تم لوگوں کو غباب و دخان کی طرح ہوا میں اُڑا دوں گا"۔

سنان اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر پھر ان پر حملہ آور ہوا ۔ اس بار وہ دونوں بڑے محتاط تھے لیکن سنان نے بھی اپنا طریقِ جنگ بدل لیا تھا اور وہ ان دونوں کے سامنے کسی مضبوط کوہسار کی طرح جم کر لڑنے لگا تھا ۔ ان دونوں نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی کہ سنان پر دو طرفہ حملہ کر کے اسے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن سنان پوری طرح اپنی خود نگہداری و خود نگہداشتی کر رہا تھا اور ان دونوں کا ہر حربہ خام و ژولیدہ ثابت ہو رہا تھا ۔ سنان کے حملوں میں ایک نیا اسلوب و فکر و نظر تھا ۔ اس کی تلوار فضا میں سرِ یمغیلاں جیسا شور کر رہی تھی اور اس کے خطرناک حملے ان دونوں کے جسم و جان میں آگ بھرتے جا رہے تھے ۔ سنان کے حملوں میں تیزی آتی جا رہی تھی اور وہ قرب و بعد اور قبول و رضا کے سارے فاصلوں کو فراموش کر کے جنونی کیفیت میں ان پر حملہ آور ہو رہا تھا ۔ جبکہ اس کے سامنے حارب اور بوقاس پر اندوہ و کلفت اور تہدید و تخویف کی سی حالت طاری ہو رہی تھی ۔

سنان نے ایک بار پھر اپنے پورے اعتقاد و تیقن اور صدقِ عقیدت کے ساتھ "اللہ اکبر" کی صدا بلند کی اور پھر اپنی جنگی ممارست کے ساتھ یوں ہم آہنگ و ہم رنگ ہو کر حملہ آور ہوا تھا کہ اپنے ایک ہی خوفناک وار میں اس نے حارب اور بوقاس دونوں کی گردنیں کاٹ دی تھیں اسی لمحہ زیتون کے درخت کے نیچے میسرہ اور قسطونہ کے ساتھ کھڑے نوفل نے اپنی پوری قوت سے چلاتے ہوئے کہا تھا ۔

"آفرین ! عدی کے بیٹے ! آفرین ہے تیری ذات پر"

سنان اپنے گھوڑے سے اترا اور زمین پر زخمی حالت میں پڑے عمرو اس کی گردن بھی کاٹ دی ۔ قسطونہ، میسرہ اور نوفل بھاگتے ہوئے اس کے پاس آ گئے تھے ۔ انہوں نے دیکھا

رات کے وقت سنان کی آنکھیں اور چہرہ یوں سُرخ ہو گئے تھے گویا کوئی خونخوار تیندوہ اپنے شکار سے تازہ تازہ فارغ ہُوا ہو ۔ پھر سنان کی آواز بلند ہوئی ۔

"آؤ مل کر ان کی لاشوں کو دفن کر کے یہاں سے کوچ کر جائیں"۔ چاروں نے مل کر ایک گڑھا کھودا ۔ تینوں لاشیں انھوں نے اس کے اندر دبا دیں ۔ نوفل اور میسرہ نے گھوڑے میں جوت دیئے پھر وہ وہاں سے انطاکیہ کی طرف کوچ کر رہے تھے ۔

سورج ابھی ابھی طلوع ہُوا تھا ۔ صحرا کے اندر سورج کے جذبات کی تپش بڑھنے لگی تھی ۔ تیز چلچلاتی دھوپ نے انام و جہاں کی ہر سیارو ثابت، روشن و رنگین شے اور ہر کوچہ و بازار کو ڈسنا شروع کر دیا تھا ۔ قیود و سلاسل سے آزاد گرم ہوائیں صحرا کے اندر انتشار و تشقت کا کھیل شروع کر چکی تھیں ۔ سوق الغرب میں امیمہ سنان کے گھر کی صفائی کر رہی تھی اور اس کا باپ اور بنولخم کا سردار ابن قطام چھپر تلے بندھے ہوئے سنان کے اونٹ کے آگے چارہ ڈال رہا تھا کہ گھر کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی ۔ ابن قطام نے اونٹ کی گردن پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ۔ "کون ہے ؛ اندر آ جاؤ"۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور اسامہ بن حزم اندر داخل ہوا ۔ اس کے ساتھ بنولخم کے سرحدی نخلستان کا وہ امیر بھی تھا ۔ جسے شب کی تاریکی میں سراقہ پیغام دے کر گیا تھا ۔ اس نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی اور وہ اسامہ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا ۔ ابن قطام نے اسے دیکھتے ہی پوچھ لیا ۔ "اے ابن عمیہ ! تم کیسے ہو ؛" نخلستان کا وہ امیر جس کا نام ابن عمیہ تھا آگے بڑھا ۔ بڑے احترام کے ساتھ اس نے ابن قطام سے مصافحہ کیا پھر دلگیر سے لہجے میں کہا ۔ "میں آپ کے لیے ایک انتہائی بُری خبر لایا ہوں"۔

ابن قطام نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ "کیسی بُری خبر لائے ہو ؛"——

امیمہ بھی اندر سے نکل کر ان کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی ۔ ابن عمیہ پھر بولا ۔ "پچھلی رات بنوغسان کا ایک نوجوان جو اپنے آپ کو سنان بن عدی کا عم زاد بتاتا تھا یہ پیغام دے کر گیا تھا کہ بنوغسان مشہد صلیبی امیر جو سلین سے مل کر بنولخم پر حملہ کریں گے ۔ اس نے اپنا نام سراقہ بتایا تھا اس

نے کہا تھا یہ حملہ ایک ماہ تک ہو سکتا ہے ——— یا امیر! اس نے یہ بھی کہا تھا کہ سنان سے کہنا اس کی عم زاد بہن ماریہ اسے سلام کہتی ہے۔ وہ بڑی عجلت، بدحواسی اور جلدی میں تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ بنوغسان سے چوری اور صحرا میں پھیلے ہوئے ان کے جاسوسوں سے بڑی مشکل کے ساتھ بچتا ہوا یہ خبر پہنچانے آیا ہے۔ اس کے چہرے پر خلوص اور باتوں میں حلاوت تھی" ———

ابن قطام نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "سراقہ یقیناً سنان کا عم زاد ہے اور اس نے یہ خبر دے کر بنولخم پر احسان کیا ہے۔ اس کا کہا نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

ابن قطام کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اپنے قریب کھڑے اسامہ سے اس نے کہا "اسامہ! آج ہی بنولخم کی ہر بستی اور نخلستان میں پیغام بھجوا دو کہ ان کے سروں پر پھر جنگ منڈلانے لگی ہے۔ لہٰذا اس جنگ کے لیے رضاکار سوق الغرب میں جمع ہونے شروع ہو جائیں اور تم امیمہ کے ساتھ مل کر سنان کے آنے تک ان کی تربیت کا کام شروع کر دو۔" اسامہ جب باہر جانے لگا تو ابن قطام نے کہا "ٹھہرو! میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں" ——— ابن عمیہ چند قدم آگے بڑھتا ہوا بولا "مجھے اب اجازت دیں میں جاتا ہوں"۔ ابن قطام نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "ہمارے ساتھ چلو بغیر کچھ کھائے پیئے تم سوق الغرب سے کیسے جا سکتے ہو"۔ ابن قطام اور اسامہ ابن عمیہ کو لے کر باہر نکل گئے۔ امیمہ نے بھی مکان کا بیرونی دروازہ بند کیا اور ان کے ساتھ ہو لی تھی۔

بنولخم میں جنگ کی تیاری پورے جوش و جذبے کے تحت شروع ہو گئی تھی۔ سوق الغرب کے باہر خیموں کا ایک شہر آباد ہو گیا تھا۔ جہاں بنولخم کی مختلف بستیوں اور نخلستانوں کے جوان جمع ہو کر آنے والی جنگ کا انتظار کرنے لگے تھے۔ اسامہ اور امیمہ کی سرکردگی میں جنگی مشقوں کے دوران جوانوں کو دفاع و حملہ کے اطوار عملی طور پر سمجھائے گئے تھے۔ پورے ایک ماہ بعد بنوغسان نے امیر جوسلین کے ساتھ مل کر بنولخم پر حملہ کر دیا۔ بنولخم کے مسلح جوانوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی جبکہ بنوغسان اور جوسلین کا لشکر چالیس ہزار آہن پوش جوانوں پر مشتمل تھا۔ دونوں قبیلوں کی سرحد پر صحرا کے اندر گھمسان کا رن پڑا تھا۔ بنولخم نے سینہ کوہ

بن کر مقابلہ کیا تھا۔ صبح سے لے کر دوپہر تک اندھا دھند اور گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ صحرا کے اندر گرمی اور حبس کے باعث صدائے عطش کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں لیکن جنگ جاری رہی۔ شام کے قریب نصرانیوں نے ایک زوردار حملہ کیا اور تعداد میں کم ہونے کے باعث بنولخم پہلے پسپا ہونا شروع ہوئے پھر شام کی پھیلتی ہوئی سیاہی کا سہارا لے کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ جنگ میں بنولخم کے ان گنت جوان مارے گئے جن میں ان کا سردار ابن قطام بھی شامل تھا۔ جوسلین نے امیمہ کو زندہ گرفتار کر لیا تھا تاہم اندھیرے کی آڑ میں اسامہ اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جوسلین نے صحرا کے اندر خیمے نصب کر کے اپنے لشکر کو قیام کا حکم دیا۔ اس نے وہاں تین روز تک قیام کیا۔ اس دوران اس نے کئی بار حسین و معصوم اور بے بس امیمہ کی عزت لوٹی پھر اس کی آنکھوں کی بینائی چھین لی اور اسے بنولخم کے قیدیوں کے ساتھ سوق الغرب کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ بنولخم کے لیے یہ ایک کربناک حادثہ اور پرہول المیہ تھا جو ان کی قبائلی تاریخ میں پہلی بار ان پر مسلط کیا گیا تھا۔

سنان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ رات کی تاریکی میں نابلس سے کوچ کیا تھا۔ یروشلم سے یہودہ، بنیامین اور مجدو شہر سے ہوتے ہوئے وہ بعلبک (ہیلیو پولس) آئے۔ یہاں انہوں نے سرائے میں ایک شب قیام کیا۔ وہاں سے وہ لاذقیہ شہر سے ہوتے ہوئے ایک روز انطاکیہ[1] سے چند فرلانگ کے فاصلے پر شمال کی طرف سفر کر رہے تھے کہ ایک ندی[2] جو بالکل انطاکیہ کے قریب سے بہہ کر آ رہی تھی اس کے کنارے سنان نے بگھی کو رکوا دیا اور گھوڑے سے اُتر کر وہ ندی کے شفاف پانی میں وضو کرنے لگا تھا۔ میسرہ اور نوفل بھی نیچے اُتر کر وضو کرنے لگے تھے جبکہ قسطونہ ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گئی تھی اور وہ تینوں ایک ساتھ کھڑے ہو کر عصر کی نماز ادا کرنے لگے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے دوبارہ کوچ کیا۔ ذرا آگے جا کر انہوں نے ندی کو لکڑی کے

---

[1] انطاکیہ ارضِ شام کا ایک انتہائی اہم شہر ہے۔ حلب سے ایک دن اور ایک رات کی منزل پر ہے۔ ۱۰۹۸ء میں پہلی صلیبی جنگ کے دوران ۹ ماہ کے مسلسل محاصرے کے بعد صلیبیوں نے اسے فتح کر لیا تھا۔ صلیبی ۱۸۰ برس تک اس پر قابض رہے۔ پھر ۱۲۶۸ء میں رکن الدین بیبرس نے اسے دوبارہ فتح کر لیا۔ شہر کی دو انتہائی مضبوط فصیلیں ہیں۔ جن پر ۳۶۰ بُرج ہیں۔

[2] اس ندی کا نام المقلوب ہے اور یہ دُنیا کی واحد ندی ہے جو جنوب سے شمال کی طرف بہتی ہے۔ اس کی چوڑائی بابل کی مشہور نہر عیسیٰؑ کے برابر ہے۔ اس کے کنارے بے شمار پن چکیاں

ایک پُل سے عبور کیا اور پھر وہ باب الفارس کے راستے انطاکیہ شہر میں داخل ہو رہے تھے۔

بگھی جب شہر میں داخل ہوئی تو قسطونہ نے اپنا سر باہر نکالتے ہوئے سنان کو پکارا۔ "سنان! سنان!" سنان اپنا گھوڑا اس کے قریب لاتا ہوا بولا۔ "کیا بات ہے؟" قسطونہ نے بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میرے قریب رہیے۔ میں آپ کو انطاکیہ کی مشہور اور تاریخی اہمیت کی جگہوں کے متعلق بتاتی جاؤں گی۔" سنان اپنا گھوڑا قسطونہ کے قریب قریب رکھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آگے جا کر ایک بہت بڑا کلیسا آ گیا تھا قسطونہ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "سنان! یہ کلیسا القسیان[1] ہے۔"

جب وہ کچھ فاصلہ اور آگے بڑھے تو شہر کے اندر ایک بہت بڑی اور بلند چٹان آ گئی۔ قسطونہ نے فوراً سنان کو مخاطب کر کے کہا۔ "سنان! یہ صخرۃ الموسیٰ[2] ہے۔" سنان کو تاریخی اہمیت کی جگہوں کے متعلق بتانے کے علاوہ قسطونہ میسرہ کو راستے کے متعلق ہدایات بھی دیتی جا رہی تھی اور ہاتھ کے اشاروں سے وہ اسے دائیں، بائیں اور آگے جانے کے اشارے دے رہی تھی اور اس کی ہدایت پر میسرہ بگھی کے گھوڑوں کو ہانکتا جا رہا تھا۔

بگھی آگے بڑھتی رہی۔ وہ سب خاموشی سے اس قدیم تاریخی شہر کو دیکھتے جا رہے تھے کہ قسطونہ ایک مزار کی طرف اشارہ کرتی ہوئی پھر بول پڑی۔ "سنان! یہ حبیب[3] النجار کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۲۶) ہیں جو دیکھنے والوں کے لیے ایک عجیب منظر پیش کرتی ہیں۔

[1] یہ شہر کا سب سے محترم گرجا ہے۔ اسی گرجے کی نسبت سے عیسائی دنیا یروشلم کے بعد انطاکیہ شہر کو سب سے مقدس اور قابلِ احترام شہر جانتی ہے۔ یونانی بھی اس شہر کا احترام کرتے ہیں اور تعظیماً وہ انطاکیہ کو مدینۃ اللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ شہر کبھی ان کے قبضے میں تھا۔

[2] انطاکیہ شہر کے اندر یہ ایک بہت بڑی اور بلند چٹان ہے اور اس جگہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت حضرت خضرؑ سے ملاقات کی تھی۔

[3] حبیب النجار اللہ کے ایک نیک بندے اور مامور من اللہ تھے وہ لوگوں کو اپنے خدا

مزار ہے جس کا ذکر آپ کی مقدس اور الہامی کتاب الفرقان میں بھی آیا ہے۔

سنان بڑی عقیدت اور احترام کی نظروں سے اس مزار کو دیکھنے لگا تھا اور بگھی آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئی تھی۔ آدھ فرلانگ کا فاصلہ پھر خاموشی اور سکوت میں گزر گیا۔ یہاں تک کہ قسطونہ کی آواز پھر سنان کے کانوں سے ٹکرائی۔" اور یہ گرجا اشمونیت ہے" اور سنان کی طرف سے کوئی جواب سننے کا انتظار کیے بغیر قسطونہ نے فوراً میسرہ سے کہا۔" میسرہ بگھی کو بائیں ہاتھ موڑ دو" اور میسرہ نے بگھی کا رخ ادھر ہی کر دیا تھا۔

چند ثانیوں بعد قسطونہ نے سنان گروں کے بازار میں ایک مکان کے سامنے بگھی رکوا دی اور ایک مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے سنان سے کہا۔" یہ میرا گھر ہے اور پھر وہ نیچے اتر کر اس مکان کے دروازے پر دستک دینے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے دروازہ کھولا جو ضعیف تھا اور جس کے چہرے کے تاثرات اس کے متمول ہونے کا پتہ دیتے تھے۔ اسے دیکھتے ہی قسطونہ بھاگ کر اس سے لپٹ گئی اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگی تھی۔ بوڑھا پریشان ہو کر چند لمحوں تک بگھی اور سنان کے گھوڑے کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے قسطونہ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔" میری بچی تیری ماں اور تیرا منگیتر حسان کہاں ہیں؟"

قسطونہ نے ہچکیوں اور سسکیوں میں کہا۔" وہ قتل ہو گئے بابا! وہ قتل ہو گئے۔"

اس بوڑھے نے پریشان و منتشر آواز میں پوچھا۔" کیسے اور کہاں؟" قسطونہ نے اپنے آپ کو

کی طرف بلاتے تھے۔ اہل شہر نے ان کی تعلیمات کو نہ مانا اور ان کے خلاف ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کا سر کاٹ دیا۔ وہ اپنا کٹا ہوا سر اپنے ہاتھوں میں لے کر مسلسل تین روز تک شہر کے اندر گھوم کر قرآن پاک کی یہ آیت پڑھتے رہے۔" يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ (سورہ یٰسین آیت ۲۶) یہاں تک کہ لوگوں نے انہیں اس جگہ دفن کر دیا جہاں آج کل ان کا مزار ہے۔

یہ گرجا پہلے یہودیوں کا ایک عظیم ہیکل تھا لیکن جب عیسائیوں نے شہر پر قبضہ کیا تو اس ہیکل کو انہوں نے کلیسا میں تبدیل کر لیا۔

سنبھالتے ہوئے اس بوڑھے سے علیحدہ ہو کر کہا۔" مسلمانوں کے جس قافلے کے ساتھ ہم روانہ ہوئے تھے راستے میں عیسائی قزاقوں نے اس پر حملہ کر دیا اور کارواں کے سب افراد کو انہوں نے تہ تیغ کر دیا۔ میں نے اپنے آپ کو صحرائی ریت میں چھپا کر اپنی جان بچائی تھی۔ اس صحرا کے اندر میں پیاسی مر گئی ہوتی لیکن یہ جو میرے ساتھ آئے ہیں۔ ان کی وجہ سے میں بچ گئی۔ یہ مجھے اپنے گھر لے گئے، وہاں بھی کچھ فتنہ گر لوگوں نے مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر حملہ کر دیا۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے مسلمانوں کے کاروان پر حملہ کیا تھا۔ کیونکہ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ میں بھی اس قافلے میں شامل تھی جسے انہوں نے لوٹا تھا" قسطونہ چند لمحوں کو رکی پھر سنان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" یہ جوان جو گھوڑے پر سوار ہے اس کا نام سنان ہے اس نے مجھے ان شر پسندوں سے بچایا اور میری وجہ سے اس کا چھوٹا بھائی بھی قتل ہو گیا۔ یہ تینوں مجھے حبرون لے گئے تھے اور زیارت کرانے کے بعد اب یہ مجھے میرے گھر تک چھوڑنے آئے ہیں۔"

قسطونہ پھر رکی اور اس بار بڑے غور سے اس نے اس بوڑھے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا" اے میرے باپ! کیا میں ان معزز لوگوں کو اندر بلا کر ان کی مہمان نوازی کا فرض ادا کر سکتی ہوں"۔ قسطونہ کے باپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ٹکٹکی باندھے سنان کی طرف دیکھے جا رہا تھا پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور سنان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے کہا۔

" میں نہیں جانتا تم کون ہو اور تمہارا تعلق کس سرزمین سے ہے لیکن تم میری بیٹی کے محسن ہو۔ اپنے گھوڑے سے اتر کر اندر آ جاؤ۔ اس گھر کو تم اپنا ہی جانو۔ ہم گھر کے تین فرد تھے۔ میں، قسطونہ اور اس کی ماں، اب جب کہ اس کی ماں ہم سے روٹھ چکی ہے ہم گھر کے دو ہی فرد رہ گئے ہیں۔ اپنے گھوڑے سے اتر آؤ جوان! یہ میرے لیے باعث عار ہے کہ اس گھر کا محسن اس گھر کے باہر اجنبیوں کی طرح کھڑا رہے۔"

سنان اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اتنے میں قسطونہ کے باپ کی آواز پھر سنائی دی۔" میں قسطونہ کا باپ ہوں۔ میرا نام خلید ہے بگھی کو یہیں کھڑا رہنے دو اور اس کے گھوڑے کھول کر اندر لے آؤ۔" سنان کا اشارہ پا کر میسرہ نے دونوں گھوڑوں کو بگھی سے علیحدہ کر دیا۔ پھر وہ تینوں خلید اور قسطونہ کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہو گئے تھے۔ صحن میں آ کر خلید نے قسطونہ سے

کہا ۔ "میری بیٹی! تم ان تینوں کو اندر لے جاؤ میں ان کے گھوڑوں کے چارے کا بندوبست کرتا ہوں۔" خلید نے ان سے تینوں گھوڑوں کی باگیں لے لیں اور انہیں صحن کے دائیں طرف چھوٹے سے اصطبل کی طرف لے گیا جہاں پہلے بھی دو گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔

قسطونہ ان تینوں کو لے کر آگے بڑھی۔ وہ ایک وسیع اور نہایت خوبصورت حویلی تھی اور قسطونہ انہیں لے کر ایک کمرے میں داخل ہوئی جس کی آرائش نشستوں کی ترتیب و تنظیم سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دیوان خانہ ہے۔ قسطونہ نے انہیں وہاں بٹھایا اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس نے سنان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ بیٹھیے میں آپ کے کھانے کا بندوبست کرتی ہوں" اور پھر سنان کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ اُٹھ کر باہر نکل گئی تھی۔

سنان، نوفل اور میسرہ ایک ساتھ بیٹھ کر اپنے آئندہ لائحہ عمل کے متعلق باتیں کرنے لگے تھے۔ باہر سورج غروب ہو کر اپنے پیچھے ویران و سنسان تاریکیوں کی زنجیریں کاٹ کر انہیں آزادی بخش گیا تھا۔ انطاکیہ کے قدیم تاریخی شہر میں شمعیں اور قندیلیں روشن ہو گئی تھیں۔ قسطونہ ایک بار پھر اس کمرے میں آئی اور فانوس روشن کر کے پھر باہر نکل گئی تھی۔ اس کی چال اور بھاگ دوڑ سے یوں لگتا تھا جیسے وہ بے حد مصروف ہے۔ بوڑھا خلید بھی ابھی تک باہر ہی تھا۔ شاید وہ بھی کھانا تیار کرنے میں قسطونہ کی مدد کر رہا تھا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ خلید اور قسطونہ دیوان خانے میں آئے۔ دونوں باپ بیٹی کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے ——— پھر وہ وہیں بیٹھ کر اکٹھے کھانا کھانے لگے تھے۔ چند ہی ثانیوں بعد بیرونی دروازے پر دستک ہوئی اور خلید اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔ "تم لوگ کھانا کھاؤ۔ میں دیکھتا ہوں باہر کون ہے۔" وہ انگوچھے سے اپنے ہاتھ پونچھتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

خلید نے جب دروازہ کھولا تو باہر ایک بوڑھا شخص کھڑا تھا۔ جو بے حد غمگین لگ رہا تھا۔ خلید نے اسے بڑی ہمدردی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آؤ تلیطس اندر آ جاؤ۔" وہ شخص وہیں کھڑا رہا اور پُرعذاب سی آواز میں پوچھا۔ "میں نے سنا ہے قسطونہ لوٹ آئی ہے۔ اور تمہارے ہمسایوں نے مجھے بتایا ہے کہ کچھ قذاقوں نے تمہاری بیوی اور میرے بیٹے کو قتل کر دیا ہے، کیا یہ سچ ہے؟" خلید نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "آہ تلیطس! یہ سچ ہے تمہارا بیٹا قتل ہو

چکا ہے اور میری بیوی بھی ماری گئی ہے۔ کچھ اجنبیوں نے قسطونہ کی جان بچائی تھی اور وہی اسے حجرون کی زیارت کو لے گئے تھے اب وہ اسے چھوڑنے آئے ہیں۔ یہ باہر کھڑی بگھی ان ہی کی ہے۔ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آؤ تم بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔"

اس بوڑھے نے جس کا نام تلیطس تھا اپنی آنکھوں سے بہہ نکلنے والے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں میں اب جاتا ہوں اور گھر والوں کو حسان کے قتل ہونے کی اطلاع کرتا ہوں۔ میں یہاں سے گزر رہا تھا کہ تمہارے ہمسایوں نے مجھے یہ منحوس خبر سنائی۔ شاید قسطونہ نے ان سے ذکر کیا ہوگا۔ تم جاؤ جا کر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ میں اب چلتا ہوں۔" بوڑھا تلیطس واپس چلا گیا۔

کھانے کے بعد قسطونہ نے برتن سمیٹے پھر وہ دوبارہ سنان کے پاس بیٹھتی ہوئی اسے مخاطب کر کے بولی۔ "آپ کب تک اپنی تیسری مہم پر روانہ ہونا چاہتے ہیں" سنان جو نہ جانے کن خیالوں میں اُلجھا ہوا تھا چونکتے ہوئے بولا۔ "میں نوفل اور میسرہ کے ساتھ کل یہاں سے تل الجدید کی طرف کوچ کر جاؤں گا اور اپنے ان دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد واپس لوٹ جاؤں گا۔ میں بہت جلد واپس لوٹنا چاہتا ہوں۔ ایسا نہ ہو میری وجہ سے بنو غسان بنو لخم کو انتقام کا نشانہ بنائیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ میری ——— خلید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"قسطونہ مجھے تمہارے پورے حالات سے آگاہ کر چکی ہے۔ مجھے تم جیسے جفاکش و جنید جوانوں سے محبت ہے۔ اس مہم کے سلسلے میں تمہیں اگر میری کسی مدد کی ضرورت ہو تو میں بخوشی حاضر ہوں۔" سنان کے جواب دینے سے قبل ہی قسطونہ سنان کو مخاطب کر کے بولی۔ "آپ کل صرف میسرہ کو ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ نوفل چچا یہیں رہیں گے۔ پھر آپ بھی اس مہم سے فارغ ہو کر یہاں آئیں گے اور کچھ دن قیام کرنے کے بعد یہاں سے رخصت ہوں گے۔"

سنان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جہاں تک نوفل کے یہاں رکنے کا تعلق ہے مجھے منظور ہے۔ کل میں اور میسرہ اپنی تیسری اور آخری مہم پر روانہ ہوں گے لیکن یہاں ٹھہرنے اور قیام کرنے کا مسئلہ اس مہم سے واپس آ کر آپس میں طے کر لیں گے۔" قسطونہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ "تو پھر اٹھیے۔ اُٹھ کر آرام کیجیے" ——— سنان کھڑا ہو گیا۔ پھر شاید اسے کوئی بات یاد آ گئی اور اس نے خلید کی

طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔" آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ کھانے کے دوران کس نے دروازے پر دستک دی تھی ۔" قسطونہ نے بھی چونک کر پوچھ لیا ۔ ہاں بابا! میں بھی اس وقت آپ سے پوچھنا بھول گئی تھی" ———

خلید نے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔" وہ قسطونہ کے منگیتر حسان کا باپ قلیطس تھا ۔ ہمارے ہمسایوں نے اسے بتایا تھا کہ اس کا بیٹا قتل ہو گیا لہٰذا وہ اس خبر کی تصدیق کے لیے آیا تھا" ۔قسطونہ نے بڑی ہمدردی سے کہا ۔" آپ اسے اندر لے آئے ہوتے "۔

" میں نے اسے کہا تھا بیٹی ! لیکن وہ کہنے لگا میں گھر والوں کو اس خبر کی اطلاع کرتا ہوں اور واپس چلا گیا ۔" قسطونہ چند لمحوں تک خاموش رہی پھر اس نے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" ۔آیئے میرے ساتھ ۔" سنان، نوفل اور میسرہ اس کے ساتھ ہو لیے ۔ وہ ان تینوں کو اس کمرے کی طرف لے گئی تھی جہاں انہوں نے شب کو آرام کرنا تھا ۔

دوسرے روز سنان اور میسرہ دونوں صبح سویرے انطاکیہ سے روانہ ہوئے ۔ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے اور شہر سے نکل کر بڑی تیزی سے شمال کی طرف بڑھنے لگے تھے ۔جب انہوں نے پہاڑی سلسلے کے اندر پانچ میل کا فاصلہ طے کیا تو سامنے سے پندرہ گھوڑ سواروں کا ایک قافلہ آتا دکھائی دیا ۔ وہ سب جنگ میں حصّہ لینے والے سپاہیوں کی طرح مسلح تھے ۔جب وہ آدھے سے زیادہ سنان اور میسرہ کے پاس سے گزر گئے تو ان میں سے ایک نے چلّا کر اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

" ان دونوں سواروں کی طرف دیکھو' ان میں سے ایک بنو لخم کا میسرہ ہے ۔شاید یہ ہماری جاسوسی کرنے اِدھر آیا ہے ۔ آج یہ بچ کر نہ جائے "۔ سنان فوراً حالات کی تہ تک پہنچ گیا تھا ۔ دوسری طرف میسرہ پھر اسی طرح وحشی ہو گیا تھا جس طرح تدمر کے کھنڈرات میں وہ غسان پر حملہ آور ہوتے وقت ہو گیا تھا ۔ اس نے اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال لی تھی اور مُنہ سے عجیب طرح کی آوازیں نکالنے لگا تھا ۔شاید وہ سنان کو کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا ۔

سنان نے فوراً فیصلہ کیا اور اپنی تلوار ڈھال سنبھال کر وہ ان پر حملہ آور ہو گیا ۔ اس

کے ساتھ ہی میسرہ بھی حملہ کر چکا تھا ۔ دونوں نے مل کر ان کے چار ساتھیوں کو قتل کر دیا اور جب وہ سارے سمٹ کر ان کی طرف بڑھے تو سنان نے میسرہ کو مخاطب کر کے کہا ۔" میسرہ! بائیں طرف سمندر کی طرف بھاگ چلو اس تنگ گھاٹی میں ان سے مقابلہ ہمارے لیے خطرناک ہوگا جلدی کرو میسرہ ! کسی کھلے میدان میں ان کے ساتھ ہم موت کا کھیل شروع کریں گے "۔

میسرہ نے اپنے گھوڑے کو بائیں ہاتھ موڑ کر ایڑ لگا دی ۔سنان نے بھی اپنا گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا اور دونوں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانے لگے تھے ۔ وہ سب بھی اکٹھے ہو کر ان کا تعاقب کرنے لگے تھے ۔ ان میں سے آگے آگے تعاقب کرنے والوں نے اپنی کمانیں سنبھال کر سنان اور میسرہ پر تیروں کی بارش کر دی تھی ۔میسرہ بالکل بچ گیا تھا اس لیے کہ وہ سنان کی اوٹ میں تھا ۔ دو تیر بُری طرح سنان کی ران میں پیوست ہو گئے تھے اور خون بہہ نکلا تھا ۔ چند تیر اس کی زِرہ اور خود سے ٹکرا کر بیکار نکل گئے تھے ۔ میسرہ نے پیچھے مُڑ کر سنان کی خون آلود ران دیکھ لی تھی ۔ اس نے اپنے گھوڑے کو روکنا چاہا لیکن سنان نے اسے بُری طرح ڈانٹتے ہوئے کہا ۔" میسرہ! گھوڑے کو اور تیز بھگاؤ"۔

ناچار میسرہ گھوڑے کو اور تیزی سے بھگانے لگا تھا ۔ اب وہ تعاقب کرنے والوں سے کچھ فاصلہ کر چکے تھے ۔ سنان نے دونوں تیر اپنی ران سے کھینچ کر اپنے ترکش میں ڈال لیے تھے ۔اس کا گھوڑا بڑا وحشی اور سرکش ہو کر بھاگ رہا تھا ۔ وہ بار بار میسرہ کے گھوڑے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن سنان اسے روک کر پیچھے رہنے پر مجبور کر رہا تھا ۔شاید وہ میسرہ کو اپنے آگے آگے رکھ کر اس کی حفاظت کرنا چاہتا تھا ۔

پہاڑی سلسلے کے اندر انہوں نے دس میل کا فاصلہ طے کیا ۔ اب سامنے ایک کھلا میدان آ گیا تھا جس کے وسط میں ایک بہت بڑی' بلند اور وسیع چٹان تھی جس کے اُوپر ایک کلیسا تھا اور اس سے تھوڑی ہی دُور آگے نیلا سمندر ٹھاٹھیں مارتا دکھائی دے رہا تھا ۔کھلے میدان میں تعاقب کرنے والے سنان اور میسرہ سے قریب تر ہونے کی کوشش کر رہے تھے ۔سنان نے اپنے گھوڑے کی رفتار کم کر لی تھی اور اس کے کہنے پر میسرہ بھی اپنی رفتار کم کر چکا تھا ۔

کلیسا کی چٹان کے پاس آ کر سنان کسی تیز رفتار اور خونخوار چیتے کی طرح پلٹا پھر وہ

اپنی پشت پر لٹکتے ہوئے اپنے تیز مُنہ کے پانچ آہنی نیزوں کو حرکت میں لایا اور اُنہیں بڑی تیزی سے تعاقب کرنے والوں پر پھینک کر اس نے ان کے پانچ آدمی ڈھیر کر کے رکھ دیئے تھے ساس کے نیزے ان کا خون پیتے ہوئے ان کے دِل کے پار ہو گئے تھے۔ مقابلے پر اب چھ رہ گئے تھے۔ سنان نے خوب زور سے باگیں کھینچتے ہوئے اپنے گھوڑے کو روکا۔ گھوڑا اپنی دونوں ٹانگیں ہوا میں بلند کرتے ہوئے زور سے ہنہنایا اور اس کے ساتھ ہی سنان کی رعد کی طرح کڑکتی ہوئی آواز بلند ہوئی۔

"کیا تم نہیں دیکھتے مَیں تمہارے نو ساتھیوں کو ٹھکانے لگا چکا ہوں۔ اب تم باقی چھ رہ گئے ہو اور تم سب کا قبرستان سمندر کے کنارے یہ وسیع میدان بنے گا۔ یاد رکھو مَیں سنان بن عدی ہوں اور اپنے دشمنوں سے نمٹنا خوب جانتا ہوں"۔ ان میں سے ابھی کوئی جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ سنان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بڑی خونخواری و درندگی کے ساتھ وہ ان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ سنان کے ساتھ ہی ساتھ دائیں طرف سے میسرہ بھی اپنے مُنہ سے بھیانک آوازیں نکالتا ہُوا ان پر ٹوٹ پڑا تھا۔

سنان اپنے دشمنوں کے وسط میں گھُس کر اس شیر کی طرح لڑ رہا تھا جو بے خوف و خطر ہو کر بھیڑیوں کے بھٹ میں گھُس کر حملہ آور ہو گیا ہو۔ اس نے آن کی آن میں دو دشمنوں کو قتل کر کے ان کے دوسرے ساتھیوں پر نڈھال اور خوفزدہ کر دینے والی یلغار شروع کر دی تھی۔ اتنے میں میسرہ بھی ایک کو قتل کر چکا تھا۔ سنان اب میسرہ کو بچاتا ہُوا خود ان سب سے اُلجھ گیا تھا وہ اپنے دفاع کے علاوہ کچھ اس تیزی و جولانی سے جارحانہ انداز اختیار کر چکا تھا کہ میسرہ اس کے لڑنے کے انداز پر دنگ رہ گیا تھا۔ سنان کسی دشمن پر وار کرنے کے لیے میسرہ کو موقع ہی نہ دے رہا تھا اس حملے میں سنان کا گھوڑا بھی پوری طرح اس کا ساتھ دے رہا تھا اور وہ سنان کے اشاروں پر بڑی تیزی سے دائیں بائیں اور آگے پیچھے حرکت کر رہا تھا۔

میسرہ ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ وہ کس دشمن پر اپنی تلوار برسائے کہ سنان نے دو اور کو اپنی تلوار سے چیر کر رکھ دیا۔ باقی بچنے والے دو بھاگ کھڑے ہوئے شاید وہ ایسے خونخوار دشمن سے بچ کر بھاگ جانا چاہتے تھے لیکن سنان نے ان کا تعاقب کیا۔ اس کے مطیع و فرمانبردار گھوڑے

نے فوراً ان دونوں کو جا لیا اور سنان نے بھاگنے والے ان دونوں جوانوں کے سر بھی قلم کر دیئے تھے۔

سنان نے پھر اپنے گھوڑے کو موڑا اور اس جگہ آیا جہاں میسرہ ابھی تک اس کا منتظر کھڑا تھا۔ میسرہ نے دیکھا سنان کی ران سے اس قدر خون نکلا تھا کہ سنان کا لباس خون سے تر اور جوتا خون سے بھر گیا تھا۔ میسرہ کے قریب آ کر سنان اپنے گھوڑے سے اُترا۔ میسرہ نے غور سے دیکھا خون ابھی تک بہہ رہا تھا۔ سنان جب چند قدم چلا تو خون اور تیزی سے بہنے لگا تھا۔ میسرہ آگے بھاگا اور سنان سے لپٹ کر وہ اسے اشاروں سے کچھ سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔ جنہیں سنان سمجھ نہ سکا۔ اتنے میں میسرہ نے دیکھا چٹان کے اوپر کلیسا کے اندر سے ایک راہب اور راہبہ نکلے تھے اور بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ میسرہ نے چند لمحوں تک انہیں دیکھا پھر اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب اس نے درست کی اور زور لگا کر سنان کو زمین پر بٹھانے کے بعد وہ اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا اور خرجین سے مرہم پٹی کا سامان نکال لایا۔

میسرہ نے سنان کی ران سے لباس ہٹا کر دیکھا جہاں دو گہرے اور خاصے بڑے زخم تھے جن سے خون نکل نکل کر قطروں کی شکل میں پتھریلی زمین پر گر کر چھوٹی چھوٹی کنکریوں کو سُرخ رنگ میں رنگتا جا رہا تھا۔ میسرہ ایک بار پھر بھاگتا ہُوا اپنے گھوڑے کی طرف گیا اور پانی کا مشکیزہ اُتار لایا۔ پہلے اس نے زخموں کو اچھی طرح دھو کر صاف کیا پھر زخموں پر مرہم لگا کر پٹی باندھ دی تھی۔ میسرہ پھر اُٹھا اور سنان کے نیزے اکٹھے کرنے لگا تھا۔

میسرہ ابھی سنان کی پشت کی خرجین میں نیزے ڈال رہا تھا کہ کلیسا سے نکلنے والے راہب اور راہبہ ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔ سنان نے نگاہیں اُٹھا کر انہیں دیکھا۔ راہب ایک بوڑھا آدمی تھا جس کی عمر ساٹھ برس سے کسی طور کم نہ ہو گی۔ اس کی کمر کچھ کچھ جھکتی جا رہی تھی اور اس کا قد خوب لمبا تھا۔ تاہم راہبہ کم عمر اور حسین تھی۔ اس کی عمر بمشکل ابھی سولہ برس کی ہو گی۔ اس کا حسن سالِ نو کی طرح تر و تازہ اور کیف و مستی کی طرح پُرکشش تھا۔ اس کے شباب میں آتشی برسات کی شام جیسے روپہلے خواب گوں جلوے تھے اور اس کے شعلہ رو چہرے پر طغیانِ عنبر اور زمزموں کا ارتعاش تھا۔ وہ اس آہوئے دشت کی طرح خاموش اور اداس لگ رہی تھی جس کا نر ساتھی صحرا کی بھول بھلیوں میں کھو کر اسے تنہا چھوڑ گیا ہو۔ سر سے پاؤں تک سفید

لباس میں وہ آدم نہیں حور و خیام لگ رہی تھی - سنان ابھی تک انہیں غور سے دیکھ رہا تھا کہ بوڑھے راہب کی آواز سنائی دی -

"تم دونوں کے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیبوں سے ظاہر ہے کہ تم دونوں عیسائی ہو، کیا تم مجھے یہ بتاؤ گے یہاں اس میدان میں تمہاری لڑائی کس سے ہوئی تھی -

میسرہ نے سنان کے پٹی باندھ دی تھی لہٰذا وہ کھڑا ہوا اور راہب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا - "میرا نام سنان اور میرے ساتھی کا نام میسرہ ہے - ہم دونوں عیسائی ہیں - جن لوگوں سے ہماری جنگ ہوئی یہ یہودی تھے - ان سے ہماری پرانی عداوت تھی - آج ہم انطاکیہ سے تل الجدید کی طرف جا رہے تھے کہ یہ ہم پر حملہ آور ہو گئے - یہ تعداد میں پندرہ تھے - چار کو ہم نے پہاڑی سلسلے کے اندر قتل کر دیا - اگر ہم ان سب کا اس تنگ گھاٹی میں مقابلہ کرتے تو یہ ہمارے لیے خطرناک ثابت ہوتے - لہٰذا کھلے میدان کی تلاش میں ہم اس طرف آنکلے اور ان کے باقی ساتھیوں کو ہم نے اس کھلے میدان میں ختم کر دیا ہے -

بوڑھے راہب نے تعریف کرنے اور سراہنے والے انداز میں سنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا - میرا نام امانوس ہے - پھر اس نے حسین راہبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ میری بھتیجی قبطہ ہے - ہم دونوں گرجے سے باہر کھڑے ہو کر تمہیں لڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے ——— خداوند مسیح کی قسم ! تمہارے حملوں میں صیقل وجلا اور تمہارے لڑنے کے انداز میں وجد و سماع جیسی حالت تھی - تم ایسا کفر شکن مظاہرہ کر رہے تھے جس کی تحصیل کسی اور کے لیے اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے - خداوند تمہیں مسیحیت کے لیے فراز سعید اور اس کے دشمنوں کے لیے ودارِ عبرت بنائے - زخمی ہونے کے باوجود تم نے جس طرح اپنے دشمنوں کا صفایا کیا ہے وہ اس کا ثبوت ہے کہ تم اپنے دشمنوں کے نیچے سے زمین کھینچ لینے کی قدرت اور طاقت رکھتے ہو - تم دونوں میرے ساتھ کلیسا میں چلو وہاں میں خود تمہاری مرہم پٹی کروں گا - انکار نہ کرنا - ورنہ میں سمجھوں گا کہ تم مجھے صلیب کے ایک پاسبان کی خدمت کرنے کی سعادت سے محروم رکھنا چاہتے ہو"۔

سنان نے بڑی ہمدردی سے راہب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں بہت جلد واپس لوٹ

جانا چاہتا ہوں اس لیے کہ ——— راہب اسے بات کاٹ کر بولا - "تمہارا اس حالت میں گھوڑے کی پیٹھ پر سفر کرنا انتہائی خطرناک ہے - ابھی تمہارے زخموں سے خون نکل رہا ہے - دیکھو ان پہ بندھی ہوئی پٹی بھی خون میں بھیگ چکی ہے - تم میرے ساتھ چلو جب تمہارے زخموں کا خون بہنا بند ہو جائے گا تو میں تمہیں ہرگز نہ روکوں گا - بلکہ اگر تم میری مانو تو تم یہاں سے رات کی تاریکی میں کوچ کرو - یہاں سے انطاکیہ اور تل الجدید کی طرف جانے کا واحد راستہ وہی ہے جس طرف سے تم اس سمندری ساحل کی طرف آئے ہو - اگر تم دن کے وقت واپس گئے تو ہو سکتا ہے تمہارا ٹکراؤ ان کے کسی اور ساتھی سے ہو جائے - ایسی صورت میں جب کہ تم زخمی ہو کیونکر دشمن کا مقابلہ کر سکو گے"۔

سنان نے کچھ سوچا پھر اس نے میسرہ کو مخاطب کر کے پوچھا - "میسرہ کیا مرنے والوں میں ہمارے تینوں دشمن بھی شامل تھے" - میسرہ نے غور سے سنان کی طرف دیکھا - پھر اس نے اپنی دو انگلیاں ہوا میں بلند کر دیں - جس کا مطلب تھا مرنے والوں میں صرف دو ہی شامل تھے - سنان نے راہب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا - معاف کیجئے "میرا ساتھی بول نہیں سکتا - ہمارے دشمنوں نے اس کی ٹانگ توڑ دینے کے علاوہ اس کی زبان بھی کاٹ دی تھی - بہرحال تمہاری خواہش کے مطابق میں تمہارے ساتھ کلیسا جانے کو تیار ہوں"۔

راہب نے سنان کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا - "تم گھوڑے پر بیٹھ جاؤ تمہارا پیدل اس کلیسا کی چٹان پر چڑھنا تمہارے زخموں کے لیے خطرناک ہے" - سنان جب اپنے گھوڑے پر بیٹھنے لگا تو میسرہ بھاگ کر آگے بڑھا اور سنان کو گھوڑے پر سوار ہونے میں مدد دی - راہب سنان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر آگے آگے چلنے لگا تھا - ان کے پیچھے پیچھے میسرہ تھا حسین قبطہ میسرہ کے بھیانک چہرے سے خوفزدہ ہو کر راہب کے ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی - اس چٹان کے اوپر آ کر سنان نے دیکھا کلیسا کے قریب ہی بائیں طرف سمندر کے کنارے ایک بہت بڑی بستی تھی جس کے اونچے اونچے مکان اور پتھریلے برج درختوں کے اوپر سے صاف دکھائی دے رہے تھے - وہ سب کلیسا میں داخل ہوئے - راہب انہیں لے کر ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا، جہاں ضرورت کی ہر چیز مہیا تھی - دائیں ہاتھ کی دیوار پر لکڑی کی ایک بہت بڑی صلیب لٹک رہی تھی جس پر سونے اور چاندی کی منبت کاری کی گئی تھی - کمرہ بہت بڑا تھا اور اس میں

بیس پچیس چارپائیوں پر خوب صورت اور صاف ستھرے بستر لگے ہوئے تھے ۔ کمرے کے وسط میں چھت کے ساتھ دو جھولوں کے اندر حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بت لٹک رہے تھے ۔ کمرے کی سامنے والی دیوار پر پیتل کی ایک بہت بڑی صلیب تھی جس پر حضرت عیسیٰؑ کا کانسی کا مجسمہ مصلوب تھا ۔

سنان اس پُر اسرار کمرے کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا کہ راہب نے اس کا بازو پکڑ کر اسے ایک پلنگ پر بٹھاتے ہوئے کہا ۔" اس کلیسا کا یہ کمرہ صلیبی مہمانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے یا یوں کہہ لو کہ وہ نصرانی سپاہی جو مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں حصہ لیتے ہیں یہ کمرہ ان کے لیے رہائش اور سرائے کا کام دیتا ہے ۔ یہاں سے انہیں بستر ہی نہیں کھانا بھی بے قیمت ملتا ہے ۔ اس کلیسا کے نام وقف کی ہوئی کافی زمین اور باغات ہیں جن کی آمدنی ان سب اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے ۔ پہلی صلیبی جنگ میں اَن گنت صلیبی رضاکار جو سمندر کے راستے صلیبی جنگ میں حصہ لینے کے لیے سمندر پار کے مغربی ممالک سے آتے رہے اس کلیسا میں ہی قیام کر کے میدان جنگ کی طرف جاتے رہے تھے ۔ قبطہ اس وقت چھوٹی تھی میں نے ان سپاہیوں کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی ۔ پھر راہب نے مرہم پٹی کا سامان نکالا ۔ سنان کی پٹی اس نے کھول دی اور بڑی توجہ سے دونوں زخموں کو صاف کرنے کے بعد وہ ان میں مرہم بھرنے کے بعد پٹی باندھنے لگا تھا ۔ قبطہ بھی اس کام میں اس کی مدد کر رہی تھی ۔ جبکہ میسرہ ان کے پیچھے کھڑا انہیں عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا ۔

جب راہب اور قبطہ مرہم پٹی سے فارغ ہوئے تو میسرہ نے اپنی عبا کے اندر سے کولہ نکالا اور منہ سے بھدی سی آواز نکالتے ہوئے سنان کو اپنی طرف متوجہ کر کے اس نے پتھریلے فرش پر لکھا ۔" انطاکیہ جانے کے لیے اگر آپ گھوڑے پر سفر نہ کر سکیں تو میں جا کر بگھی لے آؤں "؛ سنان نے میسرہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ۔" تم فکر مند نہ ہو میرے رفیق میرے زخموں سے خون رِسنا بند ہو جائے تو میں بآسانی گھوڑے پر سفر کر سکوں گا ۔ میسرہ خاموش رہا ۔ بوڑھے راہب نے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

" ہم دونوں تمہارے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں ۔ تم دونوں بیٹھ کر باتیں کرو ۔

بوڑھا راہب اماتوس اور قبطہ اس کمرے سے باہر نکل گئے اور میسرہ سنان کے پاس بیٹھ گیا تھا ۔

شام کے قریب جبکہ سنان اور میسرہ واپس انطاکیہ جانے کی تیاری کر رہے تھے ۔ چھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے کلیسا کی چٹان کے اوپر آئے ۔ راہب بھاگتا ہوا باہر گیا اور انہیں دیکھنے لگا وہ سب کلیسا سے باہر اپنے گھوڑوں سے اُترے اور راہب کے قریب آ کر ان میں سے ایک نے پوچھا ۔

" مقدس باپ ! کیا تم نے اپنے کلیسا کے نیچے کسی کو لڑتے دیکھا ہے " ؛ راہب اماتوس نے بلا تامل کہہ دیا ۔" مجھے کچھ خبر نہیں ہے " ۔ اس جوان نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔" تم دروغ گوئی سے کام لے رہے ہو راہب ! سنو ہمارے کچھ ساتھی آج صبح ہی صبح تل الجدید سے انطاکیہ گئے تھے ۔ جب انہیں گئے کچھ دیر ہو گئی تو انطاکیہ سے تل الجدید کی طرف آنے والے ہمارے چند شناسا لوگوں نے ہمیں بتایا کہ ہمارے چار ساتھیوں کی لاشیں انطاکیہ سے تل الجدید کی طرف جانے والے راستے میں پڑی ہیں ۔ ہم فی الفور تل الجدید سے وہاں آئے اور وہاں واقعی ہمارے ساتھیوں کی چار لاشیں پڑی تھیں ۔

ہم کافی دیر تک ان کے گھوڑوں کے سموں کے نشانات ڈھونڈتے رہے ۔ آخر کھوج لگاتے ہوئے ہم اس ساحلی میدان کی طرف نکل آئے اور یہاں ہم نے اپنے باقی سارے ساتھیوں کی لاشیں بکھری ہوئی دیکھی ہیں " ۔

وہ جوان سانس لینے کو رکا پھر بولتا چلا گیا ۔" یاد رکھو راہب ! ہمارے ساتھیوں کے قاتلوں کی تعداد دو یا تین سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ ہماری سلسلے کے اندر ہم گھوڑوں کے سم گنتے آئے ہیں ۔ وہ تیرہ چودہ مختلف گھوڑوں کے نشانات تھے جن میں سے گیارہ ہمارے ساتھیوں کے گھوڑے اور دو یا تین ان پر حملہ کرنے والوں کے ہیں اور سنو ، قاتل ہمارے ساتھیوں کے آگے آگے یہاں تک بھاگتے آئے ہیں کیونکہ ان کے گھوڑوں کے نشانات ہم نے آگے آگے دیکھے ہیں ۔ اس کے علاوہ ان میں سے کوئی زخمی بھی ہے ۔ کیونکہ خون کی ایک دھار اس میدان سے جہاں ہمارے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہیں اس کلیسا کی طرف آتی ہے ۔ بولو قاتل کہاں ہیں ۔ اب بھی اگر تم نے انکار کیا تو میری تلوار تمہاری گردن پر برسے گی " ۔

کمرے میں بیٹھا ہُوا سنان راہب کے ساتھ ان مسلح اجنبیوں کی ساری بات چیت سن رہا تھا۔ اس کے پہلو میں میسرہ بیٹھا تھا اور دونوں کے سامنے حسین قبطہ کسی خوفزدہ اور ڈری ہوئی ہرنی کی طرح کھڑی تھی۔ سنان نے میسرہ کی طرف عجیب سی وحشت کن نگاہوں سے دیکھا۔ پھر وہ کھڑا ہُوا۔ اپنی تلوار اس نے کھینچ لی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ میسرہ بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا وہ بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال چکا تھا۔ قبطہ چونکی اور بڑی ہمت کر کے اس نے سنان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"نووارد تعداد میں آٹھ ہیں اور زخمی حالت میں آپ کا ان سے مقابلہ کرنا آپ کے لیے انتہائی خطرناک فعل ہوگا۔" سنان نے مڑ کر قبطہ کی طرف دیکھا پھر اس نے اپنی بھاری اور غصیلی آواز میں کہا۔ "کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میری وجہ سے وہ بے گناہ راہب پہ ہاتھ اُٹھائیں" قبطہ کی گردن جُھک گئی اور سنان دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

سنان اور میسرہ جب کمرے سے باہر نکلے تو وہ جوان جو راہب سے مخاطب تھا جب اس نے سنان اور میسرہ کو دیکھا تو اس نے چلا کر کہا۔ "مقدّس راہب! اب تم ایک طرف ہو جاؤ۔ ہمارے دشمن خود ہی ہمارے سامنے آگئے ہیں۔" میسرہ نے فوراً اپنی عبا کے اندر سے کوئلہ نکالا اور اس جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے اپنی ڈھال سنان کے سامنے کی اور اس پر لکھ دیا۔ "تیسرا"۔ سنان اپنی تلوار لہراتا ہُوا آگے بڑھا اور اس جوان سے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے بھی سنان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میرا نام شماعیل ہے"۔ سنان نے بڑے غیور و صبور لہجے میں کہا۔ "سنو شماعیل! مَیں سنان بن عدی ہوں۔ میرے باپ کے قاتلوں میں بچنے والے تم آخری گناہگار ہو۔ مرقس اور سیورس کو قتل کرنے کے بعد میں تمہارے ساتھیوں میں دو کو تدمر میں، تین کو نابلس اور دو کو اس سرزمین پر موت کے گھاٹ اُتار چکا ہوں اب تمہاری باری ہے۔ سنو شماعیل! گو مَیں زخمی ہوں اس کے باوجود مَیں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جاؤ اتنے ساتھی اور لے آؤ مَیں ان سب کو موت کی نیند سُلا دوں گا"۔

شماعیل نے اپنے ساتھیوں کو آگے آنے کا اشارہ کیا اور خود اس نے گندے اور غلیظ بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے سنان سے کہا۔ "تم بکتے ہو۔ مَیں اس چٹان پر تمہارا اور میسرہ دونوں کا سَر

کاٹ کر چلا جاؤں گا"۔ سنان نے اپنی جگر خوار اور سریع الفنا آواز میں کہا۔

"اے معصیت آلودہ اور کفر آشنا نوجوان! تو پھر آگے بڑھو اور دیکھو کلیسا کی اس چٹان کے اُوپر کس کی فریاد و شیون اور نوحہ و پکار بلند ہوتی ہے ——— شماعیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ راہب امانوس اور قبطہ دم بخود کھڑے تھے۔ سنان نے باری باری بڑی سرعت کے ساتھ اپنی پشت سے اپنے آہنی اور خون آلود نیزے نکال کر شماعیل کے ساتھیوں پر پھینکے اور پانچ کو موت کی نیند سُلا دیا۔ اب شماعیل کے ساتھ صرف دو ساتھی رہ گئے تھے اور وہ خاموش و حیران اور پریشان و محزون کھڑا تھا۔ سنان نے اپنی پشت پر لٹکتی ہوئی اپنی ڈھال سنبھال لی۔ اس کے چہرے پر وحشی پن رقص کرنے لگا تھا۔ پھر وہ اپنی تلوار لہراتا ہُوا آگے بڑھا اور اپنے پورے غلبہ و اعتلا اور تنظیم و جمعیت کے ساتھ وہ ان تینوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ وہ ان پر جنگ و جدل اور گرد و فنا بن کر طاری ہو گیا تھا۔ میسرہ بھی ایک خوفناک چیخ مارتا ہُوا ان پر حملہ آور ہو چکا تھا اس وفادار و شیفتہ ساتھی کی طرح جو اپنے رفیق کے لیے سب کچھ قربان کر دینے کا عزم کر چکا ہو۔

سنان کچھ ایسے بے بقا کر دینے والے انداز میں حملہ آور ہُوا تھا کہ شماعیل اس کی پہلی ضرب کا دفاع ہی نہ کر سکا اور سنان کی تلوار اس کے شانے سے پسلیوں تک اُترتی چلی گئی تھی باقی دو عجیب سی محسوسانہ کیفیت میں لرز اُٹھے تھے۔ سنان نے اُنہیں بھی سوچنے کا موقع نہ دیا اور ان میں سے ایک پر حملہ آور ہو کر اس نے اس کی سانس کی ڈوری بھی کاٹ دی۔ ان کے آخری ساتھی کو میسرہ اپنی تلوار سے کاٹ چکا تھا ——— سنان نے اپنی ڈھال پشت پر لٹکاتے کے بعد تلوار نیام میں کر لی۔ پھر وہ مرنے والوں کی لاشوں سے اپنے نیزے نکال نکال کر اپنی خرجین میں ڈالنے لگا تھا۔

راہب امانوس اور قبطہ اس کے پیچھے کھڑے اپنے پگھلے ہوئے معصوم جذبات اور گل فشاں و شیریں انداز میں دیکھ رہے تھے۔ سنان جب کھڑا ہُوا تو امانوس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا۔ "تم اپنے دشمنوں کے سامنے ایک غیر محیط مد و جزر اور ناقابلِ تسخیر کوہستان کا ایک بیکراں سلسلہ ہو۔ یقین جانو مَیں نے اپنی زندگی میں کسی صلیبی جوان کو یوں

بے دھڑک اور سینہ کوہ بن کر لڑتے نہیں دیکھا۔" قبطر صرف اپنے پورے جمال و تجمل سے ایک عجیب سے خفی اور پوشیدہ جذبے کے ساتھ سنان کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

امانوس کی بات کا جواب دینے کے بجائے سنان نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا "میں رخصت ہونے سے پہلے ان سب لاشوں کو کہیں دبا دینا چاہتا ہوں تاکہ میرے جانے کے بعد آپ پر کوئی اور مصیبت نہ بن جائے"۔

چاروں نے مل کر چٹان کے پاؤں میں ایک گڑھا کھودا پھر انہوں نے چٹان کے اوپر اور میدان میں پڑی ساری لاشوں کو اس گڑھے میں دبا دیا تھا۔ اس کے بعد سنان نے امانوس سے اجازت لی اور میسرہ کے ساتھ وہ انطاکیہ کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

آدھی رات کے قریب سنان اپنے گھوڑے پر سوار قسطونہ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مکان کے اندر کوئی دروازہ کھلنے کی آواز آئی پھر حویلی کے صحن میں قسطونہ کے باپ خلید کی آواز سنائی دی۔ "کون ہے؟"

سنان نے دھیمی سی آواز میں کہا "میں سنان ہوں، دروازہ کھول دو"۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور خلید سامنے کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی۔ سنان اور میسرہ جب اندر داخل ہو گئے تو حویلی کے برآمدے میں قسطونہ کی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تھا "بابا! کون آیا ہے؟"

خلید نے دروازہ بند کر کے واپس مڑتے ہوئے کہا "سنان اور میسرہ آئے ہیں"۔ قسطونہ بھاگتی ہوئی صحن میں آ گئی تھی۔ اس کے پیچھے پیچھے نوفل بھی تھا۔ خلید جب مڑا اور مشعل کی روشنی سنان پر پڑی تو اس نے دیکھا سنان کا لباس خون آلود تھا۔ اس نے اس کے قریب آ کر پریشان لہجے میں پوچھا۔ "کیا تم زخمی ہو؟ یہ تمہارا لباس خون سے تر کیوں ہے؟"

قسطونہ بھاگ کر آگے بڑھی اور پراگندہ اور فکرمند آواز میں کہا "کیا کہا؟ سنان زخمی ہے؟"

اتنی دیر میں سنان گھوڑے سے اترنے لگا تھا۔ میسرہ اس سے پہلے ہی اتر چکا تھا اور

سنان کو سہارا دے کر گھوڑے سے اتارنے لگا تھا۔ قسطونہ بھی بھاگ کر آگے بڑھی اور ہر شرم کو نظر انداز کرتی ہوئی وہ بھی سنان کو سہارا دینے لگی تھی۔ نوفل نے بھی بھاگ کر سنان کو پکڑ لیا۔

سنان نیچے اترا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم فکر نہ کرو میں ٹھیک ہوں اور اپنے سہارے چل سکتا ہوں"۔ قسطونہ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "آپ کے زخم کہاں ہیں؟" آہستہ آہستہ حویلی کی طرف بڑھتے ہوئے سنان نے کہا "ران پر"

خلید نے سنان اور میسرہ کے گھوڑے کی باگیں پکڑ لیں اور قسطونہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "قسطونہ! میری بیٹی! تم سنان کو اندر لے چلو۔ میں ان کے گھوڑے اصطبل میں باندھ کر آتا ہوں"۔ سنان نے لاکھ منع کیا لیکن قسطونہ اسے سہارا دے کر اندر لے گئی جب کہ خلید دونوں گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔

سنان کو اس کمرے کی طرف لے جانے کے بجائے جس میں نوفل اور میسرہ ٹھہرے ہوئے تھے قسطونہ اسے اپنے کمرے میں لے گئی تھی۔ کمرے کے اندر ایک صندلی قندیل روشن تھی جس کی وجہ سے کمرہ ہلکی ہلکی خوشبو اور روشنی سے مہک رہا تھا۔ سنان کو اپنے بستر پر بٹھانے کے بعد قسطونہ نے ایک بڑی مشعل روشن کی۔ اتنی دیر میں خلید بھی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے مشعل قسطونہ کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا "لاؤ میں سنان کا زخم دیکھتا ہوں"۔ خلید نے مشعل سنبھالی اور سنان کا لباس ہٹا کر اس نے دیکھا سنان کی ران کے ایک بڑے حصے پر پٹی بندھی ہوئی تھی جو ساری خون سے رنگین ہو چکی تھی۔

خلید کے بولنے سے قبل ہی سنان کے اوپر جھکی ہوئی قسطونہ نے متفکر و اندیشہ ناک آواز میں کہا "زخم کافی بڑا لگتا ہے بابا۔ آپ جا کر طبیب کو بلا لائیں"۔ سنان نے فوراً منع کرتے ہوئے کہا۔ "اس وقت طبیب کو لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک راہب نے زخم کی مرہم پٹی کر دی ہے۔ اگر زخم طبیب کو دکھانا ہی ہے تو اسے صبح بلا لیں گے"۔

سنان کے قریب ہی بیٹھتے ہوئے قسطونہ نے پوچھا۔ "آپ کا اپنے دشمنوں کے ساتھ کہاں اور کس جگہ سامنا ہوا تھا"۔ جواب میں سنان نے پہلو بدلا پھر وہ انہیں دشمنوں سے جنگ کرنے کی پوری داستان سنا رہا تھا۔ سنان جب خاموش ہوا تو قسطونہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔

"میں آپ اور میسرہ کے لیے کھانا لاتی ہوں"۔ سنان نے اُسے منع کر دیا۔" کھانا ہم اس راہب کے پاس سے کھا کر آ رہے ہیں جو ہمیں اپنے کلیسا میں لے گیا تھا"۔

اس بار خلید بولا اور قسطونہ سے کہا۔" قسطونہ! میری بیٹی! تم اس کمرے میں دو بستر اور لگا دو۔ میں اور تم اسی کمرے میں رہ کر رات کے وقت سنان کی نگہداری کریں گے"۔ قسطونہ باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کمرے میں دو بستر لگا دیئے تھے۔ پھر نوفل اور میسرہ اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ سنان بھی لیٹ گیا تھا جبکہ خلید اور قسطونہ جاگنے کی خاطر اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھے۔

دوسرے روز ابھی اندھیرا ہی تھا۔ سنان گہری نیند سویا ہُوا تھا کہ کسی نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلاتے ہوئے جگا دیا۔ سنان نے جب آنکھیں کھول کر دیکھا تو قسطونہ اس کے اُوپر جھکی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ سنان جب اُٹھ کر بیٹھ گیا تو قسطونہ نے کہا۔" بابا طبیب کو لانے گئے ہیں۔ اس کے آنے سے پہلے پہلے آپ ہاتھ مُنہ دھو لیں"۔

سنان نے دیکھا قسطونہ کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ہُوا لمبی گردن کا ایک کوزہ تھا اور فرش پر ہاتھ منہ دُھلانے کے لیے اس نے ایک طشت رکھا ہُوا تھا۔ سنان نے گہری نگاہوں سے قسطونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" اس وقت مکابرت کی کیا ضرورت تھی۔ میں خود اُٹھ کر ہاتھ مُنہ دھو لیتا"۔ قسطونہ نے مسکراتے ہوئے بڑی خوش دلی سے کہا۔" یہ میرا فرض اور میرے لیے ایک سعادت ہے۔ سنان خاموش رہا اور قسطونہ کی مدد سے وہ ہاتھ مُنہ دھونے لگا تھا۔ نوفل اور میسرہ بھی اس دوران اپنے کمرے سے نکل کر سنان کے پاس آ کر بیٹھ گئے تھے۔ قسطونہ نے سنان کا ہاتھ منہ دھلایا اور برتن اُٹھا کر باہر نکل گئی۔ سنان نوفل اور میسرہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا تھا۔

ایک بوڑھا طبیب کمرے میں داخل ہُوا تھا۔ خلید اور قسطونہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں اُونٹ کی کھال کا بنا ہُوا چھوٹا سا صندوقچہ تھا اور دوسرے ہاتھ میں اس نے عصا دتھام رکھا تھا۔ خلید کے سمجھانے پر وہ سنان کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ اپنا عصا اس نے پلنگ کے پائے سے ٹکا کر رکھ دیا اور دوائیوں کا صندوقچہ اس نے فرش پر رکھ دیا تھا۔ خلید نے آگے بڑھ کر سنان کا لباس ہٹا کر طبیب کو زخم دکھا دیا تھا۔ اور قسطونہ بڑے غور اور میٹھے انداز

میں سنان کو دیکھتی ہوئی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔

طبیب نے راہب کی باندھی ہوئی پٹی کھول دی۔ قسطونہ سے پانی منگا کر اس نے سُرخ رنگ کا ایک بُرادہ اس میں ملایا پھر وہ دونوں زخموں کو اس سے صاف کرنے لگا تھا۔ قسطونہ نے دیکھا وہ کافی گہرے زخم تھے اور ایسی حالت میں تھے گویا کوئی ننھا سا پودا زمین سے اکھیڑ لیا جائے اور وہاں چھوٹا سا ایک گڑھا بن جائے یہی صورت و ماہیت ان دونوں زخموں کی بھی تھی۔ طبیب بڑے اطمینان اور توجہ سے زخموں کو دھوتا رہا پھر اس نے ان پر سفید رنگ کی پھنکی سی چھڑکی اور اپنے تھیلے سے نئی پٹی نکال کر اس نے زخموں پر باندھ دی اور سنان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"خدا کو منظور ہُوا تو دونوں زخم بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔ فکر کی کوئی بات نہیں دو تین روز تک چلنے سے پرہیز کریں۔ اس کے بعد آپ بیشک بھاگتے رہیں کوئی اندیشہ نہ ہوگا"۔

طبیب کی بات چیت سے سنان نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ وہ اسے بڑی پُرشوق نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ اپنا سامان سمیٹ رہا تھا تو سنان نے پوچھا۔ کیا دو دن بعد میں گھوڑے پر سفر کرنے کے قابل ہو سکوں گا۔

طبیب کے ہاتھ رُک گئے اور اس نے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" آپ کا سفر کس قدر طویل ہوگا"؟

"ایک دن اور آدھی رات کا سفر ہے"۔

طبیب نے اندیشہ ناک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔" آپ کم از کم پانچ روز تک گھوڑے پر اتنا سفر شروع نہ کریں۔ پانچ روز کے بعد آپ بیشک اس سفر پر روانہ ہو جائیں۔ میں آپ کو نہ روکوں گا۔ میں اب ہر روز خود ہی آ کر پٹی بدل دیا کروں گا"۔ طبیب جب اُٹھنے لگا تو سنان نے اپنے لباس کے اندر سے دو سنہری سکے نکالے اور طبیب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔" یہ رکھ لیں"۔ طبیب نے اپنا تھیلا سنبھال کر سنان کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔" ان کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لیے یہی کافی ہے کہ تم مسلمان ہو اور پھر خلید مجھے بہت کچھ دے چکا ہے۔ یہ مجھے تمہارے متعلق تفصیل سے بتا چکا ہے۔ تم ایک سعادت مند بیٹے ہو۔ جس نے اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے کی خاطر اس قدر تگ و دو اور تردد و جستجو کی ہے۔ یہ اپنے پاس رکھو۔ بنو غسان کے خلاف آواز اُٹھاتے ہوئے

یہ تمہارے کام آئیں گے۔ طبیب کمرے سے باہر نکل گیا اور سنان اسے ممنونیت و احسانمندی سے دیکھتا رہ گیا تھا۔

سنان نے نوفل اور میرہ کے ساتھ پانچ روز تک قسطونہ کے ہاں قیام کیا۔ قسطونہ دل و جان سے اس کی خدمت کرتی رہی تھی۔ اس کے زخم بھی اب مندمل ہو چکے تھے اور چھٹے روز وہ طبیب اور خلید سے رخصت ہونے کی اجازت لے چکا تھا ——— صبح کے کھانے کے بعد وہ تینوں اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈال چکے تھے اور کوچ کرنے کے لیے اصطبل میں خلید کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد خلید حویلی سے نکلا۔ وہ ان تینوں کیلئے زاد راہ اٹھائے ہوئے تھا جو اس نے سنان کے گھوڑے کی زین سے باندھ دیا۔ پھر اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا "قسطونہ کہاں چلی گئی" اور کسی کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ زور زور سے پکارنے لگا۔ "قسطونہ! قسطونہ!" تھوڑی دیر بعد قسطونہ حویلی کے اندر سے بھاگتی ہوئی نکلی اور خلید کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔

خلید نے دیکھا قسطونہ کی آنکھیں بھیگی اور سوجی ہوئی تھیں۔ شاید وہ روتی رہی تھی اس دکھ، تکلیف اور عذاب پر کہ سنان اس سے جدا ہو رہا تھا۔ وہ بچاری اس عرب، اس بدو اور اس صحرا نشین کو اپنی جان اور روح کا ایک حصہ جو سمجھنے لگی تھی۔ آہ! بچاری کی محبت وہ بھی ایک اجنبی اور پردیسی سے جس کی زندگی نگر نگر گھومنے والے قاز و کونج جیسی تھی۔

خلید بچارا اپنی بیٹی کی حالت جان چکا تھا۔ قبل اس کے وہ کچھ کہتا سنان اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر انہیں الوداع کہہ چکا تھا۔ دونوں باپ بیٹی ان تینوں کو اپنے گھر کے دروازے پر چھوڑنے آئے جب سنان اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر کی گلیوں کے اندر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو خلید نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ جب وہ مڑا تو اس نے دیکھا قسطونہ روتی اور سسکیاں لیتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگتی جا رہی تھی۔ بیٹی کے دکھ اور صدمے پر بوڑھے خلید کا سر جھک گیا تھا اور وہ آہستہ آہستہ قسطونہ کے پیچھے چل پڑا تھا۔

امیمہ کی گل فشاں و شیریں زندگی کسی پرانی اور بوسیدہ عمارت کی طرح منہدم، مسمار، برباد اور ویران ہو گئی تھی۔ اس کا اندھا ہو جانا بنولخم کے لیے ایک نہ مندمل ہو جانے والے زخم کا سا دکھ اور درد تھا۔ تاہم سوق الغرب کے اکابر نے متفقہ فیصلہ کر کے اس کی شادی اسامہ سے کر دی تھی اور بستی کی ایک بوڑھی عورت کو اس کی خدمت پر مامور کر دیا تھا۔ اب اسامہ، امیمہ اور بوڑھی خادمہ کے ساتھ امیمہ کے گھر رہنے لگا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے بنولخم کے سارے نخلستانوں اور بستیوں کے جوانوں پر مشتمل پھر ایک پندرہ ہزار کا لشکر تیار کر لیا اور صحرا کے اندر اس نے زہریلے اور خونخوار جاسوس مقرر کر دیئے تھے جو بنوغسان کی نقل و حرکت کے متعلق اطلاعات فراہم کرنے لگے تھے اور پھر عیسائی کاروانوں کے یروشلم کی زیارت کو جانے کے دن آگئے تھے اور اسامہ ان قافلوں کو لوٹ کر انہیں تباہ و برباد کرنے کا عزم کر چکا تھا۔

ایک روز اسامہ اپنے گھر داخل ہوا وہ پوری طرح مسلح اور ہتھیار بند تھا۔ صحن میں ایک چٹائی پر امیمہ ظہر کی نماز ادا کر رہی تھی اور بوڑھی خادمہ جس کا نام حمامہ تھا مطبخ میں کھانے کے برتن صاف کر رہی تھی۔ اسامہ ایک طرف کھڑا ہو کر امیمہ کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ امیمہ نماز کے بعد جب دعا سے فارغ ہوئی تو اسامہ اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"امیمہ! آج میں اس مہم پر جا رہا ہوں جس کا مجھے عرصے سے انتظار تھا، مجھے رخصت ہونے کی اجازت دو ——— امیمہ نے فکر گیر آواز میں پوچھا۔ "کیسی اور کون سی مہم؟"

"ہمارے کچھ ساتھی خبر لائے ہیں کہ نصرانیوں کا ایک کاروان جس میں انطاکیہ، آرمینیہ،

گرجستان اور طارس کے عیسائی شامل ہیں زیارت کی غرض سے یروشلم کی طرف جا رہا ہے اور میں اس پر شب خون ماروں گا ——— امیمہ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ کیا وہ ——— امیمہ ایک دم خاموش ہوگئی۔ کیونکہ بستی کے اندر فلک بوس تکبیریں بلند ہونے لگی تھیں "اللہ اکبر"۔ امیمہ تڑپ کر کھڑی ہوگئی اور چونکتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کون آیا ہے۔ بستی میں لگاتار اللہ اکبر کی صدائیں کیوں بلند ہو رہی ہیں۔ اس بستی میں آج ضرور کوئی مؤقر و معزز ہستی داخل ہو رہی ہے۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد امیمہ نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "میرا دل کہتا ہے سنان بن عدی اپنی مہم سے فارغ ہو کر لوٹ آیا ہے سنو اگر سوق الغرب کا وہ نور العین اور تابندہ صفات بیٹا لوٹ آیا ہے تو پھر اس اندھے صحرا میں وہ قضا کا فرشتہ بن کر بنو غسان کے لیے بدبختی اور کور باطنی کے دور کی ابتدا کر دے گا ——— اسامہ نے پرجوش آواز میں کہا اگر سنان آ گیا ہے تو پھر بنو غسان کے یوم النشور کی ابتدا ہو چکی ہے۔ پھر اسامہ نے دروازے کی طرف بھاگتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی آیا امیمہ! میں دیکھتا ہوں کیا وجہ ہے۔ اگر سنان لوٹ آیا ہے تو مجھے اس کا استقبال اور پیشوائی کرنی چاہیے"۔

اسامہ جب چلا گیا تو امیمہ زور زور سے پکارنے لگی۔ "حماسہ! حماسہ!" مطبخ میں کام کرتی ہوئی حماسہ باہر نکلتی ہوئی بولی۔ "کیا بات ہے بیٹی!" امیمہ نے نغم و گیت جیسی آواز میں کہا۔ "حماسہ! سارے کام چھوڑ دو اور مجھے باہر لے چلو میں بھی سنان کا استقبال کروں گی۔ خدا کرے وہی آیا ہو۔ حماسہ نے امیمہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کی راہنمائی کرتی ہوئی باہر لے گئی۔

اسامہ بھاگتا ہوا بستی سے باہر نکلا۔ اس نے دیکھا وہ پندرہ ہزار مسلح جوان جن کے ساتھ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی مہم پر روانہ ہونا تھا بڑے پُرجوش اور سرگرم دکھائی دے رہے تھے اور وہ اُٹھ اُٹھ کر کسی کی طرف ایک جھلک دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسامہ جب وہاں پہنچا تو لشکر کے جوان ایک طرف ہٹتے ہوئے اسے بڑے احترام کے ساتھ راستہ دینے لگے تھے۔ اسامہ نے ایک جوان سے پوچھا۔ "یہ کون آیا ہے جس کے آنے کی خوشی میں تکبیریں بلند کی گئی ہیں"۔

اس جوان نے بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "سنان اپنے باپ کے قاتلوں کو

ختم کرنے کے بعد لوٹ آیا ہے۔ لشکر کے جوان اُسے گھیرے ہوئے ہیں اور اس سے مصافحہ و معانقہ کر رہے ہیں۔

اسامہ جب لشکر کے حلقے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا وہاں سنان کھڑا تھا اور اس کے دائیں بائیں نوفل اور میسرہ کھڑے تھے اور سنان بستی کے چند جوانوں سے کچھ پوچھ رہا تھا۔ اسامہ آگے بڑھا اور ان تینوں سے مصافحہ کرنے کے بعد وہ سنان کے قریب کھڑا ہو گیا۔ سنان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے اپنی غصیلی اور قہر آلود آواز میں پوچھا۔ "اسامہ! بستی کے لوگوں نے جو مجھے بدآمیز و حقیر ترین خبریں سنائی ہیں کیا یہ سب سچ اور حقیقت ہیں"۔

اسامہ نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "اگر انہوں نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ بنو غسان نے صلیبی امیر جوسلین کے ساتھ مل کر ہمیں ذلت آمیز شکست دی ہے تو یہ سچ ہے۔ اگر انہوں نے آپ سے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ابن قطام جنگ میں کام آ چکا ہے اور جوسلین نے امیمہ کی آنکھوں کی بینائی اور بصیرت چھین لی ہے تو یہ بھی حقیقت ہے"

اسامہ جب خاموش ہو گیا تو سنان نے بپھرے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ اگر میں یہ پوچھوں کہ کیا جوسلین نے امیمہ کو بے آبرو اور داغدار کر دیا ہے تو پھر تمہارا کیا جواب ہوگا"۔ اسامہ نے کسی کڑوے گھونٹ کی طرح تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "آہ! یہ بھی درست ہے۔ اس صلیبی بھیڑیے نے امیمہ کو بے عفت کر دیا ہے۔ میں نے اس سے شادی کر لی ہے اور اب وہ میری بیوی ہے"۔ سنان نے مہیب و دہشت طاری کر دینے والی آواز میں کہا۔

"قسم ہے مجھے قاسم و قثم کی میں بنو غسان اور جوسلین کے گنہ گار ضمیر اور تاریک سینوں کو چیر دوں گا" ——— سنان رکا پھر بیابانوں کے وحشیوں جیسی اس کی زہر آلود آواز ابھری۔ اسامہ! اگر مجھے خبر ہوتی کہ بنو غسان میری غیر موجودگی میں ایسا اریب، دھوکہ اور فند فریب کھیلیں گے تو میں ہرگز اپنے باپ کے قاتلوں کی تلاش میں نہ جاتا اور اس خاموش صحرا کے اندر میں انہیں بتاتا کہ بنو لخم پر حملہ کرنے کی کس قدر بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے"۔

اسامہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "کیا ہمیں نصرانیوں کے قافلے پر حملہ کرنا چاہیے"؛ سنان نے کاٹتی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ حملہ ضرور ہوگا اور میں خود جاؤں گا لیکن اس کے لیے پندرہ

ہزار جوانوں کی ضرورت نہیں ہے اس کے لیے صرف پانچ ہزار مسلح جوان کافی ہیں"۔ اسامہ نے چونکتے ہوئے کہا ۔

"اس کاروان کے ساتھ سلامتی اور حفاظت کی خاطر جوسلین کا پانچ ہزار کا ایک لشکر بھی ہے جس کا سالار جوسلین کا امیر آخور د واصطبل ہے"۔ سنان نے میسرہ اور نوفل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ "تم دونوں گھر جا کر آرام کرو ۔ میں یہیں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کروں گا ۔"

میسرہ نے ہوا میں ہاتھ لہرا کر سنان کو سمجھایا کہ وہ بستی کے بجائے لشکر کے ساتھ جائے گا ۔ اسامہ نے کہا بنو لخم متفقہ طور پر آپ کو قبیلے کا امیر چن چکے ہیں ۔ کیا آپ بستی میں داخل ہو کر لوگوں سے مل کر کوچ نہ کریں گے ۔"

سنان نے پھر شعلے کی مانند بھڑکتی ہوئی آواز میں کہا ۔ "میں سوق الغرب میں اس وقت تک داخل نہ ہوں گا جب تک انہیں بنو غسان کے خلاف کچھ کر کے نہیں دکھاتا ۔ تم اپنے اس آدمی کو میرے پاس بلاؤ جس نے تمہیں نصرانی کاروان کے متعلق اطلاع دی ہے ۔ میں خود اس سے بات کروں گا"۔ اسامہ اپنے سپاہیوں کے ہجوم میں گم ہو گیا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اس کے ساتھ ایک خوب بھرا ہوا اور توانا جوان تھا جسے اس نے سنان کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے کہا ۔

"یہ جوان اس کاروان کی اطلاع لایا ہے ۔"

سنان نے اس جاسوس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ "تمہارا نام کیا ہے"۔ اس جوان نے بڑے ادب اور لحاظ سے کہا ۔ "یا امیر! میرا نام صمیم ہے اور میں ایک سرحدی نخلستان کا رہنے والا ہوں"۔ ——— سنان نے پھر اس سے سوال کیا ۔ "تم نے نصرانی کاروان کو کب اور کس جگہ دیکھا تھا"۔ صمیم نے نظر بھر کر سنان کو دیکھا پھر کہا ۔ "یا امیر! گزشتہ شب میں نے انہیں قلعہ دہر السمعان سے صرف ایک فرسنگ شمال کی طرف دیکھا تھا جس رفتار سے وہ سفر کر رہے تھے ۔ اگر اسی رفتار سے آتے رہے تو آنے والی شب کو عشاء تک وہ اس صحرا میں داخل ہو جائیں گے ۔ اگر انہوں نے راستے میں رک کر کہیں قیام و قعود بھی کر لیا تو بھی وہ کسی نہ کسی طرح آدھی رات تک راس الشمرہ سے آگے نکل آئیں گے ۔

سنان شاید صمیم سے کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا کہ سوق الغرب کا ایک جوان بھاگتا ہوا آیا اور سنان سے کہا ۔ "یا امیر! امیمہ آپ سے ملنا چاہتی ہے ۔ سنان نے چونک کر پوچھا" ۔ کہاں ہے وہ ؟" اس جوان نے قریب ہی کھجوروں کے ایک جھنڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ "وہ اپنی بوڑھی خادمہ کے ساتھ کھجوروں کے اس جھنڈ میں کھڑی آپ کا انتظار کر رہی ہے"۔ سنان نے اپنے پہلو میں کھڑے اسامہ کا بازو پکڑتے ہوئے کہا ——— "آؤ میرے ساتھ میں امیمہ سے ضرور ملوں گا"۔ سنان اور اسامہ کھجوروں کے اس جھنڈ میں آئے وہاں امیمہ اپنی بوڑھی خادمہ حماسہ کے ساتھ کھڑی تھی ۔ سنان اور اسامہ جب امیمہ کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے تو حماسہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دباتے ہوئے کہا ۔

"امیمہ! امیمہ! سنان بن عدی تمہارے سامنے کھڑا ہے ۔ اس کے ساتھ تمہارا شوہر اسامہ بھی ہے"۔ سنان نے دیکھا اس کے سامنے امیمہ کسی ویران و پریشان حال مرقد کی طرح کھڑی تھی ۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی ۔ سنان اس کے سانسوں کی تھکن میں اس کا آزردہ چہرہ اور نگاہوں کے سکوت میں اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں دیکھ رہا تھا ۔ امیمہ کی کور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے پھر اس کی بیزاری اور اداسی سے بھرپور آواز سنائی دی ۔

"عدی کے بیٹے! تم نے دیکھا بنو غسان نے جوسلین سے مل کر ہمیں کیسے ذلیل و رسوا کیا ہے ۔ کاش تم یہاں ہوتے اور اپنی قوی ضربوں سے اغیار کا سینہ چیر دیتے ۔ آہ! ہم پر یہ وقت بھی آنا تھا ۔ کاش" ——— سنان نے اس کی بات اچکتے ہوئے کہا ۔ "اے بنت امیر! عنقریب تم دیکھو گی میں نا فرجام و بد انجام بنو غسان کے علاوہ ان کے حلیف جوسلین کو بھی اس صحرا کے اندر اندھا کر دوں گا ——— ہاں بنت امیر! بہت جلد تم سنو گی، بنو غسان کے نخلستان بنو لخم کی صید گاہ بننا شروع ہو گئے ہیں ۔ قسم ہے مجھے تمہاری کھوئی ہوئی عفت و آبرو کی ۔ میرا کمیت گھوڑا اپنے عدو کے ہر نخلستان کو روندے گا ۔ انہوں نے تمہیں کور چشم کیا ہے ۔ میں کور چشمی کے علاوہ ان کے دامن میں کور بختی بھی ڈال دوں گا ——— اے بنت امیر! تمہیں اسامہ مبارک ہو ۔ اب تم اپنے آپ کو شاد و خرم رکھو ۔ عنقریب تم بہت بڑی نوید اور خوش خبری سنو گی ۔ میں اب اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرتا ہوں"۔ امیمہ نے چونک کر کہا ۔ "عدی کے بیٹے! اب تم بنو لخم کے

امیر ہو۔ کیا تم سوق الغرب میں داخل ہو کر لوگوں سے مل کر ان کی راہنمائی کے لیے کچھ نہ کہو گے۔ لوگ بڑی بے تابی سے بستی میں تمہارے داخل ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔" سنان نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ کرنے کے بعد بہت جلد واپس آ کر سب سے ملوں گا۔ اب تم واپس چلی جاؤ میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔"

امیمہ خاموشی سے حماسہ کے ساتھ واپس چلی گئی۔ سنان واپس لشکر میں آیا۔ نوفل کو اس نے گھر بھیج دیا اور خود وہ لشکر کے ساتھ جنوب مغرب کی طرف صحرا کے اندر کوچ کر گیا تھا۔

شفق کے پیچھے سورج غروب ہو گیا تھا اور خطِ اُفق پر رات بھر کا مہمان اندھیرا گرد کدورت بن کر چھا گیا تھا۔ آسمان پرستاروں کے کاروان ایک عجیب نقش و نگاری کا سماں باندھتے ہوئے اپنے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔ صحرا کے اندر عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سنان اپنے لشکر کے ساتھ اب بڑی تیزی سے دریائے عاصی اور راس الشمرہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب وہ دریائے عاصی کے قریب آئے تو انہیں اَن گنت گھنٹیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ سمجھے شاید نصرانیوں کا کاروان ہے لیکن جب وہ قریب ہوئے تو انہوں نے دیکھا وہ کوئی خیمہ دار قبیلہ تھا جو دریائے عاصی کے کنارے کنارے جنوب کے رُخ پر سفر کر رہا تھا اور ان کے اونٹوں کی گردنوں سے بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آواز صحرا کے اندر دُور دُور تک بکھر رہی تھی۔

دریائے عاصی کے کنارے سے ایک فرلانگ دُور ہٹ کر سنان نے اپنے لشکر کو روک دیا یہاں اس نے لشکر کو تین حصّوں میں تقسیم کیا۔ لشکر کا ایک بڑا حصّہ اس نے اپنے پاس رکھا اور دوسرے دو حصّے اس نے اسامہ اور میسرہ کی کمانداری میں دے کر انہیں دو مختلف جگہوں پر گھات میں بٹھا دیا تھا اور خود وہ دریا کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ ایسی جگہ کمین گاہ بنا کر بیٹھ گیا تھا۔ جہاں سے وہ دُور سے آنے والے کاروان کو دیکھ کر سامنے کی طرف سے اس پر حملہ کر سکتا تھا۔

آدھی رات کے قریب جب کہ سوئے ہوئے صحرا کے اندر چاند طلوع ہو کر کافی اونچا ہو چکا تھا چاندنی کے اندر چمکتے ہوئے ریت کے ٹیلے کراہتی ہوئی شب کے لیے سوالیہ نشان بن گئے تھے اور قدرت کے نکیر اور لوح نویس صحرا کے اس حصّے میں اپنا عمل شروع کرنے کی خاطر حرکت میں آ چکے تھے۔

ایک دم خوابیدہ صحرا چنگاریوں کی طرح بھڑک کر جاگ اُٹھا تھا اور آسودہ فضائیں ہلچل اور بےچینی کا شکار ہو گئی تھیں۔ صحرا میں ہزاروں گھنٹیوں کا شور، اونٹوں کی بلبلاہٹ اور اَن گنت انسانی آوازوں کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ صحرا کے اس حصّے میں وہ قافلہ آن پہنچا تھا جس کی خاطر سنان صحرا میں گھات لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔

جوسلین کے پانچ ہزار محافظوں کے ساتھ ہزاروں اونٹوں پر مشتمل نصرانی زائرین کا وہ کاروان میسرہ اور اسامہ کی سیدھ سے گزرتا ہوا جب آگے بڑھا تو سنان اپنے لشکر کے ساتھ ریت کے سر جھکائے کھڑے ٹیلوں کی اوٹ سے نکل کر کاروان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا تھا بالکل اس یوحی واژدھا کی طرح جو اپنا منہ کھول کر صحرا کی ہر چیز کو نگل جانے کا عزم کر چکا ہو۔ جوسلین کے لشکر کا سالار اپنے چند محافظوں کے ساتھ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا سنان کی طرف بڑھا اور اپنی غضبناک آواز میں پوچھا۔

"تم لوگ کون ہو اور کاروان کا راستہ کیوں روکا ہے"

کاروان کا ہر فرد خاموش اور منتظر تھا کہ دیکھیں صحرا کے اس حصّے میں ان کے حق میں کیا ظہور میں آتا ہے۔ اسی لمحہ سنان کی آواز نوبت و دمامے کی طرح گونجتی ہوئی فضاؤں میں اُبھری وہ کاروان کے محافظِ لشکر کے سالار سے مخاطب ہوا تھا۔

"میں بنو لخم کا سنان بن عدی ہوں۔ چند ماہ قبل صحرا کے اسی حصّہ میں بنو غسان نے مسلمانوں کے مقدّس حجاج کے قافلے کو لوٹ کر سارے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اب عیسائیوں کے اس کاروان سے میں اپنی ملت کے اس قافلے کا انتقام لوں گا۔"

نصرانی سالار نے برہم مزاجی سے کہا۔ "یہ تمہاری ناسمجھی اور بھول ہے۔ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو کاٹ کر اس کاروان کو بحفاظت نکال کر لے جاؤں گا۔"

سنان نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "تم بکتے ہو۔ میں صحرا میں اب تمہیں ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہ دوں گا۔" اس کے ساتھ ہی سنان نے اپنی پشت سے اپنا آہنی نیزہ نکالا اور تاک کر نصرانی سالار کو مارا۔ بھاری اور آہنی نیزہ اس کی زرہ کو چیرتا ہوا دل کو چھید کر نکل گیا تھا اور اپنے گھوڑے سے گر کر اس نے دم توڑ دیا تھا۔ سنان نے اپنی وحشی اور سرکش آواز میں اپنے

لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور بنو لخم کے جوان اپنے شاہین صفت سالار کی راہنمائی میں آسمان سے آگ برسانے والے عذاب اور آتش و آہن کا سیلاب بن کر حملہ آور ہو گئے تھے۔ آج ان کے حوصلے بلند تھے۔ اس لیے کہ ان کے آگے آگے سنان دشمنوں کے وسط میں کروٹیں لیتے ہوئے طوفان اور قاقم و سنجاب کی طرح لڑ رہا تھا۔ کاروان کے پانچ ہزار محافظوں نے سنان کے حملے کو روکنے کی انتہائی کوشش کی تھی لیکن سنان نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے کاٹتے ہوئے انہیں پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

علین اس وقت جب کہ کاروان میں سنان کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے کہرام مچا ہوا تھا۔ اسامہ اور میسرہ کی سرکردگی میں دونوں لشکر ٹیلوں کی گھات سے نکل کر کاروان پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ صحرا کی وسعتوں میں جنگ کا شور اور بڑھ گیا تھا۔ قافلے کے لوگوں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن وہ چاروں طرف سے گھر چکے تھے اور لمحہ بہ لمحہ ان کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی۔ بنو لخم کے مسلمان آج فطرت کی پُراسرار قوت بن کر حملہ آور ہو رہے تھے کیونکہ آج انہیں لڑانے والا اور ان کا سالار ان کے سامنے عزم و رجا کی ایسی مثالیں پیش کر رہا تھا جو کم از کم ان کے لیے نئی تھیں۔ سنان نے ان کے حوصلوں اور ولولوں کو بیدار و بیباک کر دیا تھا وہ اپنے چہرے پر موت کی مسکراہٹ اور اُبلتی آنکھوں میں برق کے کوندے لیے نصرانی محافظوں کو پرانی اور زنگ خوردہ زنجیروں کی طرح کاٹ رہا تھا۔ صحرائی ویرانی و سنسانی اور آسمان پر ٹمٹماتے ہوئے ستارے بھی آج بنو لخم کے دشمنوں کا بدترین اور از حد حقیر تقدیر کا نوشتہ پڑھ کر مسکرا رہے تھے۔

جنگ کافی دیر تک جاری رہی۔ کارواں کے مسلح جوان اور عورتیں تک بھی تلواریں سونت کر جنگ میں کود گئے تھے۔ صحرا کے اندر یوم النشور برپا ہو گیا تھا اور موت و ممات کا نہ ختم ہونے والا کھیل شروع ہو گیا تھا۔ بنو لخم سنان کی کمان داری میں اپنا لہو پانی ایک کرتے ہوئے بھڑک اُٹھنے والی چنگاریوں کی طرح لپک لپک کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ نصرانیوں میں اب ناپائیداری، بے ثباتی، یاس کلی اور کامل ناامیدی چھا رہی تھی۔ پھر دشمن کے وسط میں جا کر جب سنان نے سینوں میں تلاطم برپا کر دینے والی آواز میں تکبیر بلند کی اور اس کے

جواب میں بنو لخم نے صحرا کا جگر چیر دینے والی آوازوں میں "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اپنی پوری وہبی و تکوینی قوتوں سے حملہ کیا تو نصرانی بھاگنے کی راہیں تلاش کر رہے تھے۔ وہ دُعائیں مانگ رہے تھے کہ کاش صحرا کا یہ حصہ پھٹ جائے اور ہم اس میں سما کر محفوظ و مامون ہو جائیں لیکن ان کی دُعائیں دخان کی طرح تحلیل ہو کر رہ گئیں اور سنان نے اپنے لشکر کے ساتھ کاروان کے ایک ایک فرد کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

کاروان کے سامان سے لدے ہوئے سارے اونٹ اور گھوڑے ایک جگہ جمع کیے گئے پھر سنان نے اسامہ کو اپنے پاس بُلا کر کہا۔ "اسامہ! تم یہ سارا مالِ غنیمت لے کر سوق الغرب کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اس کی حفاظت کے لیے پانچ ہزار جوان بھی ساتھ لے جاؤ۔ میں باقی دس ہزار لشکر کے ساتھ بنو غسان کی سرحدی بستیوں پر حملہ آور ہوں گا۔ میں آج سحر ہونے تک ان کی کم از کم پندرہ بستیوں کو ویران کر کے واپس آؤں گا۔ اب تم جلدی کرو، سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے میں بہت کچھ کر لینا چاہتا ہوں۔"

اسامہ نے اپنے پانچ ہزار جوانوں کو علیحدہ کیا۔ ان کی مدد سے اس نے سامان سے لدے ہوئے اونٹ اور گھوڑے ایک جگہ جمع کیے پھر وہ بڑی تیزی سے سوق الغرب کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ سنان نے بھی دس ہزار لشکر کے ساتھ صحرا کا وہ حصہ چھوڑ دیا اور اب وہ بائیں ہاتھ مڑ کر بنو غسان کی ان بستیوں کا رُخ کر رہا تھا جو بنو لخم کی سرحدوں کے نزدیک پڑتی تھیں۔

طلوعِ سحر میں ابھی کافی دیر تھی کہ سنان سیلِ بلاانگیز کی مانند اپنے لشکر کے ساتھ بنو غسان کی ایک بستی میں داخل ہوا اور اپنی بلند و ارفع آواز میں اس نے لوگوں کو پکارتے ہوئے کہا۔ "بنو غسان کے لوگو! میں سنان بن عدی ہوں۔ گواہ رہنا میں تم پر حملہ آور ہوا ہوں اور اپنی اس بربادی کی خبر اپنے سردار بطروس سے بھی جا کر کہنا۔ اس بدنہاد اور کم ذات بوڑھے سے کہنا میرے بعد اس نے مکاری سے کام لے کر بنو لخم پر حملہ کیا تھا۔ اس سے یہ بھی کہنا کہ قسم کعبہ کی عظمتوں کی۔ اس صحرا کے اندر صلیب و حرم کا خونی کھیل اب شروع ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی سنان نے بستی پر حملہ کر دیا۔ جو شخص بھی مسلح ہو کر اس کے سامنے آیا۔ اسے اس نے تہ تیغ کر دیا اور بستی کا کل مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس طرح دن چڑھنے تک بنو غسان کی پندرہ سے بھی

زائد بستیوں میں داخل ہو کر اس نے ایسی رفعت و بلندی اور کچھ ایسے نہج و قاعدے کیساتھ حملہ کیا تھا کہ وہ اپنے پیچھے ہزاروں آہ و پکار کرنے والی آوازوں کو چھوڑتا ہوا سامان سے لدے ہوئے اَن گنت اُونٹوں کے علاوہ گھوڑوں اور بکریوں تک کو ہانکتا ہوا سوق الغرب کی طرف روانہ ہو گیا تھا ۔ یہ ایک سخت ضرب تھی جو بنو غسان کے سینے پر پڑی تھی ۔

سُورج کھجور کے درختوں کی سیدھ تک فضا میں بلند ہو چکا تھا کہ سنان اپنے لشکر کے ساتھ سوق الغرب میں داخل ہوا تھا ۔ بستی کے لوگ اسے دیکھ کر رس بھری خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے اور جب انہیں یہ خبر سُنائی گئی کہ بنو غسان کی پندرہ سے بھی زائد بستیوں کو ویران کر دیا گیا ہے تو لوگ دفیں اور طنبورے بجا بجا کر اپنی مُسرت کا اظہار کرنے لگے تھے ۔

سنان کے گھر کے سامنے جو کھُلا میدان تھا اس کے اندر اسامہ نے سارا مالِ غنیمت جمع کر رکھا تھا اور جو سامان سنان لایا تھا وہ بھی وہیں اُتار دیا گیا ۔ بستی کے بزرگ اور اکابر بھی وہاں جمع ہو گئے تھے اور جوں جوں یہ خبر بنو لخم کی دوسری بستیوں میں پہنچی وہاں کے امیر بھی سنان کو مبارک باد دینے کی خاطر وہاں جمع ہو گئے تھے ۔

سنان کی حویلی کے کھُلے صحن میں کھجوروں کی چھاؤں تلے مجلسِ شوریٰ منعقد ہوئی جس میں سوق الغرب کے اکابر کے علاوہ بنو لخم کی ساری بستیوں اور نخلستانوں کے امیروں نے بھی حِصّہ لیا ۔ جس میں باضابطہ طور پر سنان کو بنو لخم کا امیر اور سالار چنا گیا ۔ سارا مالِ غنیمت لڑنے والے سپاہیوں کے علاوہ بنو لخم کے نادار لوگوں میں تقسیم کرنے کے ساتھ سوق الغرب میں ایک مرکزی بیت المال کھولا گیا اور پہلی قسط کے طور پر اس بیت المال میں غنیمت کے مال سے لاکھوں درہم نقد اور جنس کے علاوہ دشمن سے چھینا ہوا اسلحہ تک جمع کرایا گیا ۔ اسامہ کے آبائی مکان کو بیت المال بنا دیا گیا تھا ۔

اس کے علاوہ مجلس شوریٰ میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ سوق الغرب سے باہر خیموں پر مشتمل ایک چھاؤنی قائم کی جائے جس میں پندرہ ہزار کا وہ لشکر قیام کرے گا جس کی تعداد میں ہر روز اضافہ کیا جائے گا ۔ تاکہ اچانک حملے کی صورت میں فی الفور حالات کا مقابلہ کیا جا سکے ۔

اسامہ کو بیت المال کا نگران مقرر کرنے کے علاوہ بنو لخم کے چودہ برس سے زیادہ

عمر کے سب جوانوں کو جنگی تربیت دینے کا ذمہ دار بھی بنایا گیا ۔ جنگ کی صورت میں میرہ کو سنان کا نائب چُنا گیا اور اسامہ کا فرض تھا کہ وہ جنگ میں اِن دونوں کو ہر طرح کی رسد اور کمک بہم پہنچائے گا ۔

یوں مسلمانوں کے صوبہ حلب اور عیسائیوں کے صوبہ طارس کے درمیان بنو غسان اور بنو لخم کے درمیان صلیب و حرم کا خونی کھیل شروع ہو گیا تھا ۔

قسطونہ اور اس کا بوڑھا باپ خلید اپنے اصطبل کی صفائی کر رہے تھے کہ قلیطس گھر میں داخل ہوا ۔ وہی قلیطس جو قسطونہ کے ہلاک ہونے والے منگیتر حسبان کا باپ تھا ۔ وہ سیدھا اصطبل کی طرف آیا اور بوڑھے خلید سے کہا ۔

" خلید ! آج میں تم سے کچھ کہنے آیا ہوں "۔ خلید نے کام چھوڑ کر بڑی خوش دلی سے کہا ۔ " کہو "۔

قلیطس نے قسطونہ کی طرف اشارہ کیا ۔ " تم جانتے ہو قسطونہ حسبان کی منگیتر تھی اس لحاظ سے تمہارے ہاں یہ میرے گھر کی امانت تھی ۔ اب جب کہ حسبان مر گیا ہے میں چاہتا ہوں اسے اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے بیاہ کر لے جاؤں اور میں چاہتا ہوں یہ کام دو ایک روز تک ہو جائے ۔ میری بیوی اب بوڑھی ہو چکی ہے اور وہ گھر کا کام نہیں کر سکتی اس لیے میری امانت میرے گھر بھیج دو "۔

خلید نے قسطونہ کی طرف دیکھتے ہوئے مغموم آواز میں کہا ۔ " اگر قسطونہ اس کے لیے تیار نہ ہو پھر ؟ "

قلیطس نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔ " قسطونہ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے ۔ بس تم دو ایک روز تک اس کی رخصتی کا انتظام کر دو ۔

قسطونہ جو ابھی تک خاموش تھی بڑی غصیلی نگاہوں سے قلیطس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی " بوڑھے قلیطس ! تمہارا چھوٹا بیٹا تو ایک طرف اس وقت اگر میرا منگیتر اور تمہارا بڑا بیٹا

حسبان بھی زندہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ بھی شادی کرنے سے انکار کر دیتی ۔ میں اپنی زندگی کا ساتھی چن چکی ہوں اور میرے باپ کو اس کا علم ہے ۔ اب اس موضوع پہ ہمارے ساتھ کبھی گفتگو نہ کرنا "۔

قلیطس نے غضبناک ہو کر کہا " اے لڑکی ! اگر تیری زبان اسی طرح چلتی رہی تو سن ! میں تیری زبان کاٹ دوں گا "۔ پھر اس نے غصیلے سور کی طرح خلید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا " تمہاری لڑکی کیا کہہ رہی ہے خلید ! "

خلید نے بڑی عاجزی سے کہا " قسطونہ ٹھیک ہی کہتی ہے ۔ جس عرب نوجوان نے اس کی زندگی بچائی تھی اور جو اسے جرون کی زیارت کے بعد یہاں چھوڑنے آیا تھا قسطونہ اسے پسند کر چکی ہے ۔ میں مجبور ہوں "۔

قلیطس نے واپس مڑتے ہوئے کہا ۔ " میں اب جاتا ہوں اور تمہارا آخری فیصلہ سننے کے لیے میں شام کے بعد پھر آؤں گا ۔ قلیطس غصے میں بوڑھی بطخ کی طرح جھولتا ہوا باہر نکل گیا تھا ۔

عشاء کے قریب جب خلید اور قسطونہ کھانا کھانے کے بعد سونے کی تیاری کر رہے تھے قلیطس گھر میں داخل ہوا اس کے ساتھ اس کا بیٹا سردم بھی تھا ۔ جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئے جس کے اندر وہ دونوں باپ بیٹی بیٹھے ہوئے تھے تو خلید نے چونک کر کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا " حویلی کا دروازہ تو بند ہے تم دونوں کس راستے سے آئے ہو "۔

قلیطس نے عیارانہ آواز میں کہا " ہم تمہاری حویلی کی عقبی دیوار پھاند کر آئے ہیں "۔

خلید نے سخت احتجاج کیا " لیکن کیوں ؟ "

قلیطس نے اس سے قریب ہوتے ہوئے کہا " اس لیے کہ ہم جانتے تھے تم رات کے اس وقت ہمارے لیے اپنی حویلی کا دروازہ نہ کھولو گے "۔

خلید کے جواب دینے سے قبل ہی قسطونہ اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں چلی گئی تھی ۔ شاید وہ ان دونوں باپ بیٹے کا سامنا نہ کرنا چاہتی تھی ۔ خلید نے سخت برہم ہو کر کہا " قلیطس ! یہ تمہاری بھول ہے ۔ اس گھر سے تم میری بیٹی کو زبردستی بیاہ کر نہیں لے جا سکتے "۔

اس بار قلیطس کے بیٹے سردم نے کہا ۔ ہم ابھی قسطونہ کو اپنے ساتھ لے کر جائیں گے ۔

خلید نے غصّے میں کھڑے ہو کر قلیطس ہی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "قلیطس! سن لو، مَیں اپنی بیٹی کے مستقبل کا فیصلہ اس کی آرزو اور خواہش کے مطابق کر چکا ہوں۔ تم اگر زمین آسمان ایک کر دو تب بھی مَیں قسطونہ کو تمہارے ہاں بھیجنے کو تیار نہیں۔ قسم موسیٰؑ و اسرائیل کی یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور مَیں اس میں کوئی تبدیلی نہ ہونے دوں گا"۔

قلیطس کے بیٹے نے اپنی تلوار بے نیام کی اور ایک ہی وار میں اس نے بوڑھے خلید کی گردن کاٹ دی اور خلید کی لاش فرش پر گرنے کے بعد فرش کو خون سے تر کرنے لگی تھی قلیطس نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "آؤ پہلے قسطونہ کو پکڑ لیں۔ بعد میں اس کی لاش کو ٹھکانے لگا دیں گے۔ ایسا نہ ہو وہ یہاں سے بھاگ ہی جائے۔ دونوں باپ بیٹا ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے لیکن وہ وہاں نہ تھی۔ دونوں بھاگتے ہوئے صحن میں آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان دونوں کے دیکھتے ہی دیکھتے قسطونہ حویلی کی دیوار پھاند کر باہر کود گئی تھی۔ گلی کے اندر چند قدم بھاگنے کے بعد قسطونہ نے کچھ سوچا پھر وہ واپس مڑی اور گلی کے اندر کھڑی بگھی کے نیچے چھپ کر بیٹھ گئی تھی۔ قلیطس اور اس کا بیٹا بھی حویلی کا دروازہ کھول کر باہر آئے اور گلی میں بھاگنے لگے۔ قلیطس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ادھر چلو، مَیں نے خود اس طرف اس کے بھاگتے قدم کی چاپ سنی ہے"۔

دونوں باپ بیٹا بھاگتے ہوئے ایک چوک پر آئے وہاں کھڑے ہو کر چند لمحوں تک انہوں نے اطراف و اکناف کا جائزہ لیا پھر قلیطس نے سامنے والی گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا۔ "تم اس سامنے والی گلی میں جا کر دیکھو۔ مَیں دائیں ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر وہ شہر سے باہر نکلنا چاہتی ہے تو ضرور بابِ فارس کی طرف گئی ہو گی۔ اگر تم تیزی سے بھاگ کر اس کا تعاقب کرو تو شہر پناہ تک پہنچنے سے قبل ہی تم اسے بڑی آسانی کے ساتھ پکڑ سکتے ہو۔ مَیں اس گلی کا چکر لگا کر تمہیں بابِ فارس کے پاس آ کر ملوں گا۔ ویسے شہر سے باہر نکلنے کے لیے اس کے آثار کم ہیں کیونکہ اس کے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔ میرا دل کہتا ہے وہ شہر کے اندر ہی اپنی جان پہچان کے لوگوں کے پاس ٹھہر کر بعد میں چوری چھپے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرے گی۔ ایسی صورت میں ہر روز شہر سے باہر نکل کر ہمیں اس پر کڑی نگاہ رکھنی ہو گی"۔ دونوں باپ بیٹا علیحدہ ہوئے اور مختلف گلیوں سے ہوتے ہوئے وہ باب فارس کی طرف بھاگنے لگے تھے۔

بگھی کے نیچے بیٹھی ہوئی قسطونہ کو جب اِن دونوں کے بھاگتے قدموں کی آواز آنا بند ہو گئی تو وہ رینگتی ہوئی باہر نکلی۔ اپنے پنجوں کے بل چلتی ہوئی وہ اپنی حویلی میں داخل ہوئی۔ بھاگتی ہوئی وہ اصطبل کی طرف آئی اور ایک گھوڑے پر زین ڈالنے کے بعد وہ اسے پکڑ کر حویلی کے عقبی حصّے کی طرف لے گئی اور زیتون کے درختوں کے جھنڈ تلے اسے کھڑا کرنے کے بعد وہ پنجوں کے بل بھاگتی ہوئی حویلی میں داخل ہوئی۔ اپنے سارے کپڑے اور ایک جوڑا اپنے باپ کا اس نے گٹھڑی میں باندھا اور دیوار سے آویزاں ایک تلوار اور ڈھال لینے کے بعد اس نے نقدی کی ایک تھیلی بھی نکالی اور دوبارہ وہ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ زیتون کے جھنڈ میں آ کر اس نے سارے کپڑے اور نقدی گھوڑے کی خرجین میں ڈال دیے۔ زین کے ساتھ اس نے تلوار، ڈھال لٹکائی۔ پھر اپنی سانس روک کر اس نے حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہر طرف کاٹ کھانے والا صمت و سکوت تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو پونچھے۔ ایک لمبا سانس لیا اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر وہ حویلی کے عقبی دروازے سے باہر نکل گئی۔ گلی میں آ کر ہچکیاں اور سسکیاں لیتے ہوئے وہ گھوڑے پر سوار ہوئی۔ گردن موڑ کر ایک بار بڑی حسرت بھری نگاہ اپنی حویلی پر ڈالی پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا گھوڑا تنگ گلیوں سے نکل کر بڑی سڑک پر آیا اور پھر قسطونہ اسے باب مسلم کی طرف سرپٹ دوڑا رہی تھی۔

صبح سویرے ہی جب کہ سنان ابھی ابھی فجر کی نماز پڑھ کر گھر لوٹا تھا اور میرہ کے ساتھ مل کر اپنے گھوڑوں اور اونٹ کے آگے چارہ ڈال رہا تھا، حویلی کا دروازہ کھلا اور بنو لخم کے دو جوان ایک اونٹ کے ساتھ حویلی میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک خالی ہاتھ تھا جبکہ دوسرا اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھا اور اس نے اپنے اونٹ پر گٹھڑی کی صورت میں کچھ لادا ہوا تھا۔ سنان اور میرہ نے انہیں دیکھ کر گھوڑوں کو چارہ ڈالنا چھوڑ دیا اور ان کی طرف بڑھے جب وہ قریب ہوئے تو حویلی میں داخل ہونے والے جوانوں میں ایک نے بڑی کربناک آواز میں کہا۔ "یا امیرِ لخم! ہم آپ کے لیے ایک بدترین اور افسوسناک خبر لے کر آئے ہیں"۔

سنان نے اس سے قریب ہوتے ہوئے عجیب سے احتمال و وہم کا شکار ہوتے ہوئے پوچھا۔ "تم کیسی خبر لائے ہو؟"

اس جوان نے اونٹ کی نکیل اس کے گھٹنے پر مارتے ہوئے زمین پر بٹھایا اور دوبارہ سنان سے کہا۔ "اے امیر! ہم آپ کے عم زاد سراقہ کی لاش لائے ہیں۔ آپ پہچانیے کیا اونٹ پر لدی ہوئی یہ لاش آپ کے عم زاد ہی کی ہے۔" سنان تیزی سے آگے بڑھا۔ اونٹ پر رکھی ہوئی لاش کے اوپر سے اس نے سیاہ رنگ کی خون آلود چادر ہٹائی پھر اس نے غم انگیز آواز میں کہا۔

"آہ! یہ میرا عم زاد سراقہ ہے۔ تمہیں اس کی لاش کہاں سے ملی ہے؟"

اس جوان نے غم و الم سے بھرپور آواز میں کہا۔ "ہم دونوں ایک سرحدی بستی کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا عم زاد زخمی حالت میں ہماری بستی میں داخل ہوا تھا۔ یہ زخموں سے چور تھا اور مرنے سے قبل اس نے ہمیں بتایا کہ وہ آپ کے لیے ایک اہم خبر لے کر آیا تھا۔ وہ آپ سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ بنو غسان کا ایک وفد قلعہ دیر النعمان کی طرف روانہ ہو چکا ہے اور وہ آپ کے خلاف لڑنے کے لیے صلیبیوں سے امداد حاصل کریں گے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ بنو غسان کا ایک بہت بڑا لشکر آپ پر حملہ آور ہونے کی خاطر دیر القمر میں جمع ہو رہا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ یہ دونوں خبریں آپ تک پہنچانے آیا تھا۔ لیکن صحرا کے اندر بنو غسان کے جاسوسوں نے اسے دیکھ لیا اور اس پر تیروں کی بارش کر دی لیکن وہ کسی نہ کسی طرح ہماری حدود میں داخل ہو گیا۔ جب وہ ہماری بستی میں آیا تھا تو وہ گھوڑے سے گر پڑا تھا اور سخت تکلیف میں تھا۔ یا امیر! بنو غسان اور بنو سلیم کے ساتھ ہماری پہلی جنگ سے قبل بھی آپ کے عم زاد نے بنو لخم تک اس متوقع حملے کی خبر پہنچائی تھی۔ افسوس اس کے زخم ایسے گہرے اور خطرناک تھے کہ ہم اس کی جان نہ بچا سکے۔"

سنان نے پھٹی پھٹی غم انگیز اور سلگتی ہوئی آواز میں کہا۔ "آہ سراقہ! میرے عم زاد میرا خدا تیری روح کو پرسکون رکھے۔ جو خبریں تو مجھ تک پہنچانے آیا تھا میں ان پر عمل کر کے بنو غسان سے تمہارے قتل کا بدلہ ضرور لوں گا۔" سنان چند لمحوں تک خاموش رہا اس کی پلکیں بھیگ گئی تھیں پھر اس نے ڈوبتی ابھرتی آواز میں کہا۔ "اے میرے بھائی! اس نیکی کے صلہ میں میرا رب تجھے

بخشش عطا کرے۔ کاش تو میرے پاس زندہ پہنچتا تو ——— اس سے آگے سنان کچھ نہ کہہ سکا اور اس کی آواز ڈوب گئی۔ مطبخ میں کھانا پکاتا ہوا نوفل بھی باہر نکل آیا اور سراقہ کی لاش دیکھ کر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ قریب ہی کھڑا لنگڑا اور بے زبان میسرہ بھی اپنی نم آلود آنکھیں صاف کر رہا تھا۔ سوق الغرب کے بے شمار مرد عورتیں سنان کی حویلی میں جمع ہو گئے تھے اور سراقہ کی لاش کو اونٹ سے اتار کر چارپائی پر ڈال دیا گیا تھا۔ دوپہر کے بعد سراقہ کو سوق الغرب کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا تھا۔

اسی روز شام سے ذرا پہلے جب کہ سنان اور میسرہ بستی سے باہر لشکر کے خیموں کی طرف گئے ہوئے تھے اور نوفل گھر میں مطبخ کے اندر کھانا تیار کر رہا تھا۔ قسطونہ گھر میں داخل ہوئی وہ گھوڑے پر سوار تھی اور مردانہ لباس پہن رکھا تھا۔ اس کا چہرہ گرد سے اٹا ہوا تھا آنکھیں سوجی ہوئی اور چہرے پر ژولیدگی و پریشانی تھی۔ نوفل اسے دیکھتے ہی اس کی طرف لپکا۔ اتنی دیر تک قسطونہ گھوڑے سے اتر چکی تھی۔

نوفل نے قریب آ کر گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "قسطونہ! قسطونہ! میری بیٹی! تم نے یہ اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے۔" پھر قسطونہ کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے قسطونہ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اسے اصطبل کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر پھر آتا ہوں۔"

نوفل نے گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر اس کی زین اتار کر چارہ ڈال دیا اور گھوڑے کی خرجین جس کے اندر قسطونہ کے کپڑے اور نقدی تھی اسے نوفل اٹھائے قسطونہ کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مطبخ میں لے آیا۔ قسطونہ کو اس نے ایک چھوٹے سے لکڑی کے تخت پر بٹھایا اور اس کے کپڑوں اور نقدی کی خرجین اس کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے بڑی شفقت اور ہمدردی سے پوچھا۔

"اب بتاؤ بیٹی! تم اس پریشانی کی حالت میں کیسے یہاں آئی ہو؟"

قسطونہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے اور پھر اس نے رو رو کر اپنے باپ کے مرنے اور انطاکیہ سے بھاگنے کے سارے واقعات سنا ڈالے تھے۔ نوفل نے قسطونہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"کہ وہ اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھ کر رہے"۔ قسطونہ نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پہلے گھر کے اندر جا کر اس نے لباس تبدیل کیا پھر نوفل کی جگہ بیٹھ کر وہ خود کھانا تیار کرنے لگی تھی۔

شام کی نماز کے بعد سنان گھر میں داخل ہوا اور صحن کے وسط میں آ کر اس نے نوفل کو پکارا۔ "نوفل! نوفل!" نوفل صحن میں آیا اور بڑے پیار سے پوچھا۔ "کیا ہوا سنان!"

سنان نے اس سے قریب آتے ہوئے کہا۔ "میں ایک مہم پر روانہ ہو رہا ہوں نوفل! شاید میں کل تک لوٹ آؤں ——— میسرہ لشکر کے اندر رہی ہے اور وہ بھی میرے ساتھ جا رہا ہے ———" نوفل نے بکھری بکھری سی آواز میں پوچھا۔ "کھانا نہیں کھاؤ گے"۔

سنان نے پریشان سے لہجے میں کہا۔ "نہیں نوفل! مجھے بھوک نہیں۔ میں صرف تمہیں اطلاع دینے آیا تھا کہ میں تھوڑی دیر بعد لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر رہا تھا"۔ جونہی سنان مڑ کر باہر نکلنے لگا۔ حویلی کے اندر سے قسطونہ نکل کر سنان کی طرف بڑھی۔ اسے دیکھتے ہی سنان کو نہ جانے کیا ہوا اور اس نے بپھرتے ہوئے کہا۔

"تم کیوں یہاں آئی ہو، چلی جاؤ یہاں سے۔ دنیا بھر کے یہودی اور عیسائی ہمارے دشمن ہیں۔ یہ عالم اسلام کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ مجھے ان سے نفرت ہے"۔ سخت غصے کی حالت میں سنان واپس مڑا اور حویلی سے باہر نکل گیا۔

قسطونہ کی حالت بدترین ہو گئی تھی۔ پہلے اس کے چہرے پر ندامت و انفعال نمودار ہوئے پھر عجیب سی نہیب ولاچاری کی حالت میں وہ بچاری سسک کر رونے لگی تھی۔ نوفل خود بھی کسی بوڑھے اور بے برگ درخت کی طرح اُداس ہو گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا قسطونہ کے پاس آیا اور اس کے سر پر شفقت کے ساتھ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تم یہیں رہو گی بیٹی! میں تمہیں اب کہیں نہ جانے دوں گا۔ آج کے بعد تم اس گھر کی عزت ہو اور یہ گھر تمہاری حفاظت اور کفالت کا ذمہ دار ہے۔ تم سنان کی باتوں کا برا نہ ماننا۔ آج وہ سخت پریشان اور اُلجھا ہوا ہے اس لیے کہ بنو غسان کے عیسائیوں نے آج اس کے عم زاد سراقہ کو قتل کر دیا ہے۔ تم یقین جانو اس نے کل شام کا کچھ نہیں کھایا۔ وہ اپنے بھائی کے غم میں گھلا جا رہا ہے اور اب وہ بنو غسان کے خلاف کسی مہم پر روانہ ہو رہا ہے۔ آؤ دونوں

مل کر کھانا کھائیں پھر اپنے رب کے حضور سنان کی فتح و کامرانی کی دعا مانگیں"۔

نوفل قسطونہ کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا۔ وہ اب مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ شاید سنان کے سخت الفاظ وہ یہ سمجھ کر فراموش کر گئی تھی کہ اس کا بھائی مارا گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ نوفل کے ساتھ بیٹھ کر بڑے آرام اور رفاہ کی حالت میں کھانا کھا رہی تھی۔

رات اپنی تمام نادیدہ و مخفی طاقتوں کے ساتھ رقص کناں ہوئی تھی۔ دامنِ آسمان پر ستاروں کے نقش و نگار چاند کی تیز روشنی میں اور زیادہ عیاں ہو گئے تھے۔ ریت کے ٹیلے سر جھکائے نہ جانے کیا سوچ رہے تھے اور چاندنی رات میں دُور دُور تک نظر آتا ہوا صحرا یوں اداس اور اجڑا اجڑا تھا جیسے کوئی سنسان ساگر جس میں برسوں سے پانی کا ایک قطرہ تک نہ رہا ہو۔

سوق الغرب سے باہر لشکر کے خیموں میں سنان کے حکم پر اس کے نائب اور چھوٹے کماندار لشکر کے اندر گھوم پھر کر اپنی ملوکانہ آوازوں میں قُوْمُوا اِلٰی رَبِّکُمْ (اپنے رب کی طرف اٹھو) کہہ کر اپنے سپاہیوں کو تیار ہونے کو کہہ رہے تھے اور اس کے جواب میں خیموں کے اندر سے سپاہی اپنی پُرجلال آوازوں میں نَحْنُ مَعَکُمْ (ہم تمہارے ساتھ ہیں) اور قَالُوْا بَلٰی کہہ کر جواب دے رہے تھے۔ جلد ہی خیموں سے باہر دس ہزار کا لشکر اپنے گھوڑوں پر سوار تیار ہو گیا۔ پانچ ہزار کے قریب سپاہی خیموں کے اندر ہی رہنے دیئے گئے تھے جن کا سالار اسامہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد سنان میسرہ کے ساتھ اپنے لشکر کے سامنے آیا اور اپنی تلوار فضا میں لہرا کر اس نے اپنی امواج خیز سمندر جیسی آواز میں تکبیر بلند کی جس کے جواب میں مجاہدوں نے بیک آواز ایسے توکل اور ایسی بے خودی کے ساتھ "اللہ اکبر" کی صدا بلند کی تھی کہ اس کی لہریں سوق الغرب کے ہر گھر میں سنی گئیں۔ پھر لشکر وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

صحرا کے اندر بنو غسان کے نخلستانوں سے پہلو تہی کرتے ہوئے سنان نے ایک لمبا کاوا کاٹا تھا۔ اصل میں اس کا آماج اور ہدف دہر القمر تھا اور یہ ایک پُرخطر اور جان لیوا شب خون تھا۔ آدھی رات کے قریب جبکہ بنو غسان کا لشکر جو اگلے روز بنو لخم پر حملہ آور ہونے والا تھا۔ کھلے آسمان کے نیچے محوِ استراحت تھا کہ سنان کسی فسوں ساز اور شعلہ بیدار کی طرح ان پر حملہ آور

ہُوا۔ بنو غسان کے سپاہی گھبراہٹ میں اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن اس وقت تک سنان اپنے لشکر کے ساتھ ہست و ممات، نیست و بُود، ہبوط، صعود اور نزول و پرواز کا کھیل شروع کر چکا تھا۔ صحرا کے اندر لوہا برسنا شروع ہو گیا تھا۔ نمط و رنگین اور نوشین و انگبین چاندنی میں شب کی آہوں کے ساتھ بنو غسان کے سپاہیوں کی آہ و پکار بھی شامل ہونے لگی تھی۔

بنو غسان کے سپاہیوں نے وہاں سے بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کی انتہائی کوشش کی تھی لیکن سنان کچھ ایسے نوع و طریق اور صورت و ڈھنگ کے ساتھ حملہ آور ہُوا تھا کہ وہ جکڑے سے گئے تھے۔ بالکل یوں گویا کسی نے سرکش گھوڑے کو لوہے کا مضبوط تانزہ و لگام چڑھا کر درخت کے ساتھ باندھ کر مارنا شروع کر دیا ہو۔ یہی حالت اس لمحہ بنو غسان کی بھی تھی۔

سنان بن عدی جو ان کے اندر رہ کر جوان ہُوا تھا ان کا ہر عمل فعل اچھی طرح جانتا تھا۔ اور وہی سنان بن عدی آج ان کے سروں پر چمکتی ہوئی تلوار بن کر لہرا گیا تھا۔ بنو غسان نے تھوڑی ہی دیر تک بنو لخم کا مقابلہ کیا پھر وہ سنان کے سامنے قاصر و مجبور اور ناچار و لاغر دکھائی دینے لگے اور پھر ان کا ایسا قتلِ عام ہُوا کہ ان میں کسی کو جان بچا کر بھاگنے کی مہلت نہ ملی تھی۔

سارے لشکر کو کاٹنے کے بعد سنان دیرالقمر میں داخل ہُوا بستی کے لوگ سنان اور اس کے لشکر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے۔ رات کے سکوت میں سنان نے اپنی بلند آواز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"دہر القمر کے لوگو! خوفزدہ مت ہو۔ میں تم میں سے کسی پر ہاتھ نہ اُٹھاؤں گا۔ تم لوگ میرے لیے بے ضرر ہو میں جس مرام و مقصد کے لیے آیا تھا اسے انجام دے چکا ہوں تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کرو"۔

لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے تھے۔ اب وہ مطمئن تھے اور ان کے چہروں پر پہلا سا خوف و ہراس نہ تھا۔ سنان اپنے چچا عسفان بن ناطور کے گھر کے سامنے رکا اور گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے دروازے پر دستک دی۔ اتنے میں دہرالقمر کا ایک بوڑھا اپنی لاٹھی کے سہارے چلتا ہُوا اس کے قریب آیا اور اپنی نحیف آواز میں اس نے کہا۔ "اے عدی کے بیٹے! اس مکان کے دروازے پر کیوں دستک دے رہے ہو؟"

سنان نے گھوڑے سے اُتر کر بڑے احترام کے ساتھ اس بوڑھے سے مصافحہ کیا اور کہا۔ "میں اپنے عم عسفان بن ناطور اور بہن ماریہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس بوڑھے کی گردن جُھک گئی اور دُکھی دُکھی و بکھری بکھری آواز میں اس نے کہا۔ "کیا کبھی ملک عدم کو جانے والے مُڑ کر کسی کی پکار کا جواب بھی دیتے ہیں"۔

سنان نے بوکھلائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تم مجھے کیا سمجھانا چاہتے ہو"؟

اس بوڑھے نے گردن جُھکا لی اور کچھ سوچنے لگا۔ سنان نے آگے بڑھ کر اسے شانوں سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"میرے محترم بتاؤ میرا عم اور میری بہن کہاں ہیں؛ اگر وہ یہاں ہوتے تو میری آواز سن کر ابھی تک میری بہن ماریہ بھاگ کر دروازہ کھول چکی ہوتی"۔

بوڑھے نے اپنا سر اوپر اُٹھاتے ہوئے بوجھل آواز میں کہا۔ "تمہارے عم زاد سراقہ نے بنو لخم کے لیے بنو غسان کی جاسوسی کی تھی اور قبیلے کے جاسوسوں نے ایک رات صحرا کے اندر اسے زخمی کر دیا تھا۔ لیکن وہ زخمی حالت میں ہی بنو لخم کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ اس سانحہ پر دہرالقمر کے سردار بطروس نے فیصلہ کیا کہ سراقہ کے ساتھ ساتھ ماریہ اور ابن ناطور بھی قابلِ اعتبار اور اعتماد کے لائق نہیں۔ لہٰذا بطروس نے ان دونوں کو بھی قتل کرا دیا اور اب یہ مکان جو کبھی تمہارے عم کا گھر تھا بطروس کا اصطبل بن گیا ہے"۔ بطروس نے تمہارے گھر کو بھی آگ لگا کر اسے خاکستر بنا دیا تھا"۔ سنان ایک اُونچی، لمبی اور غصیلی جست کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا اور اسے بھگاتا ہُوا وہ ایک جگہ رُک گیا وہ بطروس کی حویلی تھی۔

سنان نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد خود بطروس نے دروازہ کھولا اور اپنے گھر کے سامنے وہ سنان اور اس کے لشکر کو دیکھ کر تیز ہواؤں میں لہراتے ہوئے خشک پتے کی طرح لرزنے لگا تھا۔ سنان نے اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے کہا۔

"بطروس! تم نے میرے عم اور میری بہن ماریہ کو قتل کرا دیا ہے۔ جانتے ہو میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں"۔ بطروس جب خاموش رہا تو سنان نے اپنی کھولتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہیں قتل کرنے کے لیے بھیڑیے!" اس کے ساتھ ہی سنان نے اپنی تلوار لہرائی اور

بطروس کی گردن کاٹ دی ۔ بطروس کی بیوی، جوان بیٹی اور دونوں بیٹے بھی حویلی سے نکل کر وہاں آ کھڑے ہوئے تھے ۔ سنان نے اپنی خون ٹپکاتی ہوئی تلوار ان کی طرف لہراتے ہوئے کہا ۔" اپنے عم اور بہن کے قتل کا قصاص لینے کی خاطر تم سب کا قتل مجھ پر جائز تھا لیکن میں تمہیں معاف کرتا ہوں ۔ اصل گنہگار بطروس تھا سو میں نے اس کی گردن کاٹ دی ہے ۔ اب تم میں سے کسی نے میرے خلاف کوئی بُرائی اور بدی کرنے کا عزم کیا تو میں اس گھر کے ہر فرد کو قتل کر کے حویلی کو آگ لگا دوں گا اور سنو بطروس کے بیٹے! میرا اور میرے عم کا گھر بیچ کر اس کی رقم اپنی بستی کے غریبوں میں بانٹ دینا اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں تم سے بازپُرس کرنے پھر آؤں گا اور سنو میرے عم کے گھر سے اپنا اصطبل فوراً ہٹا لو ۔ میرا گھر تمہارے باپ نے جلا دیا تھا ۔ اس کی پاداش اور مکافات میں میں اگر تمہاری اس حویلی کو آگ لگا دیتا تو میں حق بجانب تھا لیکن میں نے تمہارے باپ کی یہ غلطی بھی معاف کی اور سنو بطروس کے بیٹے ! میں نے دیرالقمر سے باہر بنو غسان کے سارے لشکر کو تہ تیغ کر دیا ہے ۔ اب اگر تم نے بنو غسان کو پھر بنو لخم کے خلاف مسلح کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا تمہارے باپ کی طرح تمہاری گردن ہو گی اور میری تلوار ۔"

سنان نے اپنی تلوار نیام میں کر لی ۔ گھوڑے کی باگیں کھینچ کر اس نے اسے موڑا پھر وہ رات کے وقت دیرالقمر سے نکل کر صحرا کے اندر بڑی تیزی سے سوق الغرب کی طرف بڑھنے لگا تھا ۔

صبح سویرے جب قسطونہ اُٹھی تو اس نے دیکھا صحن کے اندر سنان اور نوفل کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے ۔ وہ اس سے ذرا فاصلے پر تھے اس لیے وہ ان کی باتوں کو نہ سمجھ سکی ۔ تھوڑی دیر بعد نوفل مطبخ کی طرف بڑھا اور سنان اصطبل کی طرف چلا گیا ۔ جہاں میسرہ اپنے اور سنان کے گھوڑے کو کھریرا کر رہا تھا ۔ سنان بھی وہاں جا کر میسرہ کے ساتھ گھوڑوں کو کھریرا کرنے لگا تھا ۔

قسطونہ ہاتھ منہ دھو کر مطبخ میں آئی اور نوفل سے پوچھا ۔" نوفل چچا ! سنان کب آیا ہے"، نوفل نے غم زدہ لہجے میں کہا ۔" وہ تھوڑی دیر ہوئی لوٹا ہے اور اس وقت فجر کی نماز

پڑھ کر آیا ہے ۔ تم کچھ روز تک اس کے سامنے نہ جانا بیٹی ! میں آہستہ آہستہ حالات کو ٹھیک کر لوں گا ۔ حالات نے آج اُسے پھر ایک زخم لگا دیا ہے ۔" قسطونہ نے چونک کر پوچھا ۔

" کیسا زخم ؟"

" بنو غسان نے اس کے عم ابن ناطور اور اس کی بہن ماریہ کو قتل کر دیا ہے ۔ اللہ اسے صبر اور قرار دے ۔ وہ بہت پریشان اور دُکھی ہے ۔"

قسطونہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے ۔ جنہیں اُس نے پونچھ لیا اور غم زدہ حالت میں وہ ان تینوں کے لیے کھانا تیار کرنے لگی تھی

سنان ، میسرہ اور نوفل حویلی کے برآمدے میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کہ اسامہ اندر داخل ہوا اور سنان سے کہا ۔" یا امیر ! وہ دونوں جاسوس لوٹ آئے ہیں جنہیں ہم نے قلعہ دہر السمعان کی طرف روانہ کیا تھا ۔" سنان نے کھانے سے ہاتھ روکتے ہوئے بیتاب ہو کر پوچھا

" کیا کہا اُنہوں نے ؟"

" وہ کہتے ہیں قلعہ دہر السمعان سے پندرہ ہزار کا ایک لشکر نکل کر ہمارے قبیلے کی طرف روانہ ہو چکا ہے ۔ یا امیر ! کیا ہمارے لیے یہ بہتر نہ ہوتا کہ ہم کھلے میدان میں ان کا مقابلہ کرنے کے بجائے قلعے کے اندر ہی ان کا محاصرہ کر لیتے" ۔ سنان نے کھانا چھوڑ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا ۔

" نہیں اسامہ نہیں، قلعے کا محاصرہ ہمارے لیے تکلیف دہ ہو گا ۔ تم دیکھو گے میں کھلے میدان میں انہیں عبرت ناک شکست دوں گا اور جب وہ بھاگیں گے تو میں اُن کا تعاقب کرتا ہوا ان کے ساتھ ہی ان کے قلعے میں داخل ہو جاؤں گا اور رہی سہی کسر وہاں پوری کر لوں گا ۔ اگر ہم قلعے کا محاصرہ کرتے تو ہمارے لیے قلعہ کی فصیل توڑنا ایک مشکل ترین مرحلہ ثابت ہوتا ۔" سنان نے ذرا رُک کر پھر پوچھا ۔" کیا اس لشکر کے ساتھ جوسلین بھی ہے جس نے امیمہ کو بینائی سے محروم کیا تھا ۔"

اسامہ نے بڑے مایوس لہجے میں کہا ۔" نہیں وہ اس لشکر کے ساتھ نہیں ہے ۔ اس کا ایک نائب اس لشکر کا سالار ہے ۔ سنا ہے جوسلین ان دنوں تل باشر[1] میں مقیم ہو کر ایک جرار

---

[1] تل باشر مدینۃ الرہا کے شمال میں اور دریائے فرات کے مغرب میں ایک مشہور شہر ہے ۔ ان

لشکر تیار کر رہا ہے۔

سنان کھانا چھوڑ کر اصطبل کی طرف بڑھتا ہُوا بولا "تم جا کر لشکر کو تیار کرو۔ میں تمہارے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔"

اسامہ باہر نکل گیا۔ میسرہ بھی اُٹھ کر اصطبل کی طرف چلا گیا اور دونوں اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالنے لگے تھے۔ جب وہ گھوڑوں پر سوار حویلی سے نکلے تو برآمدے میں کھڑی قسطونہ بڑی حسرت و آرزو کے ساتھ سنان کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ سنان جب امیمہ کے گھر کے پاس سے گزرنے لگا تو اس نے دیکھا گلی کے اندر امیمہ اپنی خادمہ کے ساتھ کھڑی تھی۔ سنان جب قریب گیا تو خادمہ نے سرگوشی میں امیمہ سے کہا۔ "بیٹی! سنان اب تمہارے سامنے سے گزرنے والا ہے۔"

امیمہ نے فوراً پکار کر کہا۔ "عدی کے بیٹے! سنو، سنو عدی کے بیٹے!"

سنان نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ امیمہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ عدی کے بیٹے! تو نے بنوغسان کے لشکر کو کاٹ کر بنولخم کی ساری کوتاہیوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ کاش میری بصیرت ہوتی تو میں تم جیسے محارب و مجاہد کو ان خون آلود کپڑوں میں دیکھ سکتی جن پر بنوغسان کے خون کے چھینٹے پڑے تھے۔ سنان نے گھوڑا آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اے بنتِ امیر! دُعا کرو جس مہم پر میں اب جا رہا ہوں، میرا رب مجھے اس میں کامران و سرفراز نکالے۔"

امیمہ ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے لگی اور سنان آگے بڑھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ شمال مغرب کے رُخ پر بڑی تیزی سے صحرا کا سینہ اپنے گھوڑے کی ٹاپوں تلے ناپتا جا رہا تھا۔

صحرا کے اندر بلند ٹیلوں سے گھرے ہوئے ایک میدان میں سنان کا مقابلہ دہر السمعان کے عیسائی لشکر سے ہُوا تھا۔ گو دشمن کی تعداد زیادہ تھی۔ اس کے باوجود سنان نے انہیں صحرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۶۹) دِنوں اس پر صلیبی قابض تھے۔ یہ اور ایسے بہت سے دوسرے شہر اور صوبے انہوں نے پہلی صلیبی جنگ میں مسلمانوں سے چھین لیے تھے۔

کے اس حصے میں مکمل طور پر روک دیا تھا۔ دوپہر تک گھمسان، زیر و زبر اور خونریزی کی جنگ ہوتی رہی۔ دونوں طرف سے کوئی بھی اپنی شکست تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا۔ سہ پہر کے قریب سنان فلک گیر تکبیریں بلند کرتا ہُوا دشمن کے اندر گھستا چلا گیا۔ بنولخم نے اپنے امیر کو جب یوں دُشمن کے قلب میں گھس کر لڑتے دیکھا تو انہیں ایسی غیرت آئی کہ وہ بھی سنان کی طرح "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند کرتے ہوئے دشمن کے اندر تک گھستے چلے گئے تھے۔

نصرانیوں کے لیے لڑنے کی یہ نوعیت وخصوصیت نئی تھی وہ تھوڑی دیر ہی اس نئی صورت حال کا مقابلہ کر سکے۔ پھر آہستہ آہستہ ان میں ہزیمت و ریختن کے آثار اُبھرنے لگے جس سے کچھ ایسی بددلی اور شکستگی بڑھی کہ پورا لشکر ہی جی چھوڑ کر واپس اپنے قلعے کی طرف بھاگ نکلا تھا۔ سنان ان کے قدم بہ قدم رکھتا ہُوا ان کا تعاقب کرنے لگا تھا اور قلعے تک پہنچتے پہنچتے اس نے ان کی تعداد کافی حد تک کم کر دی تھی۔ نصرانی جب قلعے میں داخل ہوئے تو ان کے پیچھے پیچھے سنان بھی اپنے لشکر کے ساتھ اندر چلا گیا تھا۔ اب قلعے کے اندر مسلمانوں کی تکبیریں بلند ہونے لگی تھیں اور انہوں نے قلعے میں داخل ہونے والے لشکر کو بڑی تیزی سے کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ عصر سے پہلے پہلے قلعے میں داخل ہونے والے مفرور لشکر اور وہاں پہلے سے مقیم محافظ دستوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ عشاء تک سنان نے اپنے لشکر کی مدد سے قلعے کی فصیل کو گرا کر اسے غیر محفوظ کر دیا تاکہ آئندہ وہاں سے بنولخم پہ کوئی حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ عشاء کے بعد وہ واپس کوچ کر گیا تھا۔

جس روز سنان کی سرکردگی میں بنولخم نے قلعہ دہر السمعان کو فتح کر کے اس کی فصیل گرا کر اسے غیر محفوظ کر دیا تھا اسی روز جوسلین ایک جرار لشکر لے کر تل باشر سے نکلا اور جنوب کی طرف کوچ کیا۔ یہ لشکر جس میں زیادہ تر ارمنی عیسائی تھے۔ جوسلین نے دو برس کی لگاتار دوڑ دھوپ کے بعد تیار کیا تھا اور اس لشکر کے ساتھ وہ نور الدین زنگی کے انتہائی شمالی شہر الرہا پہ حملہ آور ہُوا۔ اس نے شہر کے اِردگرد تباہی مچانے کے بعد شہر کی ساری ترک حفاظتی فوج کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور شہر کے اندر اس نے مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔ جو مسلمان بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ وہ شہر کے قلعے میں محصور ہو کر باہر سے کمک کا انتظار کرنے کے ساتھ ساتھ

ہلکی پھلکی دفاعی جنگ کا آغاز بھی کر چکے تھے۔ جوسلین نے شہر پناہ کے اُوپر سے نورالدّین کا سیاہ[1] عَلم اُتار کر پھینک دیا جس پہ کلابتوں سے کڑھائی کی شکل میں کلمۂ طیّب لکھا ہُوا تھا اور اس کی جگہ اس نے اپنا صلیبی عَلم لہرا دیا تھا۔

[1] خلفائے عباسیہ کی طرح سلطان نورالدّین کا عَلم بھی سیاہ تھا جس پہ کڑھائی کی صورت میں کلمہ طیّب لکھا ہُوا تھا۔

سلطان نورالدّین زنگی حلب میں اپنے ایوان معدلت (دارالعدل) میں بیٹھا ہُوا تھا۔ اس کے عین سامنے دائیں طرف اس کا وزیر جمال الدین موصلی اور بائیں طرف اس کا سپہ سالار شیرکوہ بیٹھا ہُوا تھا اور دونوں سے پیچھے امام قطب الدین نیشاپوری، قاضی کمال الدین شہرزوری کاتب عماد، طبیب ابوالمجد ابی الحکم، خطیب عزالدین ابوالبرکات اور طبیب کمال الدین حمصی بیٹھے ہوئے تھے۔

سلطان اپنے ان مشیروں کے ساتھ کسی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہا تھا کہ ایوان کا پہرے دار اندر آیا اور نورالدّین کو مخاطب کر کے کہا۔ "میرے آقا! جس جوان کو آپ نے بنولخم اور بنوغسان کی جنگوں کے متعلق خبر لانے کو کہا تھا وہ لوٹ آیا ہے اور فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے اس کا باتیں کرنے کا انداز بتاتا ہے کہ وہ کوئی اہم خبر لے کر آیا ہے۔"

نورالدّین نے اشارے سے اسے اندر بھیجنے کو کہا اور پہرے دار باہر نکل گیا۔ ایوان میں خاموشی چھا گئی تھی اور سارے حاضرین بڑی بیتابی سے دروازے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ نورالدّین نے آنے والے اس جوان کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "تم ان دونوں قبائل کے متعلق کیسی خبر لائے ہو"؟

وہ جوان چند قدم اور آگے بڑھ گیا پھر وہ مؤدب ہو کر بولا۔ "میرے آقا! بنو غسان نے جوسلین کے ساتھ مل کر ہمارے مسلمان قبیلے بنولخم پر اچانک حملہ کر دیا تھا۔ جس میں ان کا کافی نقصان ہُوا اور اُن کا بوڑھا سردار ابن قطام بھی مارا گیا۔ پھر بنولخم نے ایک ایسے

نوجوان کو اپنا امیر بنایا جس کا نام سنان بن عدی ہے ۔ وہ شہبازِ کوہی کی طرح بلند پرواز اور شیرِ عرین کی مانند وحشتناک ہے ۔ میرے آقا ! وہ سینۂ کوہسار اور حصارِ آہنی کی طرح مضبوط، بلند، سرفراز اور محتشم ہے ۔ اس نے پچھلے دِنوں آدھی رات کے وقت بنوغسان پر شب خون مارا اور ان کے ہزاروں مسلح جوانوں کو درختوں کی تازہ اور کچی ٹہنیوں کی طرح کاٹ کر رکھ دیا تھا ۔ بنوغسان کی اعانت و حمایت میں قلعہ دہر السمعان کے عیسائیوں کا پندرہ ہزار کا ایک لشکر بنولخم کی طرف بڑھا ۔ بنولخم کے امیر سنان بن عدی نے اس لشکر کو صحرا میں ٹیلوں سے گھرے ہوئے ایک میدان کے اندر روکا اور ان کے ساتھ گھمسان کی جنگ شروع کر دی ۔

" میرے آقا ! اس صحرائی جنگ کو مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ گو قلعہ دہر السمعان کا لشکر تعداد میں زیادہ تھا ۔ اس کے باوجود بنولخم کے اس امیر نے اپنے پہلے ہی حملے میں دشمن پر لرزہ طاری کر دیا تھا ۔ وہ سینے میں آرزو اور نگاہوں میں جستجو لیے نبرو کے وقت صاعقہ و رعد اور زلزلہ و نار بن کر اس شہبازِ کی طرح حملہ آور ہُوا تھا جو طوفان بن کر اپنے شکار پر گرتا ہے میرے آقا ! مَیں نے بجلی، زلزلہ، طوفان اور بلا کی طرح جنگ کرنے والے اس امیر کے ہمرکاب ایسے جوانوں کو لڑتے دیکھا ہے جو صحرا کو شرر اور دریا کو شکن شکن کر دیں ۔ بنولخم کا وہ امیر جس کا نام سنان بن عدی ہے ۔ اس رزم گاہ میں پہاڑ کی طرح مضبوطی اور ثابت قدمی کے ساتھ حرفِ کُن کا راز دار اور موت کا ہمراز بن کر نصرانیوں پر بحران و ہذیان کی طرح نازل ہُوا تھا ۔ خدائے نادیدہ کی قسم ! جب وہ مرگ بے زنجیر بن کر اپنی سرمدی آوازوں میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتا تھا تو اس کے ماتحت لڑنے والے اس کے سپاہی ستاروں کے راز کو کھُلی کتاب کی طرح پڑھنے والے مجاہدوں کی طرح اپنے خون سے نئے اور مقدس صحیفوں کی کتابت کرتے دکھائی دے رہے تھے مَیں نے اپنی زندگی میں پہلی بار روئی کی طرح پہاڑ کو دھنک دینے والے ایسے خوش معرکہ اور جانباز مجاہدوں کو اس صحرا کے اندر لڑتے دیکھا ہے جو عاد و ثمود کی پرانی اساطیر کو باطل کرتے ہوئے طورِ ایمن سے اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ کی سی صدائیں بلند کرتے ہوئے جنگ کی اگلی صفوں میں جانے کو بیتاب نظر آتے تھے "۔

وہ جوان چند لمحوں کے لیے رُکا پھر بہتے دریا کی سی روانی اور طوفان کی جولانی کے

سے انداز میں کہتا چلا گیا ۔ " میرے آقا ! قلعہ دہر السمعان کے نصرانی ان حدی خوانانِ آزادی کے سامنے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے اور اپنے قلعے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے لیکن بنولخم کا امیر بھی شورِ قیامت ، سمندر کے خروش اور موت کے ہم کف و ہم عناں کی طرح ان کے تعاقب میں تھا ۔ وہ انہیں اپنے آگے آگے مارتا بھگاتا ہُوا ان کے قلعے میں داخل ہو گیا ۔ جہاں اس نے ان سب کا قتلِ عام کر کے قلعے کی فصیل کو گرا کر اسے غیر محفوظ کر دیا ہے "۔

نورالدین نے اپنی لہلہاتی اور شاداب آواز میں پوچھا ۔ " میری قوم کا وہ محسن اس وقت کہاں ہے "؟

" وہ واپس اپنے قبیلے میں جا چکا ہے "۔

نورالدین نے اس بار فیصلہ کن لہجے میں کہا ۔ " تو پھر ابھی اس کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اسے میرا پیغام دو کہ نورالدین تمہیں بلاتا ہے ۔ میں ایسے وحید و یکتا اور بے نظیر مجاہد کو اپنے ہم رکاب رکھوں گا ۔ یقیناً ہمارے سر پر منڈلاتی ہوئی صلیبی جنگوں میں وہ ہمارے لیے ایک بہترین معاون و مددگار ثابت ہو گا ۔ اب تم اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ ۔ مَیں بڑی بیتابی سے تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا "۔ وہ جوان بڑی تیزی سے مڑا اور ایوان سے باہر نکل گیا تھا ۔

نورالدین پھر اپنے مصاحبوں اور کارپردازوں کے ساتھ بحث و گفتگو میں مصروف ہو گیا تھا کہ باہر کھڑا پہریدار اجازت طلب کیے بغیر ایک اور آدمی کو اندر لے آیا ۔ جو اپنے حلیے و چہرے سے کوئی نالشی، کوئی فریادی اور مستغیث لگتا تھا ۔ وہ ایک بوڑھا ترک تھا ۔ جسم پر اس نے جو موٹے کھدر کے کپڑے پہن رکھے تھے وہ سب خون آلود تھے ۔ اس کے ہاتھ میں ایک گٹھڑی تھی جس میں کچھ بندھا ہُوا تھا اور وہ بھی خون میں بھیگی ہوئی تھی ۔ اس کی سفید داڑھی اور چہرے پر بھی جا بجا خون کے چھینٹے تھے ۔ نورالدین اور اس کے مشیر اس بوڑھے ترک کو دیکھ کر چونک پڑے تھے ۔ پھر ایوان میں نورالدین کی بھاری اور مشفقانہ آواز گونج گئی ۔ وہ اس بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے بولا تھا ۔

" کیا تم پر کسی نے ظلم کیا ہے اور تم اس کے خلاف فریاد لیکر آئے ہو "؟ تمہاری

حالت بتاتی ہے تم کسی بہت بڑے طوفان سے ہو کر نکلے ہو۔ جس نے بھی تم پر ظلم کیا ہے اس کا نام کہو۔ آج شام سُورج غروب ہونے سے قبل تم پر ہونے والے اس ظلم کا حساب ضرور بیباک ہوگا۔"

بوڑھا چند قدم اور آگے بڑھ گیا پھر اس نے سارے آداب یک دم موقوف کرتے ہوئے اپنی بھاری اور کھُردری آواز میں کہا۔ "اے نور الدّین! مَیں تمہارے پاس تمہاری ہی فریاد لے کر آیا ہوں۔"

نور الدّین نے چونک کر پوچھا۔ "میری طرف سے تم پر کیا زیادتی ہوئی؟"

بوڑھے ترک کے چہرے پر غم و الم کی آندھیاں چل نکلی تھیں۔ اس نے پھر ویسے ہی لہجے میں کہا۔ "نور الدّین! ایک مسلمان اور منصف حکمران عالمِ بشریت میں ظلِ ربّ جلیل ہوتا ہے۔ وہ آزادی کا پاسبان اور عزّتوں کا محافظ ہوتا ہے۔ یا یوں کہہ لو وہ زمین پر نوعِ انسان کا امام اور حبیب سدرہ مقام ہوتا ہے۔ کیا تم اتنے ہی بے خبر ہو کہ نہیں جانتے صلیبی طوفان تمہارے باپ کی طرح تمہارے خلاف بھی اُٹھ کھڑا ہُوا ہے اور تمہارے پُرانے حریف جوسلین نے ہمارا شہر الرہا فتح کر لیا ہے۔"

نور الدّین اپنی جگہ پر اُچھل پڑا۔ "کیا کہا؛ مدینۃ الرہا پر جوسلین نے قبضہ کر لیا ہے۔"

بوڑھا ترک بچارہ اسیری کی اداس شب کی طرح مغموم ہو گیا تھا۔ اس کی نگاہیں نمناک ہو گئیں اور اپنی گردن کو جھکاتے ہوئے اس نے بڑی ہی بے بسی سے کہا۔

"ہاں جوسلین ایک جرار اور طوفانی لشکر کے ساتھ حملہ آور ہُوا تھا۔ اس نے شہر کے مسلمان لشکر کو آن کی آن میں تہ تیغ کر دیا۔ پھر" ——— بوڑھے ترک نے ایک دم اپنی گردن اُوپر اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "نور الدّین! پھر اس نے نہتے مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ مَیں نے ——— مَیں نے اپنی اِن گنہگار آنکھوں سے ہزاروں ابلیسوں اور شب کے اَن گنت عفریتوں کو رقص کرتے دیکھا ہے۔ میں نے الرہا شہر کے اندر کمان اندر کمان کر کس اور کمین در کمین اژدر اور بھیڑیے دیکھے ہیں۔

بوڑھے تُرک نے بڑے ہی زہریلے انداز میں تھُوک نگلا پھر وہ تیز رَو لہر کی طرح کہتا چلا گیا۔ "مَیں نے محشر کی اس گھڑی کے دوران اسلام کے بے شمار جیالے و جاں نثار اور زندہ دِل و سرفروش جوانوں کو تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھا ہے۔ نور الدّین! مَیں اس وقت وہاں تھا جب

شہر کے اندر ان مسلمان لڑکیوں کی چیخیں اور آہیں سنائی دے رہی تھیں جن کی صلیبی بھیڑیے عزّت و عصمت لُوٹ رہے تھے۔ مَیں اس وقت بھی وہاں تھا جب شہر کے برجوں پر مُسلمان لڑکیوں کے خون آلود دوپٹے اُڑ رہے تھے۔ مَیں اُس وقت بھی وہاں تھا نور الدین! جب مسلمان لڑکیاں برہنہ حالت میں اپنی عزّت بچانے کی خاطر حملہ آور سپاہیوں کے آگے آگے گلیوں کوچوں میں بھاگ رہی تھیں ———

نورالدین کی نگاہیں نمناک ہو گئی تھیں۔ جوشِ غضب میں اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے جاتے ہوئے اس نے بحرِ پرشور جیسی آواز میں کہا۔ "بس کرو میرے محترم! نورالدین میں اتنی سکت نہیں کہ وہ اس سے آگے بھی کچھ سُن سکے۔ مَیں ابھی اور اسی وقت ———

بوڑھے ترک نے نورالدین کی قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ "جس سانپ نے ہمیں ڈس لیا ہے تمہیں اس سانپ کی پوری داستان سُننی ہوگی نورالدّین! تمہیں نفرت و بدی کا وہ پورا طوفان دیکھنا ہوگا جس کے اندر سے اہل الرہا نکلے ہیں۔ سنو نورالدین! مَیں نے شہر کی گلیوں میں خون بہتے دیکھا ہے۔ مَیں نے ایسی عورتیں اور لڑکیاں بھی دیکھی ہیں جو اپنے مکانوں کی چھتّوں پر کھڑی ہو کر اپنے خدا اور رسولؐ کے بعد تمہیں مدد کے لیے پکار رہی تھیں۔

نور الدین طوفان کی طرح اٹھ کھڑا ہُوا اور اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے اس نے اپنی تپی ہوئی لرزیدہ آواز میں کہا۔ لَبَّیْک یا اهل الرہا لبیک (مَیں حاضر ہوں اے اہل الرہا مَیں حاضر ہوں)۔

بے پناہ غصّے کے عالم میں نورالدّین اپنے جرنیل شیرکوہ سے کچھ کہنے والا تھا کہ بوڑھے ترک نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی خون آلود گٹھڑی اس کے قدموں پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "اس گٹھڑی کو بھی کھول کر دیکھو اس میں تمہیں اپنی ملت کی لٹی ہوئی عصمتوں کی ایک جھلک ضرور دکھائی دے گی۔"

نورؔالدین نے نیچے جُھک کر وہ گٹھڑی اُٹھا لی اور جلدی جلدی اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے وہ اسے کھولنے لگا۔

نورالدّین نے جب اس گٹھڑی کو کھولا تو اس نے دیکھا اس میں دس بارہ کے قریب

خون آلود اوڑھنیاں تھیں ۔ نور الدین کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو گر گئے ۔ اس کے سامنے کھڑے اس کے سارے مشیر بھی اپنے سر جھکائے اپنی نمناک آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے ۔ بوڑھے ترک کی کپکپاتی ہوئی آواز پھر ابھری "یہ ملت مسلمہ کی ان جوان لڑکیوں کی چند اوڑھنیاں ہیں جن کی عصمت لوٹ لی گئی ۔ انہیں میں گلی کوچوں سے اٹھا کر لایا ہوں ۔ اس بوڑھے کی گردن جھک گئی اور نہایت غمگین آواز میں اس نے کہا ۔

"مرنے والے مر گئے ۔ اب کون آبروئے زندگان کو بحال کرے گا ۔ اور پھر کبھی وہ مسافر بھی لوٹ کر آئے ہیں ۔ جو افق کے اس پار جا چکے ہوں ۔ آہ ! میری ملت پر یہ کیسا ہنگامہ غروب اور فتنۂ شر و شر نازل ہوا ہے ۔ کاش ______

نور الدین نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا ۔ "میرے بزرگ ! قسم ہے مجھے رب سماوات و زمین کی جس سانپ نے اہل رہا کو ڈسا ہے میں اس سانپ کا پھن کچل دوں گا ۔ میرے محترم ! میں جوسلین سے ایسا ہی انتقام لوں گا جیسا طوفان نوح نے زمین سے لیا تھا ۔"

بوڑھا ترک یوں خاموش اور غمگین کھڑا تھا جیسے ______ جیسے مسجدوں کے در و بام اذان کے انتظار میں چپ اور اداس کھڑے ہوں ۔ نور الدین کی کھولتی ہوئی آواز پھر ایوان میں گونج گئی ۔

"شیر کوہ ! لشکر کو تیاری کا حکم دو ، میں ابھی مستقر پہنچ رہا ہوں ۔ جمال الدین ! تم میرے اس بزرگ کے طعام و قیام کا انتظام کرو ۔" نور الدین غصے اور غضب کی حالت میں ایوان سے نکل گیا اور اس کے پیچھے پیچھے سارے کارپرداز بھی باہر نکل گئے ۔ جمال الدین ! اس بوڑھے ترک کو اپنے ساتھ لے گیا تھا ۔

نور الدین زنگی اپنے لشکر کے ساتھ شام کے وقت مدینۃ الرہا پہنچا اور شہر سے باہر خیمہ زن ہوا ۔ مسلمان رات بھر عبادت کے علاوہ اگلے روز ہونے والی جنگ کی تیاری کرتے رہے دوسرے روز جوسلین اپنے ان گنت سورماؤں کے ساتھ مقابلے میں آیا اور دونوں لشکروں میں مہیب و ہولناک جنگ چھڑ گئی تھی ۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے کو زیر و شکستہ کرنے کی ان تھک

کوششیں شروع ہو گئی تھیں ۔

دوپہر کے قریب جب کہ جنگ نے رزم گاہ کی ہر چیز کو زخم زخم اور لہو لہو کر دیا تھا ۔ میدان میں عربوں کا ایک تازہ دم لشکر نمودار ہوا ۔ ان سب کی سفید عبائیں بے داغ بادلوں کی طرح فضاؤں میں اڑ رہی تھیں اور وہ اپنے سالار کی راہنمائی میں نصرانی لشکر کے دائیں پہلو پر حملہ آور ہوئے تھے ۔ اس تازہ دم لشکر کے جوانان صف شکن کسی قافلۂ نوبہار اور غول بیابانی کی سی تیزی کے ساتھ دشمن کے ان گنت سپاہیوں کو مغلوب و مفلوج کرتے ہوئے آگے نکل گئے تھے ۔ ذرا آگے جا کر ان کے سالار نے جب اپنے گھوڑے کو واپس موڑنے کی خاطر اس کی لگامیں کھینچیں تو اس کا گھوڑا رعد کی سی خیزی و ظفر مندی کے ساتھ اپنی ٹانگیں اٹھا کر زور سے ہنہنایا اور اس کی یہ وحشی ہنہناہٹ میدان جنگ میں دور دور تک سنی گئی تھی ۔ اس عرب سالار نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اپنے لشکر کے ساتھ دوبارہ وہ طوفان و باراں کی طرح امڈ کر اعدائے دین پر حملہ آور ہوا تھا ۔

نور الدین زنگی اپنے محافظ دستے کے درمیان کھڑا حملہ آور ہونے والے اس سالار کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا جس نے میدان میں اتر کر ایک وجد اور انوکھا طوفان کھڑا کر دیا تھا ۔ نور الدین نے دیکھا اس عرب لشکر کا سالار مخبر معجز اعمال اور کن کا جگر دار بن کر دوبارہ دشمنوں پر حملہ آور ہو چکا تھا ۔ دشمن کو کاٹتے ہوئے آگے نکل جانے کے بجائے اب وہ زہریلا اور تیز دھار تیر بن کر ان کے قلب میں گھسنے لگا تھا ۔ اس کی آنکھوں میں آگ اور زبان پر ترانۂ وحدت تھا ۔ دشمن کے اندر گھس کر اس عرب سالار نے صدائے ناقوس جیسی پر ہول آواز میں تکبیر بلند کی اور اس کے جواب میں تازہ دم عرب لشکر کے علاوہ نور الدین کے لشکر میں بھی کچھ اس طرح اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں گویا سمندر کا قلب اور عمق بری طرح کھول اٹھا ہو وہ عرب سالار عجیب سے انداز میں دشمن پر آمادہ یلغار اور درپے آزار ہو رہا تھا ۔ یوں لگتا تھا وہ اندھیروں کو اجالے کی بشارت دینے کی خاطر سحر کے ساتھ مل کر بھیانک رات کے منہ سے نقاب نوچنے لگا ہو ۔ اس نے اپنے عدو کے طوق و سلاسل اور زنجیر و رسن کو کہنہ معرکہ آرا اور تیغ زن کی طرح کاٹنا شروع کر دیا تھا اور دشمن کے میمنہ اور میسرہ کے بیچ و بیچ آگے نکل کر اس نے ان کے قلب کو لوح

مشق بنانا شروع کر دیا تھا۔

اچانک اس عرب سالار کی کوہ کا جگر تک چیر دینے والی صدا بلند ہوئی۔ اس نے اپنے لشکر کو مخاطب کر کے پوچھا تھا۔

"مَنْ یُبَایِعُ الْمَوْتَ مَعَنَا" (کون میرے ساتھ موت پر بیعت کرتا ہے)

اس کے لشکر نے بیک زبان ہو کر اس کی پکار کا جواب دیا تھا "نَحْنُ نُبَایِعُ الْمَوْتَ مَعَکُمْ" (ہم تمہارے ساتھ موت پر بیعت کرتے ہیں)

پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ کچھ ایسے بھیانک پن اور لرزہ خیزی کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا جیسے ——— جیسے وہ استبداد کی زنجیریں کاٹنے، دشمن کو زخم زخم کرنے اور سامری کے گوسالہ کی عجائب کاری اور طلسم کے شرزہ و عثرمان کو ختم کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہو۔

نور الدین نے اس عرب سالار کی طرف بڑی ہمدردی و دردمندی کے ساتھ دیکھتے ہوئے اپنے محافظ دستے کے سالار سے پوچھا۔

"میدانِ جنگ میں داخل ہونے والا یہ تازہ دم لشکر کون ہے؟ جو ہمارے لیے جنودِ رحمت اور اللہ کی نصرت و حمایت بن کر نازل ہوا ہے۔ دیکھو ان کے سالار کی طرف دیکھو! اس کے حملوں میں کیسی نضارت، تازگی اور آب داری ہے۔ یہ وسیم و جمیل جوان ہمارے لیے لسان الغیب، عزم کا دریا اور ایک کڑی چٹان بن کر اس رزم گاہ میں داخل ہوا ہے۔ خدا کی قسم! یہ ایک تابندہ صدف ہے اور حرب و ضرب کے فن میں وحید و یکتا اور بے نظیر ہے یقیناً یہ ہمارے لیے ہمارے رب کی طرف سے ایک ودیعت و امانت ہے۔ جاؤ جا کر پتہ کرو وہ نوجوان جس کے حملوں میں ایک وقار و استقلال اور متانت و منزلت کے علاوہ ایک پُراسرار عجائب کاری ہے۔ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ ربِ جلیل کی قسم! اس نفسِ قدسیہ نے اپنے وجد شوق میں ابھر کر نور الدین کو نمونہ دیا ہے کہ جنگ اس طرح لڑی جاتی ہے۔"

وہ سالار ایک طرف چلا گیا اور نور الدین پھر اسی عرب سالار کو دیکھنے لگا جو دشمن کو خلعتِ شکست و رسوائی پہنانے کی خاطر اپنی اسی ریاضت و محنت کشی کے ساتھ جنگ کر رہا تھا اور دشمن کے قلب کو چیرتا ہوا اب وہ ان کے میمنہ پر حملے شروع کر چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب محافظ دستے کا سالار لوٹا تو نور الدین نے اسے مخاطب کرتے ہوئے بڑی بیتابی سے پوچھا۔ "کیا تم نے پتہ کیا وہ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْن اور خوش صفیر نوجوان کون ہے۔" سالار نے نزدیک ہو کر ایک عظیم خوش خبری سنانے کے سے انداز میں کہا۔

"میرے آقا! وہ بنو لخم کا امیر سنان بن عدی ہے اور اپنے لشکر کے ساتھ جنگ میں ہماری مدد کرنے کے لیے آیا ہے۔"

نور الدین نے طوفان کی طرح لڑتے ہوئے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے فخر سے کہا اے معرکۂ بود و نبود کی ابتدا کرنے والے دردمند قوم نور الدین تیرے جیسے حامی، ناصر اور معین و مددگار کو بصد شوق و بہزار آفرین سلام کرتا ہے۔ کاش میرے پاس تیرے جیسے چند ہزار جوان ہوں تو میں دنیا بھر کے صلیبیوں سے کہہ دوں کہ آؤ اور میرے ساتھ دشتِ شام میں فیصلہ کن جنگ کر لو اور یہ جنگ مشرق و مغرب کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ ثابت ہوتی"۔

نور الدین خاموش ہو گیا پھر وہ اپنے لشکر کو اشارہ دیتا ہوا دشمن کے میسرہ کو ہدف بناتا ہوا پچھاڑ دینے والے شیر اور شکستگی طاری کر دینے والے تیندوے کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

ایک طرف سے نور الدین زنگی اور دوسری طرف سے بنو لخم نے سنان کی سرکردگی میں جوسلین کے لشکر کو کاٹنا شروع کر دیا تھا اور اس زور کا رن پڑا کہ صلیبی دونوں طرف سے اس دباؤ کو برداشت نہ کر سکے۔ پہلے تو وہ پیچھے ہٹ کر اپنی دفاعی حالت کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن جب اسلامی لشکر کا دباؤ ناقابل برداشت ہو گیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ نور الدین اور سنان پہلو بہ پہلو اپنے لشکروں کے ساتھ جوسلین کے لشکر کا تعاقب کرنے لگے تھے۔ دریائے فرات تک یہ تعاقب جاری رہا اس دوران جوسلین کا تقریباً سارا لشکر قتل کر دیا گیا تھا تاہم جوسلین نے اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ اپنے گھوڑے کو دریائے فرات میں ڈال دیا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ دریا عبور کر کے آرمینیا کی طرف بھاگ جائے۔ سنان انہیں گھوڑے دریا میں ڈالتے ہوئے دیکھ چکا تھا لہٰذا وہ میسرہ اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان کی طرف بڑھا اور ان کے تعاقب میں انھوں نے بھی اپنے گھوڑے دریائے فرات میں ڈال دیئے تھے۔

سنان کو اپنے تعاقب میں دیکھ کر جوسلین ایسا بدحواس ہوا تھا کہ دریا سے نکلنے کے

بعد بجائے اس کے کہ وہ اپنے گھوڑے کو شمال کی طرف آرمینیا کو جانے والی سڑک پر ڈالتا اس نے اپنے گھوڑے کو مشرق کے رُخ پر نینوا کی طرف جانے والی شاہراہ پر ڈال دیا تھا۔ اب اُن کے سامنے دور دُور تک آفاق کے کناروں کو چھوتا ہُوا سُرخ ریت کا صحرا پھیلا ہُوا تھا۔ اس کے سامنے اب کوئی منزل نہ تھی۔ جب کہ سنان ایک خونخوار دُشمن کی طرح ان کے تعاقب میں تھا۔ سنان کا گھوڑا صحرا کے اندر بڑی تیزی سے فاصلے کو سمیٹ رہا تھا اور اس کے ساتھی اپنے گھوڑوں کو مارتے پیٹتے اپنے سالار کا ساتھ دے رہے تھے۔ صحرا کے اندر ایک میل کے تعاقب کے بعد جب سنان جوسلین کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ جوسلین اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچانک مڑا اور سنان پر حملہ آور ہو گیا۔ سنان کے ساتھی اپنے سالار کے اطراف میں چٹان کی طرح جم گئے تھے۔ چند ہی لمحوں کی خونریز لڑائی کے بعد جوسلین کے سارے ساتھی قتل ہو گئے اور جوسلین کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

جوسلین کو گرفتار کرنے کے بعد سنان اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے آیا اور اپنے ساتھیوں کو آگ کا الاؤ روشن کرنے کے لیے کہا۔ فضا میں اب اندھیرا پھیل چکا تھا اور صحرا کے اندر بھوکے گیدڑوں کے رونے کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ دریا کے کنارے سنان کے ساتھیوں نے جب آگ روشن کی تو میسرہ نے دیکھا سنان کے بائیں شانے کے نیچے اس کی زِرہ کی کئی کڑیاں کٹی ہوئی تھیں اور وہاں گہرا زخم تھا جس میں سے خون نِکل نِکل کر سنان کی پُوری آستین کو رنگین کر چکا تھا۔

میسرہ چونک پڑا اس نے یہ بھی دیکھا کہ سنان کی عبا کا کافی حصّہ بھی خون میں بھیگا ہُوا تھا۔ میسرہ بے تاب ہو کر آگے بڑھا اور سنان کے زخم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے سنان کی زرہ اتارنے کی کوشش کی۔ سنان نے اسے منع کر دیا لیکن میسرہ کچھ ایسی ہمدردی و وفاداری میں ڈوب چکا تھا کہ اس نے سنان کے منع کرنے کی پرواہ کیے بغیر اس کی زرہ اُتار دی۔ اس نے دیکھا شانے کے نیچے سنان کی قمیض پھٹی ہوئی تھی اور وہاں ایک گہرا زخم تھا۔ اپنے گھوڑے کی خرجین سے پٹی نِکال کر جب میسرہ اس زخم پر باندھنے لگا تو وہ اور تڑپ کر رہ گیا۔ اس نے دیکھا شانے کے اُوپر ایک اور زخم بھی تھا جو پہلے زخم سے بھی زیادہ گہرا اور خطرناک تھا۔ میسرہ حیران تھا کہ زخمی ہونے کے باوجود سنان کس طرح دشمن کے اندر گھس کر

جنگ کرتا رہا تھا۔ تاہم اس نے دونوں زخموں میں مرہم بھر کر پٹی باندھ دی تھی۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہُوا تو سنان نے اپنے لوہے کے چاروں نیزے اپنے سامنے جلتے ہوئے الاؤ میں رکھ دیئے تھے اس کے ساتھی حیران تھے کہ سنان کیا کرنے لگا ہے۔

لوہے کے پانچوں نیزے جب آگ میں خوب سُرخ ہو گئے تو سنان نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے جوسلین سے کہا "جوسلین! میری طرف دیکھو، میں بنو لخم کا نیا امیر سنان بن عدی ہوں۔ تمہیں یاد ہو گا۔ تم نے میرے قبیلے کی ایک لڑکی کو بے عزّت کیا تھا اور اس کی آنکھیں نکال دی تھیں۔ سنو جوسلین! جتنی بار تم نے میری مِلّت کی اس لڑکی کی عزّت کو رسوا کیا تھا میں اپنے آگ میں پڑے ہوئے ان سُرخ نیزوں سے اِتنے ہی نشان تمہاری پیٹھ پر لگاؤں گا اور اس اندھیری شب میں اس لڑکی کی آنکھوں کے بدلے میں مَیں تیری آنکھیں بھی نِکال دوں گا۔ جوسلین یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ اور قصاص ہے"۔

سنان اُٹھا آگ کے اندر سے اس نے اپنے نیزے نکالے اور جوسلین کی پیٹھ ننگی کر کے اسے پانچ بار داغنے کے بعد اس نے جوسلین کی آنکھیں بھی نِکال دی تھیں۔ جوسلین بیہوش پڑا رہا۔ کافی دیر کے جتن کے بعد اسے ہوش میں لایا گیا اور پھر سنان اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے فرات عبور کر گیا تھا۔

جب وہ دریائے فرات کے دوسرے کنارے گئے تو انہوں نے دیکھا وہاں نورالدین اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکا تھا اور زخمیوں کی دیکھ بھال ہو رہی تھی۔ لشکر کے سپاہی جگہ جگہ آگ کے الاؤ روشن کر کے ان کے گرد بیٹھ گئے تھے۔ سنان اس جگہ آیا جہاں نورالدین اپنے جرنیلوں کے ساتھ دریا کے کنارے گھوم پھر کر زخمیوں کی تیمارداری کر رہا تھا۔ سنان جب اس سے قریب ہُوا تو نورالدّین نے اپنے جرنیل شیرکوہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "شیرکوہ! یہ کون لوگ ہیں جو فرات کے اس پار سے آئے ہیں"۔

شیرکوہ کے بولنے سے قبل ہی سنان قریب ہُوا اور بڑے احترام کے ساتھ اس نے نورالدّین کو مخاطب کر کے کہا۔ "میرے آقا! مَیں بنو لخم کا سنان بن عدی ہوں"۔

فرطِ جوش میں نورالدین آگے بڑھا اور سنان کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "تو ایک فرزند

عاقل و فرزانہ ہے ۔ مَیں جنگ میں تیری کارگزاری دیکھ چکا ہوں ۔ یاد رکھو بیٹے ! نورالدین ان جوانوں کے حقوق کو پامال نہیں ہونے دیتا جو جنگ میں تمہاری طرح دشت کے خارزار اور زہریلے جنگجو بن کر جنگ میں اپنی سعی و کوشش کا مظاہرہ کریں ۔ مجھے ایسے جوانوں سے محبت ہے جو دشمن کے سروں پر احتمال و وہم بن کر سوار ہو جائیں اور اپنے پورے اعماق و گہرائی سے زہریلے اژدہوں کے منہ سے بھی اپنا مقصود حاصل کرنے میں دریغ نہ کریں ۔ ایسے نوجوان میری ملت کا ایک قیمتی ارمغان اور نایاب تحفہ ہیں ۔

نورالدین نے ذرا سے سکوت کے بعد کہا ۔" عدی کے بیٹے ! قسم ہے مجھے اپنے رب کی تمہارے حملوں میں یکتائی کی ایک لذت ، بے حجابی ، بگولوں کی سی تندی اور اریب و ورع اور دھوکا و پرہیزگاری کی سی کشمکش تھی اور سنو ایسے نوجوان جو موت کے فرزند ، حوادث کے جگر دار اور ضرب یداللّٰہی بن کر دشمن پر نزول کریں ۔ سنو عدی کے بیٹے ! ایسے جوان جو صدیق اکبرؓ کی پامردی و شیفتگی ، فاروق اعظمؓ کی جرأت و امنگ اور ولولہ ، عثمان غنیؓ کا دم و غنا اور علی المرتضیٰؓ کی حدت و شجاعت ہوں ۔ ایسے جوانوں کو مَیں اپنا سایہ بنا کر رکھتا ہوں ۔ مدینۃ الرہا سے باہر جب تم دشمن کے درمیان گھس کر جنگ کر رہے تھے اسی وقت ہی مَیں نے اپنے رب کو گواہ بنا کر عہد کر لیا تھا کہ مَیں تمہیں اپنے حلقے میں داخل کروں گا ۔ سنو عدی کے بیٹے ! آج کے بعد تم حلب میں رہو گے ۔ امن میں تم میرے محافظ دستہ کے سالار اور جنگ میں تم ہراول دستے کے سالار ہوا کرو گے اور یہ دونوں عہدے ایسے ہیں جو تم جیسے جوان کو زیب دیتے ہیں ۔ مجھے اُمید ہے تم صلیبی معرکوں میں اپنے آپ کو تاریک اُفق پر اُمید کی ایک چمک اور اہم ترین دفاعی حصار ثابت کرو گے ۔ اگر تم کلفت و مصیبت اور مخالفت و اہانت کو نظر انداز کر کے صحرا کی وسعت اور سمندر کی گہرائی بن کر اسلام کے دشمنوں پر چھا جاؤ تو یہ اللّٰہ کی راہ میں جہاد ہو گا اور یاد رکھو اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کا ایک قطرۂ خون جو وہ اپنے رب کی خوشنودی میں میدانِ جنگ کے اندر بہاتا ہے ایک عالمِ دین کی عمر بھر کی روشنائی سے زیادہ اہم اور قیمتی ہے جو وہ علم کے فروغ کی خاطر استعمال کرتا ہے ۔"

نورالدین کچھ اور کہنے والا تھا کہ اس نے دیکھا سنان کی آنکھوں میں آنسو جھلک آئے تھے ۔ نورالدین نے بیتاب ہو کر پوچھا ۔" عدی کے بیٹے ! تمہاری آنکھوں میں آنسو ۔"

سنان نے عمامے کے پلّو سے آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا ۔" یہ تشکر اور احسانمندی کے آنسو ہیں ، میرے آقا ! مَیں صحرا کا ایک حقیر ذرہ تھا آپ نے مجھے اپنی کلاہ میں چمکنے والا ستارہ بنا دیا ہے ۔ آپ نے میری زندگی کی موہوم منزل کی تاریک شب کو فرخندہ و پر مثال سحر میں بدل دیا ہے ۔ خدائے مستجیب و بیدار کو گواہ بنا کر مَیں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ کا ہر حکم میرے لیے سرِ طورِ سینا سے نازل ہونے والی مخفی وحی کے برابر ہو گا ۔ میرے لیے آپ ایک بشر صاحبِ قوتِ قدسیہ ہیں اور آپ کی خوشنودی اور رضاجوئی کی خاطر مَیں روز و شب کا طلسم بن کر آپ کے ہر عدو و دشمن کا زعمِ باطل توڑ دوں گا ۔ مَیں دشت و دمن اور کوہسار و ویرانوں میں آپ کے حق میں ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کرنے کا عہد کرتا ہوں ۔"

نورالدین نے آگے بڑھ کر بڑے پُرجوش انداز میں سنان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ۔" تم مجھے ایک بیٹے کی طرح عزیز رہو گے ۔"

سنان نے اس بار اپنے پیچھے کھڑے جوسلین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

" میرے آقا ! کیا آپ جانتے ہیں یہ کون ہے ؟"

نورالدین نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔" مَیں نہیں جانتا یہ کون ہے ، تاہم اس کی شکل اور خدوخال بتاتے ہیں کہ یہ صلیبی ہے مسلمان نہیں ۔"

" میرے آقا ! یہ جوسلین ہے اس نے دریائے فرات پار کر کے نینوا کی طرف بھاگ جانے کی کوشش کی تھی ۔ مَیں نے اس کا تعاقب کر کے اسے پکڑ لیا ہے ۔ اس نے ایک بار میری عدم موجودگی میں بنو لخم پر حملہ کر کے ہماری بستیوں کو ویران کرنے کے علاوہ بنو لخم کے بزرگ سردار کی بیٹی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر اس کی آنکھیں نکلوا دی تھیں ۔ اس مردود نے جتنی بار میری ملت کی اس بیٹی کی عزت کو رسوا کیا تھا اتنی ہی بار مَیں نے اس کی پیٹھ کو داغ دیا ہے اور اس کی آنکھوں کے قصاص میں اس کی آنکھیں نکلوا دی ہیں اور یہ اس کے گناہوں کا بہترین قصاص ہے ۔"

نورالدین نے جوسلین[1] کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا ۔" سنو ابلیس

۱؎ جوسلین کی آنکھیں نکال کر حلب کے قید خانے میں ڈال دیا گیا تھا جہاں وہ نو برس تک قید

کے سیاہ صورت گماشتے! تم نے اپنے مغربی آقاؤں کی شہ پر مدینۃ الرہا کے مسلمانوں پر جو ظلم ڈھائے ہیں ان کا انجام تو نے دیکھ لیا۔ ملتِ اسلامیہ نے تم جیسے اَن گنت شیاطین جنہوں نے ان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا تھا خدا کی وسیع زمین کے سرد پاتال میں اتار دیا۔ تم نے اپنا بھی مآل وانتہا دیکھ لی۔ تمہارا لشکر قتل ہو گیا اور تم اپنی بے بصیر آنکھوں کے ساتھ ہمارے سامنے بے بسی کی حالت میں کھڑے ہو۔ یہ قدرت کی طرف سے تمہارے گناہوں کا ایک عذاب ہے جو تم پر نازل ہوا۔" پھر نور الدین نے اپنے محافظ دستے کے سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اس لعنتی انسان کو سنبھالو، یہ ہمارے ساتھ حلب جائے گا۔"

اس سالار نے آگے بڑھ کر جوسلین کو اپنی حراست میں لے لیا تھا۔

نور الدین کی طرف دیکھتے ہوئے سنان پھر بولا۔ "میرے آقا! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ یہاں سے آپ کے ساتھ سیدھا حلب جانے کے بجائے میں پہلے اپنے قبیلے میں جاؤں اور وہاں چند روز قیام کرنے کے بعد آپ کے پاس حلب پہنچ جاؤں۔ دراصل جس لڑکی کو جوسلین نے رسوا کیا تھا میں اسے خود یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ میں نے اس پر ہونے والے مظالم کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔"

نور الدین نے بڑی خوش دلی سے کہا۔ "تمہیں اس کی اجازت ہے۔"

سنان پیچھے ہٹنا چاہتا تھا کہ ایک ترک سپاہی قریب آیا اور جوسلین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "یہ جوسلین نہیں اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ میں جوسلین کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔" سنان اُداس ہو گیا۔

شیرکوہ آگے بڑھا اور جوسلین کے بھائی کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ "بتاؤ تم کون ہو اور جوسلین کہاں ہے۔"

اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں جوسلین کا بھائی ہوں۔ جب ہمارے لشکر میں شکست کے آثار دکھائی دینے لگے تھے میرا بھائی لشکر کی کمانداری میرے حوالے کرنے

رہنے کے بعد اسیری کی حالت میں ہی مر گیا۔

کے بعد بھیس بدل کر تل باشر کی طرف بھاگ گیا۔ اب تک وہ کئی کوس فاصلہ طے کر چکا ہو گا۔"

شیرکوہ نے اس کا گریبان چھوڑ دیا اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ سنان کی گردن جھک گئی تھی جیسے جوسلین کے بھاگ جانے کا اسے سخت صدمہ ہوا ہو۔

اتنے میں بنو لخم کے ایک جوان نے جو سنان کے قریب ہی کھڑا تھا اپنی گردن کو ہلکا سا خم دیتے ہوئے مؤدب ہو کر نور الدین سے کہا۔ "میرے آقا! ہمارے امیر زخمی ہیں۔ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم انہیں اپنے لشکر کے جراح کے پاس لے جائیں۔"

نور الدین نے فکرمند ہو کر پوچھا۔ "تمہارے امیر کیسے اور کہاں زخم آئے ہیں۔"

اس عرب نے پھر جواب دیا۔ "یہ اس وقت زخمی ہوئے تھے جب یہ تن تنہا دشمن کے اندر گھس کر لڑنے لگے تھے۔ ان کا شانہ بُری طرح زخمی ہے۔" نور الدین نے سنان کی عبا ہٹا کر دیکھی۔ سنان کے شانے پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں جو خون سے سُرخ ہو گئی تھیں۔ نور الدین نے شیرکوہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شیرکوہ! سنان کو اپنے لشکر کے طبیب کے پاس لے جاؤ۔"

شیرکوہ نے سنان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ایک طرف لے گیا تھا۔

عشاء کے بعد نور الدین نے وہاں سے کوچ کیا اور مدینۃ الرہا آیا۔ یہاں اس نے چند روز قیام کیا، شہر کی حفاظت کے لیے اپنے لشکر کا ایک حصّہ وہاں متعین کیا اور اپنے ایک جرنیل کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے وہ اپنے لشکر کے ساتھ حلب کی طرف کوچ کر گیا جب کہ سنان اپنا لشکر لے کر بنو لخم کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

نور الدین کے بڑے[1] بھائی سیف الدین کو جو موصل کا حاکم تھا جب جوسلین کے مدینۃ الرہا پر قبضہ کی خبر پہنچی تو وہ ایک جرار لشکر کے ساتھ موصل سے نکل کر الرہا کی طرف روانہ ہو

---

[1] نور الدین کے تین بھائی تھے۔ سب سے بڑا سیف الدین، اس سے چھوٹا خود نور الدین، تیسرا قطب الدین اور چوتھے کا نام نصرت الدین تھا۔ سیف الدین اپنے باپ عماد الدین کی وفات کے بعد موصل کا حکمران بنا تھا۔ اس کی وفات کے بعد موصل کی امارت قطب الدین محمود کے حصّہ میں آئی جس نے نور الدین کی اطاعت کی اور اسے خاندان کا سربراہ تسلیم کر کے ہمیشہ اس کی عزّت و تکریم کرتا رہا۔

گیا۔ راستے میں جب اسے خبر ہوئی کہ نور الدّین نے جوسلین کے لشکر کو عبرت ناک شکست دی ہے تو وہ واپس لوٹ گیا اور موصل سے نور الدّین کے نام ایک خط دے کر ایک قاصد کو روانہ کیا۔ جس میں نورُ الدّین کو اس فتح کی مبارک باد کے علاوہ اسے اپنے مکمل تعاون و استمداد کا یقین دلایا گیا تھا۔

سیف الدین نے خط میں اپنے چھوٹے بھائی کو اپنی سرپرستی کا یقین دلانے کے علاوہ صلیبیوں کے خلاف اس کا دست و بازو بن کر لڑنے کا عہد بھی کیا تھا۔

اپنے بڑے بھائی سیف الدّین[1] کے اس سلوک پر نور الدّین کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ زور شور سے ان علاقوں کو صلیبیوں سے واپس لینے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا جو پہلی صلیبی جنگ میں مُسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔

---

[1] شروع شروع میں سیف الدّین اور نورالدّین کے مابین کچھ اختلاف رونما ہو گئے تھے۔ عماد الدّین کا بڑا بیٹا ہونے کی حیثیت سے سیف الدّین کو موصل کی مرکزی حکومت کی امارت نصیب ہوئی تھی اور اس کے مرحوم باپ کے اکثر سربرآوردہ امراء بھی اس کی حمایت میں تھے۔ ان امراء میں امیر عزّ الدّین ابوبکر، صلاح الدین محمد الباغیسانی اور ابو جعفر محمد جمال الدّین جیسے مخلص اور دانشور بھی شامل تھے۔ یہ امراء خلوص نیّت سے چاہتے تھے کہ عماد الدّین کی حکومت دو حصّوں میں بٹ کر کمزور نہ ہو جائے۔ لہٰذا ان کا ارادہ تھا کہ صرف سیف الدّین ہی اس سلطنت کا حکمران ہو۔ انھوں نے سیف الدّین کو اپنی آراء سے آگاہ کیا تو سیف الدّین نورالدّین کی طرف متوجہ ہُوا اور اسے بیعت کرنے کو کہا۔ سیف الدّین نے نورُ الدّین کو کافی خطوط لکھے جس میں اسے موصل آنے کی تاکید کی تھی لیکن نور الدّین صرف غلط فہمی کی بناء پر موصل جانے سے گریز کرتا رہا۔

سیف الدین کو خدشہ پیدا ہو گیا کہ نورالدّین کہیں خود غرض امراء کے بہکاوے میں

آدھی رات کے قریب قسطونہ کی اچانک آنکھ کھل گئی۔ اُسے ایسا محسوس ہُوا تھا جیسے گھر میں کوئی کھٹکا ہُوا ہو۔ اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنے بکھرے ہوئے لمبے لمبے بال درست کیے۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھتے ہوئے چونک پڑی تھی۔ نوفل کا بستر خالی پڑا تھا اور وہ نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ باہر سرما کی تیز ہَواؤں کی سائیں سائیں کا شور مچا ہُوا تھا۔ اس نے اپنی عبا درست کی۔ ایک بھاری اور گرم موٹی چادر اس نے اوڑھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۸۸) آ کر اس کے خلاف بغاوت نہ کر دے اور اس طرح کہیں صلیبی حکمران فائدہ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اس قضیے کو طے کرنے کی خاطر اس نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ حلب کی طرف کُوچ کیا۔ حلب کے مضافات میں پہنچ کر سیف الدّین نے پڑاؤ کیا اور نور الدّین کو وہاں بُلا بھیجا۔ چونکہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے خائف تھے لہٰذا یہ طے ہُوا کہ دونوں اپنے پانچ پانچ سو جوانوں کے ساتھ ملاقات کریں۔

نور الدّین جب اپنے بڑے بھائی کے پاس پہنچا تو اسے سیف الدّین کی شکل میں اپنے شہید باپ عماد الدّین کی صورت دکھائی دی۔ اس نے اپنے سواروں کو واپس جانے کا حکم دے دیا۔ خود وہ گھوڑے سے اُترا اور بھاگ کر سیف الدّین کے پاؤں پر جا گرا۔ بڑے بھائی کے خون نے بھی جوش مارا اور اس نے نور الدّین کو اُٹھا کر گلے سے لگا لیا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر فرطِ محبت میں خُوب روئے۔ سیف الدّین نے کہا "جانِ برادر! تم میرے پاس آنے سے کیوں گریز کرتے رہے۔ خُدا کی قسم میرے دل میں تمہارے بارے میں کوئی بُرا خیال نہ تھا"۔ نور الدّین نے جواب دیا "بیشک یہ میری غلط فہمی تھی کہ مَیں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہُوا۔ آپ میرے بزرگ اور سردار ہیں۔ آپ کو چھوڑ کر مَیں حکومت و سلطنت کو لات مارتا ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ مَیں آپ کے علم تلے دشمنانِ دین سے جنگ کروں"۔

سیف الدّین غازی نے نور الدّین کی پیشانی چُومتے ہوئے کہا "مجھے تمہارا جواب سُن کر

اس نے دیکھا باہر چاند سر پر چمک رہا تھا اور ہر طرف روشنیوں کا سیلاب بہہ نکلا تھا۔ ویران اور سنسان صحرا کی طرف سے آنے والی تیز ہوا کھجور کے درختوں پر چیخ چلا رہی تھیں۔ گھر کیسا اُجڑا اُجڑا اور اُداس لگ رہا تھا۔ اس نے سر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ اُسے یوں لگا جیسے ——— جیسے آسمان پر جاگتے ہوئے ستارے اس کی مجبوری دبے کسی کی ہنسی اُڑا رہے ہوں۔ وہ صحن میں آئی اور اپنی دلکش و اسرار خیز آواز میں اس نے نوفل کو پکارا۔

"نوفل! نوفل!"

حویلی کے ایک دوسرے کمرے سے نوفل نکلا اور قسطونہ کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے بیٹی! تم اس وقت جاگ کیوں گئی ہو" قسطونہ بھی اس کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ "گھر میں کوئی کھٹکا ہوا تھا جس کی وجہ سے میں جاگ گئی اور پھر تمہارا خالی بستر دیکھ کر میں پریشان ہو گئی تھی۔ یہ گھر میں کھٹکا کیسا ہوا تھا؟"

نوفل نے خوش دِلی سے کہا۔ "سنان آیا ہے بیٹی! اور میں ———"

سنان کا نام سن کر قسطونہ کے جسم کا ذرہ ذرہ بیدار ہو گیا تھا اور اس نے نوفل کی بات کاٹتے ہوئے بیتاب ہو کر پوچھا۔ "کب آئے ہیں وہ؟"

"کافی دیر ہو گئی ہے۔ اب تو میں اس کے کمرے میں آتش دان کے اندر آگ جلا رہا تھا۔"

قسطونہ نے بڑی ہی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھے جگا لیا ہوتا۔"

"میں تمہیں جگانے لگا تھا بیٹی لیکن سنان نے مجھے منع کر دیا تھا۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۸۹) خوشی ہوئی، مجھے تم سے ایسی ہی توقع تھی۔ میں تم سے ملنے کا آرزو مند تھا، خصوصاً اس وجہ سے کہ صلیبیوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اگر عماد الدین شہید ہو گیا ہے تو وہ اپنے پیچھے دو ایسے لعل چھوڑ گیا ہے جو ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں۔ اس ملاقات کے بعد دونوں بھائیوں کے دِل صاف ہو گئے اور اس کے بعد وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے معاون و دستگیر بن کر صلیبیوں کے سامنے ایک ناقابلِ تسخیر قوت بنے رہے۔

قسطونہ نے ویران و ملال بھری آواز میں پوچھا۔ "کیوں منع کر دیا تھا"

اس نے کہا تھا کہ "قسطونہ کو نہ جگاؤ، اسے خواہ مخواہ تکلیف ہو گی"

قسطونہ نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "تکلیف کیسی نوفل عم! قسم اسحاق موسطے کی ان کا کام کرتے ہوئے میں نے ہمیشہ خوشی محسوس کی ہے۔"

نوفل نے بڑی شفقت سے قسطونہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے جذبات سے آگاہ ہوں بیٹی! لیکن وقت کا انتظار کرو مجھے اُمید ہے ایک روز ایسا ضرور آئے گا کہ حالات تمہارے حق میں کروٹ لیں گے۔"

قسطونہ نے پھر پوچھا۔ جس جنگ میں حصہ لینے کے لیے وہ گئے تھے۔ اس کا کیا بنا؟"

"ہمیں فتح ہوئی ہے سنان نے جوسلین کے بھائی کو گرفتار کر کے اس کی آنکھیں نکال دی ہیں اور اس کے لشکر کو تہ تیغ کر دیا ہے۔ خود جوسلین بھاگ گیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا میں نے مدینۃ الرہا سے سیدھا حلب چلے جانا تھا لیکن وہ صرف امیمہ کو یہ خوشخبری سنانے آیا ہے کہ اس نے جوسلین نہ سہی تو اس کے لشکر سے اس کا انتقام ضرور لے لیا ہے۔ وہ بستی میں داخل ہوتے ہی یہ خوشخبری سنانے پہلے امیمہ کے گھر گیا۔ اس کے بعد یہاں آیا ہے۔ اوہ! میں بھی کیسا پاگل ہوں میں نے تمہیں یہ تو بتایا ہی نہیں کہ سنان زخمی ہے۔"

قسطونہ نے بدحواس ہو کر چیخ مارنے کے انداز میں پوچھا۔ "سنان زخمی ہے"

نوفل نے اسے ڈھارس دلاتے ہوئے کہا۔ "تم فکر مند نہ ہو وہ جنگ میں بُری طرح زخمی ہو گیا تھا لیکن نور الدین زنگی کے لشکر کا ایک طبیب اس کا علاج کرتا رہا ہے اور اب اس کے زخم کافی حد تک مندمل ہو چکے ہیں۔ وہ شاید صرف دو روز تک یہاں قیام کرے گا۔ اس کے بعد وہ حلب روانہ ہو جائے گا کیونکہ نور الدین نے اسے اپنے ہراول دستے کا سالار مقرر کیا ہے۔ سنو بیٹی ——— نوفل کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے قسطونہ سنان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ نوفل بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

قسطونہ تیز رو آندھی کی طرح سنان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے دیکھا سنان آتش دان کے قریب بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ قسطونہ اس کے سامنے کھڑی ہو گئی اور اپنی

ارغنون کی طرح نغمہ سرا اور طنبورے جیسی پُرسوز آواز میں پوچھا۔ "آپ کیسے ہیں؛ آپ کے زخم خطرناک تو نہیں۔"

سنان اُٹھ کر بیٹھ گیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں میرے زخم اب مندمل ہو چکے ہیں۔ میں تمہاری اس تیمارداری کا شکرگزار ہوں۔" سنان کے یوں خوش دلی سے مخاطب ہونے پر قسطونہ کے حسین و پُرکشش چہرے پر قوسِ قزح کی رنگین لہریں اور گھلاوٹ و گرمی سے بھرپور مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

قسطونہ اور آگے بڑھ گئی اور سنان سے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ کن حالات میں آپ کے پاس میں پناہ لینے پر مجبور ہوئی ہوں۔ آپ شاید یہ سمجھتے ہوں گے میں گھر سے بھاگ کر آپ کے پاس آگئی ہوں۔"

سنان فوراً سنجیدہ ہوگیا اور سنسان سے لہجے میں کہا۔ "مجھے نوفل تمہارے پورے حالات کہہ چکا ہے۔ مجھے تمہارے باپ کے قتل ہونے کا دُکھ ہے۔ سنو قسطونہ! اگر تم اس گھر میں صرف پناہ لینے کی غرض سے آئی ہو تو بیشک ساری عمر یہاں قیام کرو، میں تمہاری حفاظت و کفالت کروں گا اور اگر تم اپنے دل میں یہ خیال لاؤ کہ میں تم سے شادی کر لوں گا تو یہ فریب و سراب ہوگا۔ مجھے دُنیا بھر کے نصرانیوں اور یہودیوں سے نفرت ہے۔ اس لیے کہ جب بھی موقع ملا انہوں نے صحرائی بچھو اور زہریلے سانپ کی طرح مسلمانوں کو ڈس لیا۔ میں ایک لنگڑی اور بہری مسلمان لڑکی سے تو شادی کر سکتا ہوں مگر تمہارے ساتھ نہیں اس لیے کہ ایک یہودی ہوتے ہوئے میں تمہیں قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

قسطونہ بے حد اُداس ہوگئی تھی پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے جنہیں وہ پونچھتی ہوئی کمرے سے باہر بھاگ گئی تھی ——— سنان نے صرف تین روز تک سوق الغرب میں قیام کیا تھا اور چوتھے روز وہ حلب روانہ ہوگیا تھا۔

مدینۃ الرہا (اڑلیہ) کو میسوپوٹیمیا (الجزیرہ) کی آنکھ سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے کہ جنگی نقطۂ نگاہ سے یہ شہر درحقیقت بے حد اہم تھا اور صلیبی اسے اپنا مرکز اور مستقر بنا کر عراق اور شام پر مکمل قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ۱۱۴۴ء میں جب نورالدّین زنگی کے عظیم باپ عمادالدّین نے اس شہر کو صلیبیوں سے چھینا تو فرنگی دُنیا کو سخت صدمہ پہنچا اور اس حادثہ سے ان میں پھر صلیبی جنگ کی باتیں ہونے لگی تھیں۔ تاہم مدینۃ الرہا کا سابق صلیبی حکمران جوسلین چونکہ ابھی تک تل باشر میں مقیم تھا لہٰذا مغرب کے نصرانیوں کو یہ ڈھارس تھی کہ کبھی نہ کبھی جوسلین اپنا کھویا ہُوا وقار ضرور حاصل کر لے گا۔

عمادالدّین کی شہادت کے بعد اقوامِ یورپ کی شہ پر جوسلین نے جب الرہا کو دوبارہ فتح کر کے اپنا وقار بحال کرنے کی کوشش کی تو عمادالدّین کا شیر دل فرزند نورالدّین طوفان کی طرح اُٹھا اور جوسلین کو شکست دے کر جب اسے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تو پورا یورپ غم و غصّہ سے کھول اُٹھا۔ ان کے اضطراب و بے چینی اور اضطرار و بے قراری میں مزید اضافہ اس وقت ہُوا جب شام کے ارمنی عیسائیوں کا ایک وفد فریاد لے کر پوپ یوگینئس[1] کی خدمت میں حاضر ہُوا

---

[1] مشہور مغربی مورخ میچاڈ لکھتا ہے۔ ایشیا کے عیسائیوں کی سفارت کا پُرالم بیان سن کر پوپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا تھا اور اس نے جذبات کی رو میں آ کر اعلان کر دیا کہ ارضِ مشرق کے عیسائیوں کی مدد کرنا خداوند یسوع مسیح کے تمام نام

اور اپنے اس مذہبی پیشوا کو انہوں نے رو رو کر اپنی دکھ بھری کہانی اور داستانِ الم سُنائی اور پوپ یوگینئس نے یورپ کے مختلف حکمرانوں کو خطوط لکھ کر انہیں اسلام کے خلاف دوسری صلیبی جنگ کی ابتدا کرنے کی ترغیب دی ۔

اسی زمانے میں یورپ میں ایک پُراسرار راہب نمودار ہُوا جس کی شخصیت مسحور کُن تھی اور اس نے صلیبی جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے اپنی شعلہ بیانی اور آتشی تقریروں سے عیسائی دُنیا کے اندر انتقام کی ایک نہ بجھنے والی آگ بھڑکا دی تھی ۔ اس راہب کا نام سینٹ برنارڈ تھا ۔ یہ برگنڈی کے ایک امیر کا بیٹا تھا اور بچپن میں ہی تارک الدنیا ہو گیا تھا ۔ اسے ایک اتفاق کہا جائے یا تاریخ کی ستم ظریفی کہ پہلی صلیبی جنگ کے شعلوں کو ہوا دینے والا بھی ایک تارک الدنیا راہب ہی تھا جس کا نام پیٹر دی ہرمٹ تھا اور اب دوسری صلیبی جنگ پر مغربی دُنیا کو آمادہ کرنے والا بھی ایک تارک الدنیا راہب ہی تھا ۔ یوں لگتا تھا تاریخ کے خونی حادثات و واقعات پھر اپنے آپ کو دہرانے لگے ہوں ۔

سینٹ برنارڈ کی دھواں دھار اور آتشی تقریروں نے پورے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا اور ایک بار پھر وہی کیفیت طاری ہو گئی تھی جو پہلی صلیبی جنگ سے قبل سینٹ پیٹر نے اپنی شعلہ نوائی سے پیدا کر دی تھی بلکہ ایک لحاظ سے برنارڈ پیٹر پر سبقت لے گیا تھا اس لیے کہ یہ زیادہ جوشیلا اور جذباتی تھا ۔ اس کی تقریروں سے عوام الناس کے دل یقین و اعتماد سے بھر گئے تھے اور وہ اپنا سب کچھ صلیبی جنگ میں جھونک دینے کو تیار ہو گئے تھے ۔

۱۱۴۶ء میں فرانس کے ایک شہر ویزلی کے مقام پر عیسائی دُنیا کا ایک زبردست اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۳) لیوا اُن کا فرضِ اوّلین ہے ۔ اگر وہ اس وقت نہ اُٹھے تو ایک روز ایسا آئے گا کہ وہ یروشلم جیسے مقدس شہر کو بھی گنوا بیٹھیں گے ۔ پوپ کا یہ اعلان صریحاً جنگ مقدس (کروسیڈ) کا اعلان تھا جس نے سارے یورپ کے اندر ایک ہیجان سا برپا کر دیا تھا اور پورا یورپ ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہُوا اور یوں دوسری صلیبی جنگوں کی ابتدا ہو گئی تھی ۔

عظیم اجتماع ہُوا جس میں نہ صرف عام لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا بلکہ طبقہ امراء کے لوگ بھی کثرت سے شامل ہوئے تھے ۔ یہاں تک کہ فرانس کا بادشاہ لوئیس[1] ہفتم بذاتِ خود اس اجتماع میں موجود تھا ۔ جلسہ کی ساری فضا جنگی نعروں سے گونج رہی تھی اور غیظ و غضب میں بھرے ہوئے لوگ فی الفور کسی آخری فیصلہ پر پہنچ جانا چاہتے تھے ۔

اس پُرخروش فضا میں سینٹ برنارڈ نے ایک ایسی اثر انگیز اور پُر از التہاب تقریر کی کہ لوگوں کے دِل ہِل گئے ۔ خود لوئیس ہفتم نے آگے بڑھ کر سینٹ برنارڈ کے ہاتھوں سے صلیب لی اور لاکھوں کے اجتماع میں بادشاہ نے صلیب کو اپنے سینے سے لگا کر اعلان کیا کہ مَیں جنگ مقدس (صلیبی جنگ) میں ضرور حصّہ لوں گا ۔ اب لوگوں کے جوش و جذبے کی کوئی انتہا نہ تھی اور سب نے مِل کر عہد[2] کیا کہ وہ صلیب کی سربلندی کی خاطر اپنی جانیں اور مال سب کچھ قربان کر دیں گے ۔

ویزلی کانفرنس سے فارغ ہو کر سینٹ برنارڈ جرمنی گیا اور جرمن حکمران شاہ کانرڈ[3] سوم کو جنگ مقدس میں شامل ہونے کی ترغیب دی ۔ پہلے تو بادشاہ نے برنارڈ کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور سرد مہری سے کام لیا ۔ لیکن ایک دن سینٹ برنارڈ نے کانرڈ کے سامنے ایک انتہائی مُؤثر اور پُرجوش تقریر کی تو بادشاہ کا دِل پگھل گیا اور اس نے فوراً سینٹ برنارڈ سے صلیب لے کر صلیبی جنگ میں شریک ہونے کا اعلان کر دیا ۔

جرمنی اور فرانس کے دو طاقتور بادشاہوں کے علاوہ پورے یورپ کے طبقہ امراء کے بے شمار سرداروں نے اپنے طور پر صلیبی جنگ کے لیے زبردست تیاریاں شروع کر دی تھیں ۔ یہاں تک کہ جرمنی اور فرانس کے کونے کونے سے صلیبی جنونیوں کا سیلاب اُمڈ کھڑا ہوا تھا ۔ ان سب پر

1. LOUIS - VII
2. انگریز مورخ مچاڈ لکھتا ہے ، کانفرنس کے بعد شہر کے شہر اور گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے تھے اور اپاہجوں ، بیواؤں اور بوڑھوں کے علاوہ کوئی پیچھے نہ رہ گیا تھا ۔
3. CONARD - III

مستہزاد یہ کہ صلیب بردار مسلح جوان اور کنواری عورتوں[1] کی ایک فوج بھی اِن لشکروں میں شامل تھی۔ عورتوں کے اس لشکر کی قیادت فرانس کے بادشاہ کی ملکہ ایلنیر کر رہی تھی۔

جرمنی کے بادشاہ نے گو سب سے بعد میں صلیب کو ہاتھ میں لیا تھا لیکن وہ سب سے پہلے اس مہم پر روانہ ہُوا۔ اس کے ساتھ اس قدر فوج تھی کہ نہ تو اسے سمندر کی لہریں اُٹھا سکتی تھیں اور نہ اسے سمانے کے لیے میدان تھے۔ اندازاً اس کے ہمراہ نو لاکھ کے قریب جنگجو تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔

کانرڈ کے پیچھے پیچھے فرانس کا بادشاہ لوئیس بھی جنگ مقدّس کے لیے فرانس سے نکل کھڑا ہُوا۔ اس کے ساتھ بھی اس قدر لشکر تھا جس کا اندازہ نہ لگایا جا سکتا تھا۔ دونوں لشکر اپنے اپنے ملکوں سے نکل کر ہنگری اور بلغاریہ کے راستے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

مسلمانوں نے جس علاقے کو اس صلیبی سیلاب کی ضرب سب سے پہلے برداشت کرنا تھی وہ ایشائے کوچک تھا جس کا حکمران سلطان مسعود[2] سلجوقی تھا۔ اور جس کا دارالحکومت قونیہ تھا۔ سلطان مسعود کو جب خبر ہوئی تو اس نے نورالدین کے نام ایک خط لکھا اور اس بے پناہ صلیبی لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے اس نے نورُالدین سے امداد و استمداد طلب کی اور سلطان مسعود کا خط لے کر ایک تُرک قاصد راستے میں کہیں رُکے اور قیام کیے بغیر حلب کی طرف کُوچ کر

---

[1] اس مسلح نسوانی فوج کی تعداد پچاس ہزار تھی اور اس میں بے شمار فاحشہ عورتیں بھی شامل تھیں اکثر اوباش جوانوں کو اِن عورتوں کی موجودگی نے ہی اس صلیبی جنگ میں حصّہ لینے کی ترغیب دی تھی۔ اِن عورتوں کی وجہ سے صلیبی لشکر میں بدکاری کا وہ بازار گرم ہُوا کہ شیطان بھی پناہ مانگ گیا تھا۔

[2] یہ وہ سلطان مسعود نہ تھا جس کے تعلقات نورالدین سے کشیدہ تھے۔ وہ سلطان مسعود عراق اور کردستان کا حکمران تھا جب کہ سلطان مسعود سلجوقی ارضِ روم کا فرمانروا تھا۔

گیا تھا۔

ایک روز جب کہ شام ہونے کے قریب تھی سلطان مسعود سلجوقی کا نامہ بر نورالدین کے سامنے دِل زدہ، غم گزیدہ اور خاموش کھڑا تھا۔ اس نے مسعود سلجوقی کا خط نورالدین کو تھما دیا تھا اور اب اس انتظار میں تھا کہ دیکھیں کیا ردِعمل ظاہر ہوتا ہے۔ نورؔالدین کے وزیر اور مشیر اپنے اپنے منصب کے مطابق قطاروں میں بیٹھے اس بات کے منتظر تھے کہ دیکھیں خط کا نفسِ مضمون کیا ہے۔ نورالدّین نے خود خط کھولا اور بلند آواز میں پڑھنا شروع کیا۔ بسم اللہ کے بعد مسعود سلجوقی نے تحریر کیا تھا۔

"اک بندۂ بے دل و بے نوا مسعود سلجوقی کی طرف سے اپنے حبیب و رفیق نورالدین کے نام۔ میرے ہم عصر! خدا تم پر رفد، رافت و رحمت نازل کرے۔ میں تمہیں ایک ایسے سیلاب سے مطلع کر رہا ہوں جو ابلیس کے گماشتے کی شکل میں اندھیرے کی نقاب اوڑھ کر مسلمانوں کی تاریخ کا رُخ بدل دینا چاہتا ہے۔

سنو مشرق کے عظیم انسان! صلیبی لشکر جس کی تعداد کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہے بڑی تیزی کے ساتھ قسطنطنیہ کے راستے ہمارے علاقوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بدبختی کا یہ سائیکلوپس اور شیطنت کا یہ جادوُ سرس وقت کی تیز آندھیوں کے غبار اور بگولوں کے اندر اُڑتی ریت کی صورت میں ہماری مقدّس سرزمین پر شام کے ماتمی سایوں کی طرح پھیل جانا چاہتا ہے۔

غرور و تعصب کا یہ طوفان اور آب و آتش کا سیلاب عجیب، اور انوکھے امتزاج فریب و جفا کا حامل ہے۔ اس میں ہر نوع و قماش کے لوگ شامل ہیں۔ حیات کے پردے میں بڑھتی ہوئی یہ موت ہماری سرزمین کو اپنے لیے عیش و ہوس کی ایک پناہ گاہ بنانا چاہتی ہے۔"

"میرے عزیز بھائی! اگر ہم دونوں قاب و قوسین اور بنیانِ مرصوص بن کر اپنے کینہ پرور دشمن کا مقابلہ کریں تو خداوندِ جن و انس اور عرش و فرش

اپنے فیضانِ سرمدی کے طفیل ہمارے مایوسی کے صحرا کو امید کی کلیوں میں بدل دے گا اور یہ ہمارے لیے سود و سعادت، ایک موہبتِ عظمیٰ اور نعمتِ اکبر ہوگی۔ اگر امتحان و ابتلا کے ان لمحات میں بھی ہم بدنظمی و انتشار کا شکار رہے تو ہمارا مردود، مقہور اور روسیاہ دشمن ہمیں ارضِ بابل و نینوا کی طرح مسخر کر کے ہمیشہ کے لیے خاموشی، سکوت اور موت کی وادی میں دفن کر دے گا اور اس کرہ ارض میں ہمارے متعلق کوئی خواب دیکھنے والا اور حدیث سننے والا نہ رہے گا۔"

"مجھے امیدِ پختہ ہے کہ میرا رب جو حلیم و کریم، عزیز و جمیل اور احلیٰ و اعلیٰ ہے اپنے بحرِ سخا اور ابرِ عطا کو حرکت میں لائے گا اور وہ ہمیں بے اتفاقی اور سازشِ عناصر کا شکار نہ ہونے دے گا۔ اگر ہم باہم متحد ہو کر اللہ کی رجا و قنوط میں دشمن کا مقابلہ کریں تو اپنے رب کی رضا و توکل کے سہارے زبانِ حق بیان بن کر اپنے عصیان کو عروسِ گہر میں اور اپنی امیدوں کو جمال و محبت کی مانند فوز و کامیابی کا توام بنا سکتے ہیں۔ میرے عزیز! آج اگر ہماری زبانیں خاموش رہیں تو کل ہمارا لہو پکار کر کہے گا کہ ایک متحد دشمن کے سامنے ہماری رگِ حمیت سلگ نہ سکی تھی۔"

خط ختم کرنے کے بعد نور الدین چند لمحوں تک، اس قاصد کی طرف دیکھتا رہا جو زہرِ غمِ انتظار کا شکار بے حرارت و بے حلاوت حالت میں کھڑا تھا۔ پھر نور الدین نے قلم سنبھالا اور وہ اس خط کا جواب لکھنے لگا تھا۔ نور الدین خط لکھتا رہا اور کمرے میں گہری خاموشی طاری رہی حتیٰ کہ اس کے قلم کی سرسراہٹ تک سنی جا سکتی تھی۔ خط ختم کر کے نور الدین نے تہ کیا۔ اپنی نشست سے وہ اٹھا اور خود وہ خط قاصد کو دیتے ہوئے کہا۔

"اپنے آقا کو میرا یہ خط دینا اور اسے کہنا نور الدین اتنا بے حمیت نہیں کہ اسلام کی خدمت کے اس سنہری و نادر موقع کو ہاتھ سے جانے دے۔ رب کریم النصارہ کی قسم ہم اپنی حدود سے بھی باہر ہو کر مسعود کی مدد کریں گے۔"

پھر نور الدین نے شیر کوہ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے سنان کو مخاطب کر کے کہا۔

"عدی کے بیٹے! تیار ہو جاؤ، تمہارے امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ شاید زندہ و بیدار و بے نوم قدرت پہلے ہی اس مقدس کام کے لیے تمہارا انتخاب کر چکی تھی۔ تم اس قاصد کے ساتھ ابھی اور اسی وقت کوچ کرو۔ دس ہزار مسلح ترکوں کا لشکر تمہیں یہاں سے ملے گا اور دس ہزار مسلح جوان تم اپنے قبیلے سے لیتے جاؤ۔ اس طرح تم بیس ہزار لشکریوں کے سالار کی حیثیت سے سلطان مسعود کے پاس قونیہ کی طرف کوچ کر جاؤ۔ شیر کوہ! تم سنان کے لیے رسد و خوراک کا بندوبست کر دو۔"

نور الدین نے ذرا رک کر پھر کہا۔ "سنو عدی کے بیٹے! یہ ایک مقدس کام ہے جو تمہیں سونپا جا رہا ہے۔ سنو اگر تمہیں متحدہ لشکر کا سالار بنایا جائے تو ہوا کے ایک نوحے اور سنگین رات میں پردۂ تاریکی میں ملفوف ایسے بم و زیر سے دشمن پر حملہ کرنا کہ وہ اپنے ہزار باطن کے سارے سلگتے راز تمہارے سامنے اگلنے پر مجبور ہو جائے۔ اللہ کرے تم اس میدانِ جنگ میں اپنی قوم کے لیے میمنت، سعادت، برکت اور کامرانی بن کر ابھرو۔ اب میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔ ربِ رؤف و رحیم تم پر اپنی مواہب و عطاؤں کا سایہ رکھے۔ تم اس قاصد کو لے کر شیر کوہ کے ساتھ فوج کے مستقر پہنچو۔ شیر کوہ تمہارے کوچ کا بندوبست کرتا ہے۔ تمہارے پیچھے پیچھے میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں"۔

سنان نے بڑی رقت آمیز آواز میں کہا۔ "میرے آقا! میرے لیے یہ ایک سعادت ہے کہ اس مقدس فریضہ کے لیے آپ نے میرا انتخاب کیا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب آپ سنیں گے کہ عدی کے بیٹے نے آپ کی خواہش کے مطابق دشمن پر ضرب لگائی ہے۔" سنان خاموش ہو گیا پھر وہ شیر کوہ کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔ شام سے پہلے ہی سنان دس ہزار ترک لشکر کے ساتھ بنو لخم کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ سلطان مسعود سلجوقی کا قاصد بھی اس کے ساتھ تھا۔

عشاء کے قریب سنان سوق الغرب میں اپنے گھر کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ پہلی دستک پر ہی صحن سے نوفل کی آواز سنائی دی۔ "کون ہے؟"

سنان نے دوبارہ دستک دیتے ہوئے کہا۔ "دروازہ کھولو نوفل! مَیں سنان ہوں"
قدموں کی چاپ سے پتہ چلتا تھا کہ نوفل بھاگتا ہُوا دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ پھر اس نے دروازہ کھولا اور سنان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! تم رات کے اس وقت خیریت سے آئے ہو؟"

سنان نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا "پہلے اندر آؤ پھر بتاتا ہوں"۔ سنان جب اپنے کمرے میں داخل ہونے لگا تو اس نے دیکھا کمرے کے وسط میں کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی پر قسطونہ عشاء کی نماز پڑھ رہی تھی۔ سنان واپس مُڑا اور نوفل کے قریب ہوتے ہوئے اس نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔ "کیا میرے کمرے میں قسطونہ نماز پڑھ رہی ہے" نوفل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، وہ قسطونہ ہے، تمہارے حلب جانے کے چند روز بعد اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ تمہیں تعجب ہوگا کہ اب وہ مجھ سے بھی زیادہ مذہب اسلام پر کاربند ہے۔ وہ بڑی باقاعدگی سے صوم وصلوٰۃ اور تلاوتِ قرآن کی پابندی کرتی ہے۔ سنان! کیا اب بھی تم ———"

سنان نے نوفل کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اب وہ اس گھر کی مالک ہے۔ اب تو مجھے بھی اس سے اجازت لے کر اس گھر میں داخل ہونا پڑے گا ———"

نوفل کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پھر وہ سنان کا گھوڑا پکڑ کر اصطبل کی طرف لے جاتا ہُوا بولا۔ "مَیں گھوڑے کو اصطبل میں باندھ آؤں پھر آتا ہوں"۔

نوفل اصطبل کی طرف چلا گیا۔ سنان پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھا اس نے دیکھا قسطونہ نماز کے بعد دُعا مانگ رہی تھی۔ پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُٹھی اور چٹائی تہ کر کے ایک کونے میں رکھنے لگی۔ اس نے اپنا لباس بھی تبدیل کر لیا تھا اور اب وہ انطاکیہ کی یہودی لڑکی کے بجائے بنولخم کی دخترِ صحرا لگتی تھی۔ سنان نے آگے بڑھ کر دروازے کے کھلے پٹ پہ ہاتھ مارتے ہوئے کھٹکا کیا۔ قسطونہ جو ایک کونے میں چٹائی رکھ رہی تھی ایک دم سیدھی ہوئی اور چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ جونہی اس نے سنان کو دیکھا اس کے یاقوتی لبوں پر مسکراہٹ

پھیل گئی اور اپنے نفس کے بم وزیر پر قابو پاتے ہوئے اس نے پوچھا۔
"آپ کب اور کس وقت آئے؟"
سنان نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی ابھی حلب سے آیا ہوں۔ کیا مَیں کمرے کے اندر آسکتا ہوں؟"

قسطونہ کی حالت ہجر و حرارت اور خرمن سوختہ جیسی ہوگئی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف ولاچاری کی کئی سلوٹیں اُبھر گئی تھیں اور آنکھوں میں یاس وغم کے تہ در تہ پردوں پر محرومیوں کے سایے ناچ اُٹھے تھے۔ پھر بڑے ہی ملتجی ومستدعی انداز میں سنان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنے لب کھولے اور آرزوؤں کے نوحہ جیسی اس کی کھوکھلی مگر اسرار آشنا سی آواز سنائی دی۔ "یہ گھر آپ کا اپنا ہے اس میں آنے اور جانے کے لیے آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ میری حیثیت اس گھر میں ایک مہمان اور اجنبی کی سی ہے۔ جب بھی آپ کہیں گے مَیں یہاں سے رخصت ہو جاؤں گی اور پھر کبھی بھی مَیں ——— مَیں ——— قسطونہ کچھ نہ کہہ سکی۔ اس بیچاری کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں اور منہ دوسری طرف پھیر کر اس نے اپنے آنسو پونچھ لیے تھے۔

سنان چند لمحوں تک قسطونہ کو غور سے دیکھتا رہا پھر وہ سر جھکا کے کمرے میں داخل ہُوا اور اپنی مرتعش مگر نغمہ بار آواز میں کہا۔ "مَیں تمہیں اشیر و مبارک باد دیتا ہوں"۔
قسطونہ نے اپنی گھنیر اور پُراسرار آنکھیں سنان کے چہرے پہ گاڑتے ہوئے پوچھا۔
"کیسی مبارک باد؟"
سنان اس سے اور قریب ہوتا ہُوا بولا۔ "اس لیے کہ تم اسلام قبول کر چکی ہو" قسطونہ نے اس بار ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس کے لیے نوفل مبارک باد کا حق دار ہے جس نے مجھے اللہ کی اس سیدھی اور مستقیم راہ وصراط کی طرف چلنے میں مدد دی"
سنان نے اس بار لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا حقیقت میں تم اپنے آپ کو اس گھر میں مہمان اور اجنبی سمجھتی ہو اور یہاں سے کُوچ کرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟"
قسطونہ نے اپنی گل افشاں وشیریں آواز میں کہا "یہ تو آپ کے سلوک اور رویے پر

منحصر ہے۔" سنان نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تو تمہیں اس گھر کی مالکہ قرار دے چکا ہوں اور اب تم یہاں سے جانا بھی چاہو تو شاید میں تمہیں جانے نہ دوں۔ اب تم ہمیشہ کے لیے اس گھر میں رہو گی۔ میری زندگی کی ایک ساتھی اور رفیقہ کی حیثیت سے۔"

سنان کے منہ سے یہ الفاظ سننے کے بعد قسطونہ لطیف و گوناں گوں جذبات کا شکار ہو گئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر محبت کے ان کہے افسانے اور آنکھوں میں چاہت کی اچھوتی زعفرانی اور نیلی لہریں بکھر گئی تھیں۔ سنان کے لہجے کی ملائمت، نرمی، لطافت اور عمدگی نے اس کے دل پر شوق کا ہجوم اور روح پر نغمگی طاری کر دی تھی۔ خوشی کے وفود اور مسرت کے افراط میں اس کا جسم گنگناتی ندی کی طرح تڑپ اٹھا تھا۔ اس کے حریم دل پر مستی و کیف کا نزول ہونے لگا تھا۔ اور وہ صبحِ خنداں کی مانند اپنے تخیلات سے بھی ماورا چلی گئی تھی۔ پھر اس کے ہونٹ پھڑپھڑائے اور دریا کی دلنشین لہروں جیسی تڑپ اور گنگناتے راہٹوں جیسی دلکش آواز میں اس نے کہا۔

"کیا آپ سنان بن عدی بول رہے ہیں"

سنان نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں شک ہے کہ میں سنان بن عدی ہوں۔ خدا کی قسم میں وہی سنان بن عدی ہوں جس نے تمہارے ہمراہ تدمر، جرون، نابلس اور وہاں سے انطاکیہ تک طویل مسافت طے کی اور اب میں اپنی زندگی کا پورا سفر تمہاری رفاقت میں طے کرنے کا عزم کر چکا ہوں۔"

قسطونہ نے اپنی خوشی چھپا کر دروازے کی طرف بھاگتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی آتی ہوں۔" سنان نے آگے بڑھ کر اس کا مرمر و مرجان جیسا ملائم اور سرخ سڈول بازو پکڑ لیا اور پیار سے کہا۔ "ٹھہرو، میری بات سنو۔"

قسطونہ سنان کے اس قدر قریب ہو گئی تھی کہ سنان اس کے کنوارے جسم سے عنبر کے سوتے جیسی باس اور مشک کے نافے جیسی خوشبو محسوس کر رہا تھا۔ قسطونہ تھوڑی دیر تک بڑے پیار سے سنان کو دیکھتی رہی پھر اپنا ہاتھ چھڑا کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "آپ بستر پر بیٹھیں، میں آپ کے لیے کھانا لاتی ہوں۔" قسطونہ باہر نکل گئی۔ سنان مڑا اور

اس نے دیکھا کمرے میں دو پلنگ تھے جن پر عجیب ستھرے اور سہانے بستر لگے ہوئے تھے وہ ایک پلنگ پر بیٹھ کر قسطونہ کا انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد نوفل کمرے میں داخل ہوا اس کے پیچھے پیچھے قسطونہ بھی تھی اور وہ دونوں کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے۔ قسطونہ نے برتن فرش پر رکھے۔ ایک چٹائی کمرے کے وسط میں اس نے بچھائی اور سنان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بلیغ و دلکش آواز میں کہا۔

"آیئے کھانا کھایئے!"

سنان اٹھا اور چٹائی پر بیٹھتے ہوئے اس نے تعجب سے پوچھا۔ "اتنی جلدی کھانا تیار ہو گیا۔"

قسطونہ نے چہکتے ہوئے کہا۔ "کھانا تو پہلے ہی تیار تھا۔ میں اور نوفل اکثر عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھاتے ہیں۔" قسطونہ جب پیچھے ہٹنے لگی تو سنان نے کہا۔ "آؤ تم بھی کھانا کھاؤ نا۔ کہاں جانے لگی ہو؟"

قسطونہ نے اپنی بے پناہ خوشی چھپاتے ہوئے کہا۔ "آپ کھائیں میں بعد میں کھاؤں گی۔" سنان نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں تم ہمارے ساتھ ہی بیٹھ کر کھاؤ۔"

نوفل نے بھی اس کا حوصلہ بڑھایا۔ "آجاؤ بیٹی! ہمارے ساتھ ہی بیٹھ کر کھالو۔" قسطونہ آگے بڑھی اور سنان کے قریب بیٹھ گئی۔ تینوں مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانے کے بعد قسطونہ جب برتن سمیٹ کر ابھی تک چٹائی پر بیٹھے ہوئے سنان اور نوفل کے پاس آئی تو سنان نے نوفل سے پوچھا۔ "کیا میسرہ گھر نہیں آتا۔"

نوفل نے اپنے عمامے کے پلو سے منہ پونچھتے ہوئے کہا۔ "اکثر وہ بستی کے باہر اپنے لشکر کے اندر ہی رہتا ہے۔ کبھی کبھی گھر بھی آجاتا ہے۔"

سنان کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "مجھے اب اجازت دو نوفل میں جاتا ہوں۔"

نوفل کھڑا ہو گیا اور چونک کر پوچھا۔ "کہاں جاتے ہو؟"

سنان نے اپنا جوتا پہنتے ہوئے کہا۔ "مجھے ملّت کی خدمت کا ایک اہم اور مقدس کام سونپا گیا ہے۔ جرمنی، فرانس کے حکمرانوں کے علاوہ یورپ کے ان گنت سردار اور حاکم

ایک ایسے لشکر کے ساتھ جسے گِنا تک نہیں جا سکتا، مسلم مملکتوں کو ختم کرنے کے لیے بڑی تیزی کے ساتھ ہنگری اور بلغاریہ کے راستے قسطنطنیہ کی طرف بڑھ رہے ہیں ۔ قونیہ کے حکمران مسعود سلجوقی نے اس طوفان کا راستہ روکنے کے لیے نورالدین سے مدد مانگی ہے جس کے جواب میں مجھے بیس ہزار سواروں کے ساتھ کمک کے طور پر بھیجا جا رہا ہے ۔ ان بیس ہزار سواروں میں سے دس ہزار ترک میرے ساتھ حلب سے آئے ہیں اور دس ہزار بنو لخم کے جوان میرے ساتھ روانہ ہوں گے ۔ میں میسرہ سے مل کر آ رہا ہوں ۔ وہ اسامہ کے ساتھ مل کر میرے ساتھ آنے والے لشکر کے لیے کھانے کا انتظام کرنے کے علاوہ اپنے لشکر کو بھی تیار کر رہا ہے ۔ میں تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کر رہا ہوں ۔ میسرہ بھی میرے ساتھ جا رہا ہے ۔ اسامہ یہیں رہے گا ۔" قسطونہ اداس ہو گئی تھی اور اس کا سر جھک گیا تھا ۔

سنان کمرے سے نکلا اور اصطبل کی طرف بڑھنے لگا تھا ۔ نوفل خاموشی سے اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا ۔ قسطونہ پر سنان کی ان باتوں کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ وہیں گم سم کھڑی رہ گئی تھی ۔ اصطبل کی طرف جاتے ہوئے نوفل نے کہا ۔" سنان ! میرا دل کہتا ہے ۔ قدرت کسی اہم کام کے لیے تمہارا انتخاب کر چکی ہے ۔ حالات تمہارے حق میں جا رہے ہیں ۔ بیٹے ! جس طوفان کو روکنے تم جا رہے ہو اگر اس کے سامنے تم دفاع کا مضبوط بند باندھنے میں کامیاب ہو گئے تو تاریخ کے حقائق میں تمہارا نام ایک روشن و منور قندیل کی طرح چمکتا ہوا نظر آئے گا ۔"

دونوں اصطبل میں آ گئے تھے ۔ سنان اپنا گھوڑا کھولنے لگا تھا اور نوفل اسے پیار اور شفقت سے دیکھے جا رہا تھا ۔ سنان جب اصطبل سے باہر نکلنے لگا تو اس نے دیکھا ۔ قسطونہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی ۔ اس کے ہاتھ میں ایک گٹھڑی بھی تھی ۔ نوفل نے بھی قسطونہ کو دیکھ لیا تھا اور وہ فوراً اصطبل سے باہر نکل گیا تھا ۔ شاید کوچ کرنے سے قبل سنان اور قسطونہ کو آپس میں کچھ کہنے کا موقع دینا چاہتا تھا ۔

قسطونہ اصطبل میں داخل ہوئی اور سنان سے کچھ کہے بغیر اس نے وہ گٹھڑی اس کے گھوڑے کی خرجین میں ڈال دی ۔ سنان نے اس سے قریب ہوتے ہوئے پوچھا ۔

" یہ کیا ہے ؟"

قسطونہ اپنے آپ کو مجتمع کر کے بڑی مشکل سے بول سکی ۔" میں نے آپ کے لیے اپنے ہاتھوں سے سردیوں میں پہننے کے لیے کپڑے بنائے تھے ۔ جس رزم گاہ کی طرف آپ جا رہے ہیں وہاں برفانی ہواؤں میں یہ آپ کے کام آئیں گے ۔ ان کے اندر ایک کپڑے میں آپ کے لیے میں نے خشک گوشت ، انجیر ، شہد پنیر بھی باندھ دیئے ہیں ۔"

سنان نے اس بار بڑی ہمدردی و ملاطفت سے کہا ۔" قسطونہ ! اب تم اس گھر کی مالک ہو ۔ کیا میں امید رکھوں کہ میرے بعد تم نوفل کے ساتھ مل کر میرے باغات اور زمینوں کا خیال رکھو گی ۔"

قسطونہ بچاری منہ سے کچھ نہ کہہ سکی لیکن اس نے جب اثبات میں سر ہلایا تو اس کی آنکھوں میں چھلکتے ہوئے آنسو گر پڑے ۔ صحن میں جلتی ہوئی مشعل کی روشنی میں سنان نے قسطونہ کے آنسو دیکھ لیے تھے ۔ اس نے بیتاب ہو کر پوچھا ۔" قسطونہ ! قسطونہ ! تم رو رہی ہو ؟"

قسطونہ بچاری کی حالت بری ہو رہی تھی اس نے اپنی انگلی دانتوں میں لے کر کاٹتے ہوئے پھر نفی میں سر ہلا دیا ۔

سنان نے پھر پوچھا ۔" قسطونہ ! کیا تم میرا انتظار کرو گی ۔"

قسطونہ نے فوراً منہ سے انگلی نکال لی اور گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا ۔

" رب رؤف و رحیم کی قسم ! قسطونہ صرف سنان بن عدی کے لیے پیدا ہوئی ہے ۔ میں ابد اور یوم النشور تک آپ کا انتظار کر سکتی ہوں ۔ میرے لیے اب یہی بہت بڑا انعام ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی جائیں مجھے اب یقین ہو گا کہ آپ میرے ہیں ۔ میرا رب آپ کو اس جنگ میں مظفر و کامران رکھے گا اور جب آپ ایک فاتح کی حیثیت سے لوٹیں گے تو اس صحرا کا ذرہ ذرہ آپ پر فخر و ناز کرے گا اور اس فخر و ناز میں میں بھی آپ کی شریک ہوں گی ۔ اس لیے کہ میں آپ کو اپنی زندگی کا محور بنا چکی ہوں ۔"

سنان نے پیار سے قسطونہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا ۔ قسطونہ ! میں تمہیں مایوس نہ کروں گا ۔"

دونوں اصطبل سے باہر آئے ۔ انہوں نے دیکھا حویلی کے بیرونی دروازے کے پاس نوفل کھڑا تھا ۔ اس کے قریب آکر سنان نے اس سے مصافحہ کیا ۔ قسطونہ پہ ایک ودود و محبت جیسی نگاہ ڈالی ، جست لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا دی ۔

نوفل اور قسطونہ دروازے پر کھڑے ہو کر اسے دیکھتے رہے جب وہ اندھیرے میں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور اس کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دینا بند ہو گئی تو دونوں دروازہ بند کر کے اندر چلے گئے تھے ۔

ایک روز سنان قونیہ کے حکمران مسعود سلجوقی کے ایوان میں اس کے روبرو کھڑا تھا اور اس کا قاصد نور الدین زنگی کا جو خط لایا تھا وہ اس کے سامنے کھلا پڑا تھا اور اس کے کارپرداز اور ارباب سلطنت اس کے سامنے خاموش و منتظر بیٹھے ہوئے تھے ۔ سنان کی طرف دھیان دینے کے بجائے مسعود سلجوقی نور الدین کا خط پڑھنے لگا تھا ۔

"میرے ہم نشین ! مصاحب دل پسند ! جلیس مہربان ! آپ کے خط کے جواب میں میں نے بیس ہزار کا لشکر ایک ایسے جوان کی کمانداری میں روانہ کیا ہے جو رزم گاہ کا گوہر گنجینہ اور دُرِّ ثمین ہے ۔ وہ ایک ایسا نجید و شجاع ہے جو اپنی فطانت اور تلوار کی ضرب قوی سے یک جرہ دریا اور یک قطرہ باراں بنا دے ۔ لڑنے لڑانے کے فن میں یہ ایک عمر کی ریاضت رکھتا ہے ۔ آپ دیکھیں گے میرا انتخاب غلط نہیں ہے ۔ میں جانتا ہوں آپ کی حمایت میں لڑتے ہوئے جب وہ جنگ کے قلب میں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کی تکبیر بلند کرے گا تو واللہ اس کے دشمن اس کی ضرب ید اللٰہی کے سامنے اپنے آپ کو خس و خاشاک و خار کی طرح فضاؤں کے اندر اپنے جسموں کے اعضا اڑتے ہوئے محسوس کریں گے ۔"

"اس کا نام سنان بن عدی ہے اور یہ بنو لخم کا سردار ہے ۔ یہ متاع نبرد ہونے کے علاوہ ایسا یمین قدم اور صبور ہے کہ ماحول نامساعد اور حالات ناموافق

اس پر کسی قسم کا اثر نہیں رکھتے۔ اپنوں کے لیے یہ قلبِ درد آشنا رکھنے والا ایک ایسا جرنیل ثابت ہوگا جو جنگ میں نورِ سحر کی طرح چمک کر اپنے ماتحت لڑنے والوں کو روشنی مہیا کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دشمنوں پر منیم و محاسب بن کر بارش و برکھا اور مینہ و باراں کی طرح اپنے عمل کی پوری صلابت سے برستا بھی جانتا ہے۔ آپ اسے ایسے جوانوں کا سرخیل و سرکردہ کہہ سکتے ہیں جو سراپا کوشش ہوتے ہیں اور جو کوہ کو بھی ٹھوکر ماریں تو اسے بھی گوہردار بنا دیں۔ یہ اکثر خاموش رہتا ہے لیکن جب بولنے پہ آتا ہے تو عربی بلاغت و فصاحت کا دریا بہا دیتا ہے۔ یہ اپنی کارکردگی سے یقیناً آپ کو ہر لحاظ سے مطمئن و آسودہ خاطر رکھے گا۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں یہ ایسا محارب و مجاہد ہے جو تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں بھی آگے بڑھنے کی جرأت و جسارت رکھتا ہے۔"

خط پڑھنے کے بعد مسعود سلجوقی نے اسے تہ کیا اور اسے اپنے سامنے رکھتے ہوئے وہ سنان کو بڑے غور سے دیکھنے لگا تھا پھر ایوان میں اس کی آواز بلند ہوئی اس نے سنان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اے ہمارے مؤید و حلیف! نورالدین کا خط پڑھنے سے قبل میں اپنے ایک جرنیل شرف الدین موسےٰ کو اس مہم کا سالارِ اعلیٰ مقرر کر چکا تھا اور میرا ارادہ تھا نورالدین کی طرف سے آنے والا لشکر موسےٰ کے تحت لڑے گا لیکن خط پڑھنے کے بعد میں اپنا فیصلہ بدل لینے پر مجبور ہوں۔ خدا کی قسم جس شخص کی تعریف نورالدین نے اس انداز میں کی ہو وہ شجاعت و بسالت میں معجزہ کُن سے کم نہ ہوگا۔ میں اب تمہیں اس مہم کا سالارِ اعلیٰ مقرر کرتا ہوں، اور شرف الدین موسےٰ تمہارے ماتحت تمہارے نائب کے طور پر کام کرے گا"

سنان نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔ "آپ اپنا فیصلہ نہ بدلیے میں آپ کے جرنیل موسےٰ کے ماتحت لڑتے ہوئے فخر محسوس کروں گا۔ میں بنیادی طور پر ایک سپاہی ہوں اور آپ کے ہر کماندار کے تحت خیر و شر کی یہ جنگ لڑنے کو تیار ہوں مسعود سلجوقی کچھ کہنے والا تھا کہ ایوان کے اندر

شاہین کی طرح تیز اور بھوَ کی آنکھوں والا ایک گٹھے ہوئے جسم کا جوان کھڑا ہُوا وہ شرف الدین موسےٰ تھا جس نے مسعود سلجوقی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے آقا! میں لشکر کی سپہ سالاری سے دست بردار ہوتا ہوں۔ خدا کی قسم اس عرب جرنیل کے تحت لڑتے ہوئے میں اپنے لیے ایک بہت بڑی سعادت محسوس کروں گا جس کا چناؤ مشرق کے عظیم فرزند نورالدین نے کیا ہے۔ اس جرنیل کا چہرہ، اس کا بدن اور اس کی گہری و عمیق آنکھیں اس بات کے غماز و نمام ہیں کہ کھلی آستینوں والا یہ عرب موت اور تقدیر کو بھی اپنے سامنے سرنگوں کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے اس جنگ میں یہ میرے امیر ہوں گے اور ان کا فیصلہ میرے لیے آخری ہُوا کرے گا۔ مجھے اُمید ہے ان کی راہنمائی میں جو جنگ لڑی جائے گی وہ ہمارے لیے باعثِ عزّت و زینت اور حرمت ہوگی۔

موسیٰ جب خاموش ہُوا تو مسعود سلجوقی نے سنان کو مخاطب کرکے پھر کہا "بیس ہزار سوار تم اپنے ساتھ لائے ہو اور اتنے ہی ہم تمہیں مہیّا کریں گے۔ اس طرح تمہاری رکاب میں لڑنے والے لشکر کی تعداد چالیس ہزار ہوگی۔ ہم تمہارے لیے رسد و خوراک کا ایسا انتظام کریں گے کہ تم اطمینان کے ساتھ اپنے جنگی فرائض ادا کرسکو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی مطالبہ و تقاضہ اور خواہش و مانگ ہو تو کہو۔"

سنان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "مجھے چند ایسے ترک نوجوان بھی مہیّا کیے جائیں، جو یونانی جانتے ہوں۔ میں ان سے ایک ایسا کام لوں گا جو دشمن پر ایک کاری ضرب ثابت ہوگا"

اس بار موسےٰ نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے سنان سے کہا۔ "یا امیر! بیس ہزار ترکوں کا جو لشکر یہاں سے آپ کے ہمراہ ہوگا اس میں ایسے اَن گنت جوان ہیں جو یونانی جانتے ہیں۔" مسعود سلجوقی بھی موسیٰ کو مخاطب کرکے بولا۔ "موسےٰ! سنان کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور کل لشکر کے کوچ کی تیاری کرو۔" موسیٰ آگے بڑھا اور سنان کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے گیا۔

دوسرے روز سنان چالیس ہزار لشکر کے ساتھ مغرب کی طرف کُوچ کر گیا تھا۔ یک نائب کی حیثیت سے شرف الدین موسےٰ بھی اس کے ساتھ تھا۔

سنان نے قونیہ اور قسطنطنیہ کے درمیان جبل طاروس کے برف پوش سلسلے کو اپنا مستقر بنایا اور قونیہ سے قسطنطنیہ کی طرف جانے والی شاہراہ سے دس میل جنوب میں اس نے اپنی رسد اور خوراک کے خیمے نصب کرائے۔ لشکر کے کھانے کا بندوبست کرنے کے بعد جبکہ شام ہونے والی تھی۔ سنان، شرف الدین موسیٰ کے ساتھ آگ کے ایک الاؤ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنی بھاری آواز میں کہا۔

"موسیٰ! دس ایسے ترکوں کو بلاؤ جو روانی سے یونانی بول سکتے ہوں"۔

موسیٰ اٹھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ لوٹا تو اس کے ساتھ دس ہتھیار بند ترک تھے۔ موسیٰ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنان سے کہا "یا امیر! یہ سب یونانی جانتے ہیں"۔ سنان نے اشارے سے انہیں الاؤ کے گرد بیٹھنے کو کہا اور جب وہ آسمان کی طرف اٹھتی ہوئی آگ کے گرد بیٹھ گئے تو سنان نے کہنا شروع کیا۔

"تم سب کل قسطنطنیہ روانہ ہو گے۔ تم وہاں اپنے آپ کو یونانی عیسائی ظاہر کرنا۔ اور گلے میں صلیبیں ڈال لینا۔ وہاں پہنچ کر تم قسطنطنیہ کے یونانی حکمران مینویل کیمنس سے یا اس کے کسی نائب سے رابطہ قائم کرنا اور انہیں یقین دلانا کہ تم لوگ اپنی خوشی سے یورپ کی طرف سے آنے والے صلیبی لشکر کی اسلامی مملکتوں کی طرف راہنمائی کرنا چاہتے ہو۔ تم لوگ اپنے آپ کو قونیہ کے مضافات کا رہنے والا ظاہر کرنا اور انہیں واضح طور پر بتانا کہ تم لوگ برف سے لدے ہوئے پہاڑوں کے بیچ میں سے گزرنے والے سارے راستوں کی بھول بھلیوں سے واقف ہو۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر جان لو کہ میں پوری عیسائی دنیا کے اس لشکر کو اس بوسیدہ سرزمین کے اندر ذلیل و رسوا کر کے ماروں گا۔ تم سب میں سے کسی ایک کو موسیٰ تمہارا سالار اور سرکردہ مقرر کر دے گا اور تم اس کی ہدایت پر کام کرو گے۔ اب تم اپنا سامان باندھ لو اور اسی وقت تم سب میرے ساتھ روانہ ہو گے۔ میں تمہیں ان راستوں کی نشاندہی کراؤں گا جن پر تم صلیبی لشکر کو لے کر آؤ گے۔ اب تم جاؤ اور جا کر اپنی تیاری کرو۔

سنان چند لمحوں تک خاموش رہا پھر موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "موسیٰ لشکر کو

کوچ کا حکم دو۔ صرف ایک ہزار سپاہی یہاں رسد و خوراک کی حفاظت کے لیے چھوڑ دو"۔ موسیٰ واپس مڑ کر ابھی چند قدم ہی دور گیا تھا کہ سنان نے پھر اسے پکارا۔ "موسیٰ! موسیٰ! میری بات سنو!" موسیٰ جب دوبارہ آگ کے الاؤ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا تو سنان نے کہا "تم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ لشکر کو کوچ کیوں کرایا جا رہا ہے"۔ موسیٰ نے بڑی طمانیت سے جواب دیا۔

"آپ لشکر کے امیر ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ کے احکام میں سینکڑوں مصالح حکمت ہوں گے۔ میرا کام آپ کے احکام کا اتباع و پیروی ہے"۔ سنان خاموش ہو گیا اور موسیٰ لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

ایک ہزار جوانوں کو اپنے رسد و خوراک کے خیموں کی حفاظت پر مامور کرنے کے بعد سنان دس میل شمال کی طرف آیا جہاں قسطنطنیہ سے قونیہ کی طرف جانے والی شاہراہ برف سے لدے ہوئے پہاڑوں کے درمیان سے گزرتی تھی۔ سب سے پہلے اس نے ان ترکوں کو راستوں کی نشاندہی کرائی جو یونانی جانتے تھے اور جنہیں صلیبی لشکر کی راہنمائی کرنے کے لیے بھیجا جا رہا تھا۔ سنان نے انہیں تاکید کی کہ صرف پانچ آدمی دشمن کے لشکر کی راہنمائی کریں اور دوسرے پانچ دشمن کے ایک ایک پل کی خبر اس تک پہنچاتے رہیں۔ وہ انہیں ساتھ لے کر پانچ میل جنوب تک گیا اور انہیں ان راستوں سے آگاہ کرتا رہا جن پر صلیبی لشکر کو آنا چاہیے تھا۔

جب وہ دس ترک قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے تو سنان نے پورے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ دس ہزار عرب اس نے اپنے تحت رکھے۔ اتنا ہی لشکر موسیٰ کی کمانداری میں دیا اور بقیہ لشکر کو مزید کئی حصوں میں بانٹنے کے بعد ان پر سالار مقرر کر دیئے۔ لشکر کے سارے گروہوں کو اس نے ان کے حملہ کرنے اور گھات لگانے کی جگہوں کا تعین کیا اور پھر وہ انہیں برفانی رات کے اندر اپنے اپنے کام اور کارکردگی کی مشق کرانے لگا تھا۔

سنان نے اپنے لشکر کے لیے کسی خیمہ یا خرگاہ کا انتظام نہ کیا تھا۔ صرف رسد و خوراک کا سامان رکھنے کے لیے خیمے نصب کیے گئے تھے اور برف، سردی، بارش اور تیز برفانی ہواؤں سے بچنے کی خاطر اس نے پہاڑوں کے اندر بڑی بڑی غاریں تلاش کر لی تھیں۔ جنہیں پہلے اچھی طرح صاف کرایا گیا۔ یہیں سپاہیوں کے کھانے اور آرام کا بندوبست کیا جاتا۔ سارا لشکر

دن بھر آرام کرتا اور رات کے وقت سنان انہیں اسی جگہ جنگی مشقوں میں مصروف رکھتا جہاں[1] اس نے دشمن کا راستہ روک کر اس سے ٹکرانے کا عہد کر رکھا تھا۔ انتہائی شمال کی تیز برفانی ہوائیں عربوں کے لیے ناقابلِ برداشت تھیں پھر بھی اپنے ربّ کی قنوط و فرمانبرداری میں وہ ہر صعوبت و دشواری کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے صلیبی لشکر کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ تاہم ترکوں کے مزاج کے لیے وہ موسم سازگار تھا۔ اور وہ برف سے لدے ہوئے پہاڑوں پر یاک اور رینڈیر کی طرح بھاگتے پھرتے تھے۔ چند دن تک سلطان مسعود سلجوقی نے لشکر کے لیے قونیہ سے رسد و خوراک اور کمک کا سلسلہ بھی جاری کر دیا اور یوں یہ لشکر پہاڑوں کے اندر چھپ کر یورپ سے اُٹھنے والے طوفان کا انتظار کرنے لگا تھا۔

جرمنی کے شہنشاہ کانرڈ نے گو صلیب کو سب سے بعد ہاتھ میں لیا تھا لیکن اپنے نو لاکھ کے لشکر کے ساتھ سب سے پہلے اسی نے اسلامی مملکتوں کی طرف کوچ کیا تھا۔ ہنگری اور بلغاریہ سے گزرتا ہوا وہ قسطنطنیہ آیا۔ یہاں کے عیسائی بادشاہ مینویل نے اس کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ دونوں بادشاہوں کے درمیان شروع شروع میں کچھ چپقلش سی چلی تھی جو باہمی گفتگو سے دُور کر لی گئی تھی۔ کانرڈ نے اپنے لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ سے باہر ایک ایسے مقام پر قیام کیا جو قسطنطنیہ کے حکمران طبقے کے لیے ایک وسیع باغ کے علاوہ عشرت گاہ، تفریح اور عیاشی کا اڈہ تھا۔ یہ میلوں میں پھیلا ہوا ایک باغ تھا جس کے اندر ہر موسم کے پھل و فواکہات ملتے تھے۔ اس باغ کے اندر بڑے بڑے وسیع میدان اور چراگاہیں بھی تھیں جہاں جنگلی اور شکاری جانور آزادانہ گھومتے تھے۔ اس باغ کے اندر عیاشی اور بے حیائی کی خاطر بڑی بڑی جھیلیں اور غاریں بھی بنائی گئی تھیں جنہیں صرف حکمران طبقہ کے لوگ استعمال کرتے تھے۔

کانرڈ اور اس کے لشکر نے اس عشرت گاہ کو بڑی بے احتیاطی اور وحشیانہ پن سے استعمال کیا۔ انہوں نے غار اور جھیلوں کی ہیئت و محل وقوع ہی بدل دیا اور ہر چیز کو ویران اور

---

[1] ماخوذ از "محارباتِ صلیبی"

برباد کر کے رکھ دیا۔ قسطنطنیہ کے حکمران مینویل نے جرمنوں کے اس وحشی پن کو سخت ناپسند کیا اور اس نے کانرڈ سے اس معاملہ کی سخت باز پرس کی جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان ٹھن گئی۔ اب مینویل تدبیریں سوچنے لگا تھا کہ کس طرح ان صلیبیوں سے جان چھڑائے کیونکہ ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

اس بدگمانی کی حالت میں سنان کے بھیجے ہوئے ترکوں نے مینویل سے ملاقات کی اور آسے صلیبی لشکر کی رہبری کے لیے اپنی خدمات پیش کیں جسے مینویل نے کسی تردد کے بغیر قبول کر لیا۔ اس کے علاوہ مینویل نے آٹے میں چونا[1] ملا کر جرمنوں کے ہاتھ بیچنا شروع کر دیا تاکہ وہ یہاں سے فوراً کوچ کر جائیں۔ اس پر مزید یہ کہ اس نے کھوٹے سکّوں سے جرمنوں کے ساتھ لین دین شروع کر دیا۔ یہ سکّے سونے اور چاندی کے لگتے تھے لیکن اصل میں وہ نہایت کم قیمت ہوتے تھے۔ صلیبیوں کی بدقسمتی کہ ان دونوں ایک تیز طوفان آیا اور سخت و موسلا دھار بارش ہوئی اور قریب پہاڑوں سے پانی کا سیلاب اُتر کر ان کے خیموں اور خرگاہوں میں داخل ہو گیا جس کے باعث کانرڈ نے وہاں سے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اس نے جب مینویل سے رہبر مانگے تو مینویل نے اسے وہی[2] ترک مہیّا کر دیئے جو سنان کی طرف سے گئے تھے۔ اس طرح صلیبی لشکر ایک طوفان کی شکل میں قونیہ کی طرف بڑھا۔

ایک روز فجر کی نماز کے بعد ان دس ترکوں میں سے ایک واپس لوٹا اور اس نے سنان کو اطلاع دی کہ جرمن لشکر قسطنطنیہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ سنان نے جنگی مشقیں بند کر دیں سپاہیوں کو اس نے آرام کرنے کے علاوہ اپنی جنگی تیاریاں مکمّل کر لینے کی ہدایات جاری کر دیں۔

---

[1] الاخبار السنیہ فی حروب الصلیبیہ

[2] محاربات صلیبی کا مصنف لکھتا ہے کہ ان راہبروں نے جرمن لشکر کو ان کی اصل راہ سے بھٹکا دیا اور انہیں اس طرف لے گئے جہاں مسلمانوں کا چھاپہ مار لشکر پہاڑوں کے اندر گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا۔

دو دن بعد ایک اور جاسوس لوٹا اور اس نے خبر دی کہ صلیبی لشکر عزمت، برسا اور عسکیٍ کے شہروں کے پاس سے گزرنے کے بعد جنوب مشرق کے رُخ پر قونیہ کی طرف بڑھ رہا ہے وہ سنان کو یہ اطلاع بھی دے چکے تھے کہ اس لشکر کی راہنمائی ہمارے تُرک ساتھی کر رہے ہیں۔ چوتھے روز باقی تین تُرک بھی لوٹ آئے اور سنان کو مطلع کیا کہ صلیبی لشکر اب صرف دس میل کے فاصلے پر رہ گیا ہے۔

سنان نے اسی وقت اپنے لشکر کو کوُچ کا حکم دیا اور قسطنطنیہ کی طرف سے آنے والی شاہراہ کے عین سامنے اس نے اپنے لشکر کو جبل طاروس کے اُوپر اس طرح پھیلا دیا جس طرح وہ انہیں جنگی مشقیں دیتا رہا تھا۔

دھواں دھواں شام دن پر وارد ہوئی تھی اور دن کے سنہری گالوں کے بوسے لیتے ہوئے پکارنے لگی تھی۔ اے میرے لختِ جگر! مَیں تیری ماں ہوں۔ مجھ سے نہ ڈر۔ لیل و نہار گلے مِل رہے تھے۔ پھر آسمان پر جھلملاتے ستاروں کی شمعیں روشن ہوگئی تھیں اور جوان رات کے سینے پر چاندنی کے آنچل پھیل گئے تھے۔ کوہستان طاروس کی وادیوں کے اندر مختلف گروہوں میں بٹا ہُوا اور مختلف جگہوں پر متعین سنان کا لشکر عشاء کی نماز ادا کر رہا تھا اور پہاڑ کی چوٹی پر سنان، شرف الدین موسیٰ اور میسرہ کے ساتھ کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ لشکر جب نماز سے فارغ ہُوا تو وہ تینوں بھی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر عشاء کی نماز ادا کرنے لگے تھے۔

غربی کوہستانوں کی چوٹیوں سے ٹکرا کر آنے والی برف آلود ہَوا کے جھکڑ تیزی سے چلنے لگے تھے۔ چاندنی رات میں چاروں طرف برف کے تاج پہنے پہاڑوں کی چوٹیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ نماز سے فارغ ہو کر سنان وہیں برف پر بیٹھا رہا جب کہ موسیٰ اور میسرہ اُٹھ کر بڑے غور سے قسطنطنیہ کی طرف جانے والی کوہستانوں کی طرح بوڑھی شاہراہ کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ وہاں سے نظریں ہٹا کر جب انہوں نے سنان کی طرف دیکھا تو وہ دونوں چونک سے پڑے۔ انہوں نے دیکھا سنان برف کے اُوپر اپنے ربّ کے حضور سجدے میں گرا ہُوا تھا اور رات کے سرد سناٹے میں اس کی سسکیاں اور ہچکیاں بلند ہو رہی تھیں۔ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے سنان نے سجدے سے سر اُٹھایا اور دُعا کے لیے ہاتھ بلند کیے۔ اس کی پیشانی ناک اور گالوں پر برف کے گالے چمک رہے تھے۔ پھر موسیٰ اور میسرہ دونوں نے اس کی آواز سنی وہ دُعا مانگنے لگا تھا۔ سنان کی نوری جھرنے جیسی آواز بلند ہوئی تھی۔

"اے ربِ کبیر و قدیر! تو زائرِ عرشِ بریں اور شہرِ یثرب کے مکیں کے صدقے میں عفریتِ شب کی صورت میں نازل ہونے والی محشر کی گھڑی سے گنتی کے ان چند مسلمان سپاہیوں کو پریدہ رنگی و سرخروئی عطا فرمانا۔ میرے اللہ! تو اپنے کرمِ لاتناہی کے طفیل ہمیں دُشمن کی لعنت، سخطہ، عذاب اور غضب سے بچا۔ اے میرے معبود! مَیں ایک بے گہر و کمترین انسان ہوں مجھ پر ملّت کا جو بوجھ اور ذمہ داری ڈالی گئی ہے تو مجھے اُسے اُٹھانے اور نبھانے کی توفیق عطا فرما۔"

سنان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سوتا پھُوٹ نکلا تھا۔ چند لمحوں تک وہ اپنے حلق سے اُٹھنے والی سسکیوں پر قابو پاتا رہا پھر اس کی کرب و لذت، گداز و رقت، مشوش و متفکر اور اپنے اندر بربطِ فراق جیسا سوز رکھنے والی آواز دوبارہ بلند ہوئی تھی۔

"اے علیم بذاتِ الصدُور! یہ گروہِ سامری کے پیروکار اپنی تعداد سے بے خبر ایک طوفان بن کر تیرے خاتم النبیینؐ کی اُمّت کو مٹانے اُٹھے ہیں۔ تو ہمیں ان کی مکّاری، سفاکی، روباہی و رمین سے بچا اور مسلمان جوانانِ صف شکن کو نبرد و رزم گاہ میں صاعقہ و رعد بنا دے"۔

بے کراں رات کے سناٹے میں سنان دُعا مانگ رہا تھا اور موسیٰ و میسرہ اسے اپنی پرنم آنکھوں سے بڑی حسرت و حیف سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں یوں لگا تھا گویا برف پر بیٹھے ہوئے سنان کے ہاتھ کاسہ کاسہ اور نگاہیں فغاں فغاں ہوگئی ہوں۔ شب کی خاموشی میں فضا میں اُڑتے ہوئے کلاغ و جنگلی کوّے، کلنگ و کونج اَن کہے الفاظوں اور شنگرفی نواؤں میں فطرت کے حسین گیت گاتے ہوئے اپنی برفانی پناہ گاہوں کی طرف اُڑے جا رہے تھے۔ کہیں کہیں اور کبھی کبھی کوئی برفانی جھینگر ھٰذَا اَمِیْنٌ دَخِیْنَاہٗ جیسی آوازیں بلند کرتا اور پھر گہری خاموشی کے غاروں میں کھو کر رہ جاتا تھا۔ دُعا مانگنے کے بعد سنان کھڑا ہو گیا اور

بڑی عاجزی و مسکنت میں اس نے کہا ۔

یَا رَبِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَیْکَ (اے میرے رب! میں تم پر ہی بھروسہ کرتا ہوں)

یَا رَسُوْلُ اللہِ اُنْظُرْ اِلَیْنَا (اے رسول خدا ہم پر نگاہ رکھیے)

موسےٰ اور میسرہ کے پاس آکر سنان ان دونوں سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک دم چونک کر وہ قسطنطنیہ کی طرف سے آنے والی غبار آلود اور نیم خوابیدہ شاہراہ کی طرف دیکھنے لگا تھا ۔ اسے گھوڑے کے ہنہنانے اور زور زور سے دف و دمامے پیٹے جانے کی آوازیں سنائی دی تھیں جو اس بات کی علامت تھیں ۔ کہ صلیبی لشکر آن پہنچا ہے ۔ سنان نے کوہستان طاروس کے دامن کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے اپنے لشکر کو مخاطب کرکے اپنی پوری آواز سے چلاتے ہوئے کہا اس کی آواز اپنی پوری اور گونجتی ہوئی بازگشت کے ساتھ جاڑے کی سرد اور برفانی وطوفانی رات میں بلند ہوئی تھی ۔

" فداکاران اسلام ! صلیبی ہمارے سروں پر آپہنچے ہیں ۔ یہ دنیا اتفاقات و تقصیرات کا بحر ہے اور روز روز ایسے مقدس مواقع ہاتھ نہیں آتے ہیں ہم خوش بخت ہیں کہ ہمیں اس فریضہ کے لیے منتخب کیا گیا ہے ۔ جاڑے کے اس اجاڑپن اور طوفانی رات کے اس غضب آلود جھکڑوں میں میرے ساتھیو! پیرے باندھے ہوئے اللہ کے شاہین اور صف بصف حزب محمدؐ کے اراکین بن جاؤ ۔"

سنان سانس لینے کو رکا پھر اس کی بے قرار بھرا اور آتش ہجر جیسی آواز بلند ہو کر دوبارہ اس کوہستانی سلسلے میں پھیلنا شروع ہو گئی تھی ۔

" میرے باجبروت بھائیو ! اس برفانی سرزمین میں دشمن کی سازشوں اور اندر جالوں کو ان ہی کے ابلتے ہوئے لہو میں ڈبو دو ۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں اگر ہم سب خدائی نگہبان بن کر اپنے خون سے اپنی سرزمین اپنے مذہب و وطن کی حفاظت کریں تو ہمارے رب کے کروبیاں مژدہ نصر اور بشارت کے لمحات لیے ہمارا انتظار کریں گے ۔ اس جنگ میں خدا

تمہیں طالع سعد اور کوکب مسعود کی طرح ارجمند ہمت اور بخت بلند نصیب کرے ۔ پوری مسلم قوم کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں ۔ خدا ہماری مدد کرے گا ۔"

سنان جب خاموش ہوا تو ایک سپاہی نے اپنی بلند آواز میں کہا ۔

" تَبَارَکَ اسْمُکَ یَا رَبِّ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ "[1]

ایک دوسرے سپاہی نے اپنی طوفانی آواز میں کہا ۔

" جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ "[2]

کسی تیسرے سپاہی کی کھولتی ہوئی آواز بلند ہوئی ۔

" مبارک ہو ان کو جو اس مقدس جنگ میں شریک ہوئے اور

ایک اور مجاہد نے معجزہ کن جیسی آواز میں گہری بازگشت والے نعرے کی صورت میں کہا ۔ " روئے زمین مسجد مسلمان است "۔

سنان ، موسیٰ اور میسرہ اپنے اپنے لشکروں کی راہنمائی کرنے کے لیے اس پہاڑ کی چوٹی سے آہستہ کر اپنی اپنی کمین گاہوں کی طرف چلے گئے تھے ۔

شہر خموشاں کی طرح چپ اور اداس رات میں صلیبی لشکر کی آمد کا شور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا ۔ گھوڑوں کے ہنہنانے اور زینوں سے بندھے ہوئے ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ اور دف و دماموں کی آوازیں فضا کا سینہ چیرتی ہوئیں فلک بوس ہونے لگی تھیں ۔ پھر صلیبی لشکر کوہستان طاروس کے بلند سلسلے کا موڑ مڑ کر ان گھاٹیوں میں داخل ہوا جنہیں سنان نے اپنے لشکر کے ساتھ اپنی کمین گاہ بنا رکھا تھا ۔ لشکر کے آگے آگے ترک راہنما تھے ۔ ان کے پیچھے جرمنی کا بادشاہ کانرڈ اپنے محافظ دستوں کے حلقے کے اندر سفر کر رہا تھا ۔ جب کہ اس کے پیچھے تیس میل تک اس کا ان گنت لشکر پھیلا ہوا تھا ۔

۱۔ اے پرعظمت اور کرم رب تیرا نام پاک ہے ۔

۲۔ اپنے مال اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو ۔

اس خاص جگہ ترک راہنماؤں نے صلیبی لشکر کو روک دیا جس کے متعلق سنان نے انہیں نشاندہی کی تھی ۔ پھر انہوں نے صلیبیوں سے جان چھڑانے کی خاطر ان کے ہراول دستوں کے سالار سے کہا کہ ہم یوں محسوس کر رہے ہیں جیسے اس برفانی سرزمین کے اندر ہم اپنی اصل راہ سے[۱] بھٹک گئے ہیں لہٰذا ہم اس پہاڑ کے اوپر چڑھ کر اصل راہ کا تعین کرتے ہیں ۔ صلیبی سالار نے انہیں اجازت دے دی اور وہ پانچوں اپنے بائیں طرف پہاڑ کے اوپر چڑھ کر دوسری طرف نیچے جا کر سنان کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے ۔

صلیبی لشکر ابھی اپنے راہنماؤں کے انتظار میں تیس میل لمبی مسافت میں کھڑا تھا ۔ کہ لشکر کے عین درمیانی حصے کے قریب دائیں طرف پہاڑ کے اوپر سنان اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا ۔ اس کے ساتھ بنو لخم کے کھلی آستینوں والے عرب تھے ۔ عین اسی لمحے اس کے دائیں طرف میسرہ اپنے حصے کے ترک لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور اسی وقت صلیبی لشکر کے بائیں جانب بالکل سنان اور میسرہ کے سامنے شرف الدین موسیٰ اور ایک دوسرا ترک جرنیل اپنے اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ نمودار ہوئے ۔ مسلمان لشکر کے چاروں حصوں نے مل کر اس زور اور توانائی سے " اللّٰہُ اَکْبَرُ " کی صدائیں بلند کیں کہ کوہستانِ طاروس کی پاتال تک لرز اٹھی ۔

صلیبی لشکر پر لرزہ طاری ہو گیا تھا کیونکہ مسلمان لشکر کے چاروں حصے ایک ساتھ تکبیر بلند کرنے کے بعد ان کے وسطی حصے پر ایک تیز رو طوفان اور دور دور تک چمکنے والی لہریں پیدا کرنے والے صاعقہ آسمانی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے ۔ حملہ آور ہونے کے بعد مسلمان سپاہی سنان کے جواب میں لگاتار اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے بڑی تیزی سے صلیبیوں کو کاٹنے لگے تھے ۔ بالکل یوں گویا بے شمار درندوں نے مل کر تنکار کیے جانے

۱ مغربی مصنفوں بالخصوص میچاڈ اور آرچر کے مطابق کوہ طاروس کے اس حصے میں یونانی راہنماؤں نے صلیبی لشکر کو دھوکا دے کر بھٹکا دیا اور انہیں مسلمان چھاپہ ماروں کے حوالے کر کے ان کی تباہی اور بربادی کے دروازے کھول دیئے تھے ۔

والے جانوروں کو زخم زخم کر کے رکھ دیا ہو ۔

کھلی آستینوں والے عرب جذبۂ ابوذرؓ میں عکس ارم اور روح بلالیؓ میں نقش فردوس بن کر غول بیابانی کی طرح حملہ آور ہوتے تھے ۔ دریدہ قباؤں اور تہی دامن عرب امتِ احمدِ مرسل کے امین بن کر جوانانِ غازی کی طرح اپنے خون سے اس برفانی سرزمین کی حنا بندی کرنے لگے تھے ۔ وہ سیلِ آہن اور طغیانِ خون بن کر جس طرف بھی حملہ آور ہوتے رخ خاور پر خونِ انجم کی لالہ کاری کی طرح دشمن کو اس کے خون میں ڈبوتے چلے گئے تھے ۔ سنان کی سرکردگی میں وہ اپنے تگ آور اور طناز حملوں میں عقدۂ حیات و مرگ کے سارے بل کھولنے لگے تھے ۔

دوسری طرف ترک بھی اپنے رب اور رسولؐ کی قنوط و فرمانبرداری میں لقمان علیہ السلام کی حکمت ۔ سمسن[۱] کی شہ زوری ۔ سلیمان علیہ السلام کی سطوت، یحییٰ علیہ السلام کی خود آگاہی ایمانِ ابراہیمی علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی محابات اور عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی بن کر کبھی زخم زن اور ساطع و درخشندہ تلوار کی طرح یوں حملہ آور ہوتے تھے کہ وہ اپنے پیچھے دور دور تک لاشوں کے ڈھیر لگاتے چلے گئے تھے ۔ برگ زیتون کے سے ہنگام صلح سے مسلمان لشکر آگ اور خون کا طوفان بن گیا تھا ۔ چاندنی رات میں جب انہوں نے سنان کو دشمن کے وسط میں چٹان کی طرح جم کر لڑتے دیکھا تو وہ بھی اس کی قیادت میں اور زیادہ دیوانگی سے حملہ آور ہو گئے تھے ۔

صلیبی اس حملے کی سختی پر یورپ کی لذتِ قیلولہ اور عسلِ زنبور کا سارا نشہ بھول گئے تھے ۔ ان کے جسم کا عضو عضو پیچ و تاب کھا کر رہ گیا تھا اور ان کے سپاہی مسلمان لشکر کے سامنے صحرا کے ریگ پریشان کی طرح اپنے گھوڑوں سے نیچے گرنے لگے تھے ۔ غلامانِ رسولِ امینؐ جوئے کہسار کی تندی کی طرح اپنے دشمنوں کو کوزہ گل کی طرح توڑنے لگے تھے ۔ رزم گاہ کی ہر چیز گریبان دریدہ ہو کر رہ گئی تھی ۔

سنان اور میسرہ دائیں طرف دشمن کو کاٹتے ہوئے بائیں طرف کے کوہستان پر چڑھ گئے تھے جب کہ شرف الدین موسیٰ اپنے دوسرے ترک جرنیل کے ساتھ بائیں طرف سے صلیبیوں

۱ ایک نہایت طاقتور انسان جس کا ذکر توریت میں بھی آتا ہے ۔

کو کاٹتا ہوا دائیں طرف کے پہاڑوں پر چڑھ گیا تھا ۔ جب صلیبیوں نے ان کے لشکر کا تعاقب کیا تو کوہستان کی چوٹیوں پر گھات میں بیٹھے ہوئے مسلمان تیر اندازوں نے ان پر تیروں کی بارش کر دی اور وہ تعاقب ختم کر کے واپس اپنے لشکر میں جانے پر مجبور ہو گئے تھے ۔ صلیبی لشکر کے وسطی حصے میں اب لاشیں ہی لاشیں دکھائی دے رہی تھیں ۔

اُدھر جا کر سنان اور موسیٰ اپنے لشکروں کے ساتھ پھر مڑے اور پہلے کی طرح وہ دشمن کو کاٹتے ہوئے اپنی مخالف سمتوں کو نکل گئے تھے ۔ جرمن شہنشاہ عجیب کشمکش و پنج میں پڑ گیا تھا کہ وہ اس تنگ گھاٹی میں اپنے لشکر کو مجتمع کر کے کس طرح مسلمان چھاپہ ماروں کا مقابلہ کرے ۔ سنان اور موسیٰ پوری رات صلیبی لشکر کے ساتھ شب خون کا کھیل کھیلتے رہے تھے ۔ صلیبی لشکر کے رسد و خوراک کا کافی حصہ انہوں نے چھین کر انتہائی جنوب میں اپنے خیموں کے پڑاؤ میں پہنچا دیا تھا ۔ صلیبی اب شمال کی طرف آگے بڑھنے کے بجائے فوراً واپس مڑے اور لڑتے لڑتے وہ جنوب کے کھلے میدانوں کی طرف بڑھنے لگے تھے ۔

مشرق میں جب صبح کے آثار نمودار ہوئے تو سنان نے شب خون مارنا بند کر دیا ۔ باری باری اس نے اپنے لشکر کو فجر کی نماز پڑھنے کا موقع دیا اور دوبارہ پہاڑوں کے اندر چھپ چھپا کر وہ دشمن کا تعاقب کرنے لگا تھا ۔ سارے لشکر نے اپنے گھوڑوں کی پیٹھوں پر ہی ستو پھانکنے کے بعد اپنی چھاگلوں سے پانی پی کر پیٹ بھر لیا تھا ۔ اب وہ دشمن سے ایک خوفناک جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے پھر سے تازہ دم ہو گئے تھے ۔

جب دھوپ چڑھ آئی اور ایک کھلے میدان کے اندر جمع ہو کر صلیبی لشکر نے اپنے کھانے کا انتظام کرنا چاہا تو سنان پھر بھوکے اور خونخوار شاہین کی طرح ان پر نازل ہوا اور دشمن کا ایک کونہ کاٹتا ہوا آگے نکل گیا ۔ جرمن کھانے کا انتظام کرنا بھول گئے تھے اور وہ جنوب کی طرف دوبارہ کوچ کرنے لگے تھے ۔

سنان لگاتار تین روز تک جرمنوں کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کرتا رہا ۔ لگاتار تین روز[1] تک اس نے دشمن کو بھوکا پیاسا رکھا تھا ۔ چوتھے روز کانرڈ اپنے بچے کھچے لشکر

---

۱ الاخبار السنیہ فی الحروب الصلیبیہ

کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا ۔ اور سنان اپنے چھاپہ ماروں کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا تھا ۔

سنان کے آگے آگے بھاگتا ہوا کانرڈ اپنے لشکر کے ساتھ ساحل سمندر کے ایک شہر نیقیہ پہنچا ۔ جہاں فرانس کا بادشاہ لوئیس اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا ۔ سنان کے جاسوس اسے فرانسیسی لشکر کی آمد سے آگاہ کر چکے تھے ۔ لہٰذا سنان نے پانچ میل دور ہی یہ تعاقب ختم کر دیا تھا ۔ اور اب وہ کوہستانی سلسلہ میں چھپ کر جرمن اور فرانسیسی دونوں لشکروں پر نگاہ رکھنے لگا تھا ۔

نیقیہ پہنچ کر جب کانرڈ نے اپنے لشکر کا شمار کیا تو پتہ چلا کہ نو لاکھ کے لشکر میں سے اس کے ساتھ ایک لاکھ سے بھی کم سپاہی تھے ۔ سنان نے چھاپہ مار جنگ میں آٹھ[1] لاکھ سے بھی زیادہ یورپین کو تہ تیغ کر لیا تھا اور مغرب کے عظیم شہنشاہ کے لیے یہ ایک بدترین شکست اور عظیم ہزیمت تھی ۔

نیقیہ میں جب کانرڈ اور لوئیس ملے اور مسلمان چھاپہ ماروں کے ہاتھوں جرمن لشکر کی بربادی کا علم جب لوئیس کو ہوا تو وہ اس صدمے سے نڈھال ہو گیا ۔ دونوں بادشاہ گلے مل کر خوب روئے[2] ۔ لوئیس نے کانرڈ سے کہا کہ تم میرے ساتھ فلسطین روانہ ہو میں مسلم چھاپہ ماروں کے ہاتھوں تم پر ہونے والے سارے مظالم کا ہولناک انتقام لوں گا لیکن کانرڈ کے حوصلے پست ہو چکے تھے ۔ سنان کے ہاتھوں جو سزا اسے ملی تھی وہ اس کے متعلق سوچ کر ہی لرز اٹھتا تھا ۔ وہ اب کسی بھی صورت مسلم چھاپہ ماروں کا سامنا کرنا نہ چاہتا تھا ۔ لہٰذا اس نے بہانہ بنایا کہ وہ سردیاں گزارتے واپس قسطنطنیہ جائے گا ۔ اصل میں وہ چاہتا تھا کہ قسطنطنیہ واپس جا کر کچھ یورپ اور جس قدر قسطنطنیہ سے ہو سکے اپنے لیے کمک کا انتظام کرے ۔ تاکہ اس کے لشکر کی ساکھ کسی حد تک بحال ہو جائے ۔ تاہم لوئیس اپنے لشکر کے ساتھ مسلمان چھاپہ ماروں سے نمٹنے کے لیے کوئی مناسب لائحہ عمل مرتب کرنے میں لگ گیا تھا ۔ دوسری طرف سنان

---

۱ مجاہد ۔ الاخبار السنیہ فی الحروب الصلیبیہ صفحہ نمبر ۶۶

۲ مجاہد

بھی پہاڑی سلسلے کے اندر چھپ کر اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اور اس کے جاسوس فرانسیسی لشکر کے پل پل کی خبریں اس تک پہنچا رہے تھے۔ جس روز کا نرڈ کو شکست ہوئی تھی اس سے دوسرے روز سنان اور موسیٰ ایک برف پوش پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے مغرب کی سمت فرانسیسی لشکر پر نگاہ رکھے ہوئے تھے کہ سنان نے موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا۔

"موسیٰ! میں نے اپنے لشکر کا شمار کیا ہے۔ ہمارے کچھ جوان تو جنگ میں کام آ چکے ہیں اور ایک خاصی تعداد زخمیوں کی ہے جو تقریباً ایک ماہ تک جنگ میں حصہ لینے کے قابل نہ ہو سکیں گے۔ گو ہمارے لشکر کا نقصان جرمنوں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے پھر بھی فرانسیسی لشکر سے مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں تازہ دم جوانوں کی سخت ضرورت ہے۔ تم آج ہی بلکہ ابھی کسی کو کمک حاصل کرنے کے لیے آقا نورالدّین کے پاس حلب بھیجو اور سلطان مسعود سے کمک و مدد حاصل کرنے کے لیے تم خود قونیہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ حلب روانہ ہونے والے جوانوں کو پہلے میرے پاس بھیج دو۔

شرف الدین موسیٰ کھڑا ہوتا ہوا بولا "میں ابھی کسی کو حلب روانہ کر کے خود قونیہ کی طرف کوچ کرتا ہوں"۔ سنان بھی کھڑا ہوتا ہوا بولا "جلدی لوٹ آنا میں بڑی بیتابی سے تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔ تمہارے کمک لے کر آنے سے پہلے ہی فرانسیسی لشکر نے اگر کوچ کر کے مسلم بستیوں اور شہروں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو میں اسے تمہارے آنے تک ان پہاڑوں کے اندر ہی اُلجھائے رکھوں گا۔ اب تم روانہ ہو جاؤ، میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں"۔

موسیٰ پہاڑ سے نیچے اُتر گیا۔ سنان وہیں بیٹھ کر فرانسیسی لشکر کی طرف سے خطرے کے باعث پہرہ دینے لگا تھا۔ جب کہ اس کا لشکر پہاڑ کے دامن میں سستا رہا تھا۔

سنسناتے جاڑے کا ناتواں و بے آب و تاب سورج دور مشرق میں دریائے دجلہ کے کنارے نینوا کے کھنڈرات کی طرف سے طلوع ہوا تھا۔ مغرب کے برف پوش پہاڑوں کی طرف سے آنے والی سرد اور یخ بستہ ہواؤں کے تیز جھکڑوں نے صحرائے شام کے برسوں پرانے اور خاموش ٹیلوں کو اتھل پتھل کرنا شروع کر دیا تھا۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی۔ صحرا کے اندر اُڑتی ہوئی ریت کی دھند بکھر گئی تھی۔ اس پُرآشوب اور تکلیف دہ موسم میں دو سوار دشتِ شام میں جنوب مشرق کے رُخ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ ان کے عمامے اور سفید قبائیں تیز ہوا میں بُری طرح پھڑ پھڑا رہے تھے لیکن وہ موسم کے شور و فتنہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ پر ایڑ لگاتے جا رہے تھے۔

قلعہ دہر السمعان سے راس الشمرہ کی طرف دس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ بائیں طرف صحرا کے وسطی حصّے کی طرف بڑھ گئے۔ دوپہر تک لگاتار سفر کرنے کے بعد وہ ایک نخلستان سے باہر ایک چوراہے پر رُک گئے اور اپنے گھوڑے ایک دوسرے کے قریب لانے کے بعد انہوں نے تیز چلتی ہوئی آندھیوں کے شور میں ایک دوسرے سے گفتگو کر کے کوئی معاملہ طے کیا۔ پھر ان میں سے ایک دائیں ہاتھ حلب کی طرف جانے والے راستے پر اپنا گھوڑا دوڑانے لگا تھا اور دوسرا سیدھا آگے اس شاہراہ پر روانہ ہو گیا تھا جو بنو لخم کی بستی سوق الغرب کے پاس سے گزرتی ہوئی دریائے فرات پار کر کے تل الاحمر اور رقہ شہروں کی طرف چلی گئی تھی۔

وہ سوار جو حلب کی طرف جانے والے راستے پر اپنے گھوڑے کو بھگا رہا تھا۔ کہیں

رُکے اور قیام کیے بغیر سفر کرتا رہا۔ شام سے پہلے پہلے وہ حلب میں داخل ہُوا اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنے اسی گرد آلود لباس اور اپنے چہرے پر صحرا کی وسعت و سکوت لیے نورالدّین زنگی کے سامنے اس کے ایوان میں کھڑا تھا۔ نورالدّین چند لمحوں تک اسے غور سے دیکھتا رہا۔ یوں لگتا تھا گویا وہ اس کے چہرے پر جمی ہوئی راہوں کی غبار میں نادیدہ و ناسرائیدہ تحریریں پڑھ رہا ہو۔ پھر اس کی سراپا افسوں و افسانہ آواز ایوان کے اندر گونج گئی۔

"کیا میں نے یہ اندازہ لگانے میں غلطی تو نہیں کی کہ تم قونیہ کے محاذِ جنگ سے لوٹ رہے ہو؟"

اس اجنبی نے اپنے عمامے کے پلّو سے اپنا گرد آلود چہرہ اور داڑھی صاف کرتے ہوئے کہا۔ "میرے آقا! آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں قونیہ کی رزم گاہ سے آپ کے لیے ایک شیریں بشارت اور منزہ و منوّر خوش خبری لایا ہوں۔"

نورالدّین نے بیتاب ہو کر پُوچھا۔ "کیا سنان بن عدی صلیبیوں کے مقابلے میں کامیاب و فوزمند رہا ہے؟"

وہ اجنبی پھر بولا۔ "ہاں میرے آقا! سنان بن عدی کی کمانداری میں ہم صلیبیوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ جرمن حکمران کانرڈ اپنے نو لاکھ کے لشکر کی ہمراہی میں قونیہ کی طرف بڑھا تھا۔ جبل طاروس کے اندر سنان بن عدی نے ان کے شام تلق اور ہجر کی شب جیسی چھاپہ مار جنگ شروع کر دی تھی۔ وہ پُوری رات دم لیے بغیر ان پر شب خُون مارتا رہا۔ میرے آقا! میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار ایک ایسا انیس و خلیل سالار دیکھا ہے جو دُشمن پر آفتابِ سحر بن کر حملہ آور ہوتا ہے اور شفق کی جُوٹتے پُرخون کی طرح پہلو بچا کر اپنے عدو کی نظروں سے اوجھل و معدوم ہو جاتا ہے۔ میرے آقا! دُشمن پر حملہ آور ہونے سے قبل وہ ایک برف پوش چوٹی پر کافی دیر تک اپنے رب کے حضور سربسجود رہا۔ پھر اس نے اپنے لشکر کے سامنے ایک ایسی زہریلی تقریر کی تھی جس نے ہر سپاہی کے خون میں آگ لگا دی تھی وہ مرگِ ناگہاں اور بے اماں نشانے کا جرنیل ہے جس کا مقابلہ صلیبی نہ کر سکے۔ اس نے لگاتار تین روز تک صلیبی لشکر کو جبل طاروس کی تنگ گھاٹیوں میں بھوکا پیاسا رکھا۔ وہ جب بھی

اپنی خوراک کا بندوبست کرنے لگتے سنان بن عدی ان پر حملہ آور ہو جاتا۔ اس طرح چوتھے روز دُشمن نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے فرار کا راستہ اختیار کر لیا۔" اس پیغامبر نے ذرا رُک کر پھر کہا۔

"سنان بن عدی نے جرمنوں کا تعاقب کیا۔ ان کے نو لاکھ سپاہیوں میں سے صرف ایک لاکھ سے بھی کم اپنی جانیں بچا کر نیقیہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے جہاں فرانس کا بادشاہ لوئیس اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ جرمنی کا شہنشاہ چند روز وہاں رُک کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے اور وہ وہاں سے ایک بھاری کمک لے کر پھر واپس لوٹے گا جب کہ لوئیس وہیں رُک کر انتظار کر رہا ہے۔ شاید وہ اس سوچ میں ہے کہ مسلمانوں کے کس علاقے کو اپنے حملوں کا نشانہ اور آماج بنائے۔ سنان بن عدی نے مجھے آپ کے پاس کمک لانے کو بھیجا ہے۔

وہ نو وارد جب خاموش ہُوا تو نورالدّین وہیں سجدے میں گر گیا۔ کافی دیر تک وہ سر بسجود رہا۔ پھر وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور دُعا کے انداز میں اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے اس نے کمالِ رقت، عاجزی اور مسکنت میں کہا۔

"اے خداوندِ قادر و قدوس! اے ربّ خطا بخش و خطا پوش! تیرا شکر و احسان ہے کہ تُو نے حق باطل کے درمیان ایک خطِ امتیاز کھینچ دیا ہے۔ اور ہم مغرب کے اس طوفان کا رُخ موڑنے میں کامیاب رہے ہیں۔ میرے اللہ! تو آئندہ بھی دُشمن کے اریب و اجل سے ہمیں کامران و فتح مند نکالنا"

دُعا ختم کرنے کے بعد نورالدّین نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے جرنیل شیرکوہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"شیرکوہ! سنان بن عدی کے اس قاصد کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ یہ تھکا ہُوا ہوگا۔ اس کے آرام اور خوراک کا بندوبست کرنے کے علاوہ کل اس کے کوچ کا بھی انتظام کرو۔ یہاں سے دس ہزار سپاہی کمک کے طور پر اس کے ساتھ سنان بن عدی کی طرف روانہ ہوں گے۔"

نورالدّین کے اس فیصلہ پر اس نامہ بر کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ نورالدّین نے پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔

"اب تم جا کر آرام کرو اور سنو! جب تم کمک لے کر سنان بن عدی کے پاس

پہنچو تو اس مردِ خود آگاہ، شمعِ حرم، قوی وجری پاسبان کو میرا سلام کہنا۔ اسے یہ بھی کہنا کہ اے شمعِ صد ہزار ایوان! جس طرح تونے جرمن سپاہ کو بریدہ شاخوں اور برگِ خزاں کی طرح کاٹا اور گرایا ہے۔ اسی طرح اپنے ہر دشمن پر شفق کی آگ بن کر پھیل جاؤ ——— اسے کہنا ہمارے لیے اپنے رب کے ہاں یہ قبولیت کی ساعت ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ پوری ملت کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ اگر وہ میری ضرورت بھی محسوس کرے تو میں خود اس دُور دراز اور برفانی کوہستانوں کے اندر اس مقدس جنگ میں حصہ لینے پہنچ جاؤں گا۔ میرا رب، رسولِ مدنی ؐ اور اللہ کے کروبیاں ہر جگہ اور ہر میدان میں قسمتِ برگشتہ اور تقدیرِ جفاکوش کو اس کے سامنے ذلیل و سرنگوں رکھیں گے۔ اسے کہنا اے فرزندِ حرم یکتائی! نورالدین اور پوری قوم کی طرف سے تم پر ہزاروں سلام! سنگلاخ چٹانوں اور برفانی طوفانوں کے اندر تم نے دشمن کے مقابلے میں جو کامیابیاں حاصل کی ہیں اسے آنے والے مسلم مورخ سنہری حروف میں لکھ کر صفحاتِ قرطاس پر بکھیر دیں گے اور یہ اس کے لیے ابد و محشر تک صدقہ جاریہ بنا رہے گا۔ اب تم جاؤ۔ میرا رب تمہیں ہر جگہ نصرت نصیب اور سرفراز رکھے گا۔"

نورالدین جب خاموش ہوا تو شیرکوہ سنان بن عدی کے اس پیامبر کا ہاتھ پکڑ کر ایوان سے باہر لے گیا تھا۔

دوسرا سوار جو صحرا کے وسطی حصے میں اپنے حلب جانے والے ساتھی سے علیحدہ ہو کر سوق الغرب کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اسی روز مغرب کی نماز کے بعد سنان کی حویلی پر دستک دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد نوفل نے جب دروازہ کھولا تو اسے دیکھتے ہی اس سوار نے کہا۔ "میں آقا سنان کی طرف سے قونیہ کے محاذِ جنگ سے آرہا ہوں۔ میرے پاس ایک خط ہے جو ہماری بہن قسطونہ کے نام ہے۔ میں اسے یہ خط ——— وہ سوار کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ قسطونہ حویلی کے اندر سے بھاگتی ہوئی آئی اور بڑی بے تابی سے کہا۔ "کہاں ہے ان کا خط"؟

اس سوار نے اپنی عبا کے اندر ہاتھ ڈالا پھر ایک تہ کیا ہوا کاغذ اس نے قسطونہ کو تھما دیا۔

قسطونہ اس قدر بیتاب ہو رہی تھی کہ وہ وہیں کھڑے کھڑے خط پڑھنے لگی۔ اس کے چہرے پر خط پڑھتے وقت ایک عجیب خواہش، ایک انوکھی خلش، ایک نادر اشتیاق اور ایک نیا و انجانا اضطراب تھا۔

جب قسطونہ خط پڑھ چکی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ گہری حسین سرخ و نویلی مسکراہٹ۔ بالکل آہنگِ دف و طنبور، و صبحِ نجات جیسی خوش کن و دل پذیر مسکراہٹ وہ کسی جذبے کا اظہار کرنا ہی چاہتی تھی کہ وہ سوار پھر بول پڑا۔

"میرے پاس آپ کی ایک امانت بھی ہے"۔

قسطونہ نے چہکتے ہوئے کہا۔ "امانت سے تمہاری مراد اگر نقدی کی کوئی تھیلی ہے تو اس کا ذکر انہوں نے خط میں بھی کیا ہے۔ اس سوار نے اپنے گھوڑے کی خرجین سے نقدی سے بھری ہوئی ایک چرمی خریطی نکالی اور قسطونہ کو تھما دی۔ قسطونہ نے نقدی کی وہ تھیلی نوفل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اے میرے عم! اسے اپنے پاس رکھ لو۔ مجھے اگر کبھی ضرورت ہوئی تو آپ سے مانگ لیا کروں گی"

نوفل نے بڑی عاجزی و انکساری سے کہا۔ "تم اپنے پاس ہی رکھو بیٹی! اب تم اس گھر کی مالک ہو۔" قسطونہ نے نقدی کی تھیلی زبردستی نوفل کو تھماتے ہوئے کہا۔

"آپ اس کے گھر کے بزرگ ہیں۔ یہاں ہر کام آپ کے مشورہ سے ہوا کرے گا۔"

نوفل نے مجبوراً تھیلی سنبھال لی تھی۔

قسطونہ نے اس بار قدرے شرماتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کیسے ہیں؟ اور اس برفانی محاذ جنگ میں وہ کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں"۔

سوار نے بڑی عقیدت سے کہا۔ "آقا سنان کو نورالدین زنگی نے جس مقصد کے تحت بھیجا تھا وہ اس پر خوب سے خوب تر بن پورے اترے ہیں۔ وہ اپنے صرف چالیس ہزار چھاپہ ماروں کے ساتھ جرمن شہنشاہ کانرڈ کے نو لاکھ کے لشکر کو عبرت ناک شکست دے چکے ہیں اور اب وہ اس برفانی زمین میں فرانسیسی لشکر پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں جو ساحل سمندر

پر خیمہ زن ہے۔ مَیں اور میرا ایک ساتھی کمک حاصل کرنے کے لیے حلب آئے ہیں اور مَیں وقت نکال کر آقا کا پیغام آپ کے پاس لے آیا ہوں۔"

نوفل نے دروازے سے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ "آپ اندر آکر بیٹھیں مَیں سنان کے متعلق آپ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مَیں پہلے ہی جانتا تھا۔ قدرت کسی اہم مقصد کے لیے عدی کے ہونہار بیٹے کا انتخاب کر چکی ہے۔"

سوار نے بڑی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "افسوس مَیں بیٹھ نہیں سکتا۔ مَیں ابھی یہاں سے حلب روانہ ہوں گا اور اپنے اس ساتھی سے جا ملوں گا جو ابھی تک حلب پہنچ کر نورالدین سے کمک کی التماس کر چکا ہوگا۔ آپ یقین کریں مَیں اپنے گھر میں بھی داخل نہیں ہوا ہوں۔ مَیں نے صرف دروازے پہ کھڑے ہو کر اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے بات کی ہے۔ میرا وقت بہت قیمتی ہے اور مَیں فوراً یہاں سے روانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔ آنے والی صبح سے پہلے پہلے مجھے حلب شہر میں داخل ہونا چاہیے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک کافی لمبی مسافت ہے جو اس سرد ترین رات میں مجھے طے کرنی ہے۔"

وہ سوار چند ساعتیں رکا پھر اس نے قسطونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ آقا سنان کے اس خط کا جواب دینا پسند کریں گی؟" قسطونہ نے اپنی بے قابو کر دینے والی خوشی کو دباتے ہوئے کہا۔ "ہاں مَیں اس خط کا جواب ضرور دوں گی۔"

"تو پھر آپ لکھ لائیے۔ اتنی دیر تک مَیں نوفل کے ساتھ یہیں کھڑا ہوتا ہوں۔"

قسطونہ بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی اس کے ہاتھ میں تہہ کیا ہوا ایک کاغذ تھا جو اس نے اس سوار کو تھما دیا پھر اس نے اپنی بغل کے نیچے سے چند کپڑے نکالے اور اس کے گھوڑے کی خرجین میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ کپڑے بھی انہیں دے دینا۔ مَیں جانتی ہوں ان کے پاس کپڑوں کے دو ہی جوڑے ہیں۔ جب آپ وہاں پہنچیں تو انہیں میرا اور نوفل عم کا سلام کہنا۔"

سوار نے اپنے گھوڑے کو موڑ کر ایڑ لگا دی تھی۔ سوق الغرب سے نکل کر وہ اپنے گھوڑے کو طوفان کی طرح سرپٹ دوڑا رہا تھا۔ رات کے سرد سناٹے میں اس کا رُخ حلب کی طرف تھا۔

ایک ماہ ہونے کو تھا۔ فرانس کا حکمران لوئیس ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ نیقیہ شہر کے باہر پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ اس نے اِردگرد مسلمانوں کی بستیوں اور شہروں کو لوٹ کر تاراج کر دیا تھا اور وہاں سے اس نے کافی مقدار میں رسد و خوراک کا سامان جمع کر لیا تھا۔ سنان ابھی تک پہاڑوں کے اندر چھپ کر سانپ کی طرح لوئیس اور اس کے لشکر پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ ایک روز شام سے ذرا پہلے جب کہ برفباری تیزی سے ہو رہی تھی اور سنان ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھا فرانسیسی لشکر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پہاڑی سلسلے کا وہ حصہ ایک دم گھوڑے کی تیز ٹاپوں سے گونج اُٹھا۔ سنان بے تابی سے اس طرف دیکھنے لگا تھا جس طرف سے ٹاپوں کی آواز سنائی دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اسے ایک سوار دکھائی دیا جو اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا آ رہا تھا۔ وہ شرف الدّین موسیٰ تھا۔ وہ اس جگہ آکر اپنے گھوڑے سے اُتر گیا جہاں ان کا لشکر دُور دُور تک گھاٹ میں پھیلا ہُوا تھا۔ پھر وہ بڑی تیزی سے اس پہاڑ پر چڑھنے لگا جس کے اُوپر سنان بیٹھا ہُوا تھا۔ اسی پہاڑی کے دائیں طرف ایک دوسری چوٹی پر میسرہ بیٹھا سنان ہی کی طرح اپنے دشمن پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ موسیٰ جب قریب آیا تو سنان نے بیتاب ہو کر پوچھا۔ "تم تو قونیہ سے کمک لینے گئے تھے جب کہ مَیں تم اکیلے کو اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہوتے دیکھ رہا ہوں۔"

موسیٰ نے نیچے جُھکتے ہوئے سنان سے مصافحہ کیا پھر وہ اس کے سامنے بیٹھتا ہُوا بولا۔ "مَیں قونیہ سے پندرہ ہزار کا ایک لشکر لے کر آیا ہوں ——————" سنان نے بیتاب ہو کر پوچھا۔ "تو وہ کہاں ہے؟"

"اس لشکر کے ساتھ قونیہ کے حکمران مسعود سلجوقی بھی ہیں۔ مَیں انہیں دس میل پیچھے اس جگہ چھوڑ کر آ رہا ہوں جہاں ہمارے رسد و خوراک کے خیمے ہیں۔ سلطان مسعود میرے ساتھ یہاں آنا چاہتے تھے لیکن مَیں نے انہیں لشکر کے ساتھ وہیں قیام کرنے کا مشورہ دیا اور ان سے کہا

کہ اگلا قدم سنان سے پوچھ کر اُٹھایا جائے گا۔ وہ آپ سے ملنے کو بیتاب ہیں اور جب ہم وہاں سے روانہ ہُوا تھا تو انہوں نے بڑی تاکید سے کہا تھا کہ سنان کو یہاں بھیج دینا تاکہ وہ ایک رات ہمارے ساتھ بسر کرے۔ وہ آپ سے کسی اہم مسئلہ پر گفتگو بھی کرنا چاہتے ہیں۔ میری صلاح ہے آپ ابھی ان کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اگر آپ نہ گئے تو وہ ساری رات آپ کا انتظار کرتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا تھا۔ سنان سے کہنا آج رات کا کھانا وہ میرے ساتھ آکر کھائے۔"

سنان کھڑا ہوتا ہُوا بولا۔ "تو پھر تم یہاں بیٹھو! میں سلطان مسعود کی طرف جاتا ہوں اور کل ظہر کی نماز سے قبل ہی واپس آجاؤں گا۔" سنان پتھر پھلانگتا ہُوا نیچے اُتر گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے گھوڑے کو شمال مشرق کے رُخ پر بڑی تیزی سے بھگا رہا تھا۔

سنان نے مغرب کی نماز راستے ہی میں ادا کی تھی اور دوبارہ وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گیا تھا۔ اندھیرے میں گو اس کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ تاریکی میں چمکتی ہوئی برف کے اندر سے بڑی آسانی کے ساتھ اپنا راستہ تلاش کرتا جا رہا تھا۔ عشاء سے ذرا قبل وہ اپنے پڑاؤ میں داخل ہُوا۔ اسے دیکھتے ہی کئی سپاہی اس کی طرف لپکے اور اس کے گرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے۔ سنان نیچے اُترا اور ایک سپاہی اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر بائیں طرف لے گیا۔ اسی دوران ایک نوجوان بھاگتا ہُوا خیموں کے اندر داخل ہُوا اور سرخ بانات کے ایک خیمے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے پکارتے ہوئے کہا۔

"میرے آقا! امیرِ لشکر سنان بن عدی پہنچ گئے ہیں۔"

خیمے کے اندر سے کسی توقف کے بغیر سلطان مسعود سلجوقی نکلا اور خیمے کے باہر کھڑے ہو کر پکارنے والے تُرک سپاہی سے پوچھا۔ "سنان بن عدی کہاں ہے؟"

اس ترک نے بائیں طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ اُدھر کھلے میدان میں لشکر کے جوانوں سے مل رہے ہیں۔"

معمر و بزرگ سلطان تیز تیز قدم اُٹھاتا اس سمت چل دیا جدھر اس ترک جوان نے اشارہ کیا تھا۔ سنان نے بھی سلطان کو دُور سے آتے دیکھ لیا تھا۔ وہ لشکریوں کے حلقے سے نکل کر بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور اپنی گردن جھکاتے ہوئے عزّت و احترام کے ساتھ اس

نے سلطان مسعود سے مصافحہ کیا۔ سلجوقی حکمران نے اسے گلے لگاتے ہوئے اس کی کشادہ پیشانی چوم کر علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں تم جیسے صحرا نشین اور اعرابی کو سلام کرتا ہوں جس نے ان برف پوش کوہستانوں کے اندر جرمنوں کو عبرت ناک شکست دی ہے۔ خُدا کی قسم نورالدین نہایت دُور اندیش اور جنگی مہارت رکھتا ہے۔ جس نے تم جیسے شاہین کا انتخاب بحیثیت سالارِ اعلیٰ کے کیا ہے۔"

سنان نے بڑی عاجزی و انکساری سے کہا۔ "میرے آقا! یہ میرا فرض تھا جو مجھے سونپا گیا تھا اور میں اپنے رب کا شکر گزار اور احسان مند ہوں کہ اس نے مجھے احسن طریقے سے اس فرض کی ادائیگی کی توفیق و ہمت عطا کی۔" ———

سلطان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم ملت کے ایک ایسے پاسبان اور مسلم قوم کے ایک ایسے روشن و پرفشاں چہرے والے فرزند ہو جس پر اکنافِ عالم درِ آفاقِ سماوات قربان کیے جا سکتے ہیں۔ خُدا کی قسم وہ سپاہی بھی خوش بخت اور مسعود مقدر رکھنے والے جوان ہیں جنہیں تمہاری کمانداری میں یہ مقدس جنگ لڑنے کی سعادت نصیب ہوئی کاش تمہارے ان سپاہیوں میں مَیں بھی ایک گمنام مجاہد کی حیثیت سے شامل ہوتا جنہوں نے حملہ آور جرمنوں کو شکست کھانے کے بعد بزدل لومڑیوں کی طرح تمہارے آگے آگے بھاگتے ہوئے دیکھا ہو گا۔ میرے بیٹے! تم ایک ایسے بے لوث اور جری جرنیل ہو جس پر بدترین حالات میں بھی مکمل بھروسہ کیا جا سکتا ہے" ——— پھر اس نے سنان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمے کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ، مَیں نے ابھی شام کا کھانا نہیں کھایا۔ مَیں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔" اپنے خیمے کی طرف جاتے ہوئے سلطان مسعود نے ایک ترک محافظ کو کھانا لانے کو کہا۔ اور خود وہ سنان کا ہاتھ تھامے اپنے خیمے میں داخل ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں آمنے سامنے بیٹھ کر بڑے بے تکلف ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔ وہی کھانا جو ایک عام سپاہی کو جنگ میں مہیا کیا جاتا تھا۔

دوسرے روز سنان فجر کی نماز کے بعد اپنے خیمے میں داخل ہُوا ہی تھا کہ باہر

"اللہ اکبر" کی پر خروش آوازیں سنائی دینے لگیں ۔ وہ بھاگتا ہُوا باہر آیا ۔ اس نے دیکھا سلطان مسعود بھی اپنے خیمے سے باہر آگیا تھا اور پڑاؤ کے محافظ اور وہ جوان جنہیں سلطان مسعود اور شرف الدّین موسیٰ قونیہ سے کمک کے طور پر لائے تھے اور جن کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب تھی مشرق کی طرف دیکھتے ہوئے تکبیریں بلند کر رہے تھے ۔

سنان تقریباً بھاگتا ہُوا ادھر آیا ۔ اس نے دیکھا مشرق کی طرف سے ایک لشکر آ رہا تھا جس میں کھلی آستینوں والے عربوں کی قبائیں صاف دکھائی دے رہی تھیں ۔ تھوڑی دیر بعد آنے والا لشکر جب نزدیک ہُوا تو اس کے سامنے وہی دونوں سوار دکھائی دیئے جنہیں حلب سے کمک لانے کے لیے بھیجا گیا تھا ۔

سلطان مسعود اور سنان نے آگے بڑھ کر ان کی پیشوائی اور استقبال کیا ۔ وہ سب بہترین ہتھیاروں سے لیس تھے ۔ سلطان مسعود اور سنان کے پاس آکر وہ رُک گئے ۔ جو دو سوار کمک لینے حلب گئے تھے ان میں سے ایک نے اپنی عبا کے اندر سے ایک خط نکال کر سنان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ۔ "یہ سلطان نور الدین کا خط ہے"۔

سنان نے خط لیکر پڑھا ۔ پھر اس نے وہ خط سلطان مسعود کو تھما دیا ۔ اس سوار نے ایک اور تہ کیا ہُوا خط نکالا اور اسے بھی سنان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ۔ "یہ خط آپ کے گھر سے ہے"۔ سنان نے کھول کر پڑھا ۔ وہ قسطونہ کا خط تھا جسے اس نے تہ کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا ۔ پھر وہ پڑاؤ کے محافظوں کے ساتھ مل کر حلب سے آنے والے لشکر کے کھانے کا انتظام کرنے لگا تھا ۔

برف باری تھم چکی تھی ۔ سورج کافی اُونچا ہو چکا تھا ۔ مطلع بالکل صاف اور فضا بے کہر و بے دُھند تھی ۔ شرف الدّین موسیٰ پہاڑ کی اسی چوٹی پر بیٹھا نگرانی کر رہا تھا جس پر سنان اسے بٹھا کر گیا تھا ۔ اس کے سامنے فرانسیسی لشکر کے اندر آج غیر معمولی ہلچل مچی ہوئی تھی ۔ یوں لگتا تھا لشکر وہاں سے کُوچ کرنے کی تیاری کر رہا ہو ۔ تھوڑی دیر بعد لشکر کے ایک حصّے نے کُوچ کیا اور دریائے میانڈر[1] کے کنارے کنارے آہستہ

[1] تاریخ اخبار السنیہ فی حروب الصلیبیہ نے اس دریا کا نام دریائے نیکوس لکھا ہے ۔

آہستہ جنوب کی طرف بڑھنے لگا تھا ۔ یہ شاید فرانسیسی لشکر کے ہراول دستے تھے جو برف باری تھم جانے کے بعد حرکت میں آکر جنوب کی طرف بڑھ رہے تھے ۔

شرف الدّین موسیٰ بڑی تیزی اور پھُرتی کے ساتھ اس پہاڑ کی چوٹی سے اُترا اور لشکر کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا ۔ دوسری چوٹی پر بیٹھا ہُوا میسرہ بھی نیچے اُتر آیا تھا اور آن کی آن میں لشکر ایک جگہ جمع ہو کر شرف الدّین موسےٰ کے حکم کا انتظار کرنے لگا تھا ۔ موسےٰ نے لشکر کے چھوٹے سالاروں کو اپنے لائحہ عمل سے آگاہ کیا اور پہاڑی سلسلے کے اندر وہ سانپ جیسی تیزی کے ساتھ حرکت میں آنے والے فرانسیسی لشکر کے اس حصّے کے پہلو بہلو جنوب کی طرف بڑھنے لگا تھا ۔

پانچ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد موسیٰ اپنے چھاپہ ماروں کے ساتھ کوہستانوں کے اندر سے نکلا اور فرانسیسی لشکر کے اس حصّے کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا ۔ دریائے میانڈر کے کنارے فرانسیسی لشکر کے ساتھ مُسلم چھاپہ ماروں کی گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی فرانسیسی موسیٰ کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو چکے تھے ۔ رات کی تاریکی میں ہی انہوں نے اپنے لشکر کا ایک بڑا حصّہ ادھر اُدھر پھیلا دیا تھا ۔ اور چند دستوں کو جنوب کی طرف حرکت میں لا کر انہوں نے موسیٰ کو پہاڑی سلسلے سے باہر نکال لیا تھا ۔ ابھی یہ جب جنگ اپنے زوروں پر آئی اور مسلم چھاپہ مار ان فرانسیسی دستوں کو ایک فیصلہ کن شکست دینے والے تھے ، گھات میں بیٹھا ہُوا فرانسیسی لشکر کا ایک بڑا حصہ پشت کی طرف سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا تھا ۔

موسےٰ اور میسرہ نے نئے آنے والے لشکر کا مقابلہ بھی بڑی جرأت مندی سے کیا تھا ۔ لیکن ان کے مقابلے میں مُسلم چھاپہ ماروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی اور پھر دشمن اُنہیں سامنے اور پشت دونوں طرف سے کاٹ رہا تھا ۔ موسےٰ اور میسرہ نے اپنے لشکر کو دائیں طرف نکال کر پھر کوہستانوں کے اندر روپوش ہو جانے کی انتہائی کوشش کی تھی ۔ لیکن وہ ناکام رہے تھے اور فرانسیسیوں نے مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا ۔

ہزاروں مجاہد اس جنگ میں کام آئے اور شہید ہونے والوں کی لاشوں

کے انبار[1] لگ گئے ۔ موسیٰ اور میسرہ بھی اس جنگ میں مارے گئے تھے ۔ لشکر کا ایک مختصر سا حصّہ جس کی تعداد بہت کم تھی، بڑی مشکل سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا لیکن فرانسیسی بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کرنے لگے تھے ۔ مسلمان چھاپہ ماروں کا کوئی سالار نہ بچا تھا اور فرانسیسیوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے اُن کی حالت ایسی ہی تھی جیسے سینکڑوں منتشر و پراگندہ بکریوں کے پیچھے ہزاروں خونخوار اور بھوکے بھیڑیے لگ گئے ہوں ۔

دوسرے روز سنان کے مشورہ پر سلطان مسعود سلجوقی اپنے محافظ دستے کے ساتھ واپس قونیہ چلا گیا تھا اور سنان حلب اور قونیہ سے آنے والے دونوں لشکروں کو متحد کر کے فرانسیسی لشکر کی طرف کوچ کرنے والا تھا کہ ایک سوار اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا پڑاؤ میں داخل ہوا اور لشکر کے ایک عرب سپاہی سے پوچھا ۔

"یا اخی ! مجھے امیر لشکر سنان بن عدی سے ملنا ہے ۔ کیا تم بتا سکتے ہو اس وقت وہ کہاں ہیں"۔ لشکر کے اس عرب نے دیکھا ۔ آنے والا وہ ترک ایک لمبے قد کا بے حد حسین جوان تھا اور اپنے چہرے، شکل اور رنگ سے وہ مغرب کا صلیبی لگتا تھا ۔ عرب اسے شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا کہ اس نووارد سوار نے پھر پوچھ لیا ۔

"بھائی میرے ! تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو ۔ میرے پاس ایک بے حد اہم خبر ہے اور میں وقت ضائع کیے بغیر امیر لشکر سے ملنا چاہتا ہوں"۔

وہ عرب خاموش ہو گیا اور اس نووارد سوار کو لے کر وہ سنان کے پاس آیا جو پڑاؤ کے خیموں کے اندر ان ایک ہزار سپاہیوں کو ہدایت دے رہا تھا جو پڑاؤ کی حفاظت پر مامور تھے ۔ جونہی سنان نے اس سوار کو دیکھا وہ اس کی طرف لپکا اور فکرمند لہجے میں پوچھا ۔

---

[1] بعض مغربی مورخوں کے مطابق دریائے میانڈر کے کنارے ہونے والی جنگ میں اس قدر مسلمان شہید ہوئے کہ عرصہ تک وہاں اُن کی ہڈیوں کے ڈھیر دکھائی دیتے رہے ۔ (محاربات صلیبی)

"صلاح الدین ! تم کیسے آئے ہو ؛ خیریت تو ہے ؟"

وہ نووارد اپنے گھوڑے کی باگیں چھوڑ کر آگے بڑھتے ہوئے بولا ۔ "یا امیر ! میں ایک انتہائی بُری خبر لے کر آیا ہوں ۔ آپ کی غیر موجودگی میں موسیٰ اور میسرہ نے فرانسیسی لشکر کے ایک حصّے پر جو دریائے میانڈر کے کنارے کنارے جنوب کی طرف حرکت میں آیا تھا حملہ کر دیا تھا لیکن فرانسیسیوں نے انہیں دھوکا دیا ۔ انہوں نے لشکر کا ایک بڑا حصّہ پہلے ہی گھات میں بٹھا رکھا تھا جس نے ہمارے لشکر کی پُشت سے حملہ کر دیا ۔ اس جنگ میں موسیٰ اور میسرہ کے علاوہ ہمارے اَن گنت جوان کام آ چکے ہیں اور بچے کھچے چند جوان میدانِ جنگ سے بھاگ کر اس پڑاؤ کی طرف آ رہے ہیں جب کہ فرانسیسی ان کا تعاقب کر رہے ہیں"۔

یہ خبر سنکر سنان کا دل دھواں دھواں، ذہن آتش و نار اور جگر خون خون ہو کر رہ گیا تھا ۔ اس نے ایک ترک جرنیل کو لشکر کے کوچ کا حکم دیا اور پھر اس نے خبر لانے والے اس ترک جوان سے کہا ۔

"صلاح الدین ! تم فرانسیسی لشکر میں واپس چلے جاؤ اور ان کی ہر نقل و حرکت سے مجھے آگاہ کرتے رہو"۔

وہ پیامبر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی چلا گیا ۔ تھوڑی دیر بعد سنان بھی قونیہ اور حلب سے آنے والے متحدہ لشکر کے ساتھ جنوب مغرب کے رُخ پہ بڑی سُرعت سے کوچ کر رہا تھا ۔

فضاؤں نے صمت و سکوت کی قبائیں اوڑھ لی تھیں ۔ برف باری اور سرما کے مارے ہوئے جاڑ پیڑ گئے موسم کو رو رہے تھے ۔ برفانی طیور و پرندے اپنی منقار و چونچیں پَروں کے اندر چھپائے ماضی کی سوچوں میں گم سم تھے ۔ کوہستانی سلسلہ کسی منتظر دریچے اور الوداعی شام کی طرح افسردہ ہو گیا تھا ۔ فطرت کی ہر چیز دُعائیں مانگ رہی تھی کہ کوئی بولے، کوئی دھڑکے اور کوئی بھڑک کر اس اداس ماحول کو یکسر بدل دے ۔ فضا نور و سحاب کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے حقارت سے کہہ رہے تھے ۔ جاگ اے دریدہ جگر کب تک یوں غفلت

کی گہری نیند سوتی رہے گی۔

فرانسیسی اسی طرح جنگ سے بھاگنے والے مسلمان لشکر کا تعاقب کر رہے تھے اور اپنے پیچھے وہ مسلمانوں کی بے کفن، بے گور اور رزقِ کرگساں لاشیں چھوڑتے جا رہے تھے اس لیے کہ مسلمان لشکر کی حالت اس وقت اس ریوڑ اور گلے جیسی تھی جس کا کوئی گڈریا اور محافظ نہ رہا ہو۔

پہاڑوں کی خاموش اور ویران خلوتوں کے اندر جبکہ فرانسیسیوں کے آگے بھاگنے والے مسلم چھاپہ مار اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی تقدیر کے بدترین حروفِ ارقام دیکھ رہے تھے سنان نے اپنے لشکر کے ساتھ ایک مختصر ترین کاواکاٹا اور فرانسیسیوں کی پشت پر نمودار ہوا بھاگنے والے مسلمان چھاپہ مار اس وقت چونکے جب ان کے پیچھے دشمن کو بے جان و بے حس کر دینے والے سیلِ بلاخیز کی طرح "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند ہوئیں، انہوں نے اپنے بھاگتے گھوڑوں کو روک لیا اور جب مڑ کر دیکھا تو ان کا سالار سنان بن عدی اپنے تازہ دم لشکر کے ساتھ اجل کا ساربان اور قضا کا کروبی و فرشتہ بن کر غضب کی قوتِ برداشت کے ساتھ ایک نئے ولولے، تب و تاب اور ظفر مندی کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔

آشیاں گم کردہ طائر کی طرح پہاڑوں کے اندر بھٹکنے والے مسلم چھاپہ مار سنان کو دیکھ کر سنبھل گئے۔ ان کا خون کھول اُٹھا اور وہ نظر فریبی و غول و سراب بن کر ایک شورش و طوفان کی شکل میں فرانسیسی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ شاید وہ اپنے ہر زخمِ پُر آشوب کا انتقام لینے کا عزم کر چکے تھے۔

دوسری طرف سنان دستِ قاتل اور ناوک ظلِ الٰہی بن کر الاؤ کی دہکتی آگ کی طرح اپنے اس دشمن پر بڑی حقارت و برہمی سے حملہ آور ہوا تھا جس نے دھوکہ دہی سے اس کی غیر موجودگی میں اس کے لشکر کو کاٹ دیا تھا۔ مسلمان اپنے دامان و آستینوں میں طوفان لیے عزم و رجا کے مقدس ترین صحیفوں کی آیتیں لکھنے کے ساتھ ساتھ فرانسیسیوں کو ان کے جرم کی داستان بھی سنا رہے تھے۔ شاید وہ اپنے سالار کے چاند سے چہرے کے نور کی رہبری میں اپنے ہر آہنی بازو کا خون دے کر تاریخ کی عدالت میں سُرخرو و سرفراز ہو جانا چاہتے تھے۔

کوہستانی رزم گاہ میں خون کی بارش ہونے لگی تھی۔ نسلِ آدم ایک دوسرے کو کاٹ رہی تھی۔ زندگی کراہ اٹھی تھی اور فرانسیسی جنگ میں قرار و قول کی شمعیں روشن رکھنے والے عربوں اور ترکوں کے ہاتھوں صحرا کے خشک اور بے سہارا درختوں کی طرح کٹنے لگے تھے۔ دریائے میانڈر کے کنارے شرف الدین موسیٰ اور میسرہ کے ساتھ انتہائی درندگی کا مظاہرہ کرنے والے فرانسیسی اب خموش و بے حس لگتے تھے۔ اور سنان نے اپنے سحر آفرین حملوں سے انہیں ہوا کے بے جان نوحوں کی طرح منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔

فرانسیسی سنان کے سامنے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے اور سنان نے ان سب کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ ایک سپاہی بھی وہاں سے بچ کر بھاگ نہ سکا تھا اور دریائے میانڈر کے کنارے اس لشکر کا انتظار کرنے والے فرانسیسی حکمران لوئیس کو کچھ خبر نہ تھی کہ اس کے لشکر پر کیا افتاد پڑی جبکہ مسلمانوں نے اس لشکر کو ہڈیوں کے انبار اور تودوں میں بدل دیا تھا مسلمانوں نے تاریخ کو اپنا خون دے کر اسے پریدہ رنگی و حُسن عطا کر دیا تھا۔

لوئیس کو اپنے لشکر کے اس حصے کی تباہی کا علم ہو چکا تھا اور کوہستانوں کی پُر پیچ گھاٹیوں کے اندر چھاپہ ماروں کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس نے انہیں اپنی کمین گاہ سے باہر نکالنے کی کوشش کی اور اس مقصد کے لیے اس نے نیقیہ سے لاوڈیشیا شہر کی طرف کوچ کیا۔ شاید وہ اس شہر کو اپنی رسد اور کمک کا پڑاؤ بنا کر مسلم چھاپہ ماروں کے ساتھ اپنی آخری اور فیصلہ کن جنگ کی ابتدا کرنا چاہتا تھا۔ سنان بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہاڑی سلسلے کے اندر ہی اندر کسی آدم خور اژدہے کی طرح رینگتا ہوا فرانسیسی لشکر کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا۔

لاوڈیشیا کی طرف جاتے ہوئے لوئیس کے راستے میں جب کوہستانی سلسلہ شروع ہو گیا تو اس نے اپنے عظیم اور ان گنت لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے اپنی کمانداری میں رکھا اور دوسرے حصے کا سالار اس نے اپنے مشہور اور ناقابلِ شکست جرنیل[1] جیافری ڈی

---

[1] فرانس کا یہ ایک قابلِ فخر جرنیل تھا جس نے [illegible] کئی جنگیں لڑیں مگر کبھی شکست [illegible]

رنکین کو مقرر کیا۔

دونوں لشکر پانچ میل کا فاصلہ رکھ کر ایک دوسرے کے آگے پیچھے جنوب کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ لشکر میں جو پچاس ہزار مسلح اور حسین عورتیں شامل تھیں وہ بھی جیافری کے ماتحت تھیں اور اُن کی سالار لوئیس کی ملکہ ایلز تھی۔ سنان کے جاسوس فرانسیسی لشکر کی منزل منزل کی خبریں اس تک پہنچا رہے تھے لہٰذا وہ کسی مناسب مقام پر دشمن سے نمٹنے کے لیے مستعد و ہوشیار تھا۔

ایک روز صبح ہی صبح سنان کا وہی ترک جاسوس جس کا نام صلاح الدین تھا فرانسیسی لشکر سے واپس آیا۔ اپنے لباس و وضع قطع سے وہ سو فی صد ایک صلیبی لگتا تھا اور پھر اس نے اپنے گلے میں صلیب بھی لٹکا رکھی تھی۔ سنان اس وقت پہاڑ کی چوٹی پر پہرہ دے رہا تھا۔ جب کہ اس کا لشکر نیچے وادی میں صبح کا کھانا کھا رہا تھا۔

صلاح الدین جب اس پہاڑ کی چوٹی پر آیا تو سنان نے پوچھا "کیا تم کوئی اہم خبر لائے ہو؟" صلاح الدین سنان کے سامنے بیٹھتا ہوا بولا "یا امیر! میں ایک عجیب آفت و آسیب کا شکار ہو گیا ہوں اور مجھے آپ کی راہبری و راہنمائی کی ضرورت ہے" سنان نے پریشان لہجے میں پوچھا "تم پر کیا اُفتاد پڑی ہے"۔

صلاح الدین نے شرمندہ سے لہجے میں کہا "یا امیر! فرانسیسی ملکہ ایلز[1] مجھ پر شیفتہ و فریفتہ ہو گئی ہے۔ وہ چاہتی ہے میں اس سے تعلقات پیدا کر لوں۔ وہ لوئیس سے طلاق لیکر

(بقیہ حاشیہ صفہ ۲۳۷) نہ کھائی تھی۔ وہ ایک طرح سے ناقابلِ شکست تصور کیا جاتا تھا۔

[1] فرانس کی ملکہ ایلز ایک بدکار ترین عورت تھی۔ وہ شرم و حیا کی تمام حدود کو توڑ کر شہوت رانی اور بدکاری میں اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ فرانس کی کئی دوسری معزز عورتوں نے بھی جو لشکر میں شامل تھیں اپنے سپاہیوں کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے ان معزز خواتین میں کونٹس ٹولوز، ٹال کیومری، کونٹس پلوئیس، مورائل کونٹس آف روسی، سیلے آف کلینڈرز اور ڈچس آف لُوِلن جیسی ذی حشمت

مجھ سے شادی کرنے کو بھی تیار ہے۔ اس نے ایک بار مجھے یہ بھی کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ بھاگ جانے کو تیار ہے۔ میں صلیبی لشکر میں ایک عام سپاہی کی زندگی بسر کرتا ہوں جبکہ ایلز اب ہر وقت مجھے اپنے پاس رکھتی ہے اور میرا خیمہ ہمیشہ اپنے خیمے کے ساتھ نصب کراتی ہے یا امیر! وہ مجھے گناہ کی طرف مائل کر رہی ہے۔ آپ میری راہنمائی کیجئے، مجھے کیا کرنا چاہیئے"۔

سنان نے مسکراتے ہوئے کہا "ملکہ ایلز کے قریب رہتے ہوئے تمہیں اہم خبریں حاصل کرنے میں آسانی رہے گی لیکن یاد رکھو اپنے آپ کو گناہ میں ملوث نہ ہونے دینا۔ تم ایلز کو ٹالتے رہو کہ کسی مناسب موقع پر تم اسے لیکر فرانسیسی لشکر سے بھاگ جاؤ گے اور جب ہم صلیبی لشکر کو یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے تو تم ایلز سے جان چھڑا کر واپس

(بقیہ حاشیہ صفہ ۲۳۸) اور حُور شمائل خواتین بھی شامل تھیں۔

یہ وہی بدکار ایلز تھی جسے بعد میں لوئیس نے طلاق دے دی تھی اور اس حسین عورت نے انگلستان کے بادشاہ ہنری دوم سے شادی کر لی تھی اور اسی کے بطن سے انگلستان کا بادشاہ رچرڈ پیدا ہوا جس نے تیسری صلیبی جنگ میں فرزندِ اسلام صلاح الدّین ایوبیؒ کا مقابلہ کیا تھا۔

مشہور عیسائی مورخ مچاڈ کے مطابق ملکہ ایلز کی بدچلنی کی وجہ سے مسلمانوں میں صلیبیوں کی بڑی بدنامی ہوئی تھی اور فوج پر بڑا بُرا اثر ہوا کیونکہ ایلز نے عیسائی نائبوں کے علاوہ ایک نوجوان ترک صلاح الدّین سے بھی تعلقات پیدا کر لیے تھے اور اس مسلمان ترک کو اس نے بیش بہا اور قیمتی تحائف بھی دیئے تھے۔

کچھ مغربی مورخ اس صلاح الدّین کو صلاح الدین ایوبیؒ سمجھتے ہیں لیکن یہ ان کا الزام اور تعصب ہے کیونکہ فرزندِ اسلام صلاح الدّین ایوبیؒ اس وقت کم عمر تھا اور جنگ میں حصّہ لینے کے قابل نہ تھا۔ یہ صلاح الدّین ایک ترک مسلمان تھا اور اپنے اسلامی لشکر کے لیے جاسوسی کرتا تھا۔ ایلز نے اس کے ساتھ شادی کرنے کے علاوہ اس کے ساتھ بھاگ جانے کا بھی ارادہ ظاہر کیا تھا۔ (ماخوذ از محاربات صلیبی)

اپنے لشکر میں آجانا۔ یاد رکھو اگر تم نے اپنے آپ کو اس گناہ کا مرتکب نہ ہونے دیا تو میرا رب ہر جگہ اور ہر مصیبت میں تمہاری مدد کرے گا۔"

صلاح الدین نے اپنے لباس کے اندر سے چمڑے کی ایک تھیلی نکالی اور اُسے کھول کر سنان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "یا امیر! یہ ایلزنے مجھے دیئے تھے۔"

سنان نے تھیلی کھول کر دیکھی، وہ قیمتی ہیروں سے بھری ہوئی تھی۔ سنان نے تھیلی بند کرکے صلاح الدین کو لوٹاتے ہوئے کہا۔ "اسے اپنے پاس رکھ لو۔ یہ تمہاری ملکیت ہیں۔"

صلاح الدین نے وہ تھیلی سنان کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ "نہیں میرے آقا! اسے آپ اپنے پاس رکھ لیں لشکر کے اخراجات پورے کرنے میں یہ آپ کے کام آئیں گے۔" پھر صلاح الدین نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے کہا۔

"یا امیر! میں ایک خبر یہ بھی لایا ہوں کہ آج دوپہر سے ذرا پہلے کوہ باباداغ[1] پر دشمن قیام کرے گا۔ شاید آپ اس جگہ اُن پر شبخون مارنا پسند کریں۔" پھر صلاح الدین نے سنان سے مصافحہ کیا اور جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی چلا گیا۔ سنان اسی طرح پہرہ دینے لگا تھا۔ جبکہ پہاڑ کے نیچے اس کا لشکر صبح کے کھانے سے فارغ ہو چکا تھا۔

فرانسیسی لشکر کے دونوں حصے آہستہ آہستہ اور اپنے اردگرد پہاڑی سلسلے پر کڑی نگاہ رکھتے ہوئے جنوب کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لشکر کا اگلا حصہ جس کا سالار جیافری ڈی رینکن تھا اپنے آپ کو خوش قسمت خیال کر رہا تھا اس لیے کہ اس لشکر کے اندر عورتیں تھیں اور عورتیں بھی کون سی جو مہتاب پیکر، فتنۂ گرہ وداں، سحر فن، مجسم رنگ و رعنائی اور حسن میں یاقوت و مرجان تھیں۔ وہ ایسی غارت گر تمکین و ہوش اور دشمن ایمان حرکتیں کر رہی تھیں کہ الامان اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ اپنے برف سے شفاف اور دلِ آرا جسموں پر ایسے بھڑکیلے

[1] بحیرہ روم کی بندرگاہ اطالیہ سے چند میل شمال میں یہ پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔

لباس پہنے ہوئے تھیں کہ وہ کسی لشکر کا حصہ نہیں بلکہ مرمر کے بُت، الف لیلوی شہزادیاں اور زمینی خلد کی حوریں لگتی تھیں۔ لشکر کے اندر ان کے نہ ختم ہونے والے کھنکتے اور گونجتے قہقہے بلند ہو رہے تھے اور صلیبی سپاہی اپنے اردگرد مسلم چھاپہ ماروں کے ممکنہ حملہ پر نگاہ کم رکھے ہوئے تھے۔ اور ان عورتوں کی طرف زیادہ رغبت سے دیکھ رہے تھے۔

دوپہر کے قریب لوئیس نے جیافری کو حکم بھیجا کہ وہ کوہستان باباداغ کے اوپر قیام کرے تاکہ وہاں پڑاؤ کرکے وہ دشمن پر دُور دور تک نگاہ رکھ سکے۔ لوئیس کے حکم کی تعمیل میں جیافری اس پہاڑ کے اُوپر قیام کرنے لگا تھا کہ لشکر کی عورتوں نے دیکھا کہ پہاڑ کے نیچے قریب ہی ایک سرسبز اور شاداب وادی تھی جس کے اندر جنگلی بکروں اور بزغالوں کے گلے چرتے دکھائی دے رہے تھے۔ انہوں نے فوراً ملکہ ایلزے سے کہا کہ اس پہاڑ کی بلندی کے بجائے اس شاداب وادی میں قیام کرنا چاہیے۔ ایلز مان گئی کیونکہ وہ خود بھی اس وادی کو دیکھ چکی تھی جس کے اندر سے دف اور[1] طنبوروں کی لے پر کئی لوگوں کے مل کر گانے کی صدائیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ ایلزنے جیافری سے بات کی۔ وہ ملکہ کی بات مان گیا اور فوراً لشکر کو اس شاداب وادی کی طرف کوچ کا حکم دیدیا۔

سنان بھی اپنے لشکر کے ساتھ فرانسیسیوں کے مشرق میں ان کے پہلو بہ پہلو جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ جیافری اپنے لشکر کو لے کر اس پہاڑی سلسلے سے اُتر کر گہری نشیب کی طرف چلا گیا ہے۔ تو وہ فوراً اپنی کمین گاہوں سے نکلا اور پہاڑ کی اس چوٹی پر قابض ہو کر گھات میں بیٹھ گیا۔

لوئیس جب قریب پہنچا تو اس نے یہ جانا کہ پہاڑ کی بلندی پر جیافری اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکا ہے جبکہ جیافری اس نشیبی وادی میں پہنچ کر یہ سمجھ رہا تھا کہ وہاں لوئیس اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر چکا ہے۔ بہرحال سنان نے دونوں لشکروں کو ایک ناقابلِ تلافی غلط فہمی

[1] یہ انتظام مسلم چھاپہ ماروں نے کیا تھا تاکہ فرانسیسی لشکر پہاڑ کی چوٹی کے بجائے نشیب کی اس حسین وادی میں قیام کرے۔

میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس نشیبی اور شاداب وادی میں امن کا بربط بجا کر اس نے دشمن کے دونوں حصوں کو ایک دوسرے کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا تھا۔

لوئیس اپنے لشکر کے ساتھ جب اس کوہستان کے قریب آیا جس پر سنان قابض ہو چکا تھا تو سنان کے اشارے پر مسلم چھاپہ مار حرکت میں آئے اور پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے وہ نیچے اُترنے لگے تھے۔ لوئیس کا لشکر وہاں قیام کرنے کے لیے خیمے نصب کرنے لگا تھا کہ سنان اپنے لشکر کے ساتھ اپنی کمین گاہوں سے نکل کر کمان سے نکلنے والے کسی تیر کی سی تیزی اور کسی برہم و غصیلی کوہی آبجو کی طرح حملہ آور ہو گیا۔

صلیبیوں کے دل سنسنا اور جسم لرز اُٹھے تھے۔ مُسلمان اپنے رب اور رسولِ مدنیؐ کی درماں طلبی اور چارہ گری میں کچھ ایسے مستقیم و استوار ہو کر حملہ آور ہوئے تھے کہ انہوں نے فرانسیسیوں کے سارے عُجب اور گھمنڈ کو خاک میں مِلا دیا تھا۔ مسلم چھاپہ ماروں کے سامنے صلیبی یوں قتل ہونے لگے تھے جیسے ——— جیسے پت جھڑ کے موسم میں درختوں سے خشک و زرد پتے گرتے ہیں۔ پہاڑ کے دوسری طرف جیافری کو اس جنگ کی خبر نہ ہو سکی تھی۔

اپنے رب کی خوشنودی اور آرزو کی طلب میں مسلمان اپنے اپنے قرینے سے کچھ ایسے انداز میں لڑے تھے کہ انہوں نے جنگ کے اس میدان کو "اللہ اکبر" کی جاں فروشانہ صداؤں سے رزم گاہ کو گونجنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یوں گمان ہوتا تھا وہ سپیدۂ سحر بن کر دشمن پر چھا گئے ہوں سنان اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ لوئیس کے محافظ دستہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس نے بڑے زہریلے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے آن کی آن میں فرانس کے تیس نامور اُمرا کو جو محافظ دستے میں شامل تھے قتل کر دیا۔ فرانسیسی لشکر کا باقی حصّہ بھی مسلم چھاپہ مار مولی گاجر کی طرح کاٹ رہے تھے۔

سنان نے سارے فرانسیسی لشکر کو موت[۲] کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ صرف لوئیس اپنے

---

[۱] ماخوذ از کارزارِ صلیبیہ

[۲] مورخ آرچر اپنی کتاب کارزارِ صلیبیہ میں اس جنگ کے متعلق یوں لکھتا ہے "کروسیڈ

چند رفقاء کے ساتھ بھاگ کر جیافری کی طرف جانے میں کامیاب ہُوا تھا۔

سنان نے دریائے میانڈر کے کنارے شرف الدین موسیٰ، میسرہ اور اپنے ہزاروں جاں نثاروں کی شہادت اور نقصان کا کفارہ ادا کر دیا تھا۔ یہ ایک ایسی جنگ تھی جس کی وجہ سے اس میدان میں فرانسیسیوں کی ہڈیوں کے ڈھیر ایک عرصہ تک پڑے رہے۔

سنان فوراً حرکت میں آیا اور فرانسیسی لشکر کا رسد و خوراک کا سامان اس نے فوراً پہاڑی سلسلے کی غاروں اور کھوؤں میں رکھوا دیا اور خود وہ اس میدان سے نکل کر ایک لمبا کاوا کاٹنے کے بعد ان کم بلندی والی چٹانوں کے پیچھے آ کر گھات میں بیٹھ گیا جس کے دوسری طرف اس شاداب وادی میں جیافری اپنے لشکر کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

جیافری کے لشکر کی عورتیں ——— بے حجاب، بے عصمت اور بے عفتی کا پیکر عورتیں اپنے لشکر کے وسط میں بیٹھی دف و مردنگ بجا بجا کر اپنے سپاہیوں کا دِل بہلا رہی تھیں۔ فضا کی بے غبار روشنی میں اپنی نیتوں میں غلیظ فساد لیے اپنی ریشم و بلور جیسی پنڈلیاں اور رانیں ننگی کیے اور اپنے عریاں جسموں کی آگ سے اس برفانی سرزمین کے اندر چراغِ بزمِ تنہائی کی طرح صلیبیوں کی آنکھوں کو رعنائی اور جان کو سکون بخش رہی تھیں۔

جیافری بِدک کر اُٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہی سارا لشکر چونک سا پڑا۔ لوئیس جنگ میں بچ جانے والے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پہاڑی سلسلے سے نکل کر لشکر کے قریب آیا تھا۔ ان سب کی بُری حالت تھی اور ان کے لباس لہو لہان تھے۔ لوئیس سیدھا جیافری کے پاس آ کر اپنے گھوڑے سے اُترا اور غصّے میں تلملاتی آواز میں پوچھا۔

"جب مَیں نے تمہیں اس کوہستان کی بلندی پر قیام کرنے کو کہا تھا تو تم اس نشیب میں آ کر کیوں ٹھہر گئے ہو۔ تمہاری اس حماقت کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان چھاپہ مار اس کوہستان پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲) کے لیے یہ ایک مہلک صدمہ تھا اور فرانس کا پھول دمشق پہنچ کر کھلنے سے قبل ہی مرجھا گیا تھا۔"

قابض ہو کر اس پہاڑ کے دوسری طرف میرے لشکر پر حملہ آور ہو گئے ۔ ان کے لڑنے کا انداز ہمارے لیے نیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں اپنے ان چند ساتھیوں کے ساتھ بڑی مشکل سے بھاگ سکا ہوں باقی لشکر کو انہوں نے کاٹ کر رکھ دیا ہے ۔ قسم یسوعؑ کی ان کا سالار ایک طوفان تھا جو پیاسے صحرا کی مانند ہمارے لشکر کا خون پی گیا ——————

لوئیس کہتے کہتے خاموش ہو گیا اور بڑی بے چینی سے اپنے بائیں طرف دیکھنے لگا ۔

جیافری اور دوسرے فرانسیسی جرنیل بھی اس طرف گھبراہٹ میں دیکھنے لگے تھے ۔ انہوں نے دیکھا ان کے نزدیک ہی ایک قدرے کم بلندی والے پہاڑ پر سنان نمودار ہوا تھا ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا ۔ اس کے ایک ہاتھ میں اس کی خون آلودہ تلوار اور دوسرے ہاتھ میں نورالدین زنگی کا سیاہ عَلم تھا جس پر سفید ریشمی دھاگے سے کلمہ طیب لکھا ہوا تھا ۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے سنان نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی ۔ اس کا توانا گھوڑا اپنی دونوں ٹانگیں ہوا میں بلند کرتا ہوا اپنی پوری طغیانی اور سرکشی سے ہنہنایا اور ساتھ ہی صحرا کے تند طوفانوں جیسی سنان کی آواز سنائی دی ۔ اس نے تکبیر بلند کی تھی ۔ " اللہ اکبر "

فرانسیسی لشکر میں ایک کھلبلی سی مچ گئی تھی اور لشکر کی عورتیں یوں سہم گئی تھیں جیسے —————— جیسے اچانک دیوتاؤں کے رتھوں کی گھوڑیاں بدک گئی ہوں ۔ لوئیس نے جیافری کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی کپکپاتی اور لرزتی آواز میں کہا ۔

" قسم مریمؑ کی یہ مسلمان چھاپہ ماروں کا وہی جرنیل ہے جس نے میرے لشکر کو چند ساعتوں میں یوں اکھاڑ دیا تھا جیسے دستِ باغبان ننھے ننھے پودوں کی بیخ کنی کر دیتا ہے ۔ "

لوئیس نے بڑے تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔ " آہ ! کیسا قلب کافر رکھنے والا نیر شناس اور سحر کار جرنیل ہے جس نے میرے اس قدر عظیم لشکر کو اپنے طوفانی حملوں سے اُڑا کر رکھ دیا ۔ "

لوئیس خاموش ہو گیا اور بڑی بے دلی سے وہ سنان کی طرف دیکھنے لگا جس کا گھوڑا اس کے سامنے پہاڑ کی چوٹی پر کلیلیں کر رہا تھا اور سنان بار بار " اللہ اکبر " کی پُرشور صدائیں بلند کر رہا تھا ۔

قبل اس کے کہ فرانسیسی لشکر میں سے کوئی بولتا ۔ پہاڑ کے اوپر اپنے گھوڑے پر

سوار سنان کی آواز بلند ہوئی ۔ وہ فرانسیسیوں کو مخاطب کر کے بولا تھا ۔ اس نے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں عَلم بلند کر رکھا تھا ۔

" صلیبیو ! جہاں تک تم لوگ بڑھ چکے ہو وہیں اپنے قدم روک لو اور یورپ کو واپس چلے جاؤ ۔ یاد رکھو یہ مقدس سرزمین ہماری ہے ۔ اس میں ابھی تک ہمارے آبا کے راہروانوں کے نقشِ پا ہیں ۔ پھر بھلا یہ زمین ہم کیونکر تمہارے حوالے کر دیں اور سنو ! جوں جوں تم لوگ اسلامی مملکتوں کی طرف بڑھو گے ہم تمہارے راستے میں ایسے طوفان کھڑے کریں گے جو تم پر پت جھڑ کی طرح نازل ہوں گے ۔ "

سنان چند لمحے رکا پھر اس کی سرخوش و پُربہار آواز بلند ہوئی ۔ " بے نام و نسب قوم کے علمبردارو ! الملک للہ (یہ زمین اللہ کی ہے) اور اسی نے ہمیں اس پر اپنا نائب مقرر کیا ہے ۔ اگر تم دجل و دغا سے باز نہ آئے تو قسم ہمیں اپنے خالقِ لاشریک کی ہم اپنے ربّ و رسولؐ کے فیضان و صدقے میں ریگ ریگ پریشان صحرا اور دھنی ہوئی روئی کی طرح تمہیں اُڑا دیں گے ۔ قبل اس کے کہ ہم اس برفانی کوہستانوں کو دشتِ عدم سمجھ کر تمہارا مدفن و مرقد بنا دیں واپس لوٹ جاؤ ورنہ جوں جوں تم آگے بڑھو گے ہم تم پر لباسِ جوع و خوف اور تمہارے اعضاء کو تھکن سے چُور کرتے جائیں گے ۔ "

سنان خاموش ہو گیا اور پہلے کی طرح وہ وقفے وقفے سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرنے لگا تھا اور اس کا گھوڑا اپنے طوفانی انداز میں کلیلیں کرنے ، پتھریلی زمین پر بار بار ٹاپیں مارنے کے ساتھ ساتھ بُری طرح ہنہنا رہا تھا ۔ سنان کی صورت میں پہاڑ کے اوپر فرانسیسی ایک نئے طوفان کی آمد کا منظر دیکھ رہے تھے ۔

فرانسیسی جرنیل جیافری نے ایک جھٹکے سے اپنی تلوار بے نیام کر لی اور لوئیس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنی غراتی ہوئی آواز میں کہا ۔ اس مسلمان جرنیل کی یہ جرأت کہ یہ ہمارے سامنے پہاڑ پر کھڑے ہو کر ایسے جوشِ خطابت اور زورِ تخیل کے ساتھ ہمارے ساتھ ہم کلام ہو ۔ قسم یسوع مسیحؑ کی جب تک میں اس کا سر نہ کاٹ دوں واپس نہ لوٹوں گا ۔ اگر یہ پہاڑ سے اُتر کر بھاگ گیا تو اور بات ہے ۔ "

جیافری بھاگ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا اور اسے ایڑ لگا کر اس کوہستان کی طرف سرپٹ دوڑا دیا جس کے اُوپر سنان کھڑا تھا۔ جیافری کے پیچھے پیچھے ایک ہزار کے قریب نائٹ اور سکلین بھی گھوڑوں پر سوار اپنی تلواریں سونتے سنان کی طرف بڑھے تھے۔ لوئیس چلّا چلّا کر پکارنے لگا تھا۔

"رک جاؤ جیافری! رُک جاؤ! ایسے دشمن کے مقابلے میں یوں تنہا جانا اپنے آپ کو سخت ادلوں کے طوفانی تھپیڑوں کے حوالے کرنے کے مصداق ہے۔"

اس کوہستان کی طرف گھوڑا دوڑاتے ہوئے جیافری نے اپنی پوری آواز سے چلاتے ہوئے سنان کو مخاطب کیا۔

"اے بدبخت قوم کے کم ہمّت فرزند! اگر تم میں ہمّت ہے تو نیچے آ اور مجھ سے مقابلہ کر۔ پھر دیکھ ان سنگلاخ چٹانوں کے اندر میں تجھے کیسی بھیانک اور اندوہناک موت مارتا ہوں۔ اگر تو اپنے مذہب و ملّت کی محبّت کا جذبہ رکھتا ہے تو نیچے آ اور اگر تو نیچے آتے ہوئے خوفزدہ ہوتا ہے تو مجھے پکار میں اُوپر آکر تیرے ساتھ مقابلہ کرتا ہوں۔"

سنان کے گھوڑے نے کلیلیں کرنا اور ہنہنانا بند کر دیا تھا اور سنان کسی وحشی کی طرح اپنے نیچے دامن میں کھڑے جیافری کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ جیافری نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور اپنے قریب کھڑے ایک ہزار سے بھی زائد نائٹوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"میرے حلیف دہمدمو! تم سب پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ"۔ وہ نائٹ واپس مڑے اور دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ جیافری نے دیکھا سنان حرکت میں آیا تھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا علم زمین میں گاڑ دیا۔ ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں۔ گھوڑا اپنی اگلی ٹانگیں اُٹھا کر بُری طرح ہنہنایا اور اس کے ساتھ ہی سنان کی آواز طوفانی بازگشت کے ساتھ ان پہاڑوں کے اندر بلند ہوئی تھی شاید اس نے کسی کو پکار کر کہا تھا

"بَلِّغ بِمَا اُنزِل (پہنچا دو جو تم پر نازل کیا گیا)

آن کی آن میں سنان کے قریب پہاڑ کے اُوپر اَن گنت مسلمان چھاپہ مار نمودار ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں کڑی کمانیں تھیں جن پر انہوں نے تیر چڑھا کر انہیں کھینچ رکھا تھا اور

وہ اپنے سالار کے دوسرے حکم کے انتظار میں کوہستان کے اُوپر فرانسیسی لشکر کی طرف منہ کر کے کانسی در پیتل کے مضبوط مجسّموں کی طرح کھڑے ہو گئے تھے۔ سنان نے اپنے گھوڑے کا رُخ موڑ کر اسے ایڑ لگائی اور اس کا گھوڑا ہنہناتا ہُوا پہاڑ سے نیچے اُتر کر جیافری کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

کوہستان سے اُتر کر سنان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہُوا جیافری کے پاس آیا اور اپنی درائے کاروان جیسی خوش کُن آواز میں پوچھا۔

"اے صنم پرست انسان! کیا تم نے ہی مجھے مقابلے کے لیے پکارا ہے"۔ جیافری نے اپنی تڑپتی اور چیختی آواز میں کہا۔ "سن اے بوسیدہ سرزمینوں کے مکین! میرا نام جیافری ہے اور میں کوہستانوں سے گھری ہوئی اس وادی میں تمہارے دفاع کے سارے حصیر و حصار توڑ کر تمہاری عزّت و حرمت کو بے زمیں و زینت کر دوں گا۔

سنان نے ایک قہقہہ لگایا۔ ہولناک بھرپور قہقہہ جس کی تیز نوکیلی بازگشت فرانسیسی لشکر تک سنی گئی پھر اس نے جیافری سے کہا۔

"اے لوئیس کے مہربان و بے نظیر انسان! میرا نام سنان ہے۔ سنان بن علی میں تمہارے اندر چھپی ہوئی ساری بے اعتمادی، عُجب و گھمنڈ اور نزع و تکرار کے سارے بل کھول دوں گا۔ قسم ہے مجھے اپنے رب کی جس کے سامنے میں الغیاث والامان پکارتا ہوں۔ میں تمہیں کسی کم دِل شتربان کے خیمے کی مانند اُکھاڑ کر رکھ دوں گا۔ جیافری! یہ یورپ نہیں جہاں تمہارا مقابلہ فرشِ حریری پر لڑنے والی کسی خاتون سے ہوتا ہو گا۔ یہ شام کی سنگلاخ سرزمین ہے اور سنو میرے حملے تمہاری سرحد ادراک سے ماورا ہوں گے اور میں تمہیں ریشم کی مانند چیر اور بلور کی طرح توڑ دوں گا۔ ڈرو اس وقت سے جب تمہاری موت پر تمہارے لشکر میں یاس و غم کی لہر بکھر جائے گی اور تمہارے لشکری تمہارے سوگ میں آنسوؤں کے چراغ روشن کریں گے۔"

سنان خاموش ہو گیا۔ کیونکہ جیافری حملہ کرنے کے لیے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا چکا تھا۔ سنان کی گرفت اپنی ڈھال پر مضبوط ہو گئی تھی اور اس کی تلوار فضا میں بلند ہو کر چمکنے لگی تھی۔ جیافری نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور سنان پر حملہ کر دیا۔ سنان نے اس کا وار اپنی ڈھال پر لیا اور بچّوں کی طرح پچکارتے ہوئے اس نے جیافری سے طنزاً کہا۔ "کیسا حسین اور بچگانہ

وار ہے۔ پھر یکدم سنان سنجیدہ ہو کر بپھر گیا اور اپنی کھولتی ہوئی آواز میں اس نے جیافری سے کہا۔ "جیافری! اس میدان کے اندر میں تمہیں گدھوں اور کرگسوں کا رزق و کسوت بنا دوں گا"

پھر سنان نے تکبیر بلند کی، ایسے انداز میں گویا پہاڑی سلسلے کے اندر کوئی غیبی ندا گونج اُٹھی ہو اور اس کی تکبیر کے جواب میں کوہستان کے اُوپر کھڑے اس کے تیر اندازوں نے بھی اپنی پُرشور اور شوریدہ آواز میں "اللہ اکبر" کی صدائیں بلند کی تھیں۔ جیسے انہوں نے اپنے سالار کو اپنے اس عندیہ و ارادہ اور عزم و فیصلہ کا اشارہ دیا ہو کہ "اے ہمارے بالا و ارفع سالار! ہم تمہارے ساتھ ہیں"۔

سنان حملہ آور ہوا تھا۔ اپنے پورے افکار و حوادث کو جمع کر کے دِل پر خون اور ایثار و غنا کے ساتھ وہ نہایت خطرناک وار جیافری پر کرنے لگا تھا۔ دوسری طرف سنان کا گھوڑا بھی بپھر گیا تھا۔ اس کی موٹی ایالوں بھری گردن خوب خم کھا کر دوہری ہو گئی تھی اور وہ سنان کے اشاروں پر کام کرتے ہوئے جیافری کے گھوڑے پر چھانے لگا تھا۔ اس کے حملوں میں ایسی جودت اور نکھار تھا گویا وہ جیافری کے اصنام خیال کا فسوں توڑ کر سربستہ رازوں کا طلسم کھول دینے کے علاوہ کسی افسانۂ خونی کی ابتدا کرنے کا عزم کر چکا ہو۔

جیافری جو اس سے تھوڑی دیر قبل کبر و بطر کی افزوں و زیادتی کے ساتھ وکشادہ لہجے میں گفتگو کر رہا تھا۔ اب وہی جیافری سنان کی آنکھوں کے فسوں میں چمکتی ہوئی کسی درندے کی آنکھوں جیسی جلالی صورت اور خون کے تازہ نشانوں والی موت کی کئی صورتیں دیکھ کر رنجور و حزیں دکھائی دینے لگا تھا۔ وہ اب ساکت، خاموش، اداس اور ادھورا ادھورا دکھائی دے رہا تھا۔

شاید اس لیے کہ سنان کے حملوں کی تیزی اور سرگرمی بڑھتی جا رہی تھی۔ جیافری پر ایک خطرناک وار کرنے کے بعد سنان نے اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹایا۔ ایک مختصر سا چکر اس نے جیافری کے گرد لگایا۔ پھر اس نے اس زور سے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی کہ گھوڑا بُری طرح ہنہناتا ہوا سرپٹ دوڑا اور جیافری کے گھوڑے سے ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی سنان نے جیافری کے منہ پر ڈھال مارنے کے لیے لہرائی۔ جیافری نے اس حملہ سے بچنے کے لیے فوراً اپنی ڈھال

اپنے چہرے کے سامنے کر لی۔ سنان نے اس سنہری موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ اس کی ڈھال کی اوٹ میں سنان نے اپنی تلوار اس کے شانے پر گرائی اور سنان کی تلوار جیافری کو شانے سے پیٹ تک کاٹتی چلی گئی تھی۔

جیافری خون میں لت پت اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔ پہاڑ کے اُوپر کھڑے مُسلم تیر اندازوں نے اپنی جوان اور توانا آوازوں میں اللہ اکبر کی پُر عظمت صدائیں بلند کی تھیں۔ دُور اپنے لشکر کے اندر کھڑے لوئیس نے دیکھا۔ سنان جیافری کی لاش کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اس کی برہنہ خون آلود تلوار تھی اور پس منظر میں پہاڑ کے اُوپر گڑا ہوا نورالدین زنگی کا سیاہ پرچم تیز ہواؤں میں فرح بخش و شیریں انداز میں پھڑپھڑا رہا تھا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے سنان نے اپنے گھوڑے کو موڑ کر ایڑ لگائی اور اس کا گھوڑا ہنہناتا ہوا واپس دوڑ پڑا تھا۔

لوئیس نے بڑے دُکھ اور ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "اے نورالدین زنگی کے ہم نفس اور ہم دم! ——— کاش ——— کاش تیرے جیسا دردمند و جوہر شناس، موت کی آرزو اور طلب رکھنے والا مردِ حُر اور تقدیر کو اپنے سامنے مات کر دینے والا کوئی جرنیل میرے لشکر میں بھی ہوتا تو میں پُوری دُنیا کی تسخیر کا ارادہ کر چکا ہوتا۔

"آہ! جیافری! میں تمہیں عزل و ملامت نہیں کرتا لیکن اس عالی ہمم مسلم جرنیل نے سپیدۂ سحر بن کر تمہیں تاریکی جان کر ختم کر دیا ہے اور اس کے سامنے تیری ہر سعی ناکام گئی ہے۔ آج کا دن کیسا نامانوس و اجنبی اور بدبختی کا نمام و غماز ہے کہ اس دشت کے وحوش و طیور بھی سہم گئے ہیں۔ آہ! یہ کس خطا کی سزا ہے جس نے تیری آزادی اور سرفرازی کو تجھ سے چھین لیا ہے تو فرانس کا ایک گنج گوہر تھا۔ اب تیری اُمید و انتظار میں اس لشکر کے مغنّی نغمہ زن ہو کر اور ملول ہو کر سسکتے رہیں گے"۔

لوئیس خاموش ہو گیا۔ اس نے دیکھا پہاڑ کے اُوپر پہنچ کر سنان نے زمین میں گڑا ہوا سیاہ علم پھر اُٹھا لیا تھا اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار پہاڑ کے اُوپر کھڑا یوں لگ رہا تھا جیسے ——— جیسے کوہستانِ باباواغ کی سفید برف سے ڈھکی ہوئی اس چوٹی پر

خلا و ملا کے نشے اور اعتکاف کی لذت میں غرق کوئی فرشتہ کھڑا پہرہ دے رہا ہو۔

جلد ہی سنان اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ کے دوسری طرف تدریجی نشیبوں میں اُتر کر روپوش ہوگیا تھا۔ فرانسیسی جیافری کی لاش اُٹھا کر اپنے لشکر میں لے گئے تھے۔

فرانسیسی لشکر نے پھر جنوب کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا تھا۔ ان کوہستانوں کے اندر سے اب انہیں خون کی بُو آنے لگی تھی اور پھر سنان کا اپنے لشکر کے ساتھ پہاڑوں کے اندر روپوش ہو جانا ان کے لیے کسی آئندہ مصیبت کا پیش خیمہ تھا لہٰذا وہ بڑی احتیاط کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس بار انہوں نے اپنی خوراک اور رسد کا سامان درمیان میں رکھا اور لشکر کو اس کے چاروں طرف پھیلا کر سفر شروع کیا تھا۔ وہ بہت جلد کسی نہ کسی طرح اس پہاڑی سلسلے کے اندر سے نکل جانا چاہتے تھے۔ جہاں سنان اپنے لشکر کے ساتھ ان کے لیے ایک زخمی سانپ کی شکل اختیار کر گیا تھا اور بار بار انہیں ڈس لینے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ لیکن سنان بھی اپنے انداز میں سربستہ رازوں کا عرفان بن کر اپنے دشمن پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

فرانسیسی لشکر کی تعداد اب بھی اس قدر تھی کہ اسے شمار تک نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کوہستان سے باہر نکل کر مسلمانوں سے مقابلہ کریں جبکہ سنان پہاڑی سلسلے کے اندر ہی انہیں فیصلہ کن سبق دینے کا عزم کیے ہوئے تھا۔

اسی روز عشاء کے قریب جب کہ فرانسیسی لشکر ایک بلند پہاڑ کے اُوپر سے رات کو قیام کرنے کی خاطر ایک وسیع میدان میں اُتر رہا تھا بائیں طرف سے سنان اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور میدان میں جو فرانسیسی سپاہی اُتر چکے تھے ان پر حملہ آور ہو گیا۔

فرانسیسی لشکر میں ایک شور مچ گیا تھا۔ پچاس ہزار عورتوں کا لشکر خوف و ہراس میں بُری طرح بدک اُٹھا تھا۔ لوئیس نے پورے لشکر کو پہاڑ سے میدان میں اُتر کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کا حکم دے دیا تھا لیکن اس وقت تک سنان ہزاروں فرانسیسی سپاہیوں کو کاٹنے کے بعد دائیں طرف ایک بلند پہاڑ پر چڑھ گیا تھا۔ جبکہ فرانسیسی لشکر افراتفری

کے عالم میں گرتا پڑتا اس میدان میں اُتر چکا تھا جہاں سنان کے شب خون کے بعد چاروں طرف لاشیں بکھری پڑی تھیں اور خون کی تیز بُو ہوا میں بس چکی تھی۔

پھر میدان میں کھڑے فرانسیسی لشکر نے پہاڑوں کے اندر گونجتی ہوئی آواز سنی۔ پہاڑ کے اُوپر اپنے لشکر کے سامنے کھڑا سنان ان سے مخاطب ہوا تھا۔ اور اس نے کسی قہار جبار دیوِ استبداد کی طرح صلیبی لشکر کی طرف مُنہ کر کے عجیب سے رستگاری کے عالم میں کہا تھا۔

”ظلوم و جہول کے فرزندو! واپس لوٹ جاؤ۔ ابھی میں ایک معمولی اور گمنام سپاہی تمہارے خلاف برسرِ پیکار ہوں۔ یاد رکھو جب مشرق کا عظیم حکمران نورالدین زنگی اپنی تلوار سونت کر تمہارے خلاف اُٹھے گا تو قسم ہے مجھے رب الارباب کی تم اپنے لیے کوئی پناہ گاہ تلاش نہ کر سکو گے۔ واپس لوٹ جاؤ، اسی میں تمہاری بہتری، عزّت و حرمت ہے“۔

فرانسیسی لشکر پر مُردنی چھا گئی تھی۔ سنان کی آواز ان کی سماعت سے یوں ٹکرائی تھی گویا تہِ گرداب سے کسی رعد و شرر فشاں جیسی آواز نسلِ آدم کو ہراساں کر گئی ہو۔ قبل اس کے فرانسیسی سنان کے خلاف کوئی منتقمانہ کارروائی کرتے وہ کُن کی پُراسرار صداؤں جیسی آوازیں ان کی رُوح کے سِرِ نہاں تک خوف طاری کرنے کے بعد کسی غبار آلود ہیولے کی طرح شب کی تاریکی اور سناٹے میں روپوش ہو گیا تھا۔

لوئیس کئی روز تک اس پہاڑی سلسلے کے اندر بھٹکتا رہا اور سنان بڑے استحکام و استمراری اور استقامت و عزیمت کے ساتھ تنازع للبقا جان کر ان پر شب خون مارتا رہا۔ وہ رات کی تاریکی اور شب کے سناٹے میں ایک مرھکے عقاب کی طرح صلیبیوں کو نوچتا بکوٹتا رہا اور ان کے سنہرے خواب منتشر کر کے انہیں خستگی، دلگیری، شکستگی اور آلام کا مُژدہ سناتا رہا۔ یہاں تک کہ لوئیس اپنے لشکر کا اور زیادہ زیاں روکنے کی خاطر اطالیہ کی بندرگاہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا جہاں ایک رومن بحری بیڑہ جو اس کی مدد کے لیے آیا تھا اس کا منتظر کھڑا تھا۔

سنان کے حملوں سے لوئیس اس قدر بدحواس اور پریشان ہوا تھا کہ وہ فوراً رومیوں کے بحری جہازوں میں سوار ہو کر اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ انطاکیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جس رات لوئیس انطاکیہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ رات سنان نے اپنے لشکر کے ساتھ

انطاکیہ کی بندرگاہ سے پانچ میل مشرق میں کوہستانی غاروں کے اندر گزاری - اگلے روز وہ حالات کا جائزہ لینے کی خاطر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ رہا تھا کہ نیچے سے کسی نے اسے پکارا -

" یا امیر ! میں آپ کے لیے ایک اہم خبر لایا ہوں" ——

سنان نے جب مڑ کر دیکھا تو اس کے لشکر کا سب سے زیادہ آزمودہ کار اور جاں نثار جاسوس صلاح الدین کھڑا تھا - سنان بڑی تیزی سے پتھر پھلانگتا ہوا نیچے اُتر آیا اور صلاح الدین سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا - "کیا تم کوئی اہم اور سودمند خبر لائے ہو؟"

صلاح الدین نے بڑی عزت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے کہا -

" یا امیر ! لوئیس اپنے لشکر کے ساتھ رومنوں کے جہازوں میں بیٹھ کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہو گیا ہے - میرا خیال ہے وہ انطاکیہ میں کچھ عرصہ رُک کر آرام کرنے کے علاوہ وہاں سے ایک بھاری کمک حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے گا - اس لیے کہ انطاکیہ کا حکمران رمنڈ، لوئیس کی ملکہ ایلز کا چچا ہے اور ہمارے علاقوں پر کوئی فیصلہ کن دھاوا بولنے سے قبل وہ ضرور وہاں قیام کر کے کمک حاصل کرنے کی کوشش کرے گا - اب آپ کی طرف سے میرے لیے کیا حکم ہے ؟"

سنان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا - "تم بھی انطاکیہ روانہ ہو جاؤ اور پہلے کی طرح صلیبیوں کے اندر قیام کرو - ملکہ ایلز کے ساتھ اپنے تعلقات اسی طرح خوشگوار رکھو اس سے تمہیں بہت کچھ حاصل ہو گا - انطاکیہ میں قیام کے دوران تم یہ معلوم کرو کہ صلیبی وہاں سے نکل کر کس طرف کا رُخ کریں گے اور اس کے مطابق میں اپنا آئندہ جنگ کا لائحہ عمل تیار کروں گا -

صلاح الدین نے فکرمند لہجے میں کہا " لیکن ان کی خبریں میں آپ کو کہاں پہنچایا کروں گا کیا آپ اِن ہی کوہستانوں میں اپنا قیام رکھیں گے یا ——

سنان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا " جب تک صلیبی لشکر انطاکیہ میں ہے میں ان کے قریب ہی قیام کروں گا - سنو ! انطاکیہ شہر کے شمال میں ساحل سمندر پر ایک بہت بڑی اور وسیع چٹان کے اُوپر ایک کلیسا ہے - اس میں ایک راہب اور راہبہ رہتے ہیں - راہب کا نام امانوس اور راہبہ کا نام قبطہ ہے - یہ ایک حسین لڑکی ہے اور راہب کی بھتیجی

ہے - میں ایک بار ان کے پاس قیام کر چکا ہوں - وہ لڑکی اپنی مرضی سے راہبہ نہیں بنی کیونکہ اس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور کوئی دوسرا اس کا رشتہ دار نہیں ہے - لہذا اپنے راہب چچا کے پاس رہنے کے لیے مجبوراً وہ راہبہ ہو گئی - جب تک صلیبی انطاکیہ میں رُکے رہیں گے میرا قیام اس کلیسا میں ہو گا اور وہیں تم مجھے ان کے متعلق خبریں دیتے رہنا -

صلاح الدین نے فکرمند ہو کر پوچھا کیا اس کلیسا میں آپ کا قیام خطرناک نہ ہو گا اگر ان کو خبر ہو گئی کہ آپ نصرانی نہیں مسلمان ہیں تو وہ آپ کے خلاف سخت ترین کارروائی کریں گے -"

سنان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا - " تم فکرمند نہ ہو - میں انہیں اس سربستہ راز کی خبر نہ ہونے دوں گا - اب تم وقت ضائع کیے بغیر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ - اللہ تمہارا حامی و نگہبان ہو گا -"

صلاح الدین اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی روانہ ہو گیا - سنان نے احتیاطاً دو روز تک اس کوہستان کے اندر قیام کیا - تیسرے روز اس نے لشکر کو اپنے ایک ترک جرنیل کی سرکردگی میں شمال کی طرف اپنے اس مستقر کی جانب روانہ کر دیا جہاں ان کی رسد اور خوراک کا پڑاؤ تھا اور جہاں لشکر کے آرام کرنے کے لیے خیمے نصب تھے - خود وہ اپنے گلے میں مرقس کی وہی بھاری اور سنہری صلیب لٹکا کر انطاکیہ کے شمال میں امانوس اور قبطہ کے کلیسا کی طرف روانہ ہو گیا تھا -

ایک روز جب کہ ڈوبتے سورج کی قرمزی لہریں نیلگوں بحر میں اُٹھنے والے کسی ساز کے آہنگ کی طرح تشنہ موجوں سے بغلگیر اپنی سعی کو مشکور اور اپنی جہد کو ثمر آور بنانے کی کوشش کر رہی تھیں سنان اس میدان میں داخل ہوا جس کے اندر اس نے کبھی میسرہ سے مل کر اپنے باپ کے قاتلوں سے جنگ کی تھی - اس کے سامنے ذرا فاصلے پر کلیسا کی عمارت کسی پرانے اور بوسیدہ مینار کی طرح چپ اور خاموش کھڑی تھی - کلیسا کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی گندم اور جو کے کھیت پھیلے ہوئے تھے اور یہ سب کلیسا کی ملکیت

تھے۔ ایک دم سنان چونک پڑا اس نے دیکھا کھیتوں کی طرف سے حسین قبطہ آرہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ساق، بادیان اور سویا کے ڈنٹھل تھے۔ شاید وہ کلیسا کی وقف زمین کے کھیت دیکھنے کے بعد کلیسا کی طرف جارہی تھی۔ سنان نے اپنے گھوڑے کو اس کی طرف ایڑ لگاتے ہوئے اُسے پکارا "قبطہ! قبطہ!"

کلیسا کی طرف جاتے ہوئے قبطہ رُک گئی اور جب سنان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے قریب آیا تو اس نے بڑی حیرت اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ؟ آپ کہاں جارہے تھے؟"

سنان نے کلیسا میں قیام کرنے کی راہ ہموار و استوار کرنے کی خاطر قبطہ کو بڑے پیار سے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں صرف تمہیں ملنے انطاکیہ سے آیا ہوں" پھر اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔ میں اسے اپنے لیے ایک سعادت و فخر خیال کروں گا۔"

قبطہ کے چہرے پر گلکار خیالات کے ہجوم کا عکس نمایاں ہونے لگا تھا۔ پھر ——
پھر اس کے ہونٹ گلنار اور چہرہ گلابی ہو گیا۔ اس کی سانس کا ہر زیروبم بڑھنے لگا۔ پھر اس نے کسی عروسِ شنگول کی مانند اپنی بڑی بڑی آنکھوں کی جھالر نما بھاری پلکیں اُٹھا کر سنان کی طرف دیکھا۔ سنان بھی اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ قبطہ کے لب و رخسار پر سُرخی دوڑ گئی تھی۔ پھر اس نے بڑے طرب انگیز انداز میں اپنا نازک اور سرخ و حسین ہاتھ سنان کے سخت اور کھردرے ہاتھ میں دے دیا۔ سنان نے اسے شاہین کی طرح اُچک کر اپنے آگے گھوڑے پر بٹھا لیا اور گھوڑے کو کلیسا کے رُخ پر ایڑ لگا دی تھی۔

کلیسا کے سامنے آکر سنان نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ پہلے وہ خود نیچے کودا پھر قبطہ کو سہارا دے کر اس نے نیچے اتار لیا۔ قبطہ سنان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر زور زور سے کسی کو پکارنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کلیسا کے محافظوں میں سے ایک جوان بھاگتا ہوا آیا اور قبطہ نے سنان کے گھوڑے کی باگ اسے تھماتے ہوئے کہا۔ یہ کلیسا کے معزز مہمان ہیں۔ ان کا گھوڑا اصطبل میں لے جاؤ۔ محافظ نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور جس طرف سے آیا تھا اسی طرف چلا گیا۔

قبطہ سنان کو کلیسا کے مہمان خانے لے جانے کے بجائے اپنے ذاتی کمرے میں لے گئی تھی۔ سنان کو اپنے بستر پر بٹھانے کے بعد قبطہ نے لحنِ مغنی اور صوتِ ہزار جیسی اپنی آواز میں کہا۔ "آپ بیٹھیں میں آپ کے لیے کھانا لاتی ہوں۔"

سنان نے اسے روکتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا راہب عم امانوس کہاں ہے؟"

سنان کے آنے کی خوشی میں حسین قبطہ کسی دوشیزہ نورس اور عطر فشاں کی طرح ہو رہی تھی۔ اس نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرا عم امانوس روزمرہ کی ضروریات کا سامان خریدنے چند محافظوں کے ساتھ بستی کی طرف گیا ہوا ہے۔ بس آنے ہی والا ہوگا۔ وہ آپ کو بہت یاد کرتا ہے اور آپ کی شجاعت اور آپ کے لڑنے کے انداز کی اکثر تعریف کرتا رہتا ہے۔ جب بھی کلیسا کے مہمان خانے میں کوئی صلیبی آکر قیام کرتا ہے تو وہ ہمیشہ ان سے کہتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی نصرانی کو تلوار کے فن کا مظاہرہ کرتے دیکھا ہے اور اس کا نام سنان ہے۔ پھر وہ یمنی آہو کی طرح آوارہ خرام اور پیکرِ گل قبطہ مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس لوٹی اس نے ایک طشت میں کھانے کی کئی چیزیں بڑے قرینے سے جما رکھی تھیں اور طشت اس نے سنان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "پہلے کھانا کھالیں پھر آرام کریں۔ آپ تھکے ہوئے ہوں گے۔"

برق وش قبطہ سنان کی خدمت کرتے ہوئے گل و لالہ کی بساط کی طرح بچھی جا رہی تھی۔ سنان خاموشی سے کھانا کھانے لگا تھا اور قبطہ اس کے سامنے بیٹھ کر میٹھی میٹھی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی تھی۔

سنان جب کھانا کھا چکا تو قبطہ برتن اُٹھا کر باہر لے گئی۔ دوبارہ وہ سنان کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔ اتنے میں راہب امانوس بھی اس کمرے میں داخل ہوا۔ سنان کو دیکھ کر اس کے چہرے پر رونق و انبساط بکھر گئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر سنان سے مصافحہ کرنے کے بعد مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یقین تھا تم کبھی نہ کبھی اس کلیسا میں ضرور آؤ گے" پھر راہب نے سنان

کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
"کیا آج پھر تم اپنے کسی دشمن کی تلاش میں اِدھر آئے ہو یا کوئی اور ضرورت تمہیں اس کلیسا کی طرف کھینچ لائی ہے"۔ سنان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے دشمنوں سے انتقام لے چکا ہوں۔ اب میں فرانس کے حکمران لوئیس کے اس مقدس لشکر میں شامل ہو چکا ہوں، جو مسلمانوں سے جنگ کرنے یورپ سے آیا ہے"۔

راہب کی گردن جھک گئی، چند لمحات تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر گھٹی گھٹی سی آواز میں اس نے پوچھا "میں نے سنا ہے شمال کے برف پوش کوہستانوں کے اندر مسلم چھاپہ ماروں نے جرمنی اور فرانس دونوں کے لشکروں کو انتہائی ذلت آمیز شکست دی ہے کیا یہ سچ ہے؟"

سنان نے مصنوعی ندامت آمیز لہجے میں کہا۔ "ہاں یہ سچ ہے"۔

"کیا ایسے لشکر کو بھی شکست ہو سکتی ہے جس میں تم جیسے خونخوار اور کوہ شکن جوان شامل ہوں"۔

سنان نے کھل کر کہا۔ "ہمیں ان جوان اور حسین عورتوں کی وجہ سے شکست ہوئی ہے جو جرمن اور فرانسیسی لشکروں میں شامل ہیں اور بدکاری کے علاوہ کچھ نہیں کرتیں۔ راہب نے انتہائی مایوس کن لہجے میں کہا "اگر ایسا ہے تو یہ صلیب کی بدقسمتی ہے اور حرم کے پاسبان انہیں نوچ بھنبھوڑ ڈالیں گے"۔

راہب چند لمحوں تک خاموش رہا پھر اُٹھتا ہوا بولا۔ تم تھکے ہوئے لگتے ہو۔ میں کل دھوپ میں بیٹھ کر تم سے باتیں کروں گا۔ اب تم آرام کرو۔ قبطہ تمہارا لباس تبدیل کرا دیتی ہے"۔

راہب اور قبطہ دونوں اُٹھ کر باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد قبطہ واپس آئی اور ایک صاف ستھرا لباس سنان کی گود میں رکھتے ہوئے اس نے لذت پیرائی جیسی جاذب و پراثر آواز میں کہا۔ "آپ یہ کپڑے پہن لیں اور آرام کریں"۔

سنان نے اُٹھ کر لباس تبدیل کر لیا اور پھر وہ بستر میں گھس کر تھوڑی دیر بعد گہری نیند سو رہا تھا۔

دوسرے روز سنان بہت سویرے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا جس کمرے میں

وہ سویا ہوا تھا اسی کمرے میں حسین قبطہ بھی سوئی ہوئی تھی۔ کمرے میں جلتی ہوئی ننھی سی ایک مشعل کی روشنی میں قبطہ کا چہرہ پُرسکون اور پرفشاں تھا۔ سنان نے چند لمحوں تک اسے غور سے دیکھا۔ پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ باہر گھُپ اندھیرا تھا اور برسوں پرانے اس کلیسا کی عمارت اداس اور افسردہ کھڑی تھی۔

رات کی اس گلوگیر خاموشی میں سمندر کی مہیب موجیں ساحلی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر ارد گرد کے ماحول کو وحشت ناک بنا رہی تھیں۔ سنان کلیسا کی چٹانوں سے نیچے اُترا اور آہستہ آہستہ وہ سمندر کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

سمندر کے کنارے آ کر وہ ایک سیاہ چٹان پر بیٹھ گیا۔ کافی دیر تک وہ وہاں بیٹھ کر نہ جانے کیا سوچتا رہا اور اس کے سامنے نیلگوں بحر تیز ہوا کے تھپیڑوں سے جنگ کرتا ہوا کراہتا رہا۔ پھر کہکشاں ماند پڑنے لگی۔ دُور مشرق میں مینائے سحر چھلک گئی۔ سورج طلوع ہونے کے آثار دکھائی دینے لگے تھے اور شفق پوش ہیولے سمندر کی پنہائی اور پاتال تک اُتر گئے تھے۔ سمندری پرندے رزق کی تلاش میں پانی کے اوپر پرواز کرنے لگے تھے۔ اور سمندر کے کنارے بھوکے اور بدحال گیدڑ اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے لگے تھے۔

سنان اسی طرح چپ بیٹھا بوڑھے سمندر کی طرف دیکھ رہا تھا کہ خلوتِ تنہائی میں اسے اپنے قریب کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ چونکا اور جب اس نے مڑ کر دیکھا تو ——
تو مرمر و مرجان کا حریری پیکر قبطہ اس کے سامنے پتھر کے کسی نگاریں مجسمے کی طرح کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر حسنِ جواں سال کی رعنائی میں تحیر کی ایک دنیا آباد تھی۔ اس کے ہونٹ نیم وا تھے۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

سنان اس سیاہ چٹان سے اُٹھ کر قبطہ کی طرف بڑھا۔ اس دوران قبطہ کی سحر ریز آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ "آپ اس قدر سردی میں یہاں آ کر کیوں بیٹھ گئے ہیں؟"

سنان جب قبطہ کے قریب ہوا تو اس نے آگے بڑھ کر سنان کا سنگی اور پتھریلا ہاتھ اپنے نازک، ملائم اور گداز ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"آئیے واپس چلیں۔ میں جب اٹھی تو آپ کا بستر خالی تھا۔ میں نے وہاں کھڑے ہو کر

دیکھا آپ یہاں چٹان پر بیٹھے تھے ۔ میں آپ کے لیے پانی گرم ہونے کے لیے رکھ آئی ہوں، چل کر غسل کر لیجیے ۔ ساری تھکاوٹ جاتی رہے گی ۔"

قبطہ نے یوں سنان کا ہاتھ تھام لیا تھا جیسے وہ خوش شناسی کا کوئی نسخہ جان گئی ہو اور سنان کو وہ اپنا مقرب و حبیب بنا کر ابدی خوشی و سکون سے ہمکنار ہو جانا چاہتی ہو ۔ دور قدرت کے حسن تخلیق کے اعجاز میں منظر گہہ آفاق شفق کے قرمزی رنگوں میں ڈوب گئے تھے ۔ فضا خاموش اور ساکن تھی اور قبطہ سنان کا ہاتھ پکڑے کلیسا کی طرف لے جا رہی تھی ۔ مشرق سے سورج اپنا سر اٹھا کر زمین کو جھانکنے لگا تھا ۔

سنان کی چاہت میں حسین قبطہ نے اپنے آپ کو قطرے سے گہر بنا لیا تھا ۔ وہ صحرا کے اس فرزانہ ترین فرد اور اسلام کے اس جلیل و جمیل فرزند کو اپنا حبیب چن چکی تھی جو رزم گاہِ حق و باطل میں مسلم قوم کا ایک قلزم بلاخیز تھا ۔

سنان نے اس کے پاس چند یوم تک قیام کیا ۔ ایک روز دوپہر کے وقت جب کہ قبطہ اپنے کمرے میں سنان کے پاس بیٹھی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی، دروازے پر کسی نے دستک دی ۔ قبطہ اٹھی اور جب اس نے دروازہ کھول کر دیکھا تو سامنے کلیسا کا ایک محافظ کھڑا تھا ۔ قبطہ کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا ۔

"باہر انطاکیہ سے ایک سوار آیا ہے اور وہ اس کلیسا کے معزز مہمان سنان سے ملنا چاہتا ہے ۔"

سنان نے بھی یہ گفتگو سن لی تھی ۔ لہٰذا وہ بھی دروازے پر آیا اور محافظ سے پوچھا

"انطاکیہ سے آنے والا وہ جوان کہاں ہے ؟"

اس محافظ نے بڑی شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔" میں نے اس کا گھوڑا لے کر مہمان خانے میں بٹھانے کی انتہائی کوشش کی لیکن وہ اپنے گھوڑے پر سوار چٹانوں کے نیچے کھڑا ہے اور کہتا ہے میں بہت عجلت میں ہوں تم سنان کو وہیں بھیج دو ۔"

سنان نے قبطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔" میں اس سے مل کر ابھی آتا ہوں ۔"

قبطہ نے چونکتے ہوئے کہا ۔" کہیں یہ دھوکہ اور فریب نہ ہو اور آپ کا کوئی دشمن یوں آپ کو نیچے بلا کر آپ کو نقصان نہ پہنچانا چاہتا ہو ۔"

سنان نے قبطہ کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا ۔" میری تلوار میرے پاس ہے ۔ اگر ایسا حادثہ ہوا تو تم دیکھو گی ۔ میں اس سوار کی گردن کاٹ کر تمہارے پاس لوٹ آؤں گا ۔"

قبطہ مطمئن ہو گئی تھی اور سنان بڑی تیزی سے چٹانیں اتر کر نیچے میدان کی طرف بڑھنے لگا تھا ۔

سنان جب کلیسا کی چٹانوں سے نیچے آیا تو اس نے دیکھا وہاں اس کے لشکر کا جاسوس صلاح الدین اپنے گھوڑے پر سوار اس کا انتظار کر رہا تھا ۔ سنان کو دیکھتے ہی صلاح الدین احتراماً اپنے گھوڑے سے نیچے کود گیا ۔ سنان تیزی سے آگے بڑھا اور صلاح الدین سے مصافحہ کرنے کے بجائے اس نے اسے گلے لگا لیا تھا ۔ جب وہ علیحدہ ہوئے تو صلاح الدین نے کہا ۔

"یا امیر! میں آپ کے لیے ایک اہم اور فیصلہ کن خبر لایا ہوں ۔ فرانسیسی لشکر انطاکیہ سے بیت المقدس کی طرف کوچ کر گیا ہے ۔ گو اسے یہاں سے بھاری کمک کے علاوہ خورد و نوش کا سامان بھی کافی مل گیا ہے اس کے باوجود لوئیس انطاکیہ سے قبل از وقت اور دل برداشتہ ہو کر نکلا ہے ۔"

سنان نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا ۔" وہ یہاں سے کیوں دل برداشتہ گیا ہے" ۔ صلاح الدین نے ذو معنی انداز میں سنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔" اس کی ذمہ دار اس کی ملکہ ایلنر ہے ۔ آپ جانتے ہیں انطاکیہ کا حکمران ریمنڈ ملکہ ایلنر کا چچا ہے ۔ اور یہاں انطاکیہ میں قیام کے دوران اس بدکار ملکہ نے اپنے چچا سے بھی تعلقات[ل] استوار کر لیے تھے ۔ لوئیس کو اس کی خبر ہو گئی اور وہ اس پر

ل اکثر مورخین کا بیان ہے کہ لوئیس اور ریمنڈ میں بدمزگی کی وجہ ملکہ ایلنر کی روز افزوں بدکاریاں تھیں ۔ لوئیس کو ایلنر اور ریمنڈ کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہوا تھا ۔ جب لوئیس نے اس کا اظہار ایلنر پر کیا تو وہ ناراض ہو کر ریمنڈ کے پاس چلی گئی اور لوئیس سے طلاق لینے کی کوشش کی ۔ لوئیس اپنی اس توہین پر برافروختہ ہو گیا اور رات کے

برس پڑا۔ ایلز بھی گرم ہوگئی اور اس نے لوئیس سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ ناچار لوئیس نے ایلز کو ریمنڈ کے محل سے زبردستی اٹھوا لیا اور اب وہ اسے لے کر بیت المقدس کی طرف کوچ کر چکا ہے۔

سنان خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ صلاح الدین نے پھر پوچھا۔ "یا امیر! میرے لیے اب کیا حکم ہے"۔

سنان نے چونکتے ہوئے کہا: "ہم دونوں کا کام اب ختم ہو چکا ہے۔ ہم دونوں ابھی یہاں سے اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوں گے۔ تم سلطان مسعود کے لشکر کو لے کر قونیہ کی طرف کوچ کر جانا اور میں اپنے لشکر کے ساتھ حلب کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور سنو! تم وہیں رک کر میرا انتظار کرو۔ میں اوپر جا کر اپنے میزبانوں سے اجازت لیتا ہوں"۔

پھر سنان نے اپنے گلے میں لٹکتی صلیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "میں نے اس کلیسا کے راہب کو یہی تاثر دے رکھا ہے کہ میں نصرانی ہوں اور لوئیس کے لشکر کا ایک سپاہی ہوں۔ انہیں اندھیرے میں رکھنے کی خاطر ہم دونوں یہاں سے پہلے انطاکیہ کی طرف روانہ ہوں گے اور پھر ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر ایک لمبا کاوا کاٹنے کے بعد ہم اپنے شمالی پڑاؤ کی طرف کوچ کر جائیں گے"۔ صلاح الدین وہیں کھڑا رہا جب کہ سنان مڑ کر کلیسا کی طرف چلا گیا تھا۔

سنان اوپر آیا۔ قبطہ اسی طرح اپنے کمرے سے باہر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی اور اس کے پاس کلیسا کا محافظ بھی کھڑا ہوا تھا۔ سنان دونوں کے قریب آیا اور محافظ سے کہا: "میرا گھوڑا تیار کر کے فوراً یہاں لے آؤ"۔

پھر اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا: "قبطہ! تم میرے ساتھ آؤ"۔

محافظ اصطبل کی طرف چلا گیا۔ قبطہ کچھ کچھ بدحواس ہوگئی تھی تاہم وہ اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں چلی گئی۔ کمرے کے وسط میں سنان اچانک مڑا اور قبطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "قبطہ! میں تم سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ فرانسیسی لشکر بیت المقدس

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۵۹) وقت ایلز کو ریمنڈ کے محل سے اٹھوا کر بیت المقدس کی طرف کوچ کر گیا۔

کی طرف روانہ ہو رہا ہے اور میں یہاں سے کوچ کر کے لشکر میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

قبطہ کا دمکتا حسین چہرہ ایک دم کافور ہو گیا۔ اس پہ وحشت اور افسردگی کے افشاں شعلے برسنے لگے تھے۔ وہ اپنے آپ کو ایک عجیب ضیق اور تکلیف میں محسوس کرنے لگی تھی۔ اس کی حالت اس پہ دزدیدہ طائر کی سی تھی جس کے پر کاٹنے کے بعد اسے آہنی قفس میں محبوس کر دیا جائے۔ چند لمحوں تک وہ عجیب طرح سے سنان کو دیکھتی ہوئی اپنی ناصبوری و غیوری، آزردگی و برگشتگی اور دل پہ طاری ہونے والے عذابِ جاوید پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر اس نے ٹوٹتی ہوئی آواز میں کہا۔

"سنان! میں تمہیں اس مقدس جنگ میں شامل ہونے سے نہیں روکتی لیکن یاد رکھو یہ جسم گو مظہرِ خاک ہے لیکن اپنے خالق کی طرح اس کی روح غیر فانی ہے۔ میں تمہاری واپسی تک تمہارا انتظار کروں گی۔ اگر میں مر بھی گئی تو میری روح ابد تک تمہاری منتظر رہے گی۔ تم میری زندگی میں آفاق کا ایک شعل بردار بن کر داخل ہوئے ہو اور تم جیسے رفیق اور دمساز کے بغیر یہ دنیا میرے لیے ایک تاریک نوا خانہ ثابت ہوگی"۔ پھر اس نے سنان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ جنگ سے فارغ ہو کر تم سیدھے میرے پاس آؤ گے"۔

سنان نے بڑی ہمدردی سے کہا۔

"میں ضرور لوٹ کر تمہارے پاس آؤں گا۔ راہب امانوس کہاں ہے۔ میں کوچ سے قبل اس سے ملنا چاہتا ہوں"۔

قبطہ نے بیزار سے لہجے میں کہا۔

"وہ کسی جھگڑے کا فیصلہ کرنے ساتھ والی بستی میں گیا ہوا ہے۔ میں اس سے تمہاری طرف سے مل کر نہ جانے کی معذرت طلب کر لوں گی"۔

کلیسا کا محافظ سنان کا گھوڑا لے آیا تھا۔ سنان اور قبطہ باہر آئے۔ سنان نے ایک الوداعی نگاہ قبطہ پر ڈالی۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نیچے اتر گیا تھا۔ قبطہ ایک اونچے پتھر

پر کھڑی ہو کر اسے دُور جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ جب وہ انطاکیہ کی طرف صلاح الدین کے ساتھ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سوتا پھوٹ پڑا اور وہ سسکیاں اور ہچکیاں لیتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

آہ! بیچاری سنان سے محبت کے آسیب اور گزند میں جو مبتلا ہو گئی تھی۔ اسے کیا خبر تھی ایسے مجاہد تو ایک ہیولہ ہوتے ہیں جنہیں صرف کسی آفاقی منظر کی طرح دیکھا جا سکتا ہے جب کہ ان سے ہم کناری اک کار دارد اور سراب ہے۔

ایک روز جب کہ سُورج مغربی اُفق کی خُونی فناگاہوں کی طرف جُھک گیا تھا سنان اپنے لشکر کے ساتھ حلب میں داخل ہو رہا تھا وہ اپنے لشکر کے آگے آگے تھا۔ شہر کے دروازے میں داخل ہوتے وقت اس کی گردن جھک گئی اور اس نے کمال رقت سے کہا۔

"میرے اللہ! تیرا احسان ہے کہ جس مقصد کے لیے میرا انتخاب کیا گیا تھا اس میں تُو نے مجھے کامیاب و کامران رکھا" ———

سنان کہتے کہتے رُک گیا اور اس نے چونک کر اپنے گھوڑے سے چھلانگ دی۔ اس نے دیکھا لشکر کے استقبال اور پذیرائی کے لیے سامنے نور الدّین کھڑا تھا۔ اس کے بائیں طرف اس کے سب شیر اور دائیں طرف عالمِ اسلام کا بطلِ عظیم اور نور الدّین کا جرنیل شیرکوہ تھا۔

سب نے آگے بڑھ کر سنان سے مصافحہ کیا اور فوز و فتح کی مبارک باد دی۔ پھر نور الدّین نے سنان کے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اے مردِ بے باک و برقِ عاطف! نُور الدّین اور اس کے رفقاء ہی تمہاری تکریم نہیں کرتے بلکہ اس شہر کے در و بام بھی تجھے اھلاً و سہلاً کہتے ہیں۔ اب شیرکوہ کی طرح تم بھی میرے ان جرنیلوں میں شامل ہو چکے ہو جنہیں مَیں اپنا بازو اور اپنے لشکر کا سب سے کڑا اور بے خطا تیر سمجھتا ہوں۔ جس طرح تم گھوڑے پر سوار تھے۔ ویسے ہی اس پر دوبارہ سوار ہو جاؤ۔ اور مَیں تمہارے گھوڑے کی باگ پکڑ کر تمہارے ساتھ چلوں گا" ———

سنان نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا۔ "میرے لیے یہی سب سے بڑی سعادت اور

انعام ہے کہ میں آپ کے پہلو بہ پہلو شہر کے گلی کوچوں میں پیدل چلوں - مجھے اس سعادت سے محروم نہ کیجئے"۔

نور الدین خاموش رہا اور سنان کا ہاتھ پکڑ کر وہ آگے بڑھنے لگا تھا - شہر کے لوگ کیا مرد کیا عورتیں بڑے والہانہ و فدایانہ انداز میں اپنے لشکر کا استقبال کر رہے تھے - نور الدین نے چلتے چلتے پھر سنان سے کہا -

"اے رفیق و دمساز! تمہاری کارگزاری کے ایک ایک پل اور لمحے کی اطلاعات میرے پاس پہنچتی رہی ہیں - تمہارے ساتھ پہلی ملاقات میں تمہارے چہرے پر میں نے جو خوابیدہ ارادے اور عزم جوان کی تحریریں پڑھی تھیں تم نے صلیبیوں کے لیے روزِ بد اور مرگ مبرم بن کر ثابت کر دیا ہے کہ صلیبی طوفان کے سامنے تمہارا انتخاب میرا غلط فیصلہ نہ تھا - اللہ تمہیں استطاعت دے کہ تم آنے والے پُر آشوب دور میں جذب و قبول کا مبداء و سرچشمہ بن کر اسلام کے دشمنوں کے روم روم میں اضطراب کی لہر اور ان کی رگ رگ میں آتش بے دود کا شعلہ بن کر ابھر جاؤ"۔

سنان کوئی جواب نہ دے سکا تھا - وہ عالم اسلام کے اس عظیم حکمران کو صرف ممنونیت و احسانمندی سے دیکھتا رہ گیا تھا - اسی حالت میں لشکر چلتا ہوا اپنے مستقر میں پہنچ گیا - جہاں نور الدین اور شیرکوہ اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر لشکر کے کھانے اور آرام کا بندوبست کرنے لگے تھے -

قسطونہ اور نوفل مطبخ میں بیٹھے رات کے کھانے کی تیاری کر رہے تھے - باہر تیز طوفان چل رہا تھا اور جاڑے کی مہیب طوفانی ہوائیں دور دور تک ریت کو اڑاتی ہوئیں ہلاکت خیزی کا سماں باندھ رہی تھیں - نوفل اور قسطونہ دونوں اداس تھے، نہ جانے کیوں؛ باہر صحن میں جلتی ہوئی مشعلیں تیز طوفان میں بجھ گئی تھیں اور پُر ہول صحرا کی طرح گھر کا صحن بھی گہری تاریکی میں ڈوب گیا تھا - اس چیختے چنگھاڑتے طوفانی تھپیڑوں کے اندر نوفل کی آواز گونجی وہ قسطونہ سے مخاطب ہو کر بولا تھا -

"بیٹی! جنگ میں حصہ لینے والے بستی کے تقریباً سبھی جوان لوٹ آئے ہیں سوائے

ان کے جو جنگ میں شہید ہو چکے ہیں - پھر کیا بات ہے سنان کیوں نہیں آیا - میں نے جس سے بھی پوچھا وہ یہی کہتا ہے کہ اسے نور الدین نے اپنے پاس روک رکھا ہے - نہ جانے کیا بات ہے ان کے اس جواب سے میں مطمئن نہیں ہوتا -

قسطونہ بچاری جل بجھی شمع کی طرح حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی - اس کے لال گلاب جیسے چہرے پر مریضانہ خستگی چھا گئی تھی - چند لمحوں تک وہ ساکت و جامد اور تصویر حزن و مجبور سی بن کر نوفل کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کی محبوس فغاں جیسی ناشاد و پُر اسرار آواز طوفانی شور کے اندر ابھری "وہ کسی ضروری کام کے سلسلے میں رک گئے ہوں گے - ورنہ ابھی تک وہ آ چکے ہوتے، میں جانتی ہوں" ــــــــ

قسطونہ خاموش ہو گئی اور کچھ سننے کی کوشش کرنے لگی - نوفل کے کان بھی کھڑے ہو گئے تھے اور اس نے چونکتے ہوئے کہا "یوں لگتا ہے جیسے اس تیز اور مہیب طوفان میں ہمارے گھر کے دروازے پر کسی نے دستک دی ہو - میری بیٹی! کیا یہ سنان نہیں ہو سکتا اگر ایسا ہے تو خالقِ وقت اسیرِ صبح و شام نہیں اور اس نے ہماری التجا و دعا سن لی ہے"۔

قسطونہ کے چہرے پر نکہت وضو پاشی سی ہو گئی تھی - تھوڑی دیر قبل وہ جس آسیب و گزند میں مبتلا تھی اب اس کی جگہ اس کے چہرے پر طراوتِ گل اور انار کے رس جیسی تازگی طاری ہو گئی تھی - وہ اٹھی اور مطبخ کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے کہا -

"میں دیکھتی ہوں کون آیا ہے -"

قسطونہ نے جب دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا اس کے سامنے سنان اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا اور تیز طوفان میں قسطونہ کی مدہوش و طربناک اور نغمات سے بھرپور آواز ابھری - "آپ؟" ــــــــ

اس سے آگے وہ بچاری کچھ نہ کہہ سکی اور دروازے سے ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی - سنان جب اندر داخل ہوا تو قسطونہ نے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا -

"لائیے میں اسے اصطبل میں باندھتی ہوں" سنان نے قسطونہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی چاہت سے کہا "نہیں یہ تمہارا کام نہیں ہے میں خود گھوڑے کو اصطبل

میں باندھتا ہوں"۔

اتنے میں حویلی کے اندر سے نوفل نکلا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہُوا وہ ان دونوں کی طرف بڑھا۔ وہ پہلے وہ سنان سے بغلگیر ہُوا پھر وہ خود گھوڑے کی باگ پکڑ کر اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔

قسطونہ نے سنان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "آیئے اندر چلیں" اور سنان چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔

قسطونہ سنان کا ہاتھ پکڑے اسے اس کمرے میں لائی جو اس کی اپنی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ کمرے میں جلتی ہوئی مشعل کی روشنی میں سنان نے دیکھا قسطونہ اس وقت اوس میں بھیگا ہُوا برگِ گل تر سے زیادہ حسین اور سمن و سنبل و ریحان سے کہیں زیادہ رنگ و نکہت آفریں لگ رہی تھی۔ سنان کو اپنے بستر پر بٹھانے کے بعد اس نے ایک کافرانہ ادا کے ساتھ کسی مہوش کی پائل اور ——— اور اونٹوں کی پُر خواب گھنٹیوں جیسی آواز میں کہا۔

"آپ بیٹھیں میں کھانا لاتی ہوں"۔ پھر وہ سنان کے جواب کا انتظار کیے بغیر کسی بنتِ مہتاب کی طرح طغیانِ نشاط میں کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

قسطونہ کے مطبخ کی طرف جانے کے بعد نوفل کمرے میں داخل ہُوا اور اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے اتنے دن لگا دیئے بیٹا! بستی کے دوسرے جوان جنہوں نے تمہارے ساتھ جنگ میں حصہ لیا کئی روز ہوئے لوٹ چکے ہیں۔ میں اور قسطونہ ہر روز تمہارا انتظار کرتے تھے۔ آخر تم نے اتنے روز حلب میں کیوں گزار دیئے"۔

سنان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے نور الدّین نے روک لیا تھا۔ وہ تو مجھے اب بھی نہ آنے دے رہے تھے۔ انہوں نے مجھے صرف دو یوم یہاں گزارنے کی اجازت دی ہے۔ میں صرف تمہیں اور قسطونہ کو اپنے ساتھ حلب لے جانے کے لیے آیا ہوں۔ وہاں رہنے کے لیے مجھے ایک وسیع حویلی مل گئی ہے جو نور الدّین کے ایوان کے قریب ہی ہے۔ نور الدّین

نے امن میں مجھے اپنے محافظ دستے کا کماندار اور جنگ میں اپنے مقدمۃ الجیش کا سالارِ اعلیٰ مقرر کیا ہے اور حلب کے حکمران کی طرف سے میرے لیے یہ سب سے بڑی خلعت اور عطیہ ہے"۔

نوفل نے کچھ سوچتے ہوئے سنان سے کہا۔ "سنان میں ایک اہم موضوع پر تم سے بات کرنا چاہتا ہوں"۔

سنان نے بڑی انکساری سے کہا۔ "کہہ لو جو کہنا ہے"

نوفل نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہاری واپسی ہی کا انتظار تھا۔ میں چاہتا ہوں حلب روانہ ہونے سے قبل تم قسطونہ سے شادی کر لو۔ اگر تم دونوں میاں بیوی کی حیثیت میں یہاں سے کوچ کرو تو وہ لمحہ میرے لیے فرط و انبساط کا ہوگا" ———

نوفل خاموش ہو گیا، کیونکہ قسطونہ کمرے میں داخل ہوئی تھی لیکن وہ نوفل اور سنان کی گفتگو سن چکی تھی اور جب وہ فرش پر سنان کے سامنے چٹائی بچھانے لگی تو سنان نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اپنی زیست کی نئی اور فرحت بخش نوید سننے کے بعد اس کے عارضِ نورین پر یوں شرم کی سرخی لہرا گئی تھی جیسے ——— جیسے دھنک پر بدلیاں تیر گئی ہوں اور اس کی آنکھیں شرم و خوشی میں ایسی لگ رہی تھیں گویا اس کی نیلمی آنکھوں میں گوہر و الماس و نیلم کے ڈھیر لگ گئے ہوں۔

چٹائی بچھا کر قسطونہ باہر نکل گئی اور دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہو کر وہ دونوں کی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ نوفل نے پھر کہنا شروع کیا۔

"سنان! میں چاہتا ہوں کل تمہاری قسطونہ سے شادی ہو جائے اور پرسوں ہم دونوں تمہارے ساتھ حلب روانہ ہو جائیں"۔

سنان نے اپنی خوشی کو چھپاتے ہوئے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تم جب چاہو شادی کا بندوبست کر لو۔ لیکن اس سلسلے میں قسطونہ سے بھی بات کر لو"۔

نوفل نے بڑے وثوق و اعتماد سے کہا۔ "اس سے میں پہلے ہی اس سلسلے میں بات کر چکا ہوں"۔ نوفل کے اس جواب پر دروازے کے پاس کھڑی قسطونہ کا مجسم احساس کے گوناگوں بوجھ تلے انگور کی نازک بیل اور شاخِ زریں کی طرح یوں کپکپانے لگا تھا جیسے بادِ باراں

کے تیز طوفان میں نازک ٹہنیاں جھومنے لگتی ہیں۔ خوشیاں عدم کی ساری مسافتیں طے کر کے اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھیں اور اس کے رگ وپے میں نئی زندگی کی ایک انوکھی سنسنی اور لہر دوڑ گئی تھی۔ اپنے آپ میں ڈوبی ہوئی وہ مطبخ کی طرف چلی گئی تھی۔ وہاں سے کھانے کے برتن نکال کر اس نے چٹائی پر لگائے اور تینوں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔ باہر اسی طرح تیز اور مہیب طوفان چل رہا تھا۔

دوسرے روز بڑی سادگی کے ساتھ سنان اور قسطونہ کی شادی ہو گئی تھی۔ اس روز وہ سارا دن مصروف رہا۔ اپنی زمین اور باغات کی دیکھ بھال بستی کے چند لوگوں کے ذمہ کر دی تھی۔ اپنا اونٹ اس نے ایک بیوہ کے لڑکے کو دے دیا تھا اور مکان کی دیکھ بھال کے لیے بھی اس نے اپنے ہمسایوں سے بات کر لی تھی۔ سوق الغرب کے بازار سے نوفل اور قسطونہ کے لیے اس نے دو اچھی نسل کے گھوڑے بھی خرید کیے تھے۔ تیسرے روز صبح سویرے ہی وہ قسطونہ اور نوفل کے ساتھ حلب کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

دوسرے روز وہ حلب میں داخل ہوئے اور سنان ان دونوں کو لے کر نور الدّین کے ایوان کے قریب ہی ایک حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کی عمارت گو اتنی بڑی نہ تھی لیکن صحن کافی کھلا تھا۔ دائیں طرف پختہ اینٹوں سے بنا ہوا چھوٹا سا ایک اصطبل تھا اور حویلی کے بائیں طرف اور عقب میں پھل دار درختوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جس نے حویلی کے گرد ایک ہالہ اور حلقہ سا بنا رکھا تھا۔

نوفل تینوں گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا اور سنان قسطونہ کو اندرونی حصّہ دکھانے لگا تھا۔ سارے کمروں میں گھوم کر وہ دونوں جب مطبخ میں آئے تو سنان نے پوچھا۔

"حویلی کیسی ہے؟"

قسطونہ نے شرماتے اور لجاتے ہوئے کہا۔ "اچھی ہے"۔

پھر اس نے مسکرا کر شرارت سے کہا۔ "نہیں بلکہ بہت ہی اچھی ہے"

سنان نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "تو پھر تم آرام کرو، میں آتا ہوں"۔

قسطونہ نے سنان کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکلتے ہوئے کہا "تو آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"میں نوفل کے ساتھ بازار جا کر کھانے کا سامان خرید لاؤں"۔

قسطونہ نے پھر کہا۔ "جلدی آجائیے"۔

سنان نے اصطبل کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "میں دیر نہیں لگاؤں گا"۔

سنان نوفل کو لے کر بازار چلا گیا اور قسطونہ حویلی کی صفائی کرنے لگی تھی۔

فرانس کا حکمران لوئیس اپنے لشکر کے ساتھ سیدھا یروشلم[۱] پہنچا۔ نصرانیوں نے اس کی آمد پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔ چند ہی ہفتوں بعد جرمنی کا حکمران کانرڈ بھی قسطنطینیہ سے ایک بھاری کمک حاصل کرنے کے بعد سمندر کے راستے بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ عکہ کی بندرگاہ پر اترا اور وہاں سے یروشلم کی طرف روانہ ہو گیا۔

یروشلم میں دونوں بادشاہ ایک دوسرے سے گلے ملے اور توبہ استغفار کرنے کے بعد انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کا عہد کیا۔ ان دنوں یروشلم کا حکمران بالڈون ثالث تھا۔ وہ شروع دن سے ہی یروشلم کی سلطنت کو وسیع کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اب اس نے جو فرانس اور جرمنی کے حکمرانوں کو بھی اپنی پشت پر دیکھا تو اس کا دماغ اور زیادہ خراب ہو گیا اور ملک گیری کی ہوس بھی بڑھ گئی۔ تینوں بادشاہوں نے ایک مجلسِ مشاورت منعقد کی جس میں یہ طے پایا کہ سب سے پہلے دمشق پر حملہ کیا جائے۔ لہٰذا اپنی تیاری مکمل کر لینے کے بعد تینوں بادشاہوں کا متحدہ لشکر ایک طوفان کی شکل میں دمشق[۲] کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

---

[۱] یروشلم پر ان دنوں عیسائیوں کی حکومت تھی۔

[۲] اس دور میں دمشق ایک خود مختار شہر تھا اور خاندانِ بوریں کا آخری حکمران مجیر الدّین شہر کا حاکم تھا۔ اس خاندان کا بانی الپ ارسلان سلجوقی کا ایک جرنیل سیف الاسلام ظہیر الدّین طغتگین تھا۔ وہ ۴۹۷ھ میں دمشق کا والی مقرر ہوا لیکن الپ ارسلان کے نااہل جانشینوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے اپنی خود مختار اور آزاد حکومت کا اعلان کر دیا تھا۔ تب سے دمشق اور اس کے گرد و نواح کا وسیع

تین مملکتوں کا ایک منظم، پُرجوش اور ناقابلِ شمار لشکر طوفان کی طرح مسلمان علاقوں میں یلغار کرتا ہوا ربیع الثانی ۵۴۳ھ کے آغاز میں دمشق کے سامنے پہنچ گیا۔ دمشق شہر کے تین اطراف میں مٹی کی مضبوط فصیل تھی جب کہ چوتھی جانب اس قدر گھنے اور گنجان باغات کا سلسلہ تھا کہ کوئی بڑا لشکر اس سے آسانی کے ساتھ گزر نہ سکتا تھا۔ صلیبیوں نے اسی طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا اور وقت ضائع کیے بغیر شہر پر طوفانی حملے شروع کر دیئے تھے۔

دمشق شہر کا حاکم مجیر الدّین ایک نااہل اور نالائق ترین انسان تھا۔ اس کے بس میں ہوتا تو شہر پہلے روز ہی نصرانیوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا لیکن اس کا وزیر معین الدّین ایک زیرک اور پُرخلوص انسان تھا اور اس نے دمشق کے پرجوش عوام اور علماء کی مدد سے صلیبی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

کئی روز تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی اور اس جنگ میں دمشق کے شیخ عبدالرحمٰن حلحولؒ اور فقیہہ امام یوسف فندلاوی کے علاوہ بہت سے علماء کرام صلیبیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ امام یوسف بے حد لاغر اور کبیر سن تھے۔ معین الدّین نے انہیں جنگ میں حصّہ لینے سے روکا بھی لیکن وہ قرآنِ کریم کی یہ آیت اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا مال اور ان کی جانیں جنّت کے عوض خرید لی ہیں) پڑھتے ہوئے دشمن کی سپاہ کے اندر گھس گئے اور کئی صلیبیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد شہید ہو گئے۔

صلیبی لشکر کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ اس کا شمار تک بھی ناممکن تھا۔ لہٰذا دمشق کے مٹھی بھر مسلمان ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور شہر پر دشمن کا دباؤ بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ صلیبی گھنے اور گنجان باغات سے نکل کر شہر سے متصل میدان اخضر میں داخل ہو گئے تھے۔ اب شہر ان کے سامنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۹) علاقہ ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے چلا آ رہا تھا اور اس خاندان کا آخری حکمران مجیر الدّین جو طغتگین کی اولاد میں سے ایک شخص جمال الدین محمد کا بیٹا تھا سخت نااہل اور نالائق و خودسر تھا۔

تھا اور وہ سنگ باری کر کے کسی وقت بھی اس پر قبضہ کر سکتے تھے۔

معین الدّین کے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ کسی مُسلمان حکمران کو اپنی مدد کے لیے آواز دے۔ لہٰذا اس نے دمشق سے تیز رفتار قاصد روانہ کیے اور اپنی مدد کے لیے نورالدّین اور اس کے بڑے بھائی سیف الدّین والی موصل کو مدد کے لیے پکارا۔ وہ قاصد جو اپنی آنکھوں سے دمشق شہر سے باہر آگ اور خون کا بھیانک کھیل دیکھ چکے تھے۔ طوفانی بگولوں کی مانند اُڑتے ہوئے موصل اور حلب کی طرف بڑھ رہے تھے۔

سنان بھاگتا ہُوا اپنی حویلی میں داخل ہُوا تھا۔ قسطونہ اس وقت مطبخ میں شام کا کھانا تیار کرنے لگی تھی کہ سنان کو بھاگتے دیکھ کر وہ باہر نکل آئی اور بدحواس ہو کر اس نے پوچھا۔

"خیریت تو ہے آپ بھاگ کیوں رہے ہیں"

سنان کی سانس پھُولی ہوئی تھی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ قسطونہ بھی بھاگتی ہوئی اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی۔ اندر آتے ہی سنان دیوار سے لٹکتی ہوئی اپنی زرہ اتارنے لگا تھا۔

قسطونہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس بار بڑے پیار اور محبت سے پُوچھا۔ "کیا بات ہے آپ اس قدر بدحواس کیوں ہو رہے ہیں"۔

سنان نے بڑے التفات سے قسطونہ کی طرف دیکھا۔ پھر اپنی پھُولی ہوئی سانس پر کسی قدر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "مَیں ابھی اور اسی وقت اپنے ہراول دستے کے ساتھ دمشق کی طرف کُوچ کر رہا ہوں"

قسطونہ کے چہرے پر جان کنی کی سی کیفیّت طاری ہو گئی تھی، تاہم اس نے ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کس سلسلے میں دمشق جا رہے ہیں"۔

سنان نے اس بار اس کی ہمت بڑھانے اور حوصلہ دینے کے انداز میں کہا۔ "صلیبی دمشق کا محاصرہ کر چکے ہیں۔ اہلِ دمشق نے سلطان کو مدد کے لیے پکارا ہے۔ جس کے جواب میں مَیں ابھی اور اسی وقت ہراول دستوں کے ساتھ یہاں سے کُوچ کر رہا ہوں۔ چند روز تک سلطان

خود بھی ایک بھاری لشکر کے ساتھ یہاں سے دمشق کی طرف کوچ کریں گے۔ میں پہلے وہاں پہنچ کر سلطان کی آمد تک دشمن کو اپنے ساتھ الجھائے رکھوں گا تاکہ وہ شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ اس وقت تک سلطان اور شیرکوہ بھی دمشق پہنچ جائیں گے اور پھر صلیبیوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ کی جائے گی۔ تھوڑی دیر قبل ہی ایک قاصد دمشق سے یہ پیغام لایا ہے۔ اور اب وہ میرے ساتھ ہی یہاں سے واپس روانہ ہو رہا ہے۔"

قسطونہ خاموش رہی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا اور اپنے ہاتھوں سے وہ سنان کو زرہ پہنانے لگی تھی۔ اس کے بعد اس نے خود ہی سنان کے سر پر آہنی خود رکھا۔ کمر پر اس کی تلوار لگائی اور اس کے آہنی نیزے اور جنگی کلہاڑا پکڑ کر اور سنان کا ہاتھ تھام کر وہ اسے باہر لائی۔ ان دونوں نے دیکھا صحن کے وسط میں نوفل سنان کے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ اس نے گھوڑے پر زین ڈال رکھی تھی اور سنان کا انتظار کر رہا تھا۔

سنان نے اس کے قریب آکر تعجب سے پوچھا "تمہیں کیسے خبر ہو گئی میں کوچ کر رہا ہوں۔" نوفل نے بڑی ہمدردی و مہربانی سے کہا۔ "عدی کے بیٹے! میں تمہارے بچپن و عنفوان سے ہی تمہاری سرشت و خصلت کو جانتا ہوں، تمہارا گھر میں یوں بھاگتے ہوئے داخل ہونا میرے لیے سب کچھ سمجھ جانے کے لیے کافی تھا۔"

سنان نے نوفل سے اپنے گھوڑے کی باگ لے لی۔ قسطونہ نے پہلے گھوڑے کی زین پر سنان کے نیزے اور جنگی کلہاڑا لٹکائے پھر اس نے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے رحم و رقت انگیز آواز میں پوچھا "اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی شہر سے باہر آپ کو اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرتے دیکھ لوں؟"

سنان نے مسکراتے ہوئے کہا "مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم نوفل کے ساتھ آ جاؤ اور لشکر کے کوچ کرنے کے بعد نوفل تمہیں واپس لے آئے گا۔" قسطونہ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ شاید وہ اپنے شوہر کی روانگی کے وقت اپنی اکسیر زندگی جیسی مسکراہٹ کے ساتھ اسے رخصت کرنا چاہتی تھی۔ وہ حویلی میں آئی پہلے سنان کے لیے زاد راہ تیار کیا پھر اس نے ایک موٹی عبا پہنی اور چہرے پر نقاب ڈالنے کے بعد وہ باہر آئی۔ کھانے کا سامان اس نے گھوڑے

کی خرجین میں ڈال دیا اور یوں سنان اور نوفل کے ساتھ وہ شہر سے باہر فوج کے مستقر کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

مستقر میں سلطان اور شیرکوہ کے علاوہ شہر کے زعماء، رؤسا اور علماء کی ایک بھاری تعداد جمع تھی۔ جن کے ایک طرف شہر کی ان گنت عورتیں بھی لشکر کے کوچ کا منظر دیکھنے کی خاطر جمع تھیں۔ قسطونہ بھی ان عورتوں کے اندر جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ فخر محسوس کر رہی تھی کہ جس لشکر کے کوچ کا نظارہ کرنے کی خاطر اس قدر لوگ جمع تھے ان کا سالار اعلیٰ اس کا عزیز و جانباز شوہر تھا۔ اس نے دیکھا روانگی سے قبل سلطان نے سنان کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ سنان نے نیچے اترنا چاہا تھا لیکن سلطان نے اسے روک دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی حالت میں کھڑے رہے۔ شاید سلطان اسے کوئی نصیحت کر رہے تھے۔ پھر سنان لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا اور جب شام کی لحظہ بہ لحظہ گہری اور گھنیر ہوتی ہوئی تاریکی میں سنان اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو اس کا دل بھر آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ نوفل کے ساتھ واپس لوٹ گئی تھی۔

ایک روز جب کہ روشنی و نور کا مبدا و ماویٰ سورج بے کلاہ و بے نور ہو کر مغربی گھاٹیوں میں روپوش ہو چکا تھا اندھیرے کی آڑ میں ایک گھوڑ سوار اس طرف سے دمشق شہر میں داخل ہوا جس طرف صلیبیوں کا محاصرہ نہ تھا۔ شہر پناہ کے دروازے پر پہرہ دینے والے سپاہیوں نے اسے دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا تھا اور وہ گھوڑا بھگاتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ وہی قاصد تھا جو نور الدین کے پاس مدد کی درخواست لے کر گیا تھا۔

دمشق کا وزیر معین الدین اس وقت شہر پناہ کے ایک برج پر شہر کے علماء سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ قاصد اپنا گھوڑا نیچے کھڑا کر کے اس برج پر چڑھ گیا۔ معین الدین اسے دیکھتے ہی اس کی طرف لپکا اور کسی توقف کے بغیر اس نے پوچھ لیا۔

"تم حلب سے ہمارے لیے کیسی خبر لائے ہو۔" اس قاصد نے انتہائی سکون و اطمینان سے کہا "آپ مطمئن رہیں، میں ناکام نہیں لوٹا، سلطان چند روز تک ایک عظیم لشکر کے ساتھ

دمشق کی طرف کوچ کریں گے ۔

معین الدین نے اس کی بات اچکتے ہوئے کہا " تمہارے خیال میں وہ کب تک یہاں پہنچ جائیں گے ——— آپ کا پیغام سننے کے بعد سلطان کی جو حالت ہوگئی تھی اس کے مطابق وہ یہاں پہنچنے میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی گوارا نہ کریں گے تاہم ہماری فوری امداد کے لیے انہوں نے اپنے ہراول دستوں کے سالار کو ایک برق رفتار لشکر دے کر میرے ساتھ روانہ کیا ہے ۔ سلطان کے یہاں آنے تک یہ لشکر دشمن کی نگاہ دمشق کی بجائے اپنی طرف مبذول رکھے گا ۔"

معین الدین نے پھر بیتاب ہو کر پوچھا ۔ " وہ لشکر اس وقت کہاں ہے ؟"

اس پیغام رساں نے بڑی رقت سے کہا ۔ یہ لشکر یہاں سے پانچ میل شمال میں جنگل کے اندر روپوش ہو چکا ہے اور اس کا سالارِ اعلیٰ سلطان نورالدین کا وہی عرب جرنیل ہے جس نے قونیہ کے مغربی اور جنوبی کوہستانوں کے اندر جرمنی اور فرانس کے لشکروں کو عبرتناک شکست دی تھی ۔ وہ ایک لاثانی و بے بدل جرنیل ہے اور صلیبیوں کو شکست دینے کے ساری گر جانتا ہے ۔ اس نے مجھے کہا تھا ۔ " دمشق کے حکمرانوں سے کہنا ، ہم اپنے سر کٹا دیں گے لیکن دشمن کو دمشق میں داخل نہ ہونے دیں گے ۔" آج رات وہ کسی بھی وقت صلیبی لشکر پر شب خون مارے گا ۔

معین الدین نے کسی قدر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا ۔ اس عرب جرنیل کا نام کیا ہے اور اس کے لشکر کی تعداد کس قدر ہو گی ؟"

" اس جرنیل کا نام سنان بن عدی اور اس کے لشکر کی تعداد بمشکل دس ہزار ہو گی "

معین الدین نے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔ " لاکھوں کے صلیبی لشکر کے سامنے دس ہزار کے لشکر کی کیا حیثیت ہو گی اور وہ عرب جرنیل اس قدر قلیل تعداد کے ساتھ صلیبیوں پر شب خون مارنے میں کیونکر کامیاب ہو سکے گا ۔"

اس قاصد نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ۔ " آپ مایوسی و تفکر کا شکار نہ ہوں ۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے اور پھر وہ جرنیل ایک ایسا مجاہد ہے جو ستیزہ گاہ میں تلوا

ر کی طرح چمکنے ، برق کی طرح کوندنے اور رعد کی طرح غرانے کا فن جانتا ہے ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں وہ جرنیل جب اپنے لشکر کے ساتھ دشمن پر یلغار کرے گا تو میدانِ جنگ میں وہ طلسمات کا سماں باندھ کر ہمارے عدو کو اپنی تلوار کی ضربوں سے منقاش و زنگ خوردہ کرنے کے بعد ان کی رگ و پے میں خوف و ہراس بن کر سرایت کر جائے گا ۔ وہ میری قوم کا ایک ایسا جرنیل ایسا محسن اور ایسا مجاہد ہے جو اپنی اللہ اکبر کی فلک بوس تکبیروں سے بے اماں شعلہ بن کر دشمن کی ساری کش مکش اور تگ و پو دان کے رقص نالندہ اور سعی رائیگاں میں بدل دے گا ۔

معین الدین نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے دعائیہ لہجے میں کہا ۔ " اللہ کرے تمہارے خیالات درست ثابت ہوں ۔ اب تم جا کر آرام کرو ۔"

قاصد واپس لوٹ گیا اور معین الدین دوبارہ وہاں کھڑے شہر کے علماء اور اپنے رفقاء سے جنگی معاملات پر گفتگو کرنے لگا تھا ۔

رات کسی طامع طبع ، سرکش اور بدآموز شتر کی طرح بھاگ رہی تھی ۔ ماہ و انجم شب گیر حدی خوانوں کی طرح افلاک کے دربان بن کر جاگ رہے تھے ۔ چاندنی رات کسی صنم شعلہ جمال کی طرح ہر چیز اور ہر شے پر رقص کناں تھی ۔ صلیبی لشکر دمشق شہر سے متصل میدانِ احضر میں پھیلا آرام کر رہا تھا ۔ لشکر میں شامل جرمن اور فرانسیسی عورتوں کے خیمے اس میدان سے ملحق باغ کے اندر تھے اور یورپ کی وہ چنچل کنواریاں اپنے کورے پنڈوں ، شہابی ہونٹوں ، گہری نیلی آنکھوں ، سنبلیں زلفوں ، سموری ، حریری اور اطلسی جسموں ، جتنونوں کے غمزۂ بیباک اور عریاں ساق و برہنہ سینوں سے اپنی ہوس کا دامن دراز کرتی ہوئیں اس ٹھٹھرتی فضا میں کامنا و تپاس بن کر اپنے سپاہیوں کی یخ زدہ رگ و پے میں کیف و رس اور زندگی کا اکسیر اتار رہی تھیں ۔

اس تاروں بھری رات میں جب کہ یورپ کی بنات حوا کی فسوں کاری و بے حیائی اپنے عروج پر تھی اور وہ پاؤں میں مسلے جانے والے بنفشے کے پھول اور رسیلے نغمے بن کر جو ساری رات جگاتے ہیں اپنے سپاہیوں کا دل بہلا رہی تھیں ۔ سنان اپنے لشکر کے ساتھ کسی خوفناک درندے اور آتش دہن اژدھے کی طرح صلیبی لشکر کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ وہ

دمشق کے گرد پھیلے ہوئے باغات کے اندر آواز پیدا کیے بغیر اپنے اور صلیبی لشکر کے درمیان آہستہ آہستہ فاصلہ کم کرتا جا رہا تھا۔ دمشق کے کچھ جاسوس جو معین الدّین نے اس کی مدد کے لیے روانہ کیے تھے ان پُرپیچ راستوں پر اس کی راہنمائی کر رہے تھے۔

سنان کا رُخ صلیبی لشکر کے اس حصّے کی طرف تھا جہاں عورتوں کے خیمے تھے اور ان سے ملحق ہی لشکر کی رسد و خوراک کا ذخیرہ تھا۔ بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے گھوڑوں کو آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے وہ ان گنجان باغات کے اندر داخل ہو گئے تھے جن کے اندر صلیبی عورتوں کے خیمے تھے۔

فضا میں ایک دم آبشار نوا اور سروشِ غیبی کی صداؤں جیسی اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوئی تھیں اور اس کے ساتھ ہی سنان عورتوں کے خیموں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس نے عورتوں پر ہاتھ نہ اُٹھایا لیکن ان کے ساتھ دادِ عیش دیتے ہوئے صلیبیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنا شروع کر دیا تھا۔

ایک خروشِ الامان اور شورِ آہ سینہ چاک بلند ہونا شروع ہو گیا تھا۔ برہنہ یورپین عورتیں بدکی ہوئی اونٹنیوں اور وحشت زدہ ہرنیوں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگنے لگی تھیں عورتوں کے خیموں سے فارغ ہونے کے بعد سنان نے خوراک کے خیموں کو آگ دی پھر اس نے رُخ موڑا اور باغات سے نکل کر میدان اخضر میں صلیبی لشکر پر حملہ کر دیا۔ وہ کچھ ایسی برق رفتاری اور بارش و آلام کی مانند ان پر ٹوٹا تھا کہ آن کی آن میں اس نے ہزاروں صلیبیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ جن تاریک اور پُراسرار راستوں کی طرف سے آیا تھا اُدھر ہی سراب و سانپ کی طرح غائب ہو گیا تھا۔ یہ ایک کامیاب ترین شب خون تھا جو سنان نے مارا تھا اور اس سے صلیبی لشکر کے اندر بدحواسی اور خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔

لوئیس اور کانرڈ جب اپنے جرنیلوں اور ناقابل شکست نائٹوں کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں سنان نے شب خون مارا تھا تو انہوں نے دیکھا۔ میدان میں دور دور تک صلیبیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں اور چاندنی رات میں ہر چیز انسانی خون سے سرخ ہوئی تھی۔

لوئیس نے اپنے ایک جرنیل سے پوچھا۔ "شب خون مارنے والے کون تھے"۔ وہ جرنیل کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ اتنے میں ایک سپاہی جس نے اس شب خون میں لڑ کر حصّہ لیا تھا اور زخمی تھا لنگڑاتا ہوا لوئیس کے پاس آیا اور اپنی بدحواس و منتشر آواز میں کہا۔

"میں نے حملہ آوروں کو پہچان لیا ہے ان کا سالار وہی جرنیل تھا جس نے قونیہ کے مغربی اور جنوبی کوہستانوں کے اندر ہمیں شکست دی تھی اور جس نے کوہ بابا داغ کی بلند چوٹی سے اُتر کر ہمارے نامور جرنیل جیافری کو قتل کر دیا تھا۔ یسوع مسیح کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے۔ وہ وہی ہے جو جیافری کا قاتل ہے۔ وہ بڑی خونخواری سے کثیف دھوئیں کی مانند حملہ آور ہوا تھا اور اس سے قبل کہ ہم سنبھل کر کوئی جوابی اقدام کرتے وہ ہم پر کامیاب شب خون مار کر واپس لوٹ چکا تھا۔ وہ ہماری خوراک کے خیموں کو آگ بھی لگا گیا ہے۔ ہمیں فوراً اس آگ پر قابو پانا چاہیے"۔

لوئیس اور کانرڈ بدحواس ہو گئے۔ اپنے لشکر کے ایک حصّے کے ساتھ وہ فوراً جلتے ہوئے خوراک کے خیموں کی طرف بڑھے۔ راستے میں انہوں نے دیکھا کہ ان کے زنانہ لشکر کی بُری حالت تھی اور برہنہ عورتیں اِدھر اُدھر خارش زدہ گیدڑوں کی مانند چھپتی پھر رہی تھیں۔ لوئیس اور کانرڈ نے انہیں نظر انداز کر دیا اور وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ مل کر آگ بجھانے لگے تھے۔

سنان نے صلیبی لشکر کے ایک حصّے کو حسین بلوری صراحیوں کی طرح توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ شعلہ ریز آگ بن کر حملہ آور ہوا تھا جو بحر سے بھی نہ بجھ سکے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر دمشق کے مضافات میں ان ہی جنگلات کی طرف چلا گیا تھا۔ جہاں سے نکل کر اس نے شب خون مارا تھا۔

لوئیس اور کانرڈ جب اپنے لشکر کے ایک معتدبہ حصّے کے ساتھ جلتے ہوئے خیموں کی آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے تو شمال کی طرف بڑھتا ہوا سنان پھر لوٹ آیا۔ شاید یہ اس کی جنگی چال تھی کہ وہ دشمن کو آگ بجھانے میں مصروف کر کے ایک ہی رات میں دوبارہ شب خون مار کر دشمن پر کمزوری اور پژمردگی طاری کر دینا چاہتا تھا۔ دوبارہ وہ خوشبوئے

تو شور اور آبشاروں کی پُر اسرار و سبک لہروں کی مانند آواز پیدا کیے بغیر اپنے عدو پر سحاب برق ریز بن کر چھا جانا چاہتا تھا۔ اس بار اس نے اپنا ہدف تبدیل کر لیا تھا اور عورتوں کے خیموں کی طرف آنے کے بجائے وہ صلیبی لشکر کے شمالی حصے پر براہِ راست رنج و اشتعال حجر و خشت اور سنگ و کلوخ بن کر ٹوٹ پڑا۔

لوئیس اور کانرڈ اس وقت انتہائی جنوب میں لشکر کے ایک بڑے حصے کے ساتھ آگ بجھانے میں مصروف تھے۔ سنان نے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھایا اور لشکر کے شمالی حصے کا شیرازہ پامال منتشر کر کے رکھ دیا۔ کافی دیر تک وہ قاف کے سنگی میناروں کی طرح جم کر لڑتا رہا اور اپنے بھیانک حملوں اور "اللہ اکبر" کی پُر جلال تکبیروں سے صلیبیوں کے لیے ایک دہشتِ نادیدہ بن کر ان کے دل و روح پر محیط اور رگ و عصب پر چھاتا رہا۔

سنان کے لشکر کی تعداد گو بہت کم تھی اس کے باوجود کائنات کی بے کنار سحر بن کر صلیبیوں کے دلوں پر اپنے لشکر کی حسین اور بتِ شعلہ جمال عورتوں کی صحبت نے جو پر کیف تبسم اور خمار نگہ طاری کر رکھا تھا وہ اس نے لمحوں میں دور کر کے رکھ دیا تھا اور صلیبی ایک کھلے میدان کے اندر خیمہ زن ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو کسی زخمی اور بھوکے درندے کے آہنی پنجرے میں محبوس و مقید محسوس کر رہے تھے۔

لوئیس اور کانرڈ نے جب دیکھا کہ لشکر پر دوبارہ حملہ ہو گیا ہے تو وہ سر رات میں خیموں کی بھڑکتی ہوئی آگ کو چھوڑ کر بڑی تیزی سے شمال کی طرف بڑھے تھے لیکن ان کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی سنان وہاں سے کوچ کر چکا تھا۔ لشکر کے شمالی حصے میں اس جگہ پہنچ کر جہاں جنگ ہوئی تھی اور جہاں ان گنت لاشوں کے علاوہ بے شمار زخمی سپاہی کراہ رہے تھے کانرڈ نے بڑے مایوس کن لہجے میں لوئیس سے کہا۔ "اگر یہ وہی جرنیل ہے جس نے قونیہ کے مغربی کوہستانوں کے اندر ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا تھا تو وہ دمشق سے باہر اس کھلے میدان میں ہمارے پاؤں نہ جمنے دے گا۔ میرے ایک جاسوس کا کہنا ہے کہ یہ جرنیل نور الدین کا ہراول ہے اور عنقریب وہ بھی ایک عظیم لشکر کے ساتھ۔ اس رزم گاہ کا رُخ کر رہا ہے۔

لوئیس نے کوئی جواب نہ دیا تھا وہ کسی گہری سوچ میں کھو گیا تھا۔ پھر وہ دونوں مل کر اپنے زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی کا سامان کرنے لگے تھے۔

دوسرے روز صلیبیوں نے دمشق شہر پر ایک عام ہلہ بول دیا شاید وہ بہت جلد شہر پر قبضہ کر لینا چاہتے تھے۔ لوئیس، کانرڈ اور یروشلم کے حکمران بالڈون ثالث کے تحت لڑنے والے لاکھوں نصرانی دیوانگی کے عالم میں شہر پر حملہ آور ہو گئے تھے لیکن وہ دن ان کی ناکامی و نامرادی کا دن ثابت ہوا اس لیے کہ شہر کے محصور مسلمانوں نے تیروں کی تیز بوچھاڑیں مار کر انہیں شہر سے دور ہی رہنے پر مجبور کر دیا تھا جب کہ عیسائی لشکر کی پشت اور دائیں بائیں کناروں پر سنان حملہ آور ہو چکا تھا۔ جس کے باعث نصرانیوں کی پوری قوت ایک مرکز پر جمع ہونے کے بجائے کئی مختلف محاذوں پر منتشر ہو گئی تھی۔

اگلے روز صبح کے وقت لوئیس کا ایک جاسوس جو شامی عیسائی تھا خبر لایا کہ نور الدین زنگی ایک عظیم لشکر کے ساتھ حلب سے دمشق کی طرف روانہ ہو چکا ہے اس نے لوئیس کو یہ بھی بتایا کہ نور الدین کا بڑا بھائی اور موصل کا حاکم سیف الدین غازی بھی ایک جرار لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے دمشق کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ان حالات کے پیشِ نظر لوئیس نے کانرڈ، بالڈون ثالث اور ان کے جرنیلوں کے ساتھ ایک جنگی کانفرنس طلب کی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ پورا دن لشکر کو آرام کرنے کا موقع دیا جائے اور آنے والی شب کو اپنی پوری طاقت صرف کر کے نور الدین اور سیف الدین کے پہنچنے سے قبل ہی شہر پر قبضہ کر کے اپنے دفاعی انتظامات کو مکمل کر لیا جائے۔

اصل میں ان تینوں حکمرانوں کا ارادہ تھا کہ دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد باری باری نور الدین، اس کے بھائی سیف الدین اور قونیہ کے شیر دل حکمران سلطان مسعود سلجوقی کو شکست دی جائے اور فلسطین کے کنارہ و اطراف میں پھیلے ہوئے ان تینوں حکمرانوں کے علاقوں پر ایک عظیم اور پر وقار صلیبی سلطنت قائم کی جائے جس کی وجہ سے آنے والے دور میں مسلمان فلسطین حاصل کرنے کے لیے عیسائیوں کے خلاف سر نہ اٹھا سکیں گے۔

اس روز صلیبی سپاہ نے شام تک مکمل آرام کیا۔ رات کھانے کے بعد جنگ کی

تیاری شروع ہوگئی۔ شہر کے مسلمانوں کو بھی علم ہو گیا تھا کہ عیسائی آج رات شہر پر فیصلہ کن حملہ کریں گے۔ لہٰذا وہ بھی سر پر کفن باندھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا عزم کر چکے تھے۔ جب رات ذرا گہری ہوئی تو عیسائی لشکر میں طبل، نوبتیں اور جنگی بینڈ باجے بجنے لگے تھے۔ پھر صلیبی لشکر نے شہر کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ سب سے آگے آگے یروشلم کا ایک پادری تھا جس نے اپنے ہاتھ میں صلیب پکڑ رکھی تھی اور اسے ہوا میں بلند کیے وہ شہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب وہ نزدیک ہوئے تو دمشق کے کسی زندہ دل جوان نے تاک کر تیر چلایا اور اس پادری کا سینہ چیر کر رکھ دیا۔ اس کے ہاتھ سے صلیب گر گئی اور وہ وہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا تھا۔

اپنے پادری کی موت پر نصرانی بپھر گئے اور شہر پر طوفانی حملے شروع کر دیئے اسی وقت سنان نے بھی عیسائی لشکر پر رات کی گہری تاریکی میں حملے شروع کر دیئے تھے۔ عیسائی جب بھی اس کا تعاقب کرتے وہ اپنے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف گھنے جنگلات کی طرف بھاگ جاتا اور جب صلیبی واپس مڑ کر شہر کی طرف راغب ہونے لگتے تو وہ دوبارہ ان پر حملے شروع کر دیتا۔ یوں اس نے اندھیرے کے اندر عیسائیوں کے ساتھ ایک بھیانک و پُراسرار کھیل شروع کر دیا تھا۔

ساری رات جنگ ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ شہر میں داخل ہونا تو ایک طرف صلیبی شہر پناہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے تھے اور پھر دوسرے روز نور الدّین اور سیف الدّین کے متعلق عیسائی لشکر میں عجیب و غریب افواہیں پھیلنے لگی تھیں۔

نور الدین کی آمد آمد نے صلیبیوں کو اس قدر بدحواس کر دیا تھا کہ وہ جنگ سے بددل ہو گئے۔ اصل میں وہ نور الدین کا سامنا کرنے کی جرأت نہ کر رہے تھے۔ لہٰذا اگلے روز لوئیس، کانرڈ اور بالڈون ثالث نے ایک متفقہ فیصلہ کیا اور نور الدّین کی آمد سے قبل ہی انہوں نے شہر کا محاصرہ اُٹھا کر یروشلم کی طرف کُوچ کر جانے کا ارادہ کر لیا۔ اسی روز دوپہر سے قبل ہی صلیبی لشکر افراتفری کے عالم میں ناکام و نامراد اپنا سامان سمیٹ کر یروشلم کی طرف کُوچ کر گیا تھا۔ ان کی حالت ایسی ہی تھی جس طرح کوئی لشکر جنگ میں شکست کھانے کے

بعد بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

سنان نے ایک روز وہاں قیام کیا۔ دوسرے روز وہ بھی واپس کُوچ کر گیا۔ راستے میں حمص شہر سے باہر اس کی ملاقات نور الدین سے ہوئی اور اس نے سلطان کو عیسائیوں کے بھاگ جانے کی اطلاع دی سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ چند روز اس پیش بندی کے تحت وہاں قیام کیا کہ اگر عیسائی دوبارہ لوٹ آئے تو انہیں ایک نہ بھولنے والا سبق دیا جا سکے۔ دوسرے روز سیف الدّین غازی بھی ایک جرار لشکر کے ساتھ حمص پہنچ گیا۔

دونوں بھائی بڑے تپاک اور گرم جوشی سے ملے۔ کچھ دن انہوں نے حمص شہر سے باہر قیام کیا اور جب ان کے جاسوسوں نے انہیں اطمینان دلا دیا کہ عیسائی لشکر یروشلم پہنچ چکا ہے تو وہ بھی واپس لوٹ گئے۔

تاریک اور ختم ہوتی ہوئی رات اپنے حلقۂ فتراک میں اپنے سارے رنج و کدورت اور کینہ و نفرت کو سمیٹ کر کسی اجل قاطع طریق کی طرح کُوچ کی تیاری کر رہی تھی مشرق میں سحر کے گہرے ہوتے ہوئے حصار ماحول کو اُجالنے کی تیاری کرنے لگے تھے۔ ایسے پُرہول و سنسان وقت میں سنان اپنے گھر کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ اس کا گھوڑا اس کے پاس کھڑا تھا اور دونوں کے چہروں پر گہری تھکاوٹ کے آثار تھے۔ حویلی کے اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ لہٰذا اس نے دوبارہ دستک دی۔

اس بار تیز ہواؤں کے دوش پر اُڑتی ہوئی ایک تیز آواز شب کے آتشیں اُجاڑ اور مہیب دیولاخ میں سراب و وہم بن کر سنان کی آواز سے ٹکرائی۔

"کون ہے؟"

سنان پہچان گیا، وہ قسطونہ کی آواز تھی۔ اس بار اس نے بڑے پیار اور چاہت سے کہا۔

"قسطونہ! قسطونہ! دروازہ کھولو، میں سنان ہوں۔"

قسطونہ کی اس بار ساحرانہ آواز سنائی دی۔ "ابھی آئی۔"

ساتھ ہی صحن کے اندر اس کے بھاگنے کی آواز سنائی دی - پھر جلدی جلدی اس نے دروازہ کھولا اور بھاگ کر وہ والہانہ انداز میں سنان سے لپٹ گئی تھی - پھر اس نے سنان کی کشادہ چھاتی پر سر رکھتے ہوئے اپنی آبی پرندوں جیسی خوش کن اور لحن بلبل جیسی دلکش آواز میں پوچھا - "آپ آگئے ؟"

سنان نے اس کی کمر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "شاید تمہاری چاہت نے ہی میرے لیے دمشق میں ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ میں جلد لوٹ آیا ہوں - ورنہ اس قدر جلدی واپس آنے کی مجھے کوئی اُمید نہ تھی"

قسطونہ نے علیحدہ ہوتے ہوئے پوچھا - "اس جنگ کا کیا بنا جس کے لیے آپ دمشق گئے تھے"-

گھوڑے کی باگ پکڑ کر اندر داخل ہوتے ہوئے سنان نے کہا - "میں اس میں کامیاب رہا ہوں" - دمشق کے باہر کھلے میدان میں جرمنی کے بادشاہ کانرڈ، فرانس کا لوئیس اور یروشلم کا حکمران بالڈون ثالث ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد یروشلم کی طرف بھاگ گئے ہیں"

سنان اپنے گھوڑے کے ساتھ اصطبل کی طرف بڑھنے لگا تھا - قسطونہ نے حویلی کا دروازہ بند کیا - بھاگتی ہوئی وہ اندر گئی اور گھوڑے کا چارہ اُٹھا لائی - سنان نے گھوڑے کی زین اُتار کر اسے اصطبل میں باندھ دیا اور قسطونہ نے گھوڑے کی گردن پیار سے تھپتھپاتے ہوئے اس کے آگے چارہ ڈال دیا تھا -

زین ایک طرف رکھتے ہوئے سنان نے پوچھا -

"نوفل کہاں ہے ؟"

گھوڑے کی ناند سے ہٹ کر سنان کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے قسطونہ نے کہا - "پچھلے کئی روز سے اسے بخار رہا ہے - اب وہ تندرست ہے لیکن میں نے اسے اُٹھانا مناسب نہیں سمجھا - آپ کے بعد وہ ایک مخلص و شفیق باپ کی طرح یہ خیال رکھتا ہے -

قبل اس کے سنان کچھ کہتا - قسطونہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور چہچہاتی آواز میں کہا -

"آپ تھکے ہوئے ہیں' آیئے آرام کریں "-

پھر وہ سنان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے کی طرف لے جا رہی تھی -

تونیر کے کوہستانی سلسلے میں اور دمشق شہر سے باہر میدانِ اخضر کے اندر مسلمانوں کے ہاتھوں شکست وہزیمت اُٹھانے کے بعد جرمنی کا حکمران کانرڈ سوم ایسا دل برداشتہ اور بیزار ہُوا کہ دمشق سے یروشلم پہنچنے کے فوراً بعد وہ واپس اپنے وطن روانہ ہوگیا۔

لوئیس نے اس کے بعد کچھ عرصہ فلسطین میں قیام کیا۔ آخر وہ بھی کانرڈ کے پیچھے پیچھے فرانس روانہ ہوگیا۔ دونوں نے مل کر ان جنگوں میں یورپ کے لاکھوں جوان کٹوا دیئے اور کچھ حاصل نہ ہُوا بلکہ دونوں کے ماتھے پر شکست وبدنامی کا ایسا داغ لگا کہ پھر انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی بھُول کر بھی صلیبی جنگوں کا نام نہ لیا۔

شاہِ فرانس اور شہنشاہ جرمنی کی ناکام ونامراد وطن واپسی کے وقت ان کے ساتھ آئے ہوئے اکثر لوگوں نے ان کی واپسی پر سخت احتجاج کیا۔ جب وہ دونوں نہ مانے، تو لاکھوں کی تعداد میں صلیبی جن میں سے اکثریت مذہبی دیوانوں اور نوابوں کے علاوہ آزاد قلعہ داروں کی تھی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ واپس یورپ جانے کے بجائے ارضِ فلسطین، لبنان اور شام کے اِن شہروں اور قلعوں کے اندر پھیل گئے جو عیسائیوں کے قبضے میں تھے اور چند ماہ مکمل تیاری کرنے کے بعد انہوں نے نور الدّین کے خلاف ایک عام بغاوت کا اعلان کر دیا۔

یہ صورتِ حال مسلمانوں کے لیے انتہائی نازک اور سنگین تھی اور صلیب کے

مذہبی دیوانوں نے مسلمانوں کے شہروں پر ترکتاز اور یلغار کر کے اُنہیں لوٹنا اور آگ لگانا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنی وحشت اور حیوانیت سے صلیبی جنگوں سے بھی بدتر حالات پیدا کر دیئے تھے۔

صلیب کے انہی جنگجوؤں اور مذہبی دیوانوں میں اندلس کا ایک سرگرم نوجوان بھی تھا جو اپنی ماں کے ساتھ صلیبی جنگوں میں حصّہ لینے کے لیے آیا۔ اس کے باپ کا نام فنش تھا جو اندلس کے صوبہ طلیطلہ کا والی تھا۔

اس نوجوان ابن فنش کے گرد لاکھوں صلیبی جمع ہوگئے اور مسلمانوں کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے اپنے لیے ایک قلعہ حصن عریمہ کا انتخاب کیا۔ سنگلاخ چٹانوں سے گھِرا ہوا یہ پتھروں کا بنا ہوا ایک مضبوط اور وسیع قلعہ تھا۔ جس کے اندر اس قدر وسیع شہر آباد تھا کہ اس کے اندر محصور ہو کر لڑنے والوں کو مہینوں تک شہر کے اندر سے ہی ہر چیز میسر آ سکتی تھی۔ یہاں کی عیسائی آبادی نے بھی ابن فنش کا ساتھ دیا۔ ابن فنش کو اور زیادہ تقویت ملی اور اس پر مسلمانوں پر فتح حاصل کرنے کا جنون اور تیز ہوگیا۔

نور الدّین کے وقائع نگار[ے] اور جاسوس دشمن کے ایک ایک پل کی خبریں سلطان

ے سلطان نور الدین پہلا مسلم حکمران ہے۔ جس نے نامہ بر کبوتروں سے وسیع پیمانے پر کام لیا۔ اس مقصد کے لیے اس نے ماہرین کا ایک بڑا عملہ مقرّر کیا جو کبوتروں کو نامہ بری کی تربیت دیتا تھا۔ سلطان کا جاسوسی کا انتظام اس قدر مؤثر اور مضبوط تھا کہ اپنی وسیع قلمرو میں اس نے جگہ جگہ چوکیاں قائم کیں۔ ہر چوکی میں وقائع نویس مقرر کیے ان ہی وقائع نویسوں کے پاس کبوتر ہوتے تھے۔ ہر چوکی کے پاس ایک بلند مینار ہوتا تھا۔ جسے دیکھ کر کبوتر اپنی چوکی کی شناخت کر کے وہاں اُتر جاتے تھے۔ اپنے جاسوسی کے اس مضبوط و مربوط انتظام کی بدولت سلطان نہ صرف اپنے دشمنوں کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ بلکہ اپنے عمال اور

تک ورق الطیر[1] پر لکھ کر بھیجتے رہتے تھے اور سلطان ان اطلاعات کے مطابق فوراً اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آجاتا تھا۔

ابن فنش کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات بھی سلطان کے پاس پہنچ رہی تھیں سلطان کو جب یقین ہو گیا کہ ابن فنش جنگ سے باز نہ رہے گا تو اس نے خود پہل کی اور ایک جرار لشکر کے ساتھ وہ حلب سے نکلا اور بڑی برق رفتاری سے قلعہ حصن عریمہ کی طرف بڑھا۔ سلطان آناً فاناً اپنی منزل پر پہنچ گیا اور اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے باہر خیمہ زن ہوا۔

دوسرے روز صلیبی لشکر بھی قلعے سے باہر نکلا اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صفیں درست کرنے لگے تھے۔ سلطان نے اپنے لشکر کا قلب اپنے پاس رکھا۔ میسرہ کا کماندار شیرکوہ کو اور میمنہ کا سالار سنان بن عدی کو مقرر کیا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ سلطان اپنے قلب کے ساتھ اپنے محافظ دستے سے بے نیاز دشمن کی صفوں کے اندر دور تک گھستا چلا گیا تھا جب کہ شیرکوہ اور سنان بن عدی اپنے میسرہ اور میمنہ کے ساتھ حریف سخت جان کی طرح اولوں اور سنگ و کلوخ کے طوفان کی طرح دشمن پر برس پڑے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۸۵) جاگیرداروں کی بدعنوانیوں کا انسداد بغیر کسی تاخیر کے کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ ان نامہ بر کبوتروں کی رفتار ۴۱ میل ۲ دو فرلانگ فی گھنٹہ ہوتی تھی۔

له ورق الطیر ایک خاص قسم کا کاغذ تھا جو پانی میں بھیگ کر بھی خراب نہ ہوتا تھا۔ اس کاغذ پر نہایت اختصار کے ساتھ خبریں لکھی جاتی تھیں اور کوئی حاشیہ وغیرہ نہ چھوڑا جاتا تھا۔ خط کے شروع میں بسم اللہ لکھنے کے بجائے اس کا ہندسہ ۷۸۶ لکھا جاتا تھا۔ مکتوب الیہ کے لیے کسی قسم کا آداب و القاب یا تعریفی جملہ نہ لکھا جاتا تھا البتہ خط کے اختتام پر بطور تفاؤل اور نیک شگون کے یہ آیت ضرور لکھی جاتی تھی۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

صلیبی جو اپنی کسی فردوسِ گم گشتہ تلاش میں یورپ سے ارضِ مقدس کی طرف آئے تھے اس حملے کی سختی اور احساسِ زیاں سے چونک اٹھے۔ سلطان کا لشکر اس کے دو نامور جرنیلوں کی راہنمائی میں دشمن پر کلبۂ ابر جیسی عظمت و وقار کے ساتھ چھا گیا تھا اور یورپین صلیبی جنگ کی اس بھٹی کا سامنا کرتے ہوئے اپنے آپ کو دنیا کا بدقسمت و بدترین انسان سمجھ رہے تھے۔

صلیبیوں کا کوئی بھی دام داو ہام کامیاب نہ ہوا اور مسلمانوں نے اپنے اندوہناک حملوں سے ان کے سامنے حرب و ضرب کا وہ ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا کہ بے اختیار وہ الاماں پکار اٹھے۔ عین اس وقت جبکہ جنگ اپنے پورے شعور و شباب پر تھی دشمن کے وسط میں لڑتے ہوئے سلطان نے اپنا جنگی نعرہ[1] مارا جس کے جواب میں اسلامی لشکر کے اندر اللہ اکبر کی ساحرانہ و ہنرمند ایسی آوازیں بلند ہوئیں گویا کوئی آتش دہن اچانک پھٹ پڑا ہو۔ پھر مسلمانوں نے کچھ ایسے کینہ و بغض، رشک و حسد اور جذباتِ رقابت میں مجذوبانہ حملہ کیا تھا کہ صلیبیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کر قلعے میں محصور ہو گئے۔ سلطان نے بڑی سختی سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

اس دوران سلطان کے بڑے بھائی اور حاکم موصل سیف الدین غازی کو بھی اس جنگ کی اطلاع ہو گئی اور اس نے اپنے صوبے جزیرہ کے والی امیر عزالدین ابوبکر کی کمانداری میں ایک برق رفتار لشکر اپنے چھوٹے بھائی کی مدد کے لیے قلعہ حصنِ عریمہ کی طرف روانہ کر دیا جس سے نورالدین کے لشکر کو اور تقویت ملی اور اس نے قلعے کا محاصرہ سخت کر دیا تھا۔

له سلطان کا طریقہ کار یہ تھا کہ جنگ میں جب اس کا ارادہ ہوتا تھا کہ اس کا لشکر یکبارگی اپنی پوری قوت سے دشمن پر ضرب لگائے تو وہ تین بار اللہ اکبر کا نعرہ مارتا تھا۔ پہلے دو نعروں پر اس کے لشکری انتظار کر کے اپنے آپ کو مستعد کر لیتے تھے اور تیسرے نعرے پر وہ اخگر جان گستر پوش بن کر اپنے غنیم پر ٹوٹ پڑتے تھے۔

صلیبی چار روز تک قلعے کے اندر محصور رہ کر مسلمانوں پر تیروں اور آگ کی بارش کرتے رہے اور قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ پانچویں روز مسلمانوں نے اس قدر طوفانی حملہ کیا کہ انہوں نے قلعے کی جنوبی دیوار کو گرا دیا اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے قلعے میں داخل ہو گئے۔ صلیبیوں نے اپنی پوری قوت صرف کر مقابلہ کیا لیکن عبرت ناک شکست کا سامنا کیا۔ ان میں سے اکثر جنگ میں مارے گئے اور جو بچ گئے انہوں نے امان طلب کر لی۔

سلطان نے اپنے لشکر کو ہاتھ روک لینے کا حکم دیدیا اور بچے کھچے صلیبی سپاہیوں کو گرفتار کر لیا۔ اس جنگ میں ابن فنش اپنی ماں سمیت گرفتار ہو گیا اور نور الدین نے اسے عام قیدیوں کے ہمراہ مالِ غنیمت کے ساتھ اپنے بڑے بھائی سیف الدین کی طرف بھیج دیا اور خود وہ حلب کی طرف کوچ کر گیا۔

حصن عریمہ میں ابن فنش اور اس کی ماں کی شکست پر انطاکیہ کے حکمران ریمنڈ کا دماغ خراب ہو گیا۔ ابن فنش کی شکست کو اس نے صلیب اور عیسائیت کی تحقیر و تذلیل خیال کیا لہٰذا زبردست جنگی تیاریوں کے بعد اس نے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے قلعوں کے عیسائی حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملانے کے علاوہ یورپ سے آئے ہوئے کچھ صلیبی اور مذہبی دیوانوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور یوں وہ ایک جرار لشکر کے ساتھ حلب کو فتح کرنے کے لیے انطاکیہ سے روانہ ہوا۔ ۲۱ رصفر ۵۴۴ھ (۱۱۴۸ء) جمعرات کے دن انطاکیہ کا حکمران ریمنڈ اپنے لشکر کے ساتھ ایک سرحدی شہر انیب سے باہر ایک کھلے اور وسیع میدان میں خیمہ زن ہوا۔

نور الدین کو بھی اس کے وقائع نگار ریمنڈ کے اس کوچ اور یلغار کی اطلاع دے چکے تھے لہٰذا وہ بھی اپنے طوفانی اور برق رفتار لشکر کے ساتھ حلب سے نکلا اور انیب کے میدان میں عین ریمنڈ کے سامنے آ کر خیمہ زن ہوا۔ دونوں لشکروں نے وہاں ایک دن اور رات آرام کیا اور پھر اگلے روز عیسائی لشکر میں جنگ کے طبل، دفیں اور باجے بجنے لگے تھے ایک طوفان تھا جو صلیبیوں نے اس میدان میں کھڑا کر دیا تھا۔ وہ بھڑکدار لباس پہنے ادھر

اُدھر اپنے گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے اَن گنت لشکر کے سحر سلطان کو شکست دے کر اپنے سارے پچھلے نقصانات کی تلافی کر لیں گے۔

دوسری طرف سلطان بھی اپنی صفیں درست کر چکا تھا۔ قلعہ حصنِ عریمہ کی طرح اس بار بھی قلب سلطان کے پاس اور لشکر کا میسرہ اور میمنہ بالترتیب شیرکوہ اور سنان کی کمانداری میں تھے۔

جب دونوں طرف کے لشکروں کی صفیں درست ہو گئیں اور جنگ کے طبل و نقارے بجنے بند ہو گئے تو سنان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا سلطان کے پاس آیا اور قریب ہو کر اس نے سلطان سے سرگوشی کے انداز میں کچھ کہا جسے سُن کر سلطان کے لبوں پر ہلکی اور میٹھی میٹھی مسکراہٹ بکھر گئی تھی پھر اس نے اثبات میں سر ہلا کر شاید سنان کے خیالات کی تائید کی تھی۔ جس کے جواب میں سنان کے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اسے ایڑ لگا کر جنگ کے میدان کی طرف دوڑا دیا تھا۔

رزم گاہ کے وسط میں آ کر سنان نے اپنے سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر اسے روکا اور جواب میں اس کا توانا اور سرکش گھوڑا اپنی دونوں ٹانگیں اُٹھاتا ہوا طغیانی اور طوفان کے انداز میں زور سے ہنہنایا۔ پھر سنان نے اپنی برندہ و برق نما تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے ریمنڈ کے لشکر کی طرف منہ کر کے زور سے چلاتے ہوئے کہا۔

"صلیبیو! میں اپنے آقا کا ایک حقیر اور ادنیٰ غلام ہوں۔ میرا نام سنان بن عدی ہے اور میں بنو لخم سے ہوں اور سنو! میں وہی سنان بن عدی ہوں جس نے کوہ بابا داغ کے سنگلاخوں کے اندر باری باری لوئیس اور کانریڈ کو شکست دی تھی اور پھر دمشق سے باہر کھلے میدان میں ان دونوں کو شہر کا محاصرہ اُٹھا کر یروشلم کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کیا تھا۔ تم میں کوئی ایسا ہے جو میرے مقابلے میں آئے۔ سنو! میں ایک نہیں بیک وقت تمہارے پانچ جرنیلوں کو مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم میں ذرا سی بھی غیرت ہے تو اپنے بہترین پانچ جرنیل میرے مقابلے میں بھیجو اور اگر تم بے غیرت و بے حمیت ہو گئے ہو تو مجھے کہو، میں اپنے لشکر میں واپس چلا جاؤں"۔

صلیبی لشکر میں پہلے کھسر پھسر ہوئی پھر تیز آوازوں کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ شاید وہ یہ فیصلہ کر رہے تھے کہ میدان میں اُترنے والے اس مسلمان جرنیل کے مقابلے میں کون کون اپنی تلوار کے جوہر دکھائے گا۔

شیرکوہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا نورالدین کے پاس آیا اور فکرمند سے لہجے میں کہا "میرے آقا! کیا سنان نے بیک وقت دشمن کے پانچ جرنیلوں کو مقابلے کی دعوت دے کر غلطی نہیں کی۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس کی مدد کے لیے میں بھی میدان میں اُتروں۔ وہ ہمارے لشکر کا ایک قیمتی جرنیل ہے اور اس کے بعد ہمارے لشکر میں جو خلا پیدا ہوگا اسے ایک عرصہ تک ہم پاٹ نہ سکیں گے۔"

سلطان نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا "اس کے پاس ایک ایسا فن اور ہنرمندی ہے جس کے باعث وہ دشمن کے ان پانچوں جرنیلوں پر غالب رہے گا۔ ایسا کرنے میں اس کی دو مصلحتیں ہیں۔ ایک تو عیسائی لشکر اپنے پانچ جرنیلوں سے محروم ہو جائیگا۔ دوسرے ان پر ہماری عظمت و دہشت چھا جائے گی۔ تم مطمئن رہو، میرا دل اور ضمیر کہتا ہے اسے میدان میں اُترنے کی اجازت دے کر میں نے غلطی نہیں کی۔ ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے اور وہ اس جنگ میں اس کی نصرو راہنمائی کرے گا۔"

نورالدین خاموش ہو گیا کیونکہ صلیبی لشکر سے ان کے پانچ جرنیل اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے میدان کے وسط میں کھڑے سنان کی طرف بڑھے تھے۔ شیرکوہ بھی اپنی جگہ پر واپس چلا گیا تھا۔

وہ پانچ جرنیل جب نزدیک ہوئے تو سنان حرکت میں آیا۔ اس نے تلوار خرجین میں رکھ لی۔ بائیں ہاتھ میں ڈھال اور اس کا دایاں ہاتھ اپنے بھاری اور تیز نوک کے آہنی نیزوں پر جم گیا تھا۔ جب وہ مناسب فاصلہ پر آئے تو سنان نے برق کے لپکتے ہوئے کوندے اور اژدہے کی حرکت کرتی ہوئی زبان کی سی تیزی سے ان پر اپنے چار نیزے دے مارے، جو ان پانچوں میں سے چار کے دل چیرتے ہوئے نکل گئے اور وہ زمین پر گر کر دم توڑ گئے تھے۔ پانچویں جرنیل نے اپنے گھوڑے کو موڑ کر بھاگ جانا چاہا لیکن سنان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ

لگا کر اس کا راستہ روک لیا تھا اور کسی ندائے غیبی اور مسلسل گونجتی ہوئی خوفناک غار جیسی آواز میں اس نے کہا۔

"اس میدان سے میں اب تمہیں بھاگنے نہ دوں گا۔ کیا تم نہیں جانتے میں وہی سنان بن عدی ہوں جس نے قسطنطنیہ کے انتہائی مغربی کوہستانوں کے اندر فرانس کے ناقابلِ تسخیر جرنیل جیافری ڈی رینکن کو اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے خون کا غسل دے کر عدم کی طرف سدھار دیا تھا پھر بھلا تم جیسا معمولی اور گمنام جرنیل مجھ سے کیونکر بچ کر بھاگ سکتا ہے۔ تیار رہو اور اپنی چھاتی پر صلیب بنا لو کہ میں تم پر وار کرنے لگا ہوں"۔

وہ جرنیل بڑی بے چینی سے سنان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا سنان کے چہرے پر جبل پر سوئے ہوئے اور محوِ خواب کسی چرواہے کی سی طمانیت و سکون تھا۔

ایک دم سنان چیختے چنگھاڑتے بحرِ پُرشور کی صورت اختیار کر گیا اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی تھی اور اپنی تلوار ہلاتا ہوا اس جرنیل کی طرف بڑھا تھا۔ نزدیک آ کر اس نے نقارے پر پڑنے والی بے درد ضرب کی سی آواز میں اللہ اکبر کا جنگی نعرہ مارا اور اس جرنیل پر حملہ آور ہوا۔ اس نے سنان کا وار اپنی ڈھال پر روک کر اپنے آپ کو محفوظ کر لینا چاہا۔ لیکن وہ ناکام رہا اور سنان کی چمکتی ہوئی پیاسی تلوار اس کے شانے پر گر کر کمر تک چیرتی چلی گئی تھی۔ میدان کے اندر ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی تھی اور وہ جرنیل اپنے گھوڑے سے گر کر ختم ہو گیا تھا۔

دُور اپنے لشکر کے سامنے کھڑے سلطان نے خوش ہوتے ہوئے آبدیدہ سے لہجے میں کہا۔ "واللہ! کیا تعمق و گہرائی اور کیا جرأت و جسارت ہے۔ اے اُمتِ مسلمہ کے نایاب و گراں فرزند میں تیری شجاعت، تیرے جذبے اور تیری ہنرمندی کو سلام کرتا ہوں"۔ سنان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے لشکر کے میمنہ کے سامنے آن رکا تھا۔

صلیبی لشکر میں چند لمحوں تک طبل اور باجے جنگی دھنوں میں بجتے رہے۔ شاید اس طرح وہ اپنے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھانا چاہتے تھے۔ پھر وہ طیش و کدورت میں نفرت کی بازگشت بلند کرتے ہوئے اسلامی لشکر پر حملہ آور ہو گئے۔ قلب کے سامنے کھڑے سلطان

نے کڑکتی اور گونجتی آواز میں اللہ اکبر کا پہلا نعرہ مارا جس سے اسلامی لشکر میں ایک کھلبلی مچ گئی تھی اور سپاہیوں کے ہاتھ اپنے گھوڑوں کی باگوں پر مضبوط ہو گئے تھے۔ پھر نورالدین نے دوسری بار اللہ اکبر کی صدا بلند کی اور اس کے جواب میں اس کے لشکر کے گھوڑے میدان جنگ میں کود پڑنے کی خاطر بُری طرح مچلنے اور ہنہنانے لگے تھے پھر سلطان نے جب تیسری بار اپنے رب کی حمد میں اسے پکارا تو اس کے لشکر نے جواب میں صبح ازل سے سربستہ و نہاں اسرار و رموز کھول دینے والی آوازوں میں اللہ اکبر کے پُر شور نعرے مارے پھر وہ اپنے سالاروں کی رہنمائی میں صلیبی لشکر پہ ٹوٹ پڑے تھے۔

میدانِ جنگ کسی کلبۂ احزاں اور عزا خانہ کی طرح سسک اُٹھا تھا۔ عرصہ سے صلیبیوں کے مظالم کا شکار مُسلمان مکافاتِ دہر بن کر اپنے کٹیلے اور کاری حملوں سے اپنے کہنہ و ازلی دشمن کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنے لگے تھے۔ شیرکوہ اور سنان اپنے میسرہ اور میمنہ کے ساتھ جس طرف بھی رُخ کرتے دُشمن کو اپنے آگے بھگاتے چلے جاتے تھے۔

اچانک شیرکوہ کی نظر نصرانی لشکر کے علمبردار پر پڑی وہ تیر کی مانند اس کی طرف لپکا اور اپنے مٹھی بھر جوانوں کے ساتھ علم بردار کی حفاظت کرنے والے صلیبیوں کو کاٹتا ہُوا اس پر حملہ آور ہُوا۔ پہلے ہی وار میں اس نے علم بردار کا سر کاٹ دیا اور انطاکیہ کا صلیب نما علم خون آلود ہو کر زمین پر گر گیا تھا۔

شیرکوہ دوبارہ چونک اُٹھا اس نے دیکھا اس سے نزدیک ہی انطاکیہ کا حکمران ریمنڈ چلا چلا کر اپنے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ شیرکوہ کا خون کھول اُٹھا اور وہ ریمنڈ پر حملہ آور ہو گیا۔ صلیبی بھی شیرکوہ کی نیت کو بھانپ گئے تھے۔ لہٰذا وہ شیرکوہ کی طرف لپکے اور ریمنڈ کے قریب ہی انہوں نے شیرکوہ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے سخت گھیرے اور مضبوط حصار میں لے لیا تھا۔ بظاہر ایسا لگتا تھا کہ شیرکوہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس حصار سے باہر نہ نکل سکے گا۔ قریب ہی لڑتے ہوئے سنان نے بھی یہ منظر دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ اپنے جنگجو دستوں کے ساتھ اس سمت بڑھا اور برقِ عاطف اور رعدِ پرفشاں کی طرح وہ شیرکوہ کا گھیراؤ کرنے والوں پر حملہ آور ہو گیا۔

شیرکوہ اور اس کے ساتھیوں کے حوصلے دوبارہ بندھ گئے تھے۔ شیرکوہ نے جب دیکھا کہ سنان کے پہنچ جانے سے اس کے گرد کا حصار ٹوٹ چکا ہے اور وہ اب محفوظ ہے تو اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ریمنڈ پر حملہ آور ہُوا انطاکیہ کا حکمران شیرکوہ کی ایک ہی ضرب برداشت نہ کر سکا اور شیرکوہ نے اس کی گردن کاٹ دی تھی۔

دفعتہً شیرکوہ نے مڑ کر دیکھا شاید اس کی حسیات نے اسے متنبہ کر دیا تھا۔ جس وقت وہ ریمنڈ کی گردن کاٹ رہا تھا دو صلیبی اس پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ ان کی تلواریں شیرکوہ کے سر اور شانے پر برسنے لگی تھیں کہ شیرکوہ نے دیکھا دُور کھڑے سنان نے خوب زور سے لہرا کر اپنے نیزے مارے تھے اور ان دونوں کو جو شیرکوہ پہ حملہ آور ہو رہے تھے موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ شیرکوہ سنان کی طرف ممنونیت سے دیکھتا رہ گیا۔

جب سنان اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑتا ہُوا اس سے دُور چلا گیا تو اس نے بڑی دردمندی اور خلوص سے کہا۔ "عدی کے بیٹے! آفرین ہے تیرے جیسے ساتھی اور دوست پر۔" شیرکوہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ جنگ کی بھٹی میں کود گیا تھا۔

برسوں پُرانا اور خاموش انیب کا میدان اپنی ہر نباتات و جمادات کے ساتھ جنگ کی حالت میں کڑنے اور کراہنے لگا تھا۔ اسلامی لشکر اپنے جوانِ بدیع و بے نظیر بہر نیداں کی سرکردگی میں گہرے اور دبیز سایوں کی طرح دشمن پر مسلط اور حاوی ہونے لگے تھے۔ صلیبیوں نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی کہ کسی نہ کسی طور ایک بار مسلمانوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں۔ لیکن وہ بُری طرح ناکام ہوئے تھے حالانکہ ان کا لشکر تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ تھا۔ اس کے باوجود مسلمان عجیب سے امتحان جذب میں شجاعت کی ساری حقیقتوں کو بے نقاب کرتے ہوئے صلیبی لشکر پر نا امیدیوں کے شکنجے کسنے لگے تھے۔

میدان میں اُڑتی ہوئی گرد نے رزم گاہ کو مبہم، خلط ملط اور دھندلا دھندلا کر دیا تھا۔ کڑیل جوان تلوار کی جھنجھناہٹ میں پرانی اور بوسیدہ لکڑی کی طرح ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔ سینے چھد رہے تھے اور ہر کوئی اپنے سامنے غبار آلود میدان کے اندر اپنی اپنی قسمت کی نوشت اور تقدیر کے حروف ارقام پڑھ رہا تھا۔ یکبارگی میدانِ جنگ اچانک بھڑک اٹھنے والی

بھٹی کی مانند کھول اُٹھا کیونکہ دشمن کے وسط میں اپنے قلب کے ساتھ لڑتے ہوئے نورُ الدین نے پھر تین بار اپنا اللہ اکبر کا جنگی نعرہ مارا تھا اور یہ سلطان کی اپنے لشکر کو تنبیہہ تھی کہ پوری قوت و مہارت سے ایک ساتھ حملہ کیا جائے ۔

سلطان کے ان جنگی نعروں کا پر ہیبت اور انتہائی سرگرم ردِ عمل ہوا ۔ اسلامی لشکر میں تیز طوفانی ہواؤں میں کھولتے ہوئے بحرِ لاجوردی کی سی غراتی ہوئی آوازوں میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر کے سلطان کی نواؤں کا جواب دیا گیا تھا ۔ پھر مسلمان کسی مصوّر و سنگ تراش کی طرح اپنے دشمن کی قطع و برید اور کانٹ چھانٹ کرنے لگے تھے ۔

ریمنڈ کے مارے جانے سے صلیبی لشکر پہلے ہی بددل ہو رہا تھا ۔ مسلمانوں نے اپنے سلطان کی راہنمائی میں جب اپنے حملوں میں بلا کی سختی پیدا کی تو صلیبی لشکر میدانِ جنگ سے منہ موڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تھا اور سلطان اپنے قلب اور میمنہ و میسرہ کے ساتھ بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کر رہا تھا ۔

شام ہو گئی تھی ۔ تھکا ماندہ سورج جھیر جھیر دامن اور تار تار گریباں لیے اس پُر خار و سنگلاخ شام کو خدا حافظ کہتا ہوا غروب ہو گیا تھا ۔ رات چھا گئی تھی اور گھمبیر و گھناؤنا اندھیرا اجالے کی ضیائے قرمزی کو سراب اور وہمے کی طرح نگل گیا تھا ۔ سنان اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا ان چٹانوں کے اوپر چڑھ رہا تھا جن پر راہب امانوس اور قبطہ کا کلیسا تھا ۔

کلیسا کے سامنے آکر جونہی اس نے اپنے گھوڑے کو روکا قبطہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے سے نکلی سنان کو دیکھتے ہی اس کے پُر حزن و ذو ملال چہرے پر صدیوں کی گود کے خوشکن زمزمے بکھر گئے تھے ۔ یوں لگا تھا گویا سنان کے آنے پر اس کی یکسانی حیات میں تنوع کے ان گنت اور انوکھے رنگ بھر گئے ہوں ۔ سنان کی آمد پر اس کے چہرے پر ایک عبقریت و حیرت، خوشی کا ملا جلا روپ رس بکھر گیا تھا ۔

وہ سنان کے قریب آئی اور گھوڑے پر سوار سنان کے گھٹنے پر بڑے پیار اور چاہت سے اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے لحنِ بلبل اور صدائے قمری جیسی آواز میں کہا ۔" میں اس کلیسا میں آنے

پر آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں ۔"

سنان نے اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی سنہری صلیب کو درست کیا اور پھر گھوڑے سے نیچے اُترتے ہوئے کہا ۔" تمہارا عم امانوس کہاں ہے "۔

قبطہ نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا ۔" کلیسا کے مہمان خانے میں کچھ صلیبی سپاہی ٹھہرے ہوئے ہیں امانوس ان کے پاس بیٹھا ہے ۔ ٹھہرو میں محافظ کو بلا کر تمہارا گھوڑا اصطبل کی طرف بھجواتی ہوں "۔

سنان نے اس کے ہاتھ سے اپنے گھوڑے کی باگ واپس لیتے ہوئے کہا ۔" گھوڑے کو اصطبل بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں یہاں قیام نہ کروں گا ۔ میں صرف تمہیں ملنے کے لیے یہاں آیا ہوں اور تھوڑی دیر بعد لوٹ جاؤں گا ۔

قبطہ کی حالت جل کر اچانک بجھ جانے والی قندیل جیسی ہو گئی تھی ۔ مژدۂ نشاط کے جو احمریں رنگ اس کے چہرے پر بکھر گئے تھے وہ سب کافور ہو کر رہ گئے اور اس کا حسن درخشاں فرازِ قبر کی طرح سوگوار ہو گیا تھا ۔ پھر اس نے بکھری بکھری سی آواز میں پوچھا ۔ " آپ اس قدر جلدی کیوں لوٹ جائیں گے ۔ پہلے ہی آپ کئی ماہ کے بعد ملنے آئے ہیں قبطہ اور زیادہ بِسک کر بولی میں اس تنہا اور قلب ناصبور کی طرح سنسان کلیسا میں دن رات آپ کا انتظار کرتی ہوں ۔ کیا میری زندگی میں کبھی وہ دن بھی آئے گا جب آپ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائیں گے ۔ میں کلیسا کی اس زندگی سے عاجز آ چکی ہوں ۔ اگر آپ اسی طرح مجھے ملتے رہے تو ایک روز میں خود ہی اس کلیسا کی چار دیواری کے اندر ختم ہو جاؤں گی "۔

سنان نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا ۔" کیا تم کلیسا کی رہبانیت چھوڑ کر میرے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جاؤ گی "؛

قبطہ نے دُکھتے لہجے میں کہا ۔" میں نے کلیسا کی رہبانیت اپنی مرضی اور خوشی سے قبول نہیں کی ۔ میرے ماں باپ مر جانے کے بعد اس دنیا میں واحد سہارا میرا عم امانوس رہ گیا تھا ۔ چونکہ یہ شروع ہی سے ہی کلیسا کی خدمت پر مامور کر دیا گیا تھا ۔ لہذا اس نے

مجھے بھی راہبہ بنا دیا"۔ قبطہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے جنہیں اس نے پونچھ لیا اور آگے بڑھ کر بڑی چاہت کے انداز میں اس نے سنان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا ۔

"قسم مریمؑ و مسیحؑ کے خداوند کی میں کلیسا کے لیے نہیں ۔ آپ کی خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہوں ـــــــ کاش ـــــــ کاش آپ ایک بار کہہ چکے ہوتے ۔ قبطہ! تم میری ہو اور عنقریب میں تمہیں کلیسا سے نکال کر اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤں گا"۔

سنان نے قبطہ کا دوسرا ہاتھ تھامتے ہوئے بڑی ہمدردی و عواطف سے کہا "سنو قبطہ! اس وقت میں جنگ سے لوٹ رہا ہوں عنقریب میں پھر آؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور میرے گھر تم میری بیوی کی حیثیت سے رہو گی میں تمہیں اس کلیسا کی تنگی دیوار دل کے اندر بند نہ رہنے دوں گا"۔

قبطہ کی حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے وہ انجان، بھولی اور معصوم راہبہ مژدہ نشاط مناجات کا شکار ہوگئی ہو ۔ سنان کے منہ سے اپنے متعلق فیصلہ کن الفاظ سن کر وہ راہبہ نہ رہی تھی بلکہ اپنے حبیب کا انتظار کرنے والی ایک عام گھریلو اور نوخیز لڑکی بن گئی تھی جو صرف اپنے ساتھی و رفیق کے ساتھ زندہ رہنے کا عزم کر چکی ہو ۔ پھر اس نے سنان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ۔

"آیئے اندر چل کر بیٹھتے ہیں"۔ سنان کچھ کہنے والا تھا کہ مہمان خانے سے راہب امانوس نکلا اور سنان کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے خوشی و حیرت ملے جلے جذبات میں کہا ۔ "سنان! سنان! تم کب آئے ہو اور اپنے گھوڑے کے ساتھ کلیسا سے باہر کیوں کھڑے ہو"۔ سنان نے آگے بڑھ کر راہب سے مصافحہ کیا تو راہب نے تکلیف دہ لہجے میں پوچھا ۔

"کیا یہ سچ ہے کہ دمشق سے باہر لوئیس اور کانراڈ کو شکست ہو چکی ہے اور پھر نور الدین کے لشکر نے انطاکیہ کے لشکر کو شکست دینے کے بعد ریمنڈ کو قتل کر دیا ہے"۔

سنان نے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا "یہ سچ ہے اور میں ان تینوں جنگوں میں شامل تھا"۔

راہب نے تلملاتے ہوئے پوچھا "آخر ان جنگوں میں صلیب کو شکست کیوں ہوئی ـــــــ؟"

سنان نے اس بار اپنی بھاری اور پُرعزم آواز میں کہا ۔ "اس لیے کہ ہمارے ان تمام لشکروں کے اندر طہارت و تقدیس کی کمی تھی ۔ ہمارے ان لشکروں میں جو عورتیں تھیں وہ کھلے عام اپنے سپاہیوں سے بے حیائی و بدکاری کا مظاہرہ کرتی رہیں ۔ جب کہ مسلمان اپنے رب کی راہ میں اپنے عمدہ کرداروں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے ہمارے گناہوں پر غالب آگئے ۔

امانوس اداس ہو گیا اور سنان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ۔ "تم اندر چل کر بیٹھو، میں تمہارا گھوڑا اصطبل میں بھجوا دیتا ہوں"۔

سنان نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا ۔ "میں صرف تم دونوں سے ملنے آیا تھا ۔ میں اس لشکر میں شامل تھا جو نور الدین کے آگے آگے بھاگتا انطاکیہ میں داخل ہوا ہے ۔ ابھی لشکر میں میرا بہت سا کام ہے میں فارغ ہو کر پھر کسی روز آؤں گا"۔

سنان اپنے گھوڑے کو لے کر واپس مڑ گیا ۔ امانوس کی موجودگی میں قبطہ بیچاری اسے روک نہ سکی تھی ۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے سنان گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور وہ اداس و مغموم اپنے کمرے میں چلی گئی تھی ۔ سنان کا رخ مشرق کی طرف تھا ۔ جہاں نور الدین دشمن کے تعاقب کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا ۔

انیب کے معرکے سے فارغ ہو کر سلطان نے صرف چند روز ہی حلب میں آرام کیا تھا کہ اسے ایک انتہائی اہم مہم پر روانہ ہونا پڑ گیا ۔ انطاکیہ سے پچاس میل جنوب مشرق میں صلیبیوں کا ایک انامیہ نام کا مضبوط قلعہ تھا جس میں مقامی رضاکاروں کے علاوہ یورپ سے آئے ہوئے بہت سے صلیبی بھی جمع ہو گئے اور انہوں نے اسلامی حدود کے دو شہروں حماۃ اور شیزر کے نواح میں حملے کر کے مسلمانوں کی بستیوں میں ترکتاز کر کے تباہی مچا دی تھی اور دن بدن ان کے حملوں کی جولان گاہ بڑھتی جا رہی تھی ۔

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ حلب سے نکلا اور بڑی تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے اس نے انامیہ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا ۔ یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ کے اوپر واقع تھا ۔ اور اس کی فصیلیں سخت پتھر کی بنی ہوئی تھیں ۔ جنہیں توڑ کر قلعے میں داخل ہونا ایک دشوار

امر تھا۔ نورالدین نے قلعے کی سخت ناکہ بندی کر لی تھی۔ قلعے کے مشرقی دروازے پر وہ خود لشکر کے قلب کو لے کر مقیم ہو گیا تھا۔ مغربی دروازے پر میسرہ کے ساتھ شیرکوہ متعین تھا اور شمالی دروازے کی حفاظت میمنہ کے ساتھ سنان کو سونپی گئی تھی۔ صرف قلعے کا جنوبی دروازہ خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔

صلیبی چند روز تک محصور رہ کر مقابلہ کرتے رہے پھر ایک دن وہ جنوبی دروازے سے باہر نکلے اور تنگ پہاڑی دروں کے اندر چکر کاٹ کر وہ نورالدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔ سلطان نے بڑے استقلال اور جرأت کے ساتھ اس حملے کو روکا۔ ساتھ ہی اس نے شیرکوہ اور سنان کو حکم دیا کہ وہ دشمن پر دوسری طرف سے حملہ کر دیں۔ سنان نے قلعے کا شمالی حصہ چھوڑ کر جنوبی دروازے کی ناکہ بندی کر لی جبکہ شیرکوہ دشمن کے عقب کی طرف بڑھا تھا۔

شام تک نورالدین نے اپنے قلب کے ساتھ دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ جونہی وہ پیچھے ہٹ کر قلعے کی طرف بھاگنے لگے۔ شیرکوہ ان پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑا۔ صلیبی چیختے چلاتے قلعے کے جنوبی دروازے کی طرف بھاگے لیکن جب وہ وہاں پہنچے تو پہلے سے بھی زیادہ ہولناک تباہی کا شکار ہو گئے۔ سنان میمنہ کے ساتھ گھات سے نکل کر ان پر بادلوں کے طوفان کی طرح فسوں خیزی اور وجد انگیزی کے ساتھ حملہ آور ہو گیا تھا اور دشمن کے سپاہی استخوان شکستہ کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔

یہ ایک ایسا سخت اور پُر ہیبت حملہ تھا کہ قلعہ انامیہ کے ہیکل و اشجار تک لرز اٹھے تھے اور سنان نے صلیبیوں کے آتشِ غدر سے دہکتے ہوئے سینوں میں اور تعصب سے بھرپور ان کے جسم کی رگ رگ میں سنسنی اور وحشت دوڑا دی تھی۔ اس اچانک حملے کا خاطر خواہ اور مثبت نتیجہ نکلا اور صلیبی ہتھیار پھینک کر "امان امان" پکارنے لگے تھے۔

سنان نے امان طلب کرنے والوں کو گرفتار کر کے سلطان کی طرف روانہ کر دیا۔ اس جنگ میں ڈھائی ہزار صلیبی مارے گئے اور ان کی اسی قدر تعداد بری طرح زخمی ہو گئی تھی۔ اسلامی لشکر سے صرف بیس آدمی شہید اور پندرہ زخمی ہوئے۔

قلعے کے جنوبی حصے میں ہونے والی اس جنگ میں انامیہ کی افواج کا سالار بھی

سنان کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔ قلعے کے اندر جو ابھی تک محفوظ فوج موجود تھی وہ دوبارہ قلعہ بند ہو گئی اور در پردہ شام کے دوسرے عیسائی حکمرانوں کو پیغام بھیج کر اپنی مدد کے لیے بلا لیا۔ اس کے ساتھ ہی وقت گزارنے کے لیے انہوں نے سلطان کے ساتھ مصالحت کی گفتگو کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔

نورالدین ان کے ارادوں کو بھانپ گیا تھا اور گفت و شنید سے انکار کر کے اس نے محصورین کو کہلا بھیجا کہ میں تمہیں صرف ایک رات کی مہلت دیتا ہوں۔ اس عرصہ میں تم قلعہ سے نکل جاؤ یا اس کے دروازے کھول دو ورنہ آنے والی صبح سے ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

صلیبی رات بھر جنگ کی تیاری کرتے رہے اور صبح کو سلطان کے حملوں کا بڑی مستعدی اور جرأت سے جواب دینے لگے لیکن سلطان نے قلعے کے تین اطراف سے منجنیقوں کے ذریعے سخت اور تیز و تند سنگباری شروع کرا دی اور قلعے کی مضبوط فصیل میں جگہ جگہ رخنے پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے۔ صلیبی سلطان کے حملوں کی اس قدر سختی اور تندی کا سامنا نہ کر سکے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ مظفر و منصور قلعہ میں داخل ہوا اور خود اپنے ہاتھ سے قلعے کے سب سے بلند برج پر اپنا جھنڈا نصب کر دیا۔

دوپہر کے قریب جبکہ ایک کھلے میدان کے اندر اسلامی لشکر سستا رہا تھا اور سنان اپنے میمنہ کے اندر بنو لخم کے چند جاں نثاروں کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ ایک کرد سپاہی قلعے کی جانب سے سنان کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک حسین ترین لڑکی بھی تھی وہ دونوں سنان کے پاس آ کر رکے اور مسلمان کرد سپاہی نے سنان کو مخاطب کر کے کہا۔

"یا امیر! یہ لڑکی آپ سے ملنا چاہتی ہے۔"

سنان نے اس لڑکی کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "تم کس سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتی ہو۔" اس جمالیات کا مجسمہ لڑکی نے اپنے سوسنی ہونٹ کھولے اور ترنم خیز آواز میں پوچھا۔

"کیا تمہارا ہی نام سنان بن عدی ہے"

سنان نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں میرا ہی نام سنان بن عدی ہے۔"

اس لڑکی نے پھر پوچھا۔ "کیا انامیہ کی افواج کے سالار کو تم نے قتل کیا ہے"۔

سنان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں وہ جنگ میں میرے ہاتھوں ہی مارا گیا تھا"۔

"اس لڑکی نے اپنی زمزمہ کار اور نے نوا آواز میں کہا" تو سنو! میں قلعے کی افواج کے مرنے والے سالار کی بیوی ہوں، کیا تم مجھ سے شادی کرتے ہو۔ جب کہ ازل سے یہ رسم چلی آرہی ہے کہ مارنے والا مرنے والے کی بیوی کی دل جوئی کے لیے اسے اپنے حرم میں داخل کر لیتا ہے۔ کیا تم بھی مجھے اپنے حرم میں داخل نہ کرو گے"۔

سنان نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں ایک معمولی سپاہی اور گمنام مجاہد ہوں۔ میرا کوئی حرم نہیں ہے۔ میری صرف ایک ہی بیوی ہے۔ اس کے علاوہ میں کسی اور لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ ہاں اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری شادی اپنے کسی سالار سے کرا دیتا ہوں"۔

اس لڑکی نے متناقص و متضاد لہجے میں کہا۔ "کیا میں اتنی ہی گری ہوئی ہوں کہ ایک عام شخص سے شادی کر لوں۔ تم نے میرے شوہر کو جنگ میں زیر کیا ہے اور میں نے اپنے شوہر کی حیثیت سے تمہارا ہی انتخاب کیا ہے۔ بولو! کیا تم میری اس پیشکش کو قبول کرتے ہو"۔

سنان نے سپاٹ لہجے میں کہہ دیا۔ "میں تمہاری اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں"۔

اس لڑکی کی طبیعت برہم ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آلام و طوفانوں کے مژدوں کا طوفان تھا۔ پھر اس نے اکھڑی اکھڑی سی آواز میں کہا۔

"اے ابن عدی! اگر تم انکار کرتے ہو تو پھر سنبھل کر رہنا۔ ایک روز میں تجھ سے اپنے شوہر کا انتقام ضرور لوں گی اور یاد رکھنا یہ انتقام ایسا ہو گا کہ تمہاری بیوی بھی میری طرح بیوہ ہو کر کسی دوسرے شوہر کو تلاش کرتی پھرے گی"۔

سنان کے کچھ کہنے سے قبل ہی بنو لخم کے ایک جوان نے اپنی تلوار سونت لی اور اس لڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے انتہائی غیض و غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "واللہ! میں تیری یہ زبان ہی کاٹ دوں گا جس سے تو نے ہمارے امیر کے خلاف ایسے کلمات ادا کیے ہیں۔ کیا تو سمجھتی ہے ہم مر گئے ہیں کہ تو ہمارے سالار سے اس کا انتقام لے گی"۔

وہ سپاہی آگے بڑھ کر لڑکی پر اپنی تلوار برسانا ہی چاہتا تھا کہ سنان نے اسے روک دیا۔ وہ سپاہی نادم سا ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

سنان نے اس لڑکی کو مخاطب کر کے کہا۔ "کیا تم دھوکے اور فریب سے مجھ پہ انتقامی حملہ کرو گی یا اس طرح میرے سامنے آکر میرا مقابلہ کرو گی جس طرح اس قلعے سے باہر میں نے تمہارے شوہر سے مقابلہ کر کے اسے موت کی نیند سلا دیا تھا۔ اس لڑکی نے اپنی آنکھوں سے شعلے برساتے ہوئے کہا۔"

"میں چوروں کی طرح چھپ کر تم پر وار نہ کروں گی بلکہ کسی جنگ میں تمہارے سامنے آکر تم پر حملہ کروں گی"۔

سنان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے اس حملے کا شدت سے انتظار کروں گا"۔ لڑکی واپس مڑی اور برہمی کا اظہار کرتی ہوئی واپس چلی گئی تھی۔ سنان نے اس گفتگو کا کوئی اثر قبول نہ کیا اور پہلے کی طرح وہ پھر اپنے سپاہیوں کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگا تھا۔

سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی چند روز ہی قلعے کے اندر قیام کیا تھا کہ اس کے جاسوس یہ خبر لائے کہ شامی عیسائیوں کا ایک مضبوط و جرار لشکر بڑی تیزی اور سرعت سے تہ کتاز و یلغار کرتا ہوا انامیہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ نورالدین رات کی تاریکی میں قلعہ سے نکلا اور اس طرف بڑھا جدھر سے عیسائی لشکر آرہا تھا۔

ایک مناسب جگہ دیکھ کر سلطان نے اپنے لشکر کو روک دیا اور انامیہ کی طرف جانے والے اس راستے کا گھیراؤ کر لیا۔ سامنے کی طرف سلطان خود گھات میں بیٹھ گیا۔ دائیں طرف شیرکوہ میسرہ کے ساتھ اور بائیں طرف میمنہ کے ساتھ سنان اپنی اپنی کمین گاہیں

بنا چکے تھے۔ آدھی رات کے قریب جب دشمن کا لشکر اس جگہ سے گزرنے لگا تو سلطان کا اشارہ پا کر دائیں بائیں سے شیرکوہ اور سنان عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے اور اسی لمحہ سامنے کی طرف سے سلطان خود بھی طوفان کی شکل میں حملہ آور ہو گیا تھا۔ ایک حشر تھا جو اس جگہ برپا ہو گیا تھا۔ عیسائی لشکر زیادہ دیر تک مسلم مجاہدین کا سامنا نہ کر سکا اور سلطان کے پاس صلح کا پیغام بھیجا سلطان نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تاوان کی ایک کثیر رقم لے کر ان سے صلح کر لی اور بچا کھچا عیسائی لشکر واپس لوٹ گیا۔ سلطان بھی اپنے لشکر کے ساتھ حلب کی طرف مراجعت کر گیا تھا۔

انامیہ کی فتح کے بعد سلطان نور الدین کو اچانک جوسلین کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ ان دنوں شیرکوہ اور سنان کو سلطان نے ایک بھاری لشکر دے کر بعلبک (ہیلیو پولس) کی طرف سرحدی عیسائیوں کے حملوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا تھا۔ ان سرحدی عیسائیوں نے شیرکوہ اور سنان کے ساتھ کوہستانوں کے اندر چھاپہ مار جنگ شروع کر رکھی تھی جسے وہ طول دیتے جا رہے تھے۔

جوسلین اڈیسہ کے معرکے میں نور الدین سے شکست کھا کر بھاگ گیا تھا اور حلب کے شمال میں کچھ علاقوں پر اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ جوسلین ایک جنگ پسند، فسادی اور شریر النفس متعصب عیسائی تھا۔ وہ کبھی بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا اور آئے دن اسلامی علاقوں پر چھاپے مارتا تھا۔ جوسلین نسلاً فرانسیسی[۱] تھا اور مسلمانوں کو اپنا بدترین دشمن تصور کرتا تھا۔ فرانسیسی جب کبھی بھی مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوتے تو جوسلین ہی کو اپنا قائد بناتے کیونکہ انہیں اس کی شجاعت، ہوشیاری و عیاری اور اسلام دشمنی پر پورا پورا یقین تھا۔

سلطان چند دن تک اپنے لشکر کو مرتب کرنے میں مصروف رہا کیونکہ لشکر کا ایک

---

۱ علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ جوسلین فرانسیسی صلیبیوں میں سب سے بڑا شیطان تھا اور مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا۔

بڑا حصّہ شیرکوہ اور سنان کی سرکردگی میں بعلبک کی سرحدوں پر چھاپہ مار جنگ میں مصروف تھا تاہم ایک مختصر سے لشکر کے ساتھ سلطان ہتا ہوا جوسلین کے علاقے میں جا گھسا تھا۔ جوسلین نے خفیہ طور پر انطاکیہ اور شام کے عیسائیوں کو بھی اپنی مدد کے لیے بُلا لیا تھا اور اس آن گنت لشکر نے نورالدین کے مٹھی بھر مجاہدوں کی سخت مزاحمت شروع کر دی تھی۔

لگاتار دو ماہ تک مسلمانوں اور صلیبیوں میں خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس اثنا میں اطراف و جوانب سے صلیبیوں کی تازہ دم فوجیں جوسلین کی مدد کے لیے برابر پہنچتی رہیں۔ لیکن نورالدین کو کسی طرف سے کوئی کمک نہ پہنچی اور اس کے لشکر میں بے دلی پھیلتی چلی گئی تھی۔ جوسلین اسلامی لشکر کی اس کمزوری کو بھانپ گیا اور مسلمانوں پر چاروں طرف سے زبردست حملے شروع کر دیئے۔ سلطان تنہا تھا اور اس جنگ میں اس کے دونوں قیمتی اور نایاب جرنیل جو اس کا دایاں بایاں بازو تھے اس کے ساتھ نہ تھے۔

سلطان کا لشکر جو صلیبی لشکر کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ جوسلین کے سخت حملوں کی تاب مقاومت نہ لا سکا اور اس میں ہزیمت کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے اور آہستہ آہستہ رزم گاہ سے ان کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ سلطان نے ہر چند اپنے لشکر کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن لشکر کے اکھڑے ہوئے قدم دوبارہ جم نہ سکے اور جوسلین بھاگتے ہوئے مسلمانوں کا تعاقب کرنے لگا تھا۔ سلطان اپنے چند جانبازوں کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور جب صلیبی بھاگتے ہوئے مسلمانوں کا تعاقب کر کے واپس آ رہے تھے تو سلطان نے ان پر طوفانی حملہ کر دیا لیکن عیسائیوں کے دل بڑھے ہوئے تھے ثانیاً وہ تعداد میں کئی گنا زیادہ تھے لہٰذا وہ ہر طرف سے دوڑتے اور اُمڈتے ہوئے سلطان کے مقابلے پر آ گئے اور سلطان پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے مٹھی بھر جانثاروں کے ساتھ پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔

سلطان کو اپنی زندگی میں پہلی بار صلیبیوں کے مقابلے میں ہزیمت اُٹھانا پڑی تھی اور غصے میں وہ زخمی شیر کی طرح پیچ و تاب کھاتا اور اندر ہی اندر غم و غصّہ سے کڑھتا ہوا حلب کی طرف چلا گیا تھا۔

حلب آ کر سلطان نے بڑے زور شور سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اس

کے علاوہ اس نے بعلبک سے سنان اور شیرکوہ کو بھی بُلا لیا تھا۔ اس بار وہ اپنے ان دونوں بازوؤں کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ چند ہی یوم میں سلطان دوبارہ ایک فیصلہ کُن جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

سلطان کو پسپا کرنے کے بعد جوسلین شیر ہو گیا وہ اپنے لشکر کو چند روز تک آرام دینے کے بعد وہ اپنے کھوئے ہوئے دارالحکومت ایڈیسہ (مدینۃ الرہا) کی طرف بڑھا۔ سلطان نے اس کے سامنے آنے میں دیر نہ کی وہ طوفان کی مانند حلب سے نکلا اور اس وقت جوسلین کے لشکر کا راستہ روک لیا۔ جب وہ بڑی تیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ مدینۃ الرہا کی طرف جا رہا تھا۔

دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ شاید دونوں ہی اس میدان کے اندر اپنی زندگی کی فیصلہ کُن جنگ کر لینا چاہتے تھے۔ سلطان نے اس بار کسی مصلحت کے تحت اپنے لشکر کی ہیئت بدل دی تھی اپنے لشکر کے قلب کو اس نے شیرکوہ کے سپرد کر دیا تھا۔ میمنہ اور میسرہ دونوں ہی سنان کی قیادت میں دے دیئے۔ خود سلطان لشکر کے کچھ چیدہ چیدہ دستوں کے ساتھ اپنے لشکر کی سب سے پچھلی صفوں میں کھڑا ہو گیا۔ جوسلین اس بار یہی سمجھ رہا تھا کہ نورالدین اس کے مقابلے پر نہیں آیا۔ لیکن یہ سلطان کی ایک جنگی چال تھی جس سے وہ جوسلین کی شکل میں عالمِ اسلام کے پاؤں میں چبھا ہوا کانٹا ہمیشہ کے لیے نکال پھینکنا چاہتا تھا۔

دونوں لشکروں کی جب صفیں درست ہوئیں تو صلیبی لشکر سے ایک جوان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا نکلا اور میدان کے وسط میں آ کر اس نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور اسلامی لشکر کی طرف منہ کر کے مقابلے کے لیے للکارا۔ شیرکوہ نے بغیر کسی توقف کے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس سوار کی طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف سنان بھی میدان میں اُتر چکا تھا لیکن شیرکوہ کو آگے بڑھتے دیکھ کر وہ واپس لوٹ گیا تھا۔

شیرکوہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس جوان کے سامنے آیا جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور اپنے آپ کو پوری طرح اس نے لوہے میں ڈھانپ رکھا تھا۔ حتیٰ کہ اپنے چہرے پر بھی اس نے کانسی کے مضبوط خود کا نقاب ڈال رکھا تھا۔ شیرکوہ کو دیکھتے ہی اس نے کہا۔

"شیر کوہ! واپس لوٹ جاؤ اور سنان بن عدی کو میرے مقابلے پر بھیجو۔ اس کا مجھ پر ایک قرض ہے۔ جو اس میدان کے اندر اسے زیر کر کے میں اتار دینا چاہتا ہوں۔ شیر کوہ نے اس سوار کی آواز سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کسی نوخیز اور جوان لڑکی کی آواز ہے۔ اس نے طنزاً کہا "کیا جو سلین کے پاس کوئی مرد نہ تھا جو اس نے تمہیں مقابلہ کرنے کے لیے بھیج دیا ہے۔ لڑکی نے اس بار اپنی کھولتی ہوئی آواز میں کہا۔" اگر تم بزدل نہیں ہو تو واپس لوٹ جاؤ اور سنان بن عدی کو میرے مقابلے میں بھیجو۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ انامیہ کے قلعے کے باہر میں نے جو اسے مبارزت کی دعوت دی تھی اس کا وقت آگیا ہے۔ تم دیکھو گے تمہارا وہ جرنیل اس میدان کے اندر میرے سامنے خون میں لت پت بے بس و مجبور پڑا ہوگا۔"

شیر کوہ نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہاری بھول ہے۔ سنان بن عدی لڑنے کے فن میں مجھ سے کہیں زیادہ سبک رفتار، تیز اور زہریلا ہے۔ یاد رکھو اس میدان میں وہ تجھے بگولوں کے اندر اڑنے والی گرد کی مانند منتشر اور پراگندہ کر دے گا۔ اگر تم اس کے ہاتھوں ہی مرنے پر تلی ہوئی ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور اسے تمہارے مقابلے پر بھیجتا ہوں۔ آہ! تمہارے لیے وہ لمحہ کیسا منحوس ہوگا جب تم اپنے آپ کو سنان کے سامنے کانچ اور بلور کا ایک بے ضرر کھلونا سمجھ رہی ہوگی۔

شیر کوہ واپس چلا گیا اور اپنے لشکر سے نزدیک جا کر اس نے ہاتھ کے اشارے سے سنان کو میدان میں اترنے کے لیے کہا۔ سنان شاید پہلے ہی اس کا منتظر تھا۔ اس نے فوراً اپنے گھوڑے کو ایک سخت مہمیز لگائی اور اس کا رخشِ عنان تاب ہنہناتا ہوا طوفان کی طرح میدانِ جنگ کے وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔ لشکر کے پیچھے اپنے منتخب دستوں کے درمیان کھڑا سلطان نور الدین بڑی بے چینی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

سنان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا رزم گاہ کے وسط میں کھڑی اس لڑکی کے پاس آیا تو اس نے اپنا گھوڑا سنان کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔" اے ابن عدی! کیا میدانِ جنگ میں تمہیں مقابلے کی دعوت دے کر میں نے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کر دیا۔ سنان نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔" تم؛ کیا یہ وہی شناسا آواز ہے جو میں نے قلعہ انامیہ سے باہر

سنی تھی۔" لڑکی نے اپنی تلوار اور ڈھال پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔" ہاں میں وہی ہوں اور اس میدان میں تم سے اپنے مرنے والے شوہر کا انتقام لوں گی۔ کاش تم مجھ سے شادی کر لیتے تو آج تمہیں یہ دِن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔" سنان نے فرح بخش لہجے میں کہا۔" تم عورت ہو اور عورت سے جنگ کرنا میری توہین ہے۔ واپس لوٹ جاؤ اور کسی سے شادی کر کے اس کی خواب گاہ کو طرب زار اور اپنی خلوت اور وصال کے نشے کو استوار کر لو۔ میں شرم محسوس کر رہا ہوں کہ میدانِ جنگ میں ایک عورت میرے مقابل کھڑی ہے۔ جاؤ تم سوسنِ ازرق کا ایک پھول ہو اور اس پھول کو میں پامال نہیں کرنا چاہتا۔ جاؤ چلی جاؤ۔"

اس لڑکی نے عجیب سے انداز دعقائد کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ابن عدی! اب تم بچ کر نہیں جا سکتے ہو۔ میں طوفان اور موت بن کر تمہارے سر پر وارد ہوں گی۔ مجھے تمہاری نصیحت و موعظت کی ضرورت نہیں۔ مجھے صرف تمہارا کٹا ہوا سر چاہیئے۔ سنان کی طاقتِ تحمل جواب دینے لگی اور اس نے قدرے برہم ہو کر کہا۔" عورت! اپنے آپ کو دیکھو اور عورت کے وجود میں رہ کر مجھ سے بات کرو۔ میں آخری بار تمہیں لوٹ جانے کی تنبیہہ کرتا ہوں۔ یاد رکھو اگر تم نے یہ موقع بھی ضائع کر دیا تو تمہاری جان بچانے کی خاطر تمہاری کوئی حجت و برہان تمہارے کام نہ آئے گی اور میں تمہاری جمالیات کی حقیقت اور تمہارے حسنِ فسوں ساز کے سارے اخذ و اثر کو راکھ کی طرح بے اثر و بے ضرر کر دوں گا۔"

اس لڑکی نے اپنی تپی ہوئی آواز میں کہا۔" عدی کے بیٹے! میں تم پر حملہ کرنے لگی ہوں اگر تم میں طاقت و ممارست ہے تو میرے اس وار کو روک کر دکھاؤ۔

سنان نے اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔" توقف! اے بدقسمت عورت توقف! قبل اس کے کہ میں تمہاری جہل آمیز باتوں اور مضحکہ خیز دعووں کو تمہارے خون سے دھو کر تمہیں یاس کے اندھیروں اور جلتے تنور جیسی جنگ سے گزار کر موت کی گراں بار بیڑیاں پہنا دوں۔ اپنا نام بتاؤ تاکہ میرے ہاتھوں آج تک جنگوں میں مرنے والے دشمنوں کی فہرست میں تم جیسی عورت کا نام خارج کر سکوں۔ لڑکی نے اپنی کھولتی ہوئی آواز میں کہا۔ میرا نام رافیل ہے اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سنان پر حملہ کر دیا۔

سنان نے بڑی آسانی سے اس کا وار اپنی ڈھال پر روک لیا تھا پھر سنگ سماق جیسی اپنی سخت آواز میں اس نے رافیل سے کہا۔ بس اپنے حملوں کی ایسی ہی سختی سے تم مجھے ڈرا رہی تھی۔ سن اے بدبخت عورت جس طرح شُتر پر مکھی بیٹھ جانے سے وہ اپنے جسم پر کوئی بوجھ محسوس نہیں کر سکتا بالکل اسی طرح تمہارے اس حملے نے مجھ پر کوئی اثر نہیں کیا۔ اب بھی وقت ہے واپس چلی جاؤ اور اپنی جان بچالو۔ رافیل نے اپنی تلوار علیحدہ کر کے دوسرا وار کر دیا تھا۔ سنان نے اس کا دوسرا حملہ بھی اپنی ڈھال پر بغیر کسی صعوبت کے روک لیا تھا۔ پھر اس پر گویا جنون طاری ہو گیا تھا اور اس نے رافیل پر جوابی حملہ کر دیا تھا۔

سنان نے اس قدر تیزی اور مہارت سے حملہ کیا تھا کہ رافیل قلب کے فگار اور اعصاب کے فشار کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسی حسرت آگئی تھی گویا کوئی گنہگار اپنے لیے روزِ بد کو دیکھ کر پریشان حال ہو گیا ہو۔ سنان کی تلوار بار بار رافیل کے سر اور شانوں پر کوند جاتی تھی لیکن یوں لگتا تھا سنان اس کے کسی حصے پر تلوار نہ برسانا چاہتا تھا۔ اپنے چند ہی حملوں سے رافیل کو بدحواس کرنے کے بعد سنان نے پھر منت کرنے کے انداز میں اسے کہا۔

"اے کمزور عورت! میں تمہارے خون سے اپنی تلوار رنگنا نہیں چاہتا۔ میں پھر تمہیں واپس لوٹ جانے کا مشورہ دیتا ہوں"۔ رافیل نے پھر بڑی نفرت کے ساتھ سنان کی پیشکش ٹھکراتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں میں سے کسی ایک کی موت تک یہ مقابلہ جاری رہے گا اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے"۔

سنان غصے میں بے امان شعلے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اس نے اپنی تپش آموز وجنوں خیز آواز میں کہا۔ "میں اپنے ربّ کی ستر پوشی اور مہربانی کی صفات کے صدقے میں تمہیں معاف کر دینا چاہتا تھا۔ اگرمیرے اس قدر سمجھانے کے باوجود تمہارے لہجے کی اکڑ نہیں گئی تو پھر سنبھلو میں تم پر حملہ آور ہو کر تمہارے جسم پر زخموں کے نقش و نگار کی منبت کاری کرنے لگا ہوں اگر روک سکتی ہو تو روک لینا۔ کاش اس بادیہ و بیابان کی ہولناکی کے اندر تم مجھے مقابلہ کرنے پر مجبور نہ کرتیں۔ سنان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور رافیل پر اس قدر خوفناکی سے حملہ کیا کہ رافیل کا جسم پوری طرح لوہے میں چھپا ہونے کے باوجود سنان کی تلوار اس

قوت سے رافیل کے شانے پر گری تھی کہ لوہے سمیت رافیل کے جسم کو چیرتی ہوئی اس کی پسلیوں تک چلی گئی تھی۔ رافیل کی ایک دہشت زدہ آواز بلند ہوئی اور رزم گاہ کو خوفناک بنا گئی تھی سنان نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اسے ایڑ لگا کر وہ اپنے لشکر میں واپس آگیا تھا۔

جوسلین بے حد مطمئن و پُرسکون تھا کیونکہ اس کے لشکر کی تعداد اب بھی سلطان کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی اور وہ پھر اُمید لگائے بیٹھا تھا کہ "پہلے کی طرح سلطان کو پسپا ہونے پر مجبور کر کے شمال کی طرف بڑھے گا اور مدینہ الرہا پر قبضہ کر کے پھر سے وہاں اپنی حکومت استوار و مستحکم کر لے گا لیکن قدرت و تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا اور قسمت کی نوشت رقم کرنے والے فرشتے ایسے فیصلے لکھ چکے تھے جو جوسلین کی بدبختی اور بے بسی پر منتج ہوتے تھے۔

انتظاماتِ مشیعت سے بے خبر جوسلین اپنے سیلاب نما لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ سنان اور شیرکوہ نے بڑی پامردی سے جوسلین کے حملے کو روکا اور جوابی کارروائی کر کے ایک خون خشک کر دینے والا حملہ کیا اور ہزاروں صلیبیوں کو کاٹتے ہوئے وہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ ان کے اندر تک گھستے چلے گئے تھے۔ سلطان نورالدین ابھی تک جنگ میں نہ کودا تھا۔ اپنے لشکر کی آڑ میں اس نے دو کوس کا لمبا چکر کاٹا اور دشمن کی پشت پر جا کر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اس قدر جرأت و جوانمردی سے حملہ آور ہُوا کہ پہلے ہی حملے میں اس نے دشمن کی صفوں میں انتشار و بداہتی پیدا کر دی تھی۔ صلیبی لشکر پر جب دونوں طرف سے ضربیں پڑنے لگیں تو ان کے لشکر کی صف بندی اور ترتیب بُری طرح ٹوٹنے لگی تھی۔ بعض جگہ سے ان کے پاؤں اُکھڑ گئے تھے لیکن جوسلین کی سر توڑ کوششوں اور اپنے سپاہیوں کے اُکسانے پر ایک بار پھر صلیبی جم کر لڑنے لگے تھے لیکن تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود ان پر اسلامی لشکر کا زور اور دباؤ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔

سنان اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ لڑتے لڑتے جوسلین کے سر پر جا پہنچا تھا۔ جوسلین بھی اسے اپنی طرف آتا دیکھ چکا تھا۔ لہٰذا وہ بھی مقابلے کے لیے مستعد ہو گیا اور اس کے اشارے پر آں گنت صلیبی سپاہی سنان کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ کے سپاہی یہ منظر دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کا سالار جوسلین پر حملہ آور ہو رہا

ہے تو انہوں نے اس سمت پورا زور ڈالنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سنان اور جوسلین کے درمیان حائل ہو جانے والے صلیبیوں کو پیچھے ہٹ جانا پڑا اور جو میدان میں جمے رہے، وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے اور سنان اپنی خون آلود تلوار لہراتا ہوا جوسلین کے سر پر جا پہنچا تھا۔ جوسلین سنان کو اپنے سامنے دیکھ کر ایک بار لرز اُٹھا تھا تاہم حالات کے پیشِ نظر وہ مقابلے پر جم گیا تھا۔

سنان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے قہر آلود لہجے میں کہا "جوسلین! میری طرف غور سے دیکھو، مَیں تمہارا قاتل بن کر تمہارے سامنے آیا ہوں۔ فرانس کے حقیر ترین انسان مَیں بنو لخم کا امیر سنان بن عدی ہوں۔ تم نے میرے قبیلے کی ایک لڑکی امیمہ کو بے آبرو کر کے اسے آنکھوں سے محروم کر دیا تھا اور اس انتقام میں آج مَیں تجھے بھی جنگ کے اس میدان میں ذلیل و رسوا کر کے تمہاری آنکھیں نکال دوں گا اور یہی تمہارے گناہوں کا قصاص ــــ"

سنان خاموش ہو گیا کیونکہ جوسلین نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ سنان نے اس کا وار اپنی ڈھال پر لیا اور جوسلین پر جوابی حملہ کر دیا۔ ان دونوں کے اردگرد ان کے سپاہی ایک دوسرے پر اُمڈ پڑے تھے اور میدانِ جنگ کی اس جگہ پر صلیبیوں کی تعداد اب پہلے سے آدھی رہ گئی تھی۔ مسلمان سپاہی بڑی تیزی سے انہیں کاٹتے ہوئے ان کی تعداد کم کرتے جا رہے تھے۔ سنان نے جوسلین پر ابھی اپنے چند ہی پُر از خطر وار کیے تھے کہ جوسلین بوکھلا گیا۔ اس نے فوراً اپنے گھوڑے کو موڑ لیا اور سنان کے سامنے سے بھاگ جانا چاہا۔ سنان نے اس کا پیچھا کیا اور اس کی پیٹھ پر اپنی آہنی ڈھال خوب زور سے دے ماری۔ جوسلین سر سے پاؤں تک لرز گیا۔ ڈھال کی ضرب پڑنے سے وہ اپنے گھوڑے پر اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور نیچے گر گیا۔ سنان بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا اور زمین پر گرے ہوئے جوسلین کو اپنے نیچے دبوچ کر اس نے اس کی دونوں آنکھیں[1] بیکار کر دیں اور اسے اُٹھا کر اپنے گھوڑے کے آگے بٹھا لیا۔

---

[1] جوسلین کو اندھا کرنے کے بعد حلب کے قید خانے میں ڈال دیا گیا تھا جہاں وہ ۱۱۵۸ء میں نہایت کسمپرسی کے عالم میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ اس شیطان سیرت انسان

مسلمان سپاہی اُونچی اُونچی آوازوں میں شور کرنے لگے تھے "ہمارے سالار نے جوسلین کو پکڑ لیا ہے"۔ ان آوازوں پر صلیبی لشکر میں بددلی اور انتشار پھیل گیا اور جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سنان نے جوسلین کو اپنے گھوڑے پر اپنے سامنے بٹھا رکھا ہے اور وہ آنکھوں سے محروم کر دیا گیا تھا تو صلیبی لشکر پر ایک دہشت طاری ہو گئی اور ان گنت سپاہی سر پر پاؤں رکھ کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے تھوڑی دُور تک ان کا تعاقب کر کے ان کی تعداد کو اور کم کر دیا اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ بھاگنے والے اب ان کے لیے بے ضرر ہیں تو سلطان نور الدین نے دشمن کا تعاقب ختم کر کے واپس میدانِ جنگ میں آ کر اپنے زخمی سپاہیوں کی دیکھ بھال شروع کر دی تھی۔

سنان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا سلطان نور الدین کے پاس آیا۔ جوسلین کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اُوپر اُٹھایا اور پھر اسے نور الدین کے قدموں پر پھینکتے ہوئے کہا "میرے آقا! یہ ہے آپ کا دُشمن، اس نے میرے قبیلے کی ایک لڑکی کو بے آبرو کر کے اس کی آنکھیں نکال دی تھیں مَیں نے بھی اسے جنگ میں ذلیل و رسوا کر کے اسے آنکھوں سے محروم کر دیا ہے۔ پھر وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اُترا اور جوسلین کی ران میں اپنے پاؤں کی ٹھوکر مارتے ہوئے اس نے اپنی غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ جوسلین تعظیم کے لیے اُٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اس وقت تمہارے سامنے میرے آقا نور الدین کھڑے ہیں۔

جوسلین کھڑا ہو گیا۔ سلطان نے چند لمحوں تک جوسلین کو بڑے غور سے دیکھا پھر اپنی بھاری آواز میں اس نے کہا "جوسلین! تم نے دیکھا یہ دُنیا کیسا مقامِ عبرت ہے تم نے میری قوم پر جو مظالم ڈھائے اس کی سزا میرے ربّ نے تمہیں اس دُنیا میں ہی دے دی ہے"۔ سلطان کے اشارے چند سپاہیوں نے جوسلین کو اپنی حراست میں لے لیا اور خود

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۰) نے اپنے زمانۂ اقتدار میں مسلمانوں پر جو بے پناہ مظالم ڈھائے تھے قدرت نے ان کی عبرتناک سزا اسے اسی دُنیائے آب و گل میں دے دی۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

سلطان، سنان اور شیرکوہ کے ساتھ پھر اپنے زخمی سپاہیوں کی دیکھ بھال اور عیادت میں مصروف ہو گیا۔ شام ہونے سے قبل ہی سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اور حلب کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

عشاء کے کافی دیر بعد جب کہ رات گہری ہو کر سحر کے افسونِ انتظار کا شکار ہو گئی تھی اور بے سحاب آسمان پر چاند شمع الہام کی طرح فطرت کے گنجینۂ اسرار کا کشود کرنے لگا تھا۔ سنان نے اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا اس نے دوبارہ دستک دی اور انتظار کرنے لگا لیکن پہلے کی طرح حویلی کے اندر پھر کوئی ردِ عمل ظاہر نہ ہوا تھا۔ وہ فکرمند ہو گیا۔ چند لمحے اور انتظار کیا پھر اس نے جب دروازے کو زور سے دھکا دیا تو بھاری بھرکم چوبی دروازہ کھل گیا وہ اور زیادہ فکرمند اور پریشان ہو گیا تھا۔ حویلی کا بیرونی دروازہ کھلا ہونے کے علاوہ صحن کے اندر کوئی مشعل نہ جل رہی تھی اور ہر طرف گہرا اندھیرا اور تاریکی ہی تاریکی تھی۔ ہاں حویلی کے ایک کمرے سے ضرور روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی۔

سنان نے گھوڑے کو اصطبل میں باندھا۔ پہلے اس کے آگے چارہ ڈال کر اس کی لگام اتاری پھر زین اتار کر ایک طرف رکھتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی اور حویلی کے اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ جونہی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا دنگ رہ گیا۔ کمرہ بالکل خالی تھا اور فرش کا درمیانی حصہ خون آلود تھا۔ کچھ اس طرح جیسے وہاں کوئی کسی کو قتل کر کے بھاگ گیا ہو۔ سنان نے حویلی کے دوسرے کمرے دیکھے لیکن وہ سب خالی اور ویران ویران تھے وہ صحن میں آیا اور زور زور سے پکارا "قسطونہ! قسطونہ!" لیکن اس کی پکار کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا اور رات کے سناٹے میں اس کی آواز فضا میں بکھر کر رہ گئی تھی۔ اس نے دوبارہ پکارا "نوفل! نوفل!" لیکن اس بار بھی اسے مایوسی ہوئی اور اسے کوئی جواب نہ ملا تھا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا تھا۔ آخر نوفل اور قسطونہ کہاں گئے اور کمرے کے اندر وہ خون کس کا ہے۔

وہ دوبارہ اسی خون آلود کمرے کی طرف جانے لگا تھا کہ حویلی میں اس کا ایک بوڑھا ہمسایہ داخل ہوا اور سنان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "تم آ گئے بیٹا! کاش ———— کاش تم تھوڑی دیر قبل لوٹ آئے ہوتے۔ سنان نے تیزی سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ بتا سکتے ہیں میری بیوی اور نوفل کہاں ہیں۔ اس بوڑھے نے افسردہ سی آواز میں کہا "میرے ساتھ آؤ۔ اس کے ساتھ ہی وہ باہر چل دیا۔ سنان اس کے پیچھے پیچھے اپنی حویلی سے ملحقہ دائیں طرف کی حویلی میں داخل ہو گیا۔

وہ بوڑھا سنان کو لے کر اپنی حویلی کے ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جس کے اندر ایک پلنگ پر نوفل لیٹا ہوا تھا اور اس کے جسم پر جگہ جگہ خون آلود پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ سنان بھاگ کر آگے بڑھا۔ اس نے دیکھا نوفل کی آنکھیں بند تھیں۔ سنان نے اسے پکارا نوفل! نوفل! ———— نوفل نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں۔ سنان کی طرف دیکھا پھر بڑی بے بسی سے کہا۔ تم دیر سے آئے ہو بیٹے! میں بوڑھا ———— آہ ———— قسطونہ کی حفاظت نہیں کر سکا۔ سنان نے بکھری بکھری سی آواز میں پوچھا کہاں ہے قسطونہ؟" نوفل نے نحیف آواز میں کہا۔ "اسے سردم اٹھا کر لے گیا ہے"۔ سنان نے چونک کر پوچھا۔ "کون سردم؟ ———— قلیطس کا بیٹا۔ وہی قلیطس جس کا بیٹا حسبان کبھی قسطونہ کا منگیتر تھا۔ سنان نے کھولتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ کیا یہ وہی سردم ہے جس نے قسطونہ کے باپ کو قتل کیا تھا اور وہ قسطونہ سے شادی کرنا چاہتا تھا" ———— "ہاں یہ وہی سردم ہے مجھے بھی اس کے نام کا علم نہ تھا لیکن مجھے زخمی کرنے کے بعد جب وہ قسطونہ کو زبردستی اٹھا کر لے جانے لگے تو اس نے کہا تھا۔ جب سنان جنگ سے لوٹے تو اسے کہنا انطاکیہ کے قلیطس کا بیٹا سردم اس کی بیوی کو اٹھا کر لے گیا ہے اگر اس میں ہمت ہے تو اپنی بیوی کو آ کر لے جائے۔

نوفل چند لمحوں کے سکوت کے بعد پھر بولا۔ سنو سنان وہ اپنی طرف سے مجھے قتل کر کے کمرے میں پھینک گئے تھے۔ لیکن مجھ میں ابھی سانس باقی تھی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں بڑی مشکل سے گرتا پڑتا اپنے ان ہمسایوں کے ہاں آیا اور انہیں سب حالات سنا دیئے۔

ان کا بھلا ہو انہوں نے اسی وقت طبیب بلا کر میری مرہم پٹی کرا دی ہے ۔ سنان کھڑا ہوتا ہُوا بولا ۔ اے میرے عم ! مَیں ان کے تعاقب میں جاتا ہوں ۔ میرا رب تمہیں صحت دے گا ۔ نوفل نے نصیحت کرنے کے انداز میں کہا ۔ سنو بیٹے ! وہ تعداد میں چھ ہیں ، بہتر ہے تم بھی اپنے ساتھ کسی کو لے کر جاؤ ۔ سنان نے کھولتی ہوئی آواز میں کہا ۔ مَیں اکیلا ہی ان کے لیے کافی ہوں ۔ کیا تم مجھے ان کی کوئی نمایاں نشانی بتا سکتے ہو جسے مَیں نگاہ میں رکھوں اور اگر کہیں رات کے وقت میرا ان کا سامنا ہو جائے تو مَیں انہیں پہچان سکوں ۔

نوفل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ۔ ہاں میرے پاس ان سب کی پختہ نشانیاں ہیں سنو سنان ! سروم سمیت تین اپنے جنگی لباس کے اوپر ہرے رنگ کی اطلسی قبائیں پہنے ہوئے ہیں اور باقی کے تین سفید ریشمی چغوں میں ہیں ۔ مجھے اُمید ہے اگر تم اسی طرح ان کا تعاقب کرو جس طرح تم اپنے دشمن کا کیا کرتے ہو تو انہیں تم انطاکیہ میں داخل ہونے سے قبل ہی پکڑ سکتے ہو ۔ سنان نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا ۔ سنو نوفل ! اگر سلطان یا شیر کوہ میں سے کوئی میری اس غیر حاضری کے دوران میرا پوچھے تو تم انہیں اس حادثہ کی اطلاع نہ دینا ۔ انہیں کہنا کہ ہم دونوں میاں بیوی ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں اپنی بستی سوق الغرب گئے ہوئے ہیں ۔ مَیں اپنے ذاتی معاملے میں ان دونوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا ۔ ویسے مجھے اُمید ہے کوئی بھی میرے متعلق نہ پوچھے گا کہ لشکر ابھی ابھی جنگ سے لوٹ رہا ہے اس لیے ہر کوئی چند دن آرام کرے گا ۔ اس دوران میں اپنی مہم سے لوٹ چکا ہوں گا ۔ سنان بھاگتا ہُوا اپنی حویلی میں آیا ۔ گھوڑے کو دھانہ چڑھانے کے بعد زین کسی پھر وہ اس پر سوار ہُوا اور حویلی سے باہر نکل کر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سرپٹ دوڑانے لگا تھا ۔

سنان پوری رات اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا رہا تھا ۔ جب سورج طلوع ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی اور وہ راس الشمرہ سے بیس میل شمال کی طرف انطاکیہ کی طرف جانے کے لیے دریائے عاصی کا چوبی پُل عبور کر رہا تھا تو دریا کے اس پار اسے کچھ سوار

دکھائی دیئے اس نے انہیں گنا وہ تعداد میں چھ تھے اور ویسے ہی لباس پہنے ہوئے تھے جن کی نشاندہی اسے نوفل نے کی تھی ۔ سنان نے گھوڑے کی خرجین سے صلیب نکال کر اپنے گلے میں لٹکا لی اور اپنے سر پہ خود اچھی طرح جماتے ہوئے اس نے گھوڑے کی رفتار پہلے سے بھی تیز کر دی تھی ۔ جب وہ ان کے قریب آیا تو اس نے دیکھا وہ وہی تھے جن کی اسے تلاش تھی ۔ کیونکہ ان میں سے ایک جو سروم ہی ہو سکتا تھا قسطونہ کو اپنے آگے بٹھائے ہوئے تھا ۔ قسطونہ کے مُنہ پر رومال اور دونوں ہاتھ پُشت پر بندھے ہوئے تھے ۔

سنان کے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سُن کر وہ سب چونک اُٹھے تھے ۔ شاید وہ خطرے کی بُو پا گئے تھے اس لیے اُن سب نے اپنی تلواریں اور ڈھالیں سنبھال لی تھیں ۔ ان کے قریب آ کر سنان نے اپنے گھوڑے کو روکا ۔ اپنے چہرے سے خود کا نقاب ہٹا کر اپنا چہرہ قسطونہ کو دکھایا ۔ ساتھ ہی اس نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا ۔ صلیب کے رفیقو ! مجھے انطاکیہ جانا ہے ۔ کیا یہ راستہ جو دریائے عاصی کا چوبی پُل پار کرنے کے بعد اس پہاڑی سلسلے کے اندر سے ہو کر گزر رہا ہے انطاکیہ کی طرف جاتا ہے ۔ سنان کے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئے تھے ۔ دوسری طرف قسطونہ کی آنکھیں چمک اُٹھی تھیں ۔ سنان اپنے چہرے سے نقاب نہ بھی اُٹھاتا تب بھی وہ اپنے شوہر کا گھوڑا پہچان چکی تھی ۔ چونکہ اس کے مُنہ پر کپڑا بندھا ہُوا تھا اس لیے وہ بول نہ سکی تھی ۔ ویسے بھی وہ سنان کی آنکھ کا اشارہ پا کر پہلے کی طرح بے حس و حرکت بیٹھی رہی ۔ تاہم سروم جو قسطونہ کو اپنے آگے بٹھائے ہوئے تھا سنان کی بات کا جواب دیتے ہوئے بولا ۔ جس راستے پر تم جا رہے اسی پہ سفر کرتے رہو ۔ ایک روز یہی راستہ تمہیں انطاکیہ پہنچا دے گا ۔ سنان نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں ۔ بڑے پیار سے اس کی پسینے میں بھیگی ہوئی گردن تھپتھپائی پھر اسے ایڑ لگا کر دوبارہ اسی راہ پر سرپٹ دوڑا دیا تھا ۔

تقریباً ایک فرلانگ کوہستانی سلسلے کے اندر آگے جانے کے بعد سنان نے اپنے گھوڑے کو روکا اور راستے کے کنارے ہی جہاں وہ راستہ قدرے تنگ ہو کر ایک بل کھاتا تھا وہاں ایک چٹان کی اوٹ میں اس نے اپنے گھوڑے کو روک لیا پھر وہ اپنی تلوار اور

ڈھال سنبھال کر ان کے وہاں پہنچنے کا انتظار کرنے لگا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد اسے ان کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دینے لگی اور وہ اپنے گھوڑے کو مہمیز لگانے کی خاطر بالکل تیار ہو گیا تھا ۔ چند ہی لمحوں بعد جب وہ سنان کے پاس سے گزرنے لگے تو سنان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر چٹان کی اوٹ سے نکالا اور اللہ اکبر کا جنگی نعرہ مارتا ہوا وہ ان پر حملہ آور ہو گیا تھا ۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے ان میں سے تین کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور دوسرے تینوں فوراً پیچھے ہٹ کر سنبھل گئے تھے اور سنان کے دوسرے حملے کا انتظار کرنے لگے تھے ۔

اسی لمحہ قسطونہ نے سروم کے گھوڑے سے نیچے کود جانا چاہا لیکن سروم نے اسے اپنے آگے بڑی سختی سے دبوچ لیا ۔ ساتھ ہی اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ یہ یقیناً قسطونہ کا شوہر ہے اور انتہائی خطرناک انسان لگتا ۔ اپنے گھوڑوں سے نیچے اترو اور اس کے دائیں بائیں ہو کر حملہ کرو اور سنو اس کی ٹانگوں پر ضرب لگانے کی کوشش کرو ۔ وہ دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر سنان کی طرف بڑھے ۔ سنان بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اپنے گھوڑے سے کود چکا تھا اور ان دونوں کے حملوں کا انتظار کرنے لگا تھا ۔ وہ دونوں آگے بڑھے اور بھوکے گدھوں کی طرح سنان پر ٹوٹ پڑے ۔ شروع شروع میں سنان دفاعی جنگ کرتا رہا اور جب اس نے ان دونوں کو ذرا تھکا کر اپنے جارحانہ حملوں کا آغاز کیا اور وہ پہاڑ جیسی پرسکون حالت سے سمندر کا تلاطم بن کر جب ان پر حملہ آور ہوا تو وہ دونوں الٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہوئے اپنی قسمت کے بدترین نوشت اور اپنی زندگی کے خاتمے کی حکایتِ خونچکاں اپنے سامنے رقص کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے پھر جب سنان نے تکبیر بلند کرتے ہوئے ان میں سے ایک کا سر قلم کر دیا تو دوسرا خوفزدہ ہو کر پناہ لینے کے لیے سروم کی طرف بھاگا لیکن سنان نے اس کا پیچھا کر کے اسے بھی ختم کر دیا ۔ اپنے ساتھیوں کے ختم ہو جانے پر سروم کی حالت کسی مدفنِ برباد جیسی ہو گئی تھی ۔ پھر سنان اپنی خون ٹپکاتی ہوئی تلوار لہراتا ہوا سروم کی طرف بڑھا اور بڑے زہریلے لہجے میں انسانی ذہن کو مضمحل کر دینے والی اپنی آواز میں کہا ۔ سن او مجہول و عقیم انسان !! اس

کہ بادیہ و بیابان کی ہولناکی میں تمہارے جسم کے میں کئی ٹکڑے کر دوں گا ۔ سنان جب آگے بڑھا تو سروم نے بھاری پھل کا ایک چمکتا ہوا خنجر نکال کر قسطونہ کے پیٹ پر رکھتے ہوئے کہا ۔ اگر تم آگے بڑھے تو یہ خنجر میں قسطونہ کے پیٹ میں اتار دوں گا ۔ سنان اپنی جگہ پر رک کر بڑے زہریلے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا ۔ سروم نے اپنی دھمکی کو اور کارگر بناتے ہوئے کہا ۔ اپنے گھوڑے کی طرف واپس چلے جاؤ ۔ اگر تم نے میرا کہا نہ مانا تو قسطونہ کی لاش تمہارے سامنے زمین پر پڑی تڑپ رہی ہو گی ۔

سنان جب اپنی جگہ پر کھڑا رہا تو سروم نے چیختی ہوئی آواز میں کہا ۔ میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جدھر سے آئے ہو ادھر ہی چلے جاؤ ورنہ میں اپنے انجام کی پرواہ کیے بغیر اپنا بھاری پھل کا خنجر قسطونہ کے پیٹ میں اتار دوں گا ۔ جب کہ تم جانتے ہو قسطونہ ہی ہم دونوں کے درمیان تنازعہ شے ہے جب یہ ہی نہ رہے گی ، تو تمہیں میرے ساتھ جنگ کرنے کا کیا فائدہ ۔ سنان غصے میں ہونٹ کاٹ کر رہ گیا تھا آہستہ آہستہ وہ واپس مڑا اور اپنے گھوڑے کی آڑ میں جا کر دزدیدہ نگاہوں سے سروم کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی پشت پر سے اپنا آہنی نیزہ نکال لیا تھا ۔ پھر بڑی بزدلی کا اظہار کرتے ہوئے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا ۔ سروم نے اپنے گھوڑے کو راستے کے کنارے کھڑے کرتے ہوئے سنان سے کہا خاموشی کے ساتھ یہاں سے گزر کر جدھر سے آئے ہو ادھر ہی چلے جاؤ ۔

سنان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کی لگام کو ایک زوردار جھٹکا دیا ۔ جواب میں گھوڑا اپنی دونوں ٹانگیں اوپر اٹھا کر زور سے ہنہنایا ۔ عین اسی لمحہ جب کہ سنان کا گھوڑا سیدھا کھڑا تھا اس نے اپنے گھوڑے کی ایالوں سے بھری ہوئی مضبوط گردن کی آڑ میں سروم کے سر کا نشانہ لیا اور اپنا آہنی نیزہ اس کی طرف دے مارا ۔ بھاری اور مضبوط نیزہ سروم کی کن پٹی کو چیرتا ہوا پار ہو گیا تھا اور سروم ایک ہولناک چیخ بلند کرتا ہوا اپنے گھوڑے سے گر کر دم توڑ گیا تھا ۔ سروم کی چیخ پر اس کا گھوڑا بدک گیا تھا اور قسطونہ کو لے کر وہ واپس دریائے عاصی کے چوبی پل کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا ۔ قسطونہ کے ہاتھ چونکہ اس کی پشت

پر بندھے ہوئے تھے لہٰذا وہ بڑی مشکل سے گھوڑے پر اپنا توازن قائم رکھے ہوئے تھی۔ سنان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سروم کے گھوڑے کا تعاقب شروع کر دیا۔ دریا کے پل پر جا کر سنان کے گھوڑے نے اسے جا لیا۔ سنان نے ہاتھ بڑھا کر قسطونہ کو اُچک کر اپنے آگے بٹھا لیا اور پھر سروم کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اسے قابو میں کر لیا۔

دریا کے اس پار جا کر سنان اپنے گھوڑے سے نیچے اُترا اور قسطونہ کو بھی اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا کر نیچے اُتار لیا۔ پہلے اس نے اس کے منہ سے کپڑا اُتارا پھر جب اس نے اس کے ہاتھوں کی رسیاں کاٹیں تو قسطونہ بھاگ کر سنان سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ سنان کے تسلی دینے پر قسطونہ خاموش ہو گئی اور اپنی عبا سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے اس نے سنان سے پوچھا۔ آپ جنگ سے کس وقت لوٹے؟" سنان نے پیار سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔" جنگ میں میں نے جوسلین کو پکڑ کر اندھا کر دیا تھا۔ اور اس کے بعد میں امیمہ کو یہ خوشخبری سنانے سوق الغرب چلا گیا تھا کہ جس شخص نے اسے بے آبرو کر کے اندھا کر دیا ہے میں نے بھی اسے رسوا کرنے کے بعد بے بصر کر دیا ہے۔ امیمہ تمہیں بہت یاد کرتی تھی۔ کہتی تھی کسی دن قسطونہ کو بھی لے کر آؤ۔
——— قسطونہ نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا۔ میں کسی روز ضرور اسے ملنے جاؤں گی"۔

سنان نے پھر کہنا شروع کیا۔ میں جب سوق الغرب سے اپنی حویلی پہنچا تو نوفل سے سارے حالات کا علم ہوا۔" قسطونہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ کیا نوفل عم زندہ ہے؟ ——— ہاں یہ لوگ اسے مُردہ سمجھ کر چلے آئے تھے لیکن بعد میں اُسے جب ہوش آیا تو وہ گرتا پڑتا پڑوسیوں کے ہاں چلا گیا جنہوں نے طبیب بلا کر اس کا علاج شروع کر دیا۔ اور اب اس کی حالت بہتر ہے۔ قسطونہ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا۔ اللہ تیرا شکر ہے۔ پھر اس نے اپنے سر پر بندھا ہوا رومال اُتارا اور سنان کے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا۔ آپ بہت کمزور لگ رہے ہیں۔ سنان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کئی دن کا شب بیدار اور تھکا ہوا ہوں۔ کچھ روز آرام کروں گا تو خود ہی ٹھیک ہو جاؤں گا۔ پھر سنان نے قسطونہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ آؤ دریا کے کنارے دونوں ہاتھ منہ دھو لیں اور پھر واپس چلیں۔

دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دریائے عاصی کے کنارے آئے۔ وہاں بیٹھ کر دونوں نے ہاتھ منہ دھویا۔ پھر سنان نے قسطونہ کو اپنے گھوڑے پر بٹھایا اور خود وہ سروم کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ دریا کا کنارہ چھوڑ کر وہ راس الشمرہ کی طرف جانے والے راستے پر آئے اور پھر حلب کی طرف جانے کے لیے وہ دونوں میاں بیوی اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

سنان کو چند روز حلب میں قسطونہ کے ساتھ رہنے کا موقع مِل گیا تھا۔ اِس دوران اس نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے نوفل کی خدمت کی جس کے باعث نوفل موت کے مُنہ سے نکل کر تندرست ہوگیا۔ تاہم وہ لاٹھی کے سہارے چلنے پر مجبور ہوگیا تھا۔ اپنے شوہر کی صحبت میں قسطونہ کے یہ انگبیں دن مختصر ہی ثابت ہوئے کیونکہ قلعہ جلاک کے عیسائیوں نے سلطان کے خلاف سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ لہذا ایک بار پھر اسے سلطان کے ساتھ جنگ میں کودنا پڑا تھا۔

سلطان اپنے اس لشکر کے ساتھ جس سے اس نے جوسلین کو شکست دی تھی، حلب سے نِکلا اور جلاک قلعہ کے صلیبی باغیوں کی طرف بڑھا۔ اس قلعہ کے اندر سلطان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے لیے بے شمار صلیبی جنگجو جمع ہوگئے تھے۔ اس کے علاوہ انطاکیہ اور شام کے دیگر کئی شہروں سے سلطان کے خلاف اس قلعہ کے صلیبیوں کو کمک بھی پہنچ چکی تھی۔ سلطان نے جب قلعہ کا محاصرہ کیا تو جلاک کے عیسائیوں نے سلطان کے لشکر پر پتھروں اور تیروں کی بارش کر دی۔ ناچار مسلمان پیچھے ہٹ گئے۔ پھر سلطان نے قلعہ کے چاروں طرف منجنیقیں نصب کرنے کا حکم دیا اور جب ان کے ذریعے قلعے پر شدید سنگباری کی گئی تو قلعے کی فصیل میں کئی جگہ شگاف پڑ گئے اور مسلمان تکبیریں بلند کرتے ہوئے قلعے میں داخل ہوگئے۔

عیسائی بغلی دروازوں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگئے اور ایک دوسرے قلعے

دلوکا میں جا کر پناہ لے لی۔ نورالدین جلاک پر اپنا قبضہ مضبوط و مستحکم کرنے کے بعد دلوکا کی طرف بڑھا۔ چند دن کے محاصرہ کے بعد اس نے قلعہ کو فتح کر کے اس پر اپنا پرچم لہرا دیا۔ اس کے بعد سلطان نے فتوحات کا ایک سیلاب شروع کر دیا اور یکے بعد دیگرے اس نے صلیبیوں سے قورس، راوندان، مرعش، تل خالد، داوندار، کفرسوب، عین تاب، نہرالجوز، حصن البارہ اور برج الرّصاص کے شہر اور قلعے چھین لیے۔ ان طوفانی فتوحات کا ایسا اثر ہوا کہ صلیبی سلطان کا نام سنتے ہی تھر تھر کانپنے لگتے تھے۔ دوسری طرف مسلمان یہ جان گئے تھے کہ نورالدین انسان کے بھیس میں ایک فرشتہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صلیبیوں کے مظالم سے بچانے کے لیے بھیجا ہے۔

ان چھوٹے چھوٹے شہروں کو فتح کرتا ہوا سلطان طوفانی بگولوں کی طرح عیسائیوں کے ایک مضبوط ترین قلعہ تل باشر کے سامنے آ نمودار ہوا۔ اس قلعہ کے صلیبی سلطان کے ساتھ نصرانیوں کی ہر جنگ اور ہر جھڑپ میں صلیبی لشکر کو بھاری کمک کے علاوہ رسد و خوراک کا سامان بھی بھیجا کرتے تھے لہذا سلطان نے ان کا سر کچلنا ضروری خیال کیا۔ قلعہ کے حاکم نے جب دیکھا کہ سلطان نے اپنی پوری طاقت و طغیانی کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے، تو اس نے شہر کے معززین کی ایک سفارت سلطان کی خدمت میں روانہ کر کے صلح کی درخواست[1] کی جسے سلطان نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے برائے نام جزیہ کے عوض قبول کر لیا اور عیسائیوں کو نہ صرف ان کے مال و منال کی حفاظت کی ضمانت دی بلکہ انہیں عام شہریوں

---

[1] مغربی مورخین اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سلطان نورالدّین کا سلوک اطاعت قبول کر لینے والے عیسائیوں کے ساتھ نہایت مشفقانہ اور فراخدلانہ تھا۔ ان میں اور مسلمانوں میں فرق صرف اتنا تھا کہ مسلمانوں سے فوجی خدمت لی جاتی تھی اور وہ خراج سے مستثنیٰ تھے جب کہ عیسائیوں سے معمولی جزیہ لیا جاتا تھا اور وہ فوجی خدمت سے مستثنیٰ تھے۔ یہ صلیبیوں کی کوتاہ اندیشی تھی کہ انہوں نے جگہ جگہ سلطان کے خلاف جنگ و جنون کی حالت پیدا کر دی تھی جب کہ سا

جیسے حقوق بھی دیے ۔ یہ صلحنامہ ۲۵ ربیع الاوّل ۵۴۶ھ کو مرتب ہوا اور عیسائی سفارت مطمئن ہو کر واپس لوٹ گئی ۔

اسی سال جب سلطان صلیبیوں کی سرکوبی میں بُری طرح مصروف تھا دمشق کے غدار اور ملت فروش والی مجیرالدّین نے سلطان کی توجہ عیسائیوں سے ہٹا کر اپنی طرف مبذول کر لی ۔ سلطان نے ۵۴۵ھ میں ایک بار صلیبیوں کے خلاف جنگ کے سلسلے میں الدّین سے کمک طلب کی تھی ۔ مجیرالدّین نے سلطان کی اس ضرورت کو نظرانداز کرتے ے سلطان کے ساتھ سخت رویہ روا رکھا ۔ لیکن سلطان نے جب اپنی طاقت کا اظہار ذ مجیرالدّین نے سلطان سے معافی مانگ کر صلح کر لی اور آئندہ بوقتِ ضرورت جنگوں سلطان کو کمک در رسد بھیجنے کا وعدہ کیا ۔

۵۴۶ھ میں مجیرالدین اپنے وعدے سے پھر گیا اور اندر ہی اندر اس نے ائی حکمرانوں سے سازباز کرنا شروع کر دی ۔ ایک دو موقعوں پر جب سلطان نے ۔ اپنی افواج کو جہاد پر بھیجنے کے لیے کہا تو وہ سلطان کے اس حکم کو حیلے بہانے کر کے گیا ۔ سلطان کے دل میں اس واقعہ سے مجیرالدّین کے خلاف کھٹک پیدا ہو گئی تھی لیکن مبر سے کام لے رہا تھا ۔ چند روز کے بعد جب سلطان کے وقائع نگاروں نے سلطان طلاع دی کہ مجیرالدّین والی دمشق نے سلطان کے خلاف عیسائیوں کے ساتھ باہمی مدا ماون کا معاہدہ کر لیا ہے تو سلطان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور محرم ۵۴۶ھ کے عشرہ ، میں وہ اپنے طوفانی دستوں کے ساتھ حلب سے دمشق کی طرف کوچ کر گیا ۔

بڑی تیزی سے منزل پہ منزل مارتا ہوا سلطان اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کے مافات میں ارضِ عذرا[1] کے مقام پر خیمہ زن ہو گیا ۔ ایک رات اس جگہ اپنے لشکر کے ساتھ طان نے قیام کیا اور دوسرے روز اس نے اپنے دستوں کو دمشق کی طرف حرکت دی الدّین بڑے سازوسامان اور تیاری کے ساتھ شہر سے نکلا اور سلطان سے مقابلہ کرنے

حاشیہ صفحہ نمبر ۳۲۱) خلاف ان کے بغض و عناد کی کوئی وجہ اور بنیاد نہ تھی ۔

کے لیے اس کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا ۔ مجیرالدّین سے باقاعدہ جنگ شروع ہونے سے قبل ہی نورالدّین نے اپنے مقدمۃ الجیش کو سنان کی سرکردگی میں دمشق سے مغرب میں ایک پہاڑی درّے کے اندر گھات میں بٹھا دیا تھا ۔

جب دونوں لشکروں کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو شیرکوہ میسرہ اور میمنہ کے دستوں کو دو سو قدم کا ایک چکر دے کر مشرق کی طرف لے گیا ۔ اب اکیلا سلطان اپنے قلب کے ساتھ مجیرالدّین سے جنگ کرنے لگا تھا ۔ جس وقت رزم و لڑائی اپنے عروج پر آئی تو مشرق کی طرف سے شیرکوہ میمنہ اور میسرہ کے ساتھ دمشقی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور اس سے تھوڑی ہی دیر بعد صحرائی عقاب کی طرح سنان اپنی کوہستانی کمین گاہ سے نکلا اور مجیرالدّین کے لشکر کے عقب پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ دمشقی لشکر ان دو طرفہ حملوں سے حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا اور شہر میں محصور ہو گیا ۔

سلطان نے تھوڑی دور تک ان کا تعاقب کیا پھر اس نے اپنے لشکر کو روک دیا ۔ دوسرے روز سلطان نے شیرکوہ کو میسرہ اور میمنہ کے ساتھ عیون فاسریا میں قیام کرنے کا حکم دیا اور خود وہ سنان کے ساتھ قلب اور مقدمۃ الجیش کو لے کر حجیرا کے مقام پر جا ٹھہرا یہاں سے اس نے دمشق کے محصور والی مجیرالدین کو پیغام بھیجا کہ

"میں اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان ہوں اور ہزاروں مسلمانوں کی جانوں کا امین و محافظ ہوں ۔ میری زندگی کا مقصد صرف دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ کرنا ہے اور ان کے مظالم و سختیوں سے مسلمانوں کو نجات دلانا ہے ۔ میں نے دمشق پر اس لیے چڑھائی کی ہے کہ تم نے اسلام کے دشمنوں کے ساتھ میرے خلاف سازباز کر لی ہے ۔ اگر اب بھی جہاد فی سبیل اللہ میں تم میرے ساتھ شریک ہونے کا عہد کرو تو میرے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا ، مخمصہ اور بکھیڑا نہیں ہے ۔ یاد رکھو ، مجیرالدّین ! اگر تم نے میری

---

[1] ارضِ عذرا اور دومہ کے درمیان یہ ایک سرسبز مقام ہے ۔

اِن باتوں سے اتفاق نہ کیا تو میں مجبور ہو کر تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا۔ جو میں اسلام کے دشمنوں کے ساتھ کرتا ہوں اور میرے تمہارے درمیان میری وہی تلوار فیصلہ کرے گی جس سے میں اعدائے اسلام کے سر کاٹتا ہوں اور ان کا قلع قمع کرتا ہوں۔"

احمق اور غدار مجیر الدّین نے سلطان کے اس عاجزانہ پیغام کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور دمشق میں محصور ہو کر جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ ناچار سلطان نے شہر کا گھیرا اور محاصرہ تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان کے لشکر کے خیمے مسجد قدم سے مسجد عدیہ تک پھیل گئے تھے۔ اسی اثنا میں سلطان کے جاسوسوں نے خبر دی کہ صلیبیوں کا ایک بھاری لشکر مجیر الدّین کی مدد و حمایت کے لیے حران شہر سے دمشق کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتا آ رہا ہے۔ سلطان نے فوراً دمشق کا محاصرہ اٹھا لیا۔ فی الفور اس نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصّہ جو چوبیس ہزار سواروں پر مشتمل تھا شیر کوہ کی سرکردگی میں اعوج کی طرف روانہ کر دیا۔ خود سلطان سنان کے ہمراہ لشکر کے دوسرے حصّے کو لے کر داریا شہر سے ہوتا ہوا فدایا کے مقام پر جا کر مقیم ہو گیا۔ سلطان اور شیر کوہ نے ایک طرح سے عیسائی لشکر کی ناکہ بندی کر دی تھی۔

صلیبیوں کو جب اس ناکہ بندی کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً دمشق کا راستہ چھوڑ دیا اور راس الماء کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر غدار مجیر الدّین اپنے لشکر کے ساتھ دمشق سے نکل کر راس الماء کے مقام پر صلیبی لشکر کے ساتھ آ کر مل گیا تھا۔ اس متحدہ لشکر نے دمشق سے نور الدّین کی توجہ ہٹانے کی خاطر اس کے ایک شہر حصن بصریٰ پر حملہ کر دیا۔ سلطان کو جب اس سازش کا علم ہوا تو اس نے فوراً شیر کوہ کو اپنے ساتھ ملا کر حصنِ بصریٰ کی طرف کوچ کر دیا لیکن صلیبیوں اور مجیر الدّین کی بدقسمتی کہ سلطان نے اپنے اس شہر کی حفاظت کے خاطر خواہ انتظامات کر رکھے تھے۔ حصنِ بصریٰ کے حاکم نے شہر سے باہر نکل کر صلیبیوں اور مجیر الدّین دونوں کے لشکر کو شکست دے کر پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ دوسری طرف جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ نور الدّین بھی اپنے لشکر کے ساتھ طوفان کی طرح حصنِ بصریٰ کی طرف بڑھتا آ رہا

ہے تو صلیبی لشکر اپنے ایک قریبی قلعے انطرطوس کی طرف بھاگ گیا جب کہ مجیر الدّین نے دمشق کی طرف راہِ فرار اختیار کی۔

سلطان بھی مجیر الدّین کے پیچھے پیچھے دمشق چلا آیا اور دوبارہ شہر کا محاصرہ کر لیا۔ کئی روز تک شہر میں محصور مجیر الدّین کے ساتھ جھڑپیں ہوتی رہیں۔ دراصل سلطان اپنی پوری قوت سے دمشق پر حملہ آور نہ ہو رہا تھا اس لیے کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دمشق کے مسلمان اس کے ہاتھوں برباد ہو جائیں۔ اس لیے وہ ہر روز مجیر الدّین کو یہ پیغام بھیجتا تھا کہ میں اپنی قوت کو اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر ہے تم معاہدہ کی پابندی کا اقرار کر لو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری غداری اور تمام تر خطاؤں کے باوجود میں تم سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔ مجیر الدّین نے انکار کر دیا لیکن دوسرے روز جب سلطان نے اپنے حملوں میں سختی اور تندی پیدا کر لی تو اس نے ہمّت ہار دی اور سلطان سے صلح کی درخواست کرنے پر مجبور ہو گیا۔ سلطان نے مسلم قوم کو کشت و خون سے بچانے کے لیے اس شرط پر مجیر الدّین کو معاف کر دیا کہ وہ عیسائیوں سے جہاد کے وقت اپنے لشکر اور سامانِ حرب کے ساتھ سلطان کی مدد کرے گا۔ ۱۰ ربیع الآخر ۵۴۶ھ کو اس معاہدہ پر دستخط ہوئے اور دوسرے ہی روز سلطان اپنے لشکر کو لے کر حلب کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

بظاہر یہی لگتا تھا کہ والیِ دمشق مجیر الدّین کی سرکوبی کے بعد سلطان دمشق سے سیدھا حلب کی طرف جا رہا ہے۔ لیکن اپنی اس مسافت کا آدھا فاصلہ طے کرنے کے بعد سلطان نے اچانک اپنے لشکر کا رُخ بدلا اور سیدھا شمال کی طرف جانے کے بجائے وہ بائیں طرف مڑا اور مجیر الدّین سے فارغ ہو کر قلعہ انطرطوس کے قلعے میں پناہ لینے والے صلیبی لشکر کی طرف جھپٹا۔

سلطان جب قلعے کے قریب پہنچا تو صلیبیوں نے اپنی پوری تیاری کرنے کے بعد قلعے کے دروازے کھولے اور کھلے میدان کے اندر بڑی بے جگری سے سلطان کے لشکر کا مقابلہ کیا لیکن سلطان اس عزم اور جذبے سے حملہ آور ہوا کہ لمحوں کے اندر اس نے صلیبی لشکر کی اکثریت کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جب صلیبیوں کو یقین ہو گیا کہ ان کی شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں تو انہوں نے میدانِ جنگ سے بھاگ جانا چاہا لیکن سلطان نے قلعہ کی طرف جانیوالے

تمام راستوں کی پہلے سے ہی ناکہ بندی کر دی تھی لہٰذا دشمن کے لشکر کا زیادہ حصّہ سلطان کے ہاتھوں برباد ہو گیا اور جو باقی بچے انہوں نے امان طلب کی اور گرفتار کر لیے گئے۔ ان گرفتار ہونے والوں میں قلعہ انطرطوس کا حاکم بھی شامل تھا۔ سلطان نے گرفتار ہونے والوں کو کوئی ایذا نہ پہنچائی اور معمولی جزیہ لے کر ان سب کو آزاد کر دیا۔ اس قلعہ کے فتح ہونے کا خاطر خواہ اثر ہوا اور اس کے گرد و نواح کے کئی دوسرے عیسائی قلعے بھی لڑائی کیے بغیر سلطان کے مطیع و فرمانبردار بن گئے۔ سلطان نے چند روز یہاں قیام کیا پھر اپنے دارالحکومت کی طرف واپس چلا گیا تھا۔

سورج دن بھر اپنی آنکھوں کی بینائی سے اس کائنات کے ظلمت کدہ کو روشن کرتا ہوا اپنے سرخ غمگین چہرے پر عارضی تھکن کے آثار لیے طلوع صبح فردا کی تلاش میں آفاق کی اترائی اور نشیبی سمت اتر گیا تھا بالکل اس بے کس اور کنارِ مرگ مسافر کی طرح جو عدل و راستی اور نیکی و انصاف کے فروغ کی خاطر اپنی جان دے کر تاریخ کے اوراق کو رنگین اور سنہری کر دینے کا عزم کر چکا ہو۔ الوداعی شام کے المناک و سیاہ اندھیروں کے اندر قدرت کے خیر و شر کے عناصر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے تھے۔ قلعہ انطرطوس کے صلیبیوں کی سرکوبی کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جب حلب کے اپنے فوجی مستقر میں پہنچا تو شہر سے باہر حلب کے مرد عورتوں اور بچوں کا ایک ہجوم تھا جو اپنے فاتح لشکر کے استقبال اور اسے ایک نظر دیکھ لینے کی خاطر فوجی مستقر کے پاس جمع ہو گیا تھا۔

لشکر کے سپاہی اپنے اپنے ہتھیار کھول کر اپنے گھوڑے پکڑے اپنی اپنی فوجی رہائش گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ اور ان کے گرد کھڑے حلب کے مرد اور عورتیں ان کی فتوحات کی خوشی میں اپنی جوان و توانا آوازوں کے ساتھ ان کے حق میں نعرے بلند کر رہے تھے۔ سلطان ابھی تک ایک بلند جگہ کھڑا شیرکوہ، سنان اور چند دوسرے جرنیلوں کے ساتھ کسی اہم مسئلے پر گفتگو کر رہا تھا اور شہر کے معززین ایک حلقے کی صورت میں ان کے گرد کھڑے تھے۔ سلطان نے جب بات چیت کا سلسلہ ختم کیا اور سب جرنیل پیچھے ہٹ گئے تو ایک طرف

سے قاضی کمال الدین تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے سنان کے قریب آئے۔ انہیں دیکھتے ہی سنان نے تعظیماً جھک کر ان سے مصافحہ کیا۔ قاضی کمال الدین نے سنان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم ایک نیک خو فرزند اور شیر دل جرنیل ہو۔ تمہاری شجاعت کی داستانیں اب کوچہ کوچہ اور قریہ قریہ پھیل گئی ہیں۔ مشرق و مغرب کا رب تمہیں اسلام کی اس خدمت کی جزا دے گا۔ میں تمہارے لیے ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔" سنان نے فکرمند لہجے میں پوچھا۔ "کیسا پیغام؟"

قاضی کمال الدین نے اس سمت جہاں حلب کے استقبال کرنے والے مرد عورتیں کھڑے تھے زیتون کے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس درخت کے نیچے تمہارے مہمان کھڑے ہیں تم فوراً ان سے جا کر ملو۔ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ شاید ابھی ابھی تمہارے قبیلے سے آئے ہیں اور فوراً تم سے ملنا چاہتے ہیں"۔ سنان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے زیتون کے اس درخت کی طرف ایڑ لگا دی تھی۔ سلطان نورالدین شہر کے بے شمار معززین کے حلقے میں شہر کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

سنان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا زیتون کے اس درخت کے پاس آیا تو اس نے دیکھا وہاں نوفل اور اس کے ساتھ اسامہ اور امیمہ کھڑے تھے۔ سنان اپنے گھوڑے سے اترا اور بھاگ کر اسامہ سے بغل گیر ہوتے ہوئے پوچھا تم کب آئے ہو۔ اسامہ نے بھی زور سے سنان کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔ ہم ابھی ابھی حلب میں داخل ہوئے ہیں۔ آپ کے لشکر کی آمد کا سن کر یہیں رک گئے اور خوش قسمتی سے یہیں ہماری ملاقات نوفل سے بھی ہو گئی ——— قریب ہی کھڑی اندھی امیمہ نے پوچھا۔ "کیا سنان بن عدی آ گئے ہیں؟" اسامہ سے علیحدہ ہو کر سنان امیمہ کے قریب آیا اور اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ میری بہن! سنان بن عدی تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ تم کیسی ہو؟" امیمہ نے خوش کن لہجے میں کہا۔ اے عدی کے شیر دل فرزند! تمہاری شجاعت کی داستانیں جب اپنے قبیلے میں پہنچا کرتی تھیں تو لوگوں کے سر فخر سے اونچے ہو جایا کرتے تھے۔ کیا جنگ سے فارغ ہو کر تم چند روز کے لیے قسطونہ کے ساتھ سوق العرب میں قیام نہ کرو گے۔ لوگ تمہیں دیکھنا

چلتے ہیں اور کچھ ایسے معاملات بھی ہیں جو تمہارے فیصلے کے منتظر ہیں۔ اس لیے کہ تم قبیلے کے سردار ہو۔"

امیمہ سے پیچھے ہٹ کر سنان نے نوفل کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ میں قسطونہ کے ساتھ کبھی قبیلے میں ضرور آؤں گا۔ لیکن تمام تصفیہ طلب امور کا فیصلہ تم اور اسامہ مل کر کر لیا کرو۔ جب تم یہاں سے لوٹ کر سوق العزب کی طرف جاؤ گے تو میں تم دونوں کو ایک تحریر دے دوں گا جس کی رو سے آئندہ میری جگہ اسامہ بنو لخم کا سردار ہو گا۔ اسامہ نے سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ خدا کی قسم جب تک سنان بن عدی زندہ ہے وہی بنو لخم کا سردار ہو گا۔ تم حلب میں رہو چاہے دمشق میں بنو لخم کے لیے یہی کافی ہے کہ عدی کا شیر دل فرزند ان کا سردار ہے۔ پھر اسامہ نے بات کا رُخ بدلا اور قریب ہی کھڑے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ہاتھ ڈال کر نقدی کی ایک بڑی تھیلی اس نے نکالی اور اسے سنان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ یہ آپ کے باغات اور زمین کی ایک سال کی آمدنی ہے۔ سنان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسے اپنے پاس ہی رکھو میں گھر جا کر تم سے لے لوں گا۔ اسامہ آگے بڑھا اور نقدی کی وہ تھیلی سنان کے گھوڑے کی خرجین میں ڈالتے ہوئے کہا۔ میں نے اس کی بہت حفاظت کی ہے۔ اب آپ اپنی امانت سنبھالیے۔ سنان نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ آؤ گھر چلیں۔ نوفل نے سنان کو مخاطب کر کے کہا۔ "آپ [illegible] رہیں۔ قسطونہ بڑی بے تابی سے آپ کا انتظار کر رہی ہو گی۔ میں خود مہمانوں کو لے کر آتا ہوں۔ امیمہ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ ہاں سنان تم چلو۔ ہم نوفل کے ساتھ آ جاتے ہیں۔ سنان نے کچھ سوچا۔ پھر اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اپنے گھوڑے پر وہ سوار ہوا اور اسے اپنے گھر کی طرف ایڑ لگا دی۔

سنان اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑے اپنے گھر داخل ہوا۔ صحن میں قسطونہ کھڑی شاید اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ سنان کو دیکھتے ہی وہ بھاگ کر آگے بڑھی اور اپنی پوری قوت کے ساتھ وہ سنان سے لپٹتی ہوئی بولی۔ آپ نے اتنی دیر لگا دی۔ میں کب سے صحن میں کھڑی آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔ لشکر تو کافی دیر ہوئی لوٹ چکا ہے آپ اتنی دیر کہاں رہے۔

سنان نے پیار سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ سوق العزب سے اسامہ اور امیمہ دونوں میاں بیوی آئے ہوئے ہیں ان سے باتیں کرتا رہا اس لیے دیر ہو گئی۔ قسطونہ نے سنان کی چھاتی پر رکھا ہوا اپنا سر اوپر اٹھایا اور سنان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ انہیں ساتھ کیوں نہیں لائے"۔ سنان نے شرارت سے کہا۔ اگر وہ میرے ساتھ ہی آتے تو تمہیں اس طرح مجھ سے ملنے کا موقع کیونکر ملتا۔ انہیں نوفل لے کر آ رہا ہے۔ اب تم سب کے کھانے کا انتظام کرو۔

دونوں میاں بیوی ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اصطبل میں آئے۔ دونوں نے مل کر گھوڑے کی زین دھانہ اُتار کر اسے چارہ ڈال دیا۔ پھر سنان نے خرجین سے نقدی کی دو تھیلیاں نکالیں اور قسطونہ کو تھماتے ہوئے کہا۔ انہیں سنبھال لو۔ ان میں سے ایک تو مال غنیمت میں سے میرا حصّہ ہے اور دوسری تھیلی اسامہ ہماری زمین اور باغات کی سال بھر کی آمدنی لایا ہے۔ قسطونہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ نوفل، اسامہ اور امیمہ گھر میں داخل ہوئے۔ اسامہ نے اندھی امیمہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا اور اس کی راہنمائی کر رہا تھا قسطونہ بھاگ کر ان کی طرف بڑھی اور امیمہ سے بغل گیر ہوتے ہوئے کہا۔ "میں قسطونہ ہوں"۔ امیمہ نے بھی خوب زور سے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ پھر سب مکان کے سکونتی حصّے کی طرف چلے گئے اور اکٹھے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھے۔

۵۴۹ھ میں مجیر الدین والیٔ دمشق کے ذہن میں پھر فتور پیدا ہو گیا۔ اس نے سلطان کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور صلیبیوں سے ساز باز شروع کر دی۔ قوم کا یہ غدار اپنی ملت فروشی میں یہاں تک آگے بڑھ گیا کہ اس نے سلطان کے خلاف یروشلم کی صلیبی حکومت کے ساتھ دفاعی معاہدہ کر لیا اور اس کے بدلے میں اس نے عیسائی حکومت کو خراج تک دینا منظور کر لیا تھا۔ دمشق کے اکثر علماء اور سرکردہ لوگ مجیر الدین کے اس رویے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے جس کے باعث دمشق کا انتظام حکومت حد سے زیادہ ابتر ہو گیا تھا۔ دوسری طرف یروشلم کی عیسائی حکومت کا ارادہ تھا کہ دمشق پر اپنا مکمل قبضہ کرنے کے بعد جنگ کی وسیع تیاری کر کے نور الدین پر ایک کاری ضرب لگائی جائے کیونکہ سلطان ان کی کوئی شرارت جو وہ اسلام کے خلاف کرنا چاہتے تھے کامیاب نہ ہونے دیتا تھا۔ لہٰذا صلیبی اس سے سخت نالاں اور برافروختہ تھے اور وہ کسی نہ کسی طریقے سے ایک بار سلطان کو میدانِ جنگ میں ضرور نیچا دکھانا چاہتے تھے۔

مجیر الدین جب کھل کر سلطان کے خلاف ہو گیا اور اس کے خلاف عیسائیوں سے اس نے دفاعی معاہدہ کر لیا تو نور الدین کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا تھا کہ وہ جسدِ اسلام کے اس رِستے ہوئے ناسور کو کاٹ کر علیحدہ کر دے۔ چنانچہ شیر کوہ کی سرکردگی میں سلطان نے ایک لشکر دمشق کی طرف روانہ کیا اور شیر کوہ کو تاکید کی کہ وہ اہلِ دمشق کے ساتھ جنگ نہ کرے بلکہ مجیر الدین اور اس کے مشیروں کو سمجھائے کہ وہ اسلام

کے خلاف کام کرنے سے باز رہیں ورنہ میں اُن کے خلاف اپنی پوری قوت استعمال کروں گا۔

والیٔ دمشق کے دل میں پہلے ہی چور تھا۔ شیر کوہ جب دمشق پہنچا تو مجیر الدین نے نہ اس سے ملاقات کی اور نہ ہی اس کے لشکر کے لیے رسد و خوراک کا انتظام کیا۔ دوسری طرف جب شیر کوہ نے ملاقات کی درخواست کی تو مجیر الدین نے بڑی سختی سے کہلا بھیجا کہ میرے نوک دار نیزے اور خارا شگاف تلواریں عنقریب تم سے ملاقات کریں گی۔ شیر کوہ اس جواب پر سخت غضب ناک ہوا لیکن وہ تحمل سے کام لے کر خاموش رہا کیونکہ سلطان کی طرف سے اسے جنگ کرنے کی اجازت نہ تھی لہٰذا وہ فوراً دمشق سے پیچھے ہٹ گیا اور اس کے مضافات میں ایک مقام مرج قصب میں خیمہ زن ہو گیا۔ ساتھ ہی اس نے ایک تیز رفتار قاصد سلطان کی طرف بھیج کر اسے مجیر الدین کی بدسلوکی اور پیش آنے والے سارے حالات لکھ بھیجے۔

شیر کوہ کا پیغام ملتے ہی سلطان حرکت میں آ گیا۔ اس نے لشکر کے میسرہ اور میمنہ کا سالار سنان کو بنایا اور قلب اور مقدمۃ الجیش کو اپنی سرکردگی میں رکھ کر وہ بڑی تیزی اور تندی سے دمشق کی طرف کوچ کر گیا۔ سلطان کے اطوار بتاتے تھے کہ اس بار وہ کسی فیصلہ کن تصفیہ کے لیے دمشق کی طرف روانہ ہوا ہے۔

سلطان طوفان کی طرح دمشق کے سامنے نمودار ہوا اور شہر کے مشرق میں خیمہ زن ہوا آرام کرنے کے بجائے وہ فوراً اپنے لشکر کو حرکت میں لے آیا۔ شہر کے مشرق کی طرف وہ خود رہا، جنوب میں سنان اور مغرب میں شیر کوہ کو مقرر کرنے کے بعد اس نے یکبارگی پوری قوت کے ساتھ دمشق پر حملہ کر دیا۔ ۱۰ صفر ۵۴۹ھ کو مجیر الدین سلطان کا مقابلہ کرنے کے لیے شہر سے باہر نکلا اور ایک خوفناک جنگ کی ابتدا کر دی لیکن وہ سلطان کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکا پسپا ہو کر واپس بھاگا اور شہر کے دروازے بند کر کے بیٹھ گیا۔

سلطان جب اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ آور ہوا تو دمشقی لشکر نے شہر کی فصیل کے اُوپر سے آگ برسانی شروع کر دی۔ ایک دن اور ایک رات ایسا ہی آگ کا بازار گرم رہا لیکن ایسے حالات سلطان کو بددل نہ کر سکتے تھے اس لیے کہ اپنی زندگی میں

اس سے بھی بدتر اور مایوس کن معرکے صلیبی دشمنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے اس نے سر کیے تھے۔

۱۲ صفر کو سلطان، سنان اور شیر کوہ نے ایک ساتھ مل کر اپنی پوری قوت و طاقت سے حملہ کیا۔ ایک جگہ سے شہر کی فصیل کو انہوں نے توڑ دیا اور سلطان کا لشکر ایک فاتح کی حیثیت سے دمشق شہر میں داخل ہو گیا[1]۔ دمشقی فوج پہلے ہی مجیرالدین کے رویہ سے بددل ہو چکی تھی لہذا انہوں نے لڑے بغیر ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطان نے اہلِ دمشق کو عام معافی دے دی اور دمشق کو مکمل طور پر اپنے تسلط[2] میں لے لیا۔

مجیرالدین نے جب دیکھا کہ شہر پر نورالدین کا پرچم لہرا گیا ہے تو وہ قلعہ کے اندر اپنے چند امراء کے ساتھ پناہ گزین ہو گیا لیکن جلد ہی اسے یقین ہو گیا کہ وہ اس قلعہ کے اندر بھی محفوظ نہیں ہے۔ لہذا دوسرے دن وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر عفوِ تقصیر و خطا کا طلب گار و خواستگار ہوا۔ سلطان انتہائی فراخ دل اور بلند حوصلہ انسان تھا اس نے دمشق پر حکومت کرنے والے خاندانِ بوریین کے اس آخری فرمانروا کو معاف کر دیا اور حمص کا شہر جاگیر میں دے کر اسے دمشق سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا۔

مجیرالدین کی دمشق سے روانگی کے بعد سلطان نے ایک دربارِ عام منعقد کیا جس میں شہر کے تمام علماء، ذی ثروت اور تجارت پیشہ لوگ موجود تھے۔ اس دربار میں سلطان نے جنگ کے دوران جن لوگوں کا نقصان ہوا تھا انہیں معقول معاوضہ

---

[1] رئیس ابویعلیٰ لکھتا ہے کہ سلطان نے شہر میں داخل ہوتے ہی اپنے لشکر کو مندرجہ ذیل احکامات کی سختی سے پابندی کرنے کا حکم دیا۔

۱۔ کسی کی جان و مال کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔

۲۔ کوئی شخص کسی کے گھر داخل نہ ہو۔ ۳۔ زخمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

۴۔ کسی بھاگتے ہوئے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

[2] دمشق پر سلطان نورالدین کا قبضہ اس دور کا ایک اہم ترین واقعہ تھا۔ اس سے سلطان کی سلطنت کی حدود موصل سے حران تک پھیل گئیں اور یروشلم کی طرف

دینے کے علاوہ مختلف محاصل[1] میں زبردست رعایت کر دی۔ اس کے علاوہ علماء اور شہر کے رؤسا و امراء کو ان کے مراتب کے مطابق انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ سلطان کے اس سلوک پر اہلِ دمشق اسے رحمتِ الٰہی تصور کرنے لگے اور دن رات اس کی فتح و نصرت کے لیے دعائیں مانگنے لگے تھے۔

دمشق کے انتظامات درست کرنے کے بعد سلطان بعلبک (ہیلیوپولس) شہر کی طرف بڑھا۔ یہ شہر بھی غدار مجیرالدین کی عملداری میں شامل تھا لہذا اس پر اپنا تسلط جمانا نہایت اہم اور ضروری تھا۔ ان دنوں بعلبک کا والی نجم الدین ایوب[2] تھا جو سلطان نورالدین کا زبردست حامی اور اس کے چاہنے والوں میں سے تھا۔ سلطان جب بعلبک پہنچا۔ تو نجم الدین تنہا شہر سے باہر نکلا، بڑی عزت و احترام کے ساتھ اس نے سلطان کا خیر مقدم کیا اور بعلبک شہر کی چابیاں سلطان کے قدموں میں پھینک دیں۔ سلطان کو نجم الدین کی یہ ادا ایسی بھلی لگی کہ اس نے نجم الدین کو اپنے خواص میں شامل کر لیا۔

اسی سال سلطان نے صلیبیوں کے قلعہ حارم پر لشکر کشی کی۔ یہ قلعہ حلب کے مغرب میں انطاکیہ کے قریب تھا اور سلطان اسے انطاکیہ کی طرف بڑھنے کے لیے اپنے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ سمجھتا تھا۔ اس کے علاوہ اس قلعہ کی صلیبی افواج نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۲۲) بڑھنے کے لیے اس کا راستہ صاف ہو گیا۔ اس فتح مبین پر بغداد کے عباسی خلیفہ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ اس نے اس فتح پر سلطان کو مبارک باد دینے کے علاوہ الملک العادل کا خطاب بھی دیا۔

[1] اس میں مالِ تجارت کے درآمدی و برآمدی محصول کے علاوہ ترکاریوں اور نہر سے آب پاشی کا محصول بھی شامل تھا، ان سب میں سلطان نے کئی گنا رعایت کر دی تھی۔

[2] نجم الدین ایوب سلطان کے سپہ سالار شیر کوہ کا بھائی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کا باپ تھا۔

سلطان کے خلاف کئی جنگوں میں بھرپور کردار ادا کیا تھا لہٰذا سلطان نے اس قلعہ پر قبضہ کرنا اپنے لیے ضروری سمجھا۔ سلطان نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور صلیبی لشکر قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنے لگا تھا۔ چند ہی روز بعد انطاکیہ کا عیسائی حکمران بوہمنڈ[1] اہلِ حارم کی مدد کے لیے ایک جرار لشکر کے ساتھ سلطان پر حملہ آور ہو گیا۔ بوہمنڈ کے جنگ میں کودنے سے جنگ میں تیزی آ گئی تھی۔

اسی دوران عیسائیوں نے فریب و عیاری سے کام لیا اور اپنے اَن گنت جنگجو ناٹوں پر مشتمل ایک لشکر حلب پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حارم کے قلعے سے باہر سلطان کو جنگ میں مصروف رکھ کر حلب پر قبضہ کر لیا جائے اور اس کے بعد سلطان کو مجبور کر کے اپنی من مانی شرائط منوالی جائیں لیکن سلطان کے جاسوس اور وقائع نگار اپنی پوری ذہانت و تندہی سے کام کر رہے تھے انہوں نے فوراً سلطان کو اس سازش سے آگاہ کر دیا اور سلطان نے سنان کو فوراً اپنے مقدمۃ الجیش کے ساتھ حلب کی طرف بڑھنے والے صلیبی لشکر کی سرکوبی[2] کے لیے روانہ کر دیا۔ حلب کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد سلطان نے اپنے دشمن پر شیرکوہ کے ساتھ مِل کر بھرپور حملے شروع کر دیئے۔ انطاکیہ کا حکمران ان حملوں کی تاب نہ لا سکا اور شکست کھا کر بھاگ گیا۔ یوں اسے حارم سے سلطان کا محاصرہ اٹھانے میں ناکامی ہوئی تھی۔ اس نے اہلِ حارم کو مایوس کر دیا اور انہوں نے سلطان کو تاوانِ جنگ ادا کرنے کے علاوہ حارم کے مضافات کا نصف علاقہ دے کر صلح کر لی۔

سنان سلطان سے جدا ہو کر آفت و کہرام کی لال آندھی اور کوبہ کو پھیل جانے والی شعاعِ خورشید کی سبک سیری کے ساتھ حلب کی طرف بڑھا۔ یوں لگتا تھا ایک طوفان

---

[1] بوہمنڈ انطاکیہ کے اس سابق حکمران ریمنڈ کا بیٹا تھا جسے شیرکوہ نے معرکۂ انیب میں قتل کر دیا تھا۔

[2] مؤرخ رئیس ابویعلی حمزہ نے اپنی کتاب "حیات نور الدین" میں حلب پر صلیبیوں کے اس حملہ کو اسی طرح بیان کیا ہے۔

اور گردباد اُٹھ کھڑا ہُوا ہو۔ سنان نے حلب کی طرف بڑھنے والے صلیبی ناٹوں کے لشکر کو حلب سے دُور افتادہ ایک بیابان کے اندر جا لیا تھا۔ صلیبیوں نے اپنی پوری توانائی اور قدرت سے سنان پر حملہ کر دیا لیکن مقدمۃ الجیش کے سالار نے اپنے رب کی اطاعت و قنوط میں ایسے ایمان و جذبے کے ساتھ ان کے حملے کو روکا تھا کہ وہ دنگ رہ گئے۔ اس کے بعد سنان نے ضیائے قرمزی بن کر دم بہ دم، پے بہ پے اور کوبہ کو گونجتی ہوئی اپنی تکبیر کی آوازوں سے جوابی حملہ کیا تو صلیبیوں کی یخ زدہ رگ و پے میں انگارے و التہاب بھر گئے۔ انہوں نے سنان کے طوفانی حملوں سے بچنے کی خاطر بھاگ جانا چاہا لیکن سنان نے ان کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا اور سب کو تہ تیغ کر کے لمحوں کے اندر اس نے رزم گاہ کی دشمن سے تزکیہ و تطہیر کر دی تھی۔ اپنے پیچھے دشمن کی ہزاروں لاشیں چھوڑنے کے بعد سنان جس رفتار سے حلب کی طرف آیا تھا اسی رفتار سے وہ سلطان کی مدد کرنے کے لیے حارم کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

لیکن سنان کی ملاقات سلطان سے راستے ہی میں ہو گئی۔ کیونکہ سلطان حارم کو فتح کرنے کے بعد واپس لوٹ رہا تھا۔ سلطان کے سامنے آ کر سنان اپنے گھوڑے سے اُترا اور سلطان کے گھوڑے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنے سر کو تعظیماً خم کرتے ہوئے کہا میرے آقا! جس مہم پر آپ نے مجھے روانہ کیا تھا اسے میں سَر کر آیا ہوں۔ میں نے صلیبی حملہ آوروں میں سے کسی کو بھی بچ کر واپس بھاگنے نہیں دیا۔ سلطان نور الدین بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔ بڑی تیزی سے وہ اپنے گھوڑے سے اُترا اور آگے بڑھ کر اس نے سنان کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ "میری قوم کے شیر دل فرزند! میرے وقائع نگار تمہاری کارگزاری کی اطلاع مجھے پہلے ہی دے چکے ہیں۔ تم نے ہمیشہ، ہر میدان میں اسلام کے دشمنوں پر میری خواہش کے مطابق ضرب لگائی ہے اور تمہارے اس کردار کے صلے میں ہماری آنے والی نسلیں تاریخ کی عدالت میں ہمیشہ تمہیں ایک عادل و منصف کی حیثیت سے یاد رکھیں گی" اس کے بعد سلطان اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ سنان بھی بھاگ کر اپنے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور لشکر اپنے دار الحکومت کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

صلیبیوں نے پھر سلطان نور الدین کو زیادہ عرصہ تک چین اور آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ بہت جلد انہوں نے پھر ایک عظیم لشکر تیار کیا اور ۵۵۲ھ کے آخر میں مسلمانوں کے شہر حمص وحماۃ کے کئی علاقوں میں حملے کر کے مسلمان بستیوں میں ویرانی اور تباہی مچادی۔ انہوں نے دِل کھول کر مسلمانوں کو لوٹا اور ان کا قتلِ عام کیا۔ اپنے ان ابتدائی حملوں میں کامیابی کے باعث ان کے حوصلے ایسے بلند ہوئے کہ وہ اسلامی حدود کے اور اندر بڑھنے لگے۔ سلطان کو جب خبر ہوئی تو طغیانی دو آندھی کی طرح حلب سے نکلا اور حمص وحماۃ کی سرحدوں کی طرف بڑھا۔ ایک کھلے میدان میں دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ سلطان اس قدر غیظ و غضب کی حالت میں تھا کہ وہ دشمن کے سامنے صف آرا ہونے کے بجائے وہاں پہنچتے ہی ان پر ٹوٹ پڑا۔ صلیبی لشکر کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ جہاں تک انسانی نگاہ کام کرتی تھی انسانی سر نظر آتے تھے۔ لیکن نور الدین ان کی تعداد سے بے پرواہ ہو کر ایسے جذبۂ ایمانی سے حملہ آور ہوا تھا کہ ایک دن اور رات کی جنگ کے بعد صلیبی لشکر پسپا ہو کر مڑا اور اپنی ایک نزدیکی پناہ گاہ قلعہ بانیاس[1] کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ صلیبیوں کا عام خیال تھا کہ سلطان واپس لوٹ جائے گا۔ لیکن انہیں مایوسی ہوئی کیونکہ سلطان نے ایسے انداز میں ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا کہ وہ سیدھا آگے بھاگنے کے علاوہ دائیں بائیں بکھر کر اپنی جانیں نہ بچا سکتے تھے۔ بھاگنے والے ان صلیبیوں کے بائیں طرف میسرہ کے ساتھ شیرکوہ انہیں روند رہا تھا۔ دائیں طرف میمنہ کے ساتھ سنان تھا اور وہ ان پر ایسی ضربیں لگا رہا تھا جن کے زخم ایک عرصہ تک مندمل دیے نشان نہیں ہوتے۔ جب کہ ان کی پشت پر قلب لشکر اور مقدمۃ الجیش کے ساتھ خود نور الدین تھا اور وہ انہیں بکریوں کے بے ضرر ریوڑ کی طرح ہانکے جا رہا تھا۔ اس جنگ میں پہلی بار نور الدین نے اپنے چھوٹے بھائی نصرت الدین کو مقدمۃ الجیش میں اپنے ساتھ

---

[1] قلعہ بانیاس کا موجودہ نام قلعۃ الصّبیبہ ہے۔ عام بول چال میں اسے قلعۃ النمرود بھی کہتے ہیں۔ یہ قلعہ شام میں جبل حرمون (جبل الشیخ) کی ایک چوٹی پر واقع ہے۔

رکھا تھا۔

صلیبی بھاگتے ہوئے قلعہ بانیاس میں جا کر محصور ہو گئے۔ وہاں پہلے سے بھی ایک لشکر موجود تھا اور جنگ سے فرار ہونے والے صلیبیوں نے اپنے اس تازہ دم لشکر کے ساتھ مِل کر قلعہ کا دفاع کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس قلعے کی دیواریں اس قدر چوڑی تھیں کہ ان پر برجوں کے قریب جگہ جگہ منجنیقیں نصب تھیں۔ سلطان نے جب آگے بڑھ کر حملہ کیا تو صلیبیوں نے منجنیقوں کی مدد سے مسلمانوں پر سنگ باری شروع کر دی۔ ناچار سلطان کو پیچھے ہٹنا پڑا یہاں مسلمانوں کو سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس لیے کہ قلعہ کے چاروں طرف نشیبی چٹانیں تھیں جن پر بڑی احتیاط سے چلنا پڑتا تھا اور مسلمان تیزی سے اپنے گھوڑوں کو دھر اُدھر بھگا نہ سکتے تھے۔ جب کہ عیسائی لشکر قلعے کے اندر محفوظ و مامون تھا اور پھر ان کے لیے آسانی یہ کہ قلعے کی فصیل پر منجنیقوں سے پتھر برسا کر وہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے تھے۔

اسی حالت میں سات دن گزر گئے اور مسلمان قلعہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ سلطان اس تاخیر پر سٹپٹا کر رہ گیا۔ آخر سلطان نے ایک چٹان کی اوٹ میں مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔ جس میں شیرکوہ، سنان اور لشکر کے دیگر جرنیل شامل ہوئے اور یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ سلطان لشکر کے ساتھ قلعہ پر حملہ کر کے صلیبیوں کو جنگ میں مصروف رکھے گا جب کہ شیرکوہ اور سنان فصیل کو توڑنے کی کوشش کریں گے۔

دوسرے روز سلطان نے قلعے پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ صلیبی ٹھٹھک کر رہ گئے اسی دوران اسد الدین شیرکوہ اور سنان بن عدی نے اپنے کچھ مجاہدوں کے ساتھ مِل کر قلعہ کی شمالی فصیل کو بارود لگا کر اڑا دیا۔ جونہی فصیل ٹوٹی سلطان اپنے چھوٹے بھائی نصرت الدین[5] کے ساتھ یلغار کرتا ہوا قلعہ میں داخل ہو گیا۔ محصورین نے تھوڑی دیر تک

---

۵ اس جنگ میں نصرت الدین کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ سلطان نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا "میرے مجاہد بھائی اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے

مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور امان امان پکارنے لگے۔ مسلمانوں نے اَن گنت صلیبیوں کو گرفتار کر لیا۔ بے شمار مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا اور قلعہ پہ سلطان کا پرچم لہرانے لگا۔ اس قلعہ کو فتح کرنا سلطان کا ایک عظیم[1] کارنامہ ہے۔

فتح کے بعد سلطان نے چند روز تک قلعہ بانیاس کے اندر قیام کیا۔ صلیبی قیدیوں کو شیرکوہ کی حفاظت میں دمشق کی طرف روانہ کر دیا۔ شیرکوہ ابھی راستے میں ہی تھا کہ ایک اور صلیبی لشکر نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے اس پر حملہ کر دیا۔ شیرکوہ صرف اپنے محافظ دستہ فوج کو ساتھ لے کر حملہ آوروں کے مقابلے پر جم گیا اور جو اس کے ہمراہ لشکر تھا اس کے دوسرے حصّے کو صلیبی قیدیوں اور مال غنیمت کی حفاظت پر مامور کر دیا۔

تین چار ساعتوں کی جنگ کے بعد حملہ آور صلیبی بھاگ کھڑے ہوئے۔ شیرکوہ نے دو کوس تک ان کا تعاقب کیا اور ڈیڑھ سو کے قریب حملہ آوروں کو گرفتار کر لیا۔ اس کے علاوہ بہت سا مال غنیمت بھی اس کے ہاتھ لگا۔ اس طرح صلیبی اپنے قیدیوں کو چھڑانے میں ناکام رہے اور شیرکوہ مظفر و منصور دمشق پہنچ گیا۔ شیرکوہ جب سلطان کے پاس واپس گیا اور اسے اس معرکے کا علم ہوا تو اس نے کمال خوشنودی کا اظہار کیا اور شیرکوہ کو مبارک باد دی۔

بانیاس کو زیر نگین کرنے کے بعد سلطان ان قلعوں کی طرف متوجہ ہوا جہاں کے صلیبیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۴۷) جنت میں کیا کیا نعمتیں جمع کر رکھی ہیں تو تم اپنی دوسری آنکھ بھی راہ خدا میں دینے کی تمنّا کرنے لگو۔

[1] سلطان کے صلیبیوں کے خلاف ایسے ہی کارناموں کے باعث عرب مورخین کا قول ہے "لَوْلَا اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَنَّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ بِنُوْرِ الدِّیْنِ وَ اِلَّا کَانَ دَخَلَهَا الْفَرَنْجِ بِغَیْرِ حِصَارٍ وَ قِتَالٍ" یعنی اگر اللہ تعالیٰ نورالدین کے ذریعے مسلمانوں پر احسان نہ کرتا تو فرنگی محاصرہ اور لڑائی کے بغیر ہی اسلامی ممالک میں گھس جاتے۔

نے شیرکوہ پر حملہ کر کے اپنے صلیبی قیدیوں کو چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ ان لوگوں کا تعلق زیادہ تر دو قلعوں حارم اور صیدا سے تھا۔ ان قلعوں کی طرف سلطان نے ابھی چند میل کی مسافت ہی طے کی تھی کہ اس کے وقائع نگاروں نے خبر دی کہ مسلمانوں کا قلعہ شیزر خطرے میں ہے اور ایک صلیبی لشکر بڑی تیزی سے اس قلعہ پر قبضہ[1] کرنے کے لیے بڑھ رہا تھا۔

سلطان نے فوراً اپنے لشکر کا ایک حصّہ علیحدہ کیا اور اسے شیرکوہ کی سرکردگی میں قلعہ شیزر کی حفاظت کے لیے روانہ کر دیا اور خود وہ سنان کے ساتھ باقی لشکر کو لے کر حارم اور صیدا کے قلعوں کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

قلعہ شیزر شہر حماۃ سے نصف منزل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کے اوپر واقع تھا اس قلعے کے تین اطراف میں فلک بوس پہاڑ تھے اور چوتھی طرف اورنٹس کا مواج دریا تھا۔ اس سے آگے ایک طویل سرنگ تھی جس کے بعد ایک گہری خندق اور اس خندق کے اوپر ایک چوبی پل تھا۔ قلعہ شیزر تک جانے کا واحد راستہ یہی چوبی پل تھا۔

صلیبیوں کو جب علم ہوا کہ شیرکوہ طوفانی جھونکوں کی طرح شیزر کی طرف آ رہا ہے تو وہ اس کا نام سن کر ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ شیرکوہ طوفان کی طرح قلعہ میں داخل ہوا شہر پناہ[2] کا ایک حصّہ گر چکا تھا۔ شیرکوہ نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا اور ایک شخص مجا الدّین ابن الدایہ کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے وہ پھر سلطان کے لشکر میں جا شامل ہوا تھا۔

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ برق رفتاری سے پہلے قلعہ حارم کی طرف بڑھا۔ اس لشکر

[1] قلعہ کا پہلا حاکم تاج الدولہ ابی الساکر اچانک فوت ہو گیا جس کی وجہ سے قلعہ کے نظام حکومت میں ابتری پیدا ہو گئی۔ صلیبیوں نے اسے ایک اچھا موقع سمجھا اور قلعے پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

[2] شہر پناہ کا یہ حصّہ زلزلوں کی وجہ سے گر گیا تھا چونکہ قلعہ کا کوئی حاکم نہ رہا تھا لہٰذا اسے کسی نے تعمیر نہ کیا اور یہ ویسی کی ویسی ہی پڑی رہی۔ شیرکوہ نے اسے دوبارہ مکمل کیا۔

میں ایک عجیب اور نئی بات یہ تھی کہ اس میں پہلی بار اسد الدین شیرکوہ کا بھائی نجم الدین ایوب اور اس کا جواں سال بیٹا صلاح الدین ایوبی بھی شامل تھے۔ سلطان نے اپنے پہلے ہی حملے میں حارم کے قلعہ پر ایسی ضرب لگائی کہ اہل قلعہ نے فوراً سلطان کی اطاعت قبول کر لی۔ اس قلعہ کی مدد کے لیے باہر سے جو صلیبی آئے تھے وہ منتشر ہو کر بھاگ گئے۔

اس دوران سلطان کی طبیعت علیل ہو گئی اور وہ دمشق روانہ ہو گیا۔ اب شیرکوہ لشکر کو لے کر صیدا کے اس میدان کی طرف بڑھا۔ جہاں صلیبی اس سے مقابلہ کرنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ اس جنگ میں شیرکوہ نے مقدمۃ الجیش سنان کی سرکردگی میں رکھا۔ قلب اس نے اپنے پاس میسرہ اپنے بھائی نجم الدین ایوب اور میمنہ اپنے بھتیجے صلاح الدین ایوبی کی کمانداری میں دیا تھا۔ اسلامی لشکر بڑے منظم طریقے سے آگے بڑھا۔ صیدا کے میدان میں ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں صلیبیوں کو بری طرح اور ذلت آمیز شکست ہوئی۔ لڑائی میں کثیر التعداد صلیبی مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ یہ پہلی جنگ تھی جس میں صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کے خلاف اپنی خداداد جرأت و جوانمردی کا مظاہرہ کیا تھا۔ دمشق میں سلطان کو جب اس فتح کی خبر ہوئی تو وہ اپنے رب کے حضور سجدۂ شکر بجا لایا اور شیرکوہ جب لشکر لے کر دمشق آیا تو سلطان نے شہر سے باہر نکل کر جسر خشب کے مقام پر اس کا استقبال کیا۔ ان دونوں جنگوں میں جو صلیبی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ان میں قلعہ حارم کے حاکم کا بیٹا بھی شامل تھا۔ جو صلیبی فوج میں نائٹ بن کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے آیا تھا۔

یروشلم کی صلیبی ریاست کا حکمران بالڈون ثالث ایک مہم جو اور فتنہ پرور طبیعت کا انسان تھا اسے جب حارم اور صیدا میں سلطان کے ہاتھوں صلیبی لشکر کی شکست کی اطلاعات ملیں تو وہ سلطان کے خلاف کوئی بڑا معرکہ تو نہ کھڑا کر سکا تاہم اس نے ارد گرد کی عیسائی ریاستوں اور قلعوں کو ساتھ ملا کر ایک جرار لشکر تیار کیا اور سلطان کے سرحدی شہروں پر حملے کر کے دہشت گردی اور لوٹ مار کا مظاہرہ کرنے لگا۔

ان دنوں سلطان دمشق میں تھا اسے جب بالڈون کی دہشت گردی کی خبریں ملیں

تو وہ اپنے لشکر کو لے کر فوراً دمشق سے نکلا۔ دو دن جسر خشب میں قیام کرنے کے بعد سلطان اپنی سرحدوں کو عبور کر کے بالڈون ثالث کی حدود کے اندر دور تک چلا گیا۔ آخر جیش نام کے ٹیلے کے قریب بالڈون نے اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کا راستہ روک لیا اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئے تھے۔ صلیبی لشکر میں سے دو جنگجو نائٹ میدان میں اُترے اور مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی۔ سنان اور شیرکوہ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے جب اس غرض سے سلطان کے پاس آئے کہ وہ اجازت لے کر مقابلے کے میدان اُتریں کہ لشکر سے ایک جوان خطلخ زاہد[1] بڑی تیزی سے نکلا اور ان دونوں سے پہلے ہی اس نے میدان میں اُترنے کی اجازت طلب کر لی۔ شیرکوہ اور سنان کے پہنچنے سے قبل ہی سلطان اسے میدان میں اُترنے کی اجازت دے چکے تھے۔ شیرکوہ نے دخل اندازی کرتے ہوئے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میرے آقا! اسے صرف ایک صلیبی کے مقابلے پر جانے دیجئے دوسرے کے مقابلے میں میں خود جاتا ہوں"۔

خطلخ زاہد نے شیرکوہ کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے کہا "اگر ہمارے امیر سنان بن عدی ایسے میدانوں میں پانچ پانچ صلیبی نائٹوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو کیا میں خاکسار اس قابل بھی نہیں کہ ان دو کا مقابلہ کر سکوں"۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میدانِ جنگ میں اُتر گیا۔ وہ نجیب و نایاب مجاہد ان دونوں صلیبیوں پر ایسے جذبۂ ایمان سے حملہ آور ہوا کہ آنِ واحد میں اس نے اِن دونوں کو خاک و خون میں لوٹا دیا تھا۔

اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی۔ پہلے ہی ہلہ میں صلیبی مسلمانوں کو دھکیل کر پیچھے لے گئے تھے۔ اس موقع پر سلطان جیش نام کے اس ٹیلہ پر چڑھ گیا اور اپنے رب

---

[1] خطلخ زاہد کسی زمانے میں سلطان نورالدین زنگی کے باپ عماد الدین زنگی کا غلام تھا سلطان نے اسے آزاد کر دیا اور وہ نورالدین کے باقاعدہ لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔

کے حضور اس نے گڑگڑا کر دُعا مانگی جس کا ترجمہ یوں ہے ۔

"الٰہی ! تُو نے مجھ بندۂ ناتواں کو اس ملک کی حکومت دی اور مجھے یہ نیابت عطا فرمائی ۔ مَیں نے تیرے شہروں کو آباد کیا اور تیرے بندوں کو نصیحت کی ۔ اور مَیں نے انہیں ایسے کام کرنے سے روکا جس سے تُو نے مجھے روکا ۔ پس مَیں نے ان میں سے منکرات کو دُور کر دیا اور تیرے شعارِ دین کو ان کے علاقوں میں جاری کیا ۔ بیشک مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور مَیں تنہا ان کفار کو جو میرے دین اور نبیؐ کے دشمن ہیں دفع نہیں کر سکتا اور مَیں اپنے نفس کے سوا کسی اور شے کا مالک نہیں ہوں اور بیشک مَیں نے اسے تیرے دین کی حفاظت اور تیرے نبیؐ کی حمایت کے لیے ان کے سپرد کر دیا ہے ۔"

اس دُعا کے بعد سلطان نے اپنا وہی اللہ اکبر کا مانوس جنگی نعرہ مارا اور اس وجد وجذبے کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوا کہ اپنے سلطان کو اس حالت میں دیکھ کر لشکر کا ایک ایک سپاہی طوفان بن کر اُٹھ کھڑا ہوا ۔ یہ ایسا پُرجوش اور زوردار حملہ تھا کہ صلیبی اسے زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے اور رات کی تاریکی میں جانیں بچا کر بھاگ گئے ۔ سلطان چونکہ پہلے ہی دشمن کے علاقے میں تھا لہٰذا اس نے تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور دمشق کی طرف لوٹ آیا ۔ بالڈوں کے خلاف سلطان کا یہ ایک عظیم معرکہ تھا ۔

۵۵۷ھ کی وہ رات انتہائی مہیب اور خوفناک تھی ۔ آفاق کے کنارے کسی سُرخ طوفان کے غماز تھے ۔ تاریک وسیاہ رات میں تیز و تند ہواؤں کے جھکڑ کچھ ایسے بھیانک پن سے چل نکلے تھے جیسے ——— جیسے آفتاب بے نور ہو جائے گا ۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر جھڑ جائیں گے پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے اور سمندر و دریا بھڑک اُٹھیں گے ۔ اس قہرمان گزیدہ رات میں کائنات کی ہر چیز کے لبوں پر ایک سوال تھا ۔ کیا آسمان پھٹنے اور زمین سکڑ کر اپنی اندر کی ہر چیز کو اگلنے لگی ہے ؛ کیا قبریں اکھڑنے لگی ہیں ۔ رات کا جانا اور صبح کا آنا ختم ہونے لگا ہے ؛ کیا آسمان سے غمام و ملائکہ اُتر کر لوگوں کے اعمال نامے کھول کر حشر برپا کرنے لگے ہیں ؛

طیور اپنے گھونسلوں میں بے خود و بے چین تھے ۔ وحشی جانور گھبراہٹ میں ایک جگہ جمع ہونے لگے تھے ۔ ایسے میں جبکہ کائنات کی ہر چیز ملول و تنہا سلگ رہی تھی اپنی خوابگاہ میں گہری نیند سوئے ہوئے سلطان نور الدّین نے ایک خواب دیکھا ۔ سلطان کی زندگی کا ——— نہیں بلکہ انسانی تاریخ کا ایک عجیب ، انوکھا اور بھیانک خواب ———

سلطان نور الدّین نے خواب میں رسول کریمؐ کو دیکھا ۔ آپؐ کے دائیں اور بائیں دو اور شخص بھی تھے جو اپنی شکل وصورت سے بدیسی اور صلیبی لگتے تھے ۔ نبی اکرمؐ کا چہرہ مبارک پیلا اور زنبوری ہو رہا تھا ۔ یوں لگتا تھا ۔ آپؐ بے حد اداس ہوں ۔ پھر حضورؐ نے ان دونوں آدمیوں کی طرف ایسا اشارہ کیا جیسے وہ نور الدّین سے کہہ رہے ہوں ۔ "نور الدّین ! یہ آدمی مجھے ستا رہے ہیں ۔ اُٹھ اور ان کے شر

کا استیصال کرے"۔[1]

یہ خواب دیکھنے کے بعد نورالدّین چونک کر اُٹھ بیٹھا تھا۔ اس المناک خواب نے اس کے ہوش و خرد کو جنون آمیز کر دیا تھا۔ وہ مریضانہ خستگی اور ذہنی نقاہت کا شکار ہو گیا تھا۔ چونکہ کوئی بھی طاغوتی و شیطانی قوت نبی اکرمؐ کا روپ نہیں دھار سکتی لہٰذا سلطان نے اس خواب کو سچّا جانا اور حضورؐ کے اشارے سے یہ تاثر لیا کہ شاید صلیبی مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ کیونکہ ان دنوں صلیبی جنگیں اپنے عروج پر تھیں۔ سلطان نے فوراً اپنی ساری فوجی قوّت کو چوکس کر دیا۔

دوسری رات سلطان نے ان دو آدمیوں کے ساتھ جب پھر حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھا تو وہ اور زیادہ پریشان ہو گیا۔ کیونکہ سلطان نے تو اپنے لشکروں کو چوکس کر دیا تھا لیکن حضورؐ پھر ویسا ہی اشارہ کر رہے تھے۔ سلطان کی بے آس نگاہوں میں ویرانی اور تڑپ تھی وہ ساری رات روتا رہا اور اپنے رب سے درماں طلبی اور چارہ گری کی دعائیں کرتا رہا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ حضورؐ کس طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

سلطان نورالدّین زنگی کو تیسری رات پھر حضورؐ کی زیارت ہوئی۔ آپؐ اسی طرح ان دو صلیبیوں کے درمیان کھڑے تھے۔ اس روز آپؐ پہلے سے بھی زیادہ ملول اور افسردہ تھے اور ان دو صلیبیوں کی طرف انہوں نے پھر ویسا ہی اشارہ کیا جیسے نورالدین سے کہہ رہے ہوں "نورالدّین! اُٹھ اور مجھے ان دشمنوں کے شر و شر سے بچا کہ یہ مجھے ستا رہے ہیں"۔

نورالدّین بار بار استغفار پڑھتا ہُوا اُٹھ بیٹھا۔ وہ سخت مضطرب تھا اور خوف و دہشت سے اس کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ وہ روتا جاتا تھا اور حضورؐ کو مخاطب کر کے کہتا جاتا تھا۔ "میرے آقا و مولا کو میرے جیتے جی کوئی ستائے یہ نہیں ہو سکتا۔ میری جان، مال اور اولاد سب آقائے مدنیؐ پر نثار ہیں۔ خُدا اس دن کے لیے نورالدّین کو زندہ نہ رکھے کہ حضورؐ غلام کو یاد فرمائیں

---

[1] اس واقعہ کو علامہ سمہودی نے اپنی تاریخ "خلاصۃ الوفا" کے باب "بناءِ گنبدِ خضرا روضۂ مقدسہ سیّد الوریٰؐ" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اور وہ آرام سے بیٹھا رہے۔ وہ بار بار سجدے میں گرتا تھا اور رو رو کر التجا کرتا تھا۔ "میرے آقاؐ! آپ کیوں اُداس اور ملول ہیں۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، مجھ غلام کو کوئی حکم دیجیے اپنے اس بندہ سے کوئی کام لیجیے"۔ رات کا باقی حصّہ سلطان نے رو رو کر اور بار بار سجدے میں گرتے ہوئے اپنے رب اور رسولؐ کے آگے آہ و زاری کرتے ہُوئے گزار دیا۔

دوسرے روز سلطان نے اپنے سارے مشیروں اور رفیقوں کو اپنے ایوان معدلت میں جمع کیا اور انہیں اپنا خواب سناتے ہوئے کہا "مدینہ منورہ میں ضرور کوئی ایسا ناشدنی واقعہ ہُوا ہے۔ جس سے سرورِ کونینؐ کی روحِ اقدس کو تکلیف پہنچی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مجھ غلام اور ناچیز کو یاد کیا۔ لہٰذا میں مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔ وزیر جمال الدّین موصلی نے سلطان کے خیالات کی تائید کی اور فوراً مدینہ کی طرف روانگی کا مشورہ دیا۔ سلطان نے اپنی سلطنت کا کاروبار اور صلیبی حملوں کی پیش بندی کے لیے شیرکوہ کو اپنے جانشین کے طور پر پیچھے چھوڑا۔ سنان کی سرکردگی میں اس نے صرف بیس محافظوں کو اپنے ساتھ لیا اور بہت سا خزانہ اپنے گھوڑوں پہ لاد کر وہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

دمشق سے مدینہ منوّرہ پہنچنے کے لیے عام طور پہ بیس سے پچیس دن لگتے تھے لیکن سلطان نے اپنے بیس محافظوں اور خزانے سمیت اپنے جذبہ ایمانی میں اس قدر برق رفتاری سے سفر کیا کہ سولھویں دن وہ مدینہ منورہ جا پہنچا۔ اہل مدینہ سلطان کی اس اچانک آمد پہ دنگ رہ گئے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی سلطان نورالدّین زنگی نے شہر میں آنے جانے کے سارے دروازے بند کرا دیے پھر اس نے منادی کرا دی کہ آج تمام اہلِ مدینہ سلطان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ اہل شہر کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ سلطان کیا کرنے والا ہے۔

اہلِ مدینہ نے بڑی خوشدلی سے سلطان کی دعوت قبول کر لی اس طرح شہر کے سب لوگوں نے سلطان کی موجودگی میں کھانا کھایا اور سلطان ان کے اندر گھوم پھر کر ایک ایک شخص کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ جب دعوت ختم ہو گئی تو نورالدین اداس اور ملول ہو گیا۔ اس لیے کہ کھانے کے لیے آنے والے لوگوں میں وہ دو شخص شامل نہ تھے جن کی طرف خواب میں حضورؐ نے اشارہ کیا تھا۔ نورالدّین نے اکابرِ شہر کو جمع کیا اور ان سے

پوچھا۔ کیا مدینہ کا کوئی ایسا شخص باقی تو نہیں رہا جو کسی وجہ سے اس کھانے میں شریک نہ ہو سکا ہو۔ ایک اللہ کا بندہ اٹھا اور اس نے نورالدین سے کہا۔ "اے بادشاہ! اہلِ مدینہ میں سے تو کوئی ایسا شخص نہیں رہا جس نے اس دعوت میں شرکت نہ کی ہو۔ البتہ دو خدارسیدہ مغربی زائر جو مدت سے یہاں مقیم ہیں اس دعوت میں نہیں آئے۔ نورالدین کی آنکھیں چمک اٹھیں اور اس نے بیتاب ہو کر پوچھا "وہ دونوں کہاں رہتے ہیں"۔ اس نے پھر جواب دیا۔ "انہوں نے روضۂ اقدس کے قریب ایک مکان کرائے پر لے رکھا ہے اور اسی میں ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ اصحابِ کہف کی طرح گوشہ گیر دونوں بدیسی مجاور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر کچھ وقت بچتا ہے تو جنت البقیع میں لوگوں کو پانی پلاتے ہیں اس کے سوا دو کسی سے ملتے ملاتے نہیں ہیں۔

سلطان نے حکم دیا کہ ان دونوں کو فوراً یہاں لاؤ۔ جب وہ دونوں سلطان کے سامنے لائے گئے تو وہ فوراً پہچان گیا کہ وہ وہی تھے جو اسے خواب میں دکھائے گئے تھے اور جن کی طرف اشارہ کر کے حضورؐ نے فرمایا تھا "نورالدین یہ آدمی مجھے ستا رہے ہیں اٹھ اور ان کے شر کا استیصال کر"۔ انہیں دیکھتے ہی نورالدین کا خون کھول اٹھا تاہم اس نے اس امر کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا اس لیے کہ ان دونوں کا لباس اور شکل و صورت مومنوں جیسی تھی۔

نورالدین نے سنان اور اپنے محافظوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا اور ان دونوں کو بھی اس نے سنان کی نگرانی میں دے دیا اور خود نورالدین اکابرِ شہر کے ہمراہ اس مکان میں جا پہنچا جس میں وہ دونوں رہتے تھے۔ چھوٹا سا ایک مکان تھا جس میں نہایت مختصر سا سامان مکینوں کی زاہدانہ زندگی کی شہادت دے رہا تھا اور پھر اس کے علاوہ اہلِ شہر بھی ان دونوں کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور بظاہر کوئی قابلِ اعتراض چیز وہاں دکھائی نہ دیتی تھی اس کے باوجود نورالدین مطمئن نہ تھا کیونکہ اس کے سامنے بار بار خواب میں دیکھا ہوا حضورؐ کا ملول غمگین چہرہ گھوم جاتا تھا لہٰذا اسے یقین تھا کہ اس واقعہ کی تہ میں ضرور کوئی شر ہے۔

نورالدین نے پہلے اس مکان کا فرش ٹھونک بجا کر دیکھا لیکن کوئی سراغ نہ ملا۔ پھر مکان کے بیرونی دروازے پر آیا اور گڑگڑا کر اس نے اپنے رب سے رہنمائی کی دعا کی۔

دوبارہ وہ لوٹا اور مکان کے اندر آیا۔ اس نے پاؤں سے جوتے اتار دیئے اور اس طرف بڑھا جہاں ایک چٹائی کے اوپر مصلّیٰ بچھا ہوا تھا۔ یکایک نورالدین کو ایسا محسوس ہوا جیسے چٹائی کے نیچے فرش ہل رہا ہو۔ نورالدین نے فوراً چٹائی وہاں سے ہٹا دی۔ وہاں ایک چوڑی سِل پڑی تھی۔ جب اسے ہٹایا گیا تو ایک خوفناک انکشاف ہوا۔ سب نے دیکھا وہاں ایک سرنگ تھی جو روضۂ اقدس کی طرف جاتی تھی۔ نورالدین فوراً سارا معاملہ سمجھ گیا اور بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا "صدق اللہ وصدق رسول النبی الکریم"

سادہ مزاج اہلِ مدینہ بھی ان بھیڑ نما بھیڑیوں کی یہ حرکت دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے۔ سلطان نے ایک آدمی کو اس سرنگ کے اندر روانہ کیا اور اس نے جا کر دیکھا کہ سرنگ تقریباً مکمل ہو کر حضور اکرمؐ کی نعشِ مبارک[1] تک جا پہنچی تھی۔ اس شخص نے سرنگ سے باہر نکل کر پوری کیفیت سلطان پر ظاہر کی تو نورالدین قہر و جلال کی مجسم تصویر بن گیا اور اس نے ان دونوں ملعونوں کو پابہ زنجیر کر کے اپنے سامنے لانے کا حکم دیا۔ خود سلطان حضورؐ کے روضہ مبارک کے سامنے بیٹھ گیا۔ جب تھوڑی دیر بعد سنان نے اپنے محافظ ساتھیوں کے ساتھ ان دونوں کو زنجیروں میں جکڑ کر نورالدین کے سامنے پیش کیا تو نورالدین نے اپنی قہرآلود اور کھولتی ہوئی آواز میں سنان سے کہا۔

"عدی کے بیٹے! آگ کا ایک الاؤ روشن کرو۔ ایسا ہی الاؤ جیسا تم صلیبیوں کے ساتھ جنگ کے دوران اپنی رزم گاہوں میں روشن کرتے رہے ہو۔

جب آگ کا الاؤ روشن ہو گیا تو نورالدین نے نہایت غضب ناک لہجہ میں ان دونوں پابہ زنجیر دشمنانِ دین کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "سچ سچ کہو تم دونوں کون ہو اور اس ناپاک حرکت سے تمہارا کیا مقصد ہے"۔ نورالدین کے سامنے کھڑے ان دونوں میں سے ایک نے

۱؎ ایک روایت میں ہے کہ یہ سرنگ حضرت عمر فاروقؓ کے جسدِ مبارک تک پہنچ چکی تھی۔ یہاں تک کہ آپؓ کا ایک پاؤں ننگا ہو گیا تھا اور وہ کسی زندہ انسان کی طرح تروتازہ تھا۔

خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اے بادشاہ! ہم نصرانی ہیں اور اپنی قوم کی طرف سے تمہارے پیغمبرؐ کی لاش چرانے پر مامور ہوئے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی کارِ ثواب نہیں ہے۔ اے بادشاہ! جب ہمارے کام کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا تو ہمیں یوں محسوس ہُوا جیسے قیامت برپا ہونے لگی ہو کیونکہ آسمان کے آفاق پر ایک ایسا طوفان چھا گیا تھا جس سے انسانی دل لرز اُٹھے تھے اور پھر جس روز ہم تمہارے پیغمبرؐ کی لاش کے قریب پہنچے تو ہمیں ایسا لگا کہ ایک تیز طوفان اٹھا ہو جو زلزلے کی صورت میں اس زمین پر نازل ہو کر اس زمین کی سطح کو پاتال میں بدل دے گا۔ ہم نے کچھ روز تک کام بند کر دیا تھا۔ پہلے ہم ایسے خوفزدہ ہو گئے تھے کہ ہم نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا تھا پھر ہم نے ہمت سے کام لیا اور چند دن یہاں رُک کر ہم نے اس خوف پر قابو پالیا جو سرنگ کا آخری حصہ کھودتے وقت ہم پر طاری ہو گیا تھا لیکن آہ! اے بادشاہ! تم وقت پر پہنچ گئے اور ہمیں گرفتار کر لیا۔ ورنہ ہم اپنا کام دوبارہ شروع کرنے والے تھے۔ کاش ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہوتے۔"

نورالدین کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ وہ کسی اچانک دھاڑنے والے شیر کی مانند اپنی جگہ سے اُٹھا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار کھینچی اور ان دونوں بدبختوں اور ملعونوں کی گردنیں کاٹ کر ان کی لاشوں کو الاؤ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ اس کام کو سرانجام دینے کے بعد نورالدین پر ایسی رقت طاری ہوئی اور گریہ زاری کرتے ہوئے اس شدت سے رویا کہ اس کی گھگی بندھ گئی تھی۔ کافی دیر تک وہ حضورؐ کے روضۂ مبارک سے لپٹ لپٹ کر روتا رہا۔ پھر وہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھومنے لگا اور رو رو کر کہنے لگا "زہے نصیب کہ اس خدمت کے لیے حضورؐ نے اس غلام[1] کا انتخاب کیا۔"

لہ سلطان نورالدین ایک عابد شب بیدار تھا اور رات کا بیشتر حصہ وہ عبادت و مناجات میں گزارتا تھا۔ اس کا معمول تھا نمازِ عشاء کے بعد بکثرت نوافل پڑھتا۔ پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سینکڑوں مرتبہ درود بھیج کر تھوڑی دیر کے لیے بستر پر لیٹ

سلطان نورالدین زنگی کو روتے دیکھ کر مدینہ منورہ کے ایک بزرگ نے خود بھی روتے اور آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ "ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ" (یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے) گریہ وزاری کرنے اور رونے سے جب سلطان کو کچھ سکون مِلا تو سلطان نے حکم دیا کہ حضورؐ کے روضۂ اقدس کے گرد ایک گہری خندق کھودی جائے۔

سلطان کے حکم کی تعمیل میں روضۂ اطہر کے چاروں طرف اس قدر گہری خندق کھودی گئی کہ زمین سے پانی نکل آیا۔ پھر سیسہ پگھلا کر اس خندق[1] میں بھر دیا گیا۔ تاکہ پھر کوئی اور دشمنِ دین ایسی حرکت کرنے کی جسارت نہ کر سکے۔ اس کام سے فارغ ہو کر سلطان اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہوا اپنے دارالحکومت کی طرف لوٹ گیا تھا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۴۸) جاتا اور چند ساعتوں بعد پھر نمازِ تہجد کے لیے اُٹھ جاتا۔ پھر صبح تک نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتا تھا۔

لہ حضورِ اکرمؐ کے روضۂ مبارک کے گرد سیسے کی یہ دیوار آج بھی موجود ہے اور انشاء اللہ ابد آباد تک قائم رہے گی۔ اس سے بڑھ کر سلطان نورالدین زنگی کی مغفرت کا اور کیا سامان ہو سکتا ہے۔ آج بھی اہلِ مدینہ سلطان نورالدین کا نام نہایت محبت و احترام سے لیتے ہیں اور اس کا شمار ان نفوسِ قدسی میں کرتے ہیں جن پر سیدالبشرؐ نے خود اپنے اعتماد کا اظہار فرمایا اور ان کے محبِّ رسولؐ ہونے کی تصدیق فرمائی۔

ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

صلیبیوں کے خلاف سلطان نورالدین کی پے درپے فتوحات کا انتقام لینے کی خاطر طرابلس کا عیسائی حکمران پچھلے کئی برس سے زبردست جنگی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اور کسی مناسب موقع پر وہ سلطان پر کاری ضرب لگانا چاہتا تھا۔ اپنے لشکر کو مضبوط اور ناقابلِ تسخیر بنانے کے لیے اس نے اپنے مغربی صلیبی ممالک سے بھی امداد طلب کی تھی جس کے جواب میں فرانس، انگلستان اور جرمنی سے ہزاروں کی تعداد میں سر پھرے اور جنونی کاؤنٹ اور نائٹ اس جنگ کو ایک مقدس جنگ سمجھ کر جوق در جوق طرابلس پہنچنے لگے تھے۔

اِن دِنوں جب کہ سلطان نبی اکرمؐ کے خواب کی تعمیل میں مدینہ منورہ گیا ہوا تھا۔ طرابلس کے حکمران نے سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور اپنی ریاست کے نواحی مسلم علاقوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ اس ساری کارروائی سے اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی ریاست سے ملحق کسی میدان میں سلطان کو بُلا کر جنگ کرنا چاہتا تھا اور یہی ہُوا۔ سلطان کو جب اس کی ان ترکتاز کی اطلاعات ملیں تو اس نے اپنے ان سرحدی علاقوں کی حفاظت کے لیے کوچ کی تیاری شروع کر دی۔

اسی دوران مصر کے حالات اس قدر تیزی سے پلٹا کھا گئے کہ مجبوراً سلطان کو وہاں دخل انداز ہونا پڑا۔ ان دِنوں مصر کا حکمران فاطمی خلیفہ عاضد الدین اللہ تھا اور ایک عرب امیر شاور السعدی اس کا وزیر تھا۔ ان ہی ایام میں مصر کے ایک امیر ضرغام لخمی نے ایک بھاری جمعیت کے ساتھ علَم بغاوت بلند کر دیا۔ شاور اپنی افواج کے ساتھ اس کے مقابلے پر آیا لیکن شکست

کھائی اور تن تنہا وہ چھپتا چھپاتا شام کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی غیر موجودگی میں خلیفہ عاضد الدین نے ضرغام لخمی کی قوت سے مرعوب ہو کر اسے اپنا وزیر بنا لیا۔ اقتدار سنبھالتے ہی ضرغام نے معزول وزیر شاور کے دو بیٹوں طیا اور سلیمان اور ایک بیٹی کو قتل کرا دیا۔ اس کے علاوہ اس نے شاور کے حامی امراء کو اپنے گھر ایک دعوت میں بُلا بھیجا اور وہاں ان سب کو قتل کرا دیا۔

ضرغام کے اس اقدام سے مصر کے حالات نہایت سنگین ہو گئے اور کھلے عام شاور اور ضرغام کے حامیوں میں جنگیں شروع ہو گئیں۔ مصر کے ان بدترین حالات کو دیکھتے ہوئے یروشلم کے عیسائی حکمران نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مصر پر قبضہ کر لینا چاہا۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک جرار لشکر کے ساتھ مصر پر حملہ کر دیا۔ نئے وزیر ضرغام نے اپنے بھائی ناصر الدین ملہم کو صلیبیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک لشکر دے کر روانہ کیا لیکن اس نے صلیبیوں سے شکست کھائی اور قاہرہ کی طرف بھاگ گیا۔ صلیبیوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر مصر کے مضبوط قلعے بلبس پر قبضہ کر لیا۔

سلطان نورُ الدین اِن دِنوں عجیب حالات کا شکار ہو چکا تھا۔ ایک طرف طرابلس کا عیسائی حکمران یورپ کے ایک جرار لشکر کے ساتھ اسے جنگ کی دعوت دے رہا تھا۔ دوسری طرف قلعہ حارم اور قلعہ منیطرہ کے عیسائی دمشق پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہے تھے اور اب تیسری طرف یروشلم کے عیسائی حکمران نے مصر پر حملہ کر کے ایک وسیع علاقہ اپنے قبضے میں کرنے کے بعد اندرونِ ملک کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ عالمِ اسلام ان دِنوں بدترین حالات کا شکار ہو چکا تھا۔ بغداد کا عباسی خلیفہ غفلت کی گہری نیند سو رہا تھا جب کہ مصر کا نا اہل فاطمی خلیفہ اپنے امراء کے ہاتھوں کٹھ پُتلی کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ لے دے کے ایک نورالدین ہی نظر آتا تھا جس سے اُمید کی جا سکتی تھی کہ وہ عالمِ اسلام کو اس بحرانی کیفیت سے نکالنے کی کوشش کرے گا۔

اسی دوران مصر کا معزول وزیر شاور السعدی سلطان نورالدین کے پاس حاضر ہُوا۔ اس کی حالت بڑی دردناک تھی۔ اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا۔ شاور نے روتے

ہوئے نورالدین کو اپنی مظلومی اور ضرغام لخمی کی چیرہ دستیوں کی داستان سنائی اور مدد کی درخواست کی جسے سلطان نے قبول کر لیا اور ایک بھاری لشکر کے ساتھ شیر کوہ کو مصر کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔ شیر کوہ نے فوراً اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔ اس نے اپنے بھتیجے صلاح الدین ایوبی کو بھی اپنے ساتھ لے لیا اور اسے مقدمۃ الجیش کا سالار اور اپنا علم بردار مقرر کیا اور یوں وہ شاور کے ساتھ مصر کو صلیبیوں سے بچانے کی خاطر روانہ ہو گیا تھا۔

ایک مہم سے فارغ ہونے کے بعد سلطان دوسری طرف متوجہ ہوا۔ سنان کو ایک بھاری لشکر کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ کر دیا تاکہ وہ قلعہ حارم اور منیطرہ کے جنگجو صلیبیوں سے دمشق کی حفاظت کر سکے۔ خود سلطان ایک معمولی لشکر کے ساتھ طرابلس کے عیسائی حکمران کی سرکوبی کے لیے شمال کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ انہی ایام میں سنان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ طوفان کی طرح دمشق سے نکلا اور عیسائیوں کے قلعہ حارم کا محاصرہ کر لیا۔

طرابلس کے صلیبی حکمران قمص سے مقابلہ کرنے کے لیے نورالدین بڑی تیزی سے قطع مسافت کرتا ہوا اپنی شمالی سرحد پر آیا۔ ان دنوں قمص بھی اپنے ایک سرحدی قلعہ اکراد[1] (حصن الاکراد) میں اپنے لشکر کے ساتھ مقیم تھا۔ اس قلعہ کے قریب ہی بقیعہ کے مقام پر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہوا اور قمص کو کہلا بھیجا کہ اگر تم میں ہمت اور مذہبی حمیت ہے تو قلعہ سے باہر نکل کر میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ قمص کو کھلے میدان میں نورالدین سے جنگ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ قلعہ بند ہو کر لڑائی کے لیے کسی مناسب وقت اور موزوں جگہ کا انتظار کرنے لگا۔

ایک روز عین دوپہر کے وقت جب کہ سلطان کی فوج اپنے ہتھیار کھول کر اپنے

---

[1] اکراد کا مضبوط کوہستانی قلعہ اس شمالی درّے کا پاسبان تھا جو طرابلس، طرطوس اور حمص کے درمیان تھا۔ اس قلعہ کو یروشلم کے حکمران بالڈوین ثانی کے داماد اور جانشین نے اپنے زمانہ حکومت ۱۱۳۱ء تا ۱۱۴۲ء میں تعمیر کرایا۔ (ماخوذ از تاریخ شام مصنفہ فلپ کے حتی)

خیموں میں آرام کر رہی تھی۔ قلعہ اکراد کے صلیبی اپنے حکمران قمص کی سرکردگی میں ایک خفیہ راستے کے ذریعے قلعے سے نکلے۔ ایک لمبا چکر کاٹ کر انہوں نے پہاڑی سلسلے کے اندر بڑی تیزی سے مسافت طے کی اور اچانک دھوکہ دہی سے کام لے کر سلطان کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں کو اتنی مہلت بھی نہ ملی کہ وہ اپنے ہتھیار سنبھال سکتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی لشکر کی ایک بھاری تعداد صلیبیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئی اور پھر ان گنت صلیبیوں نے سلطان کے خیمے کا محاصرہ کر لیا۔ نورالدین نے اس نازک وقت میں بے مثال حوصلہ اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ وہ اپنی قبا پہنے بغیر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور چاروں طرف خطرناک وار کرتا ہوا خیمے کا محاصرہ کرنے والے صلیبیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ خوش قسمتی سے سلطان کا گھوڑا خیمے سے باہر تیار کھڑا تھا۔ بھاگ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور دور دور تک پھیلے ہوئے دشمن کے اندر سے برق کی طرح نکل کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔

چھ کوس کی مسافت طے کرنے کے بعد سلطان حمص کے قریب بحرہ قدس کے کنارے ایک جگہ رک گیا۔ جلد ہی میدانِ جنگ سے وہ مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے جو صلیبیوں کی تلواروں کا شکار ہونے سے بچ گئے تھے۔ انہوں نے سلطان سے التجا کی کہ اس وقت ہم بالکل بے سروسامان ہیں اور خدشہ ہے کہ صلیبی ہمارے تعاقب میں یہاں آ پہنچیں گے۔ لہٰذا یہاں کھلے میدان میں ٹھہرنے کے بجائے حمص شہر کے اندر جا کر قیام کرنا چاہیے۔

اس ہزیمت سے سلطان کو صدمہ ضرور ہوا تھا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری تھی۔ اس نے بے پناہ غصے کی حالت میں اپنے ساتھیوں سے کہا "میرے رفیقو! اگر میرے ساتھ صرف ایک ہزار سوار ہو جائیں تب بھی مجھے دشمن کی کثیر تعداد کی پرواہ نہیں ہے۔ رب ذوالجلال کی قسم جب تک میں صلیبیوں سے اس جنگ میں شہید ہونے والے اپنے سپاہیوں کا انتقام نہیں لے لیتا ہرگز کسی دیوار کے سائے میں نہ بیٹھوں گا۔ سلطان نے اسی ویرانے سے تیز رفتار قاصد حلب اور دمشق کی طرف روانہ کیے اور وہاں سے اس نے تازہ دم لشکر، خیمے، گھوڑے اور آلاتِ حرب و ضرب منگوا بھیجا۔ جلد ہی سلطان کے پاس دمشق اور حلب سے ہر قسم کی امداد پہنچ گئی اور ایک بار پھر سلطان کے لشکر کی حالت ویسی ہی ہو گئی جیسی اس جنگ سے

پہلے کی تھی۔

انہی ایام میں حلب سے سلطان کے پاس اخراجات کے لیے ایک بھاری خزانہ بھی پہنچ گیا اور سلطان نے اس میں سے اپنے لشکریوں پر اندھا دھند خرچ کرنا شروع کر دیا۔ اس موقع پر سلطان کے دیوان نے مشورہ دیا کہ لوگ جس قدر اپنے نقصان کا دعویٰ کرتے ہیں اسی قدر آپ انہیں دے دیتے ہیں۔ اس کے لیے پہلے تحقیق ضروری ہے۔ سلطان نے حکم دیا کہ کسی کی تحقیق نہ کی جائے۔ لشکر کے سپاہی جو طلب کریں انہیں دے دیا جائے۔ میں جو کچھ ان پر خرچ کر رہا ہوں وہ صرف تالیفِ قلوب ہی نہیں بلکہ ایسا کرنے میں میرے سامنے اس کا اجر و ثواب بھی ہے۔

سلطان کے ایک امیر نے عرض کی۔ یا امیر! اگر آپ اجر و ثواب کی خاطر اپنے سپاہیوں پر اس قدر خرچ کر رہے ہیں تو اپنے شہروں میں فقہا، فقرا و زہاد اور صوفیا کی ایک کثیر تعداد ہے آپ ان پر خرچ کر کے ان سے امداد طلب کیجیے۔ اس امیر کا یہ مشورہ سن کر سلطان کا چہرہ شدتِ جذبات سے سرخ ہو گیا اور اس نے غضب ناک ہو کر تیز لہجے میں کہا۔

"خدا کی قسم[1]! میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں جو لوگ میدان جہاد سے دور بیٹھے ہیں۔ ان سے مجھے کیا مدد ملے گی جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نرم بچھونوں کو چھوڑ کر تیروں اور تلواروں کے سائے میں شب و روز گزارتے ہیں۔ میں ان کا حق چھین کر اوروں کو کیسے دے دوں۔ بیت المال کے سب سے زیادہ مستحق تو وہی لوگ ہیں جو تیروں اور تلواروں کی بارش میں کافروں اور دین کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں اور اپنی جانیں قربان کر کے اعلائے کلمۃ الحق کرتے ہیں۔"

سلطان کا مجاہدانہ جواب سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے اور سلطان اسی طرح اپنے سپاہیوں میں مال و اسباب تقسیم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سب کی تالیفِ قلوب ہو گئی اور ان کے

---

[1] ماخوذ از کتاب "روضتین" مصنف علامہ شہاب الدین

دلوں سے شکست کے ناخوشگوار اثرات زائل ہو گئے تھے۔

طرابلس کے حکمران قمص کو جب علم ہوا کہ سلطان نے پھر ایک بھاری لشکر جمع کر لیا ہے اور اپنی ہزیمت کا بدلہ لینے کی خاطر وہ دوبارہ اس کی طرف بڑھنے والا ہے تو اس نے سلطان سے مقابلہ کرنے کے بجائے۔ اس قلعہ حارم کا رُخ کیا جس کا محاصرہ ان دونوں سنان نے کر رکھا تھا۔ اصل میں قمص چاہتا تھا کہ سلطان کو بے خبری میں رکھ کر سنان پر حملہ کر کے اسے قلعہ حارم کا محاصرہ اُٹھا لینے پر مجبور کر دے۔ قمص کے اس اقدام کا علم سلطان کو بھی ہو گیا۔ اس نے فوراً اپنے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا۔

اولاً: مقدمۃ الجیش۔ اس میں زیادہ تر موصلی جانباز تھے اس کی قیادت سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی قطب الدین مودود کو سونپی اور اس کے فرزند کو اس کا نائب مقرر کیا۔

ثانیاً: میمنہ اس میں اکثریت کے ساتھ حلب کے جنگ جو شامل تھے اور اس کا سالار ایک ترک فخر الدین قزارسلان تھا۔

ثالثاً: میسرہ۔ اس میں ماروین کے جانثار تھے اور اس کا کماندار صلاح الدین ایوبی کے باپ نجم الدین ایوب کو مقرر کیا گیا تھا۔

اربعاً: قلب۔ لشکر کے اس حصے کی قیادت خود سلطان کے پاس تھی اور اس میں دمشق کے جوان شامل تھے۔

خمساً: ساقہ۔ یہ حصہ مختلف علاقوں کے گمنام مجاہدوں پر مشتمل تھا اور ایک گمنام مجاہد اس کا کماندار تھا۔

لشکر کو ان پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد سلطان نے برق اور آندھی کی طرح وہاں سے قلعہ حارم کی طرف کوچ کیا جہاں سنان نے قلعے کے اندر محصور ہزاروں صلیبی سپاہیوں کا بڑی سختی اور جوانمردی سے محاصرہ کر رکھا تھا۔

جمادی الاول ۵۵۹ھ کو شیرکوہ اور صلاح الدین ایوبی اپنے لشکر کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے۔ مصر کے وزیر ضرغام کو جب ان دونوں چچا بھتیجے کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو

اس نے کمال بے غیرتی سے کام لیتے ہوئے یروشلم کے عیسائی حکمران بالڈون[1] سے مدد کی درخواست کی۔ بالڈون شیر کوہ کے خلاف ضرغام کی مدد کرنے پر رضامند ہو گیا۔ اصل میں وہ چاہتا تھا کہ مصر انتشار کا شکار رہے اور اسے کمزور کر کے وہ اس پر اپنا قبضہ مکمل کر لے وہ ایک جرار لشکر کے ساتھ بے غیرت ضرغام کی مدد کرنے کے لیے یروشلم سے قاہرہ کی طرف کوچ کر گیا۔

قبل اس کے کہ بالڈون ضرغام کی مدد کو پہنچتا۔ شیر کوہ اپنے سرفروش لشکر کے ساتھ منزل پر منزل طے کرتا ہوا مصر میں داخل ہو گیا۔ ضرغام نے اپنے بھائی ناصر الدین ملہم کو ایک لشکر دے کر شیر کوہ کا راستہ روکنے کے لیے روانہ کیا۔ قلعہ بلبس کے قریب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا اور شیر کوہ نے صلاح الدین کے ساتھ تیزی سے حرکت میں آ کر ناصر الدین کے لشکر کو شکست فاش دی۔ قلعہ بلبس پر شیر کوہ نے قبضہ کر لیا۔ وہاں اس نے اپنے لشکر کا ایک حصّہ متعین کیا اور بقیہ لشکر کے ساتھ وہ طوفان کی طرح یلغار اور حرکتاز کرتا ہوا قاہرہ میں داخل ہو گیا۔ ضرغام شیر کوہ کے ایک گمنام سپاہی کے ہاتھوں مارا گیا اور شیر کوہ نے شاور السعدی کو مصر کا وزیر مقرر کر دیا۔

چند یوم کے بعد شیر کوہ نے شاور سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے وعدے[2] کے مطابق مصارف جنگ اور مصر کی آمدنی کا ایک ثلث اسے ادا کرے۔ شاور ایک بدفطرت انسان نکلا اور ایوانِ وزارت پر قبضہ کرنے کے بعد اس کی نیت میں فتور آ گیا اور وہ شیر کوہ سے نجات کے حیلے بہانے تلاش کرنے لگا۔ پہلے تو اس نے شیر کوہ کو باتوں میں ٹالنا چاہا لیکن جب

---

[1] یہ وہی بالڈون تھا جس نے چند دن قبل مصر پر حملہ کر کے ضرغام کے بھائی کو شکست دی اور قلعہ بلبس پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر ضرغام نے بھاری تاوانِ جنگ دے کر اپنا یہ قلعہ واپس لے لیا تھا اور اب وہی ضرغام شیر کوہ اور صلاح الدین ایوبی کے خلاف اس سے مدد کی درخواست کر رہا تھا۔

[2] مصر میں داخل ہونے سے قبل شیر کوہ اور شاور میں ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے شاور نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مصارفِ جنگ کے علاوہ مصر کی کل آمدنی کا تیسرا حصّہ شیر کوہ کو ادا کرے گا۔

شیر کوہ نے آنکھیں دکھائیں تو شاور بڑی مشکل سے تیس ہزار دینار دینے پر رضامند ہو گیا۔ شیر کوہ نے یہ رقم لینے سے انکار کر دیا اور شاور کو متنبہ کیا کہ وہ وعدہ کے مطابق پوری رقم ادا کرے ورنہ میرے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

بدبخت اور شوم قسمت شاور نے اپنے محسن شیر کوہ سے صلح اور مفاہمت کرنے کے بجائے ضرغام کی طرح غداری پر کمر باندھی اور قاہرہ شہر کے دروازے بند کر کے وہ شیر کوہ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ شیر کوہ نے اپنے لشکر کو قاہرہ شہر کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ یروشلم کا حکمران بالڈون جو ضرغام کی التجا پر اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ کی طرف بڑھا تھا۔ اسے جب مصر پر شیر کوہ کے قبضہ کی خبر ملی تو وہ مصر کی سرحد پر ہی رُک کر حالات کی نئی کروٹ کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس سے شیر کوہ بالڈون کی طرف سے مطمئن ہو کر شاور کی سرکوبی پر اُتر آیا تھا۔

شیر کوہ خود تو قاہرہ کے محاصرہ میں مصروف ہو گیا اور صلاح الدین ایوبی کو اس نے اپنے مقبوضہ قلعے بلبس[1] کی طرف روانہ کر دیا تاکہ وہ وہاں سے کمک اور جنگ کا ضروری سامان لے کر آئے۔ شاور السعدی اگر اپنی طاقت کے بھروسے پر شیر کوہ کا مقابلہ کرتا، تو شاید اس کے دامنِ کردار پر غداری کی اس قدر سیاہی نمایاں نہ ہوتی لیکن اس لومڑی خصلت انسان نے اپنے محسن و مربّی شیر کوہ کا مقابلہ کرنے کے لیے عیسائی حکمران بالڈون سے مدد طلب کی۔ اس کا ضمیر ایسا مُردہ ہوا کہ وہ ملّت فروشی کی راہ پر چل نکلا اور یکے بعد دیگرے دو قاصد بھیج کر اس نے بالڈون کو اپنی مدد کے لیے پکارا۔

یروشلم کا حکمران تو پہلے ہی اس انتظار میں سرحد پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس شرط پر شاور کی مدد کرنے کا وعدہ کیا کہ مصر کی حکومت اسے اس کے لشکر کی رسد کے علاوہ فی پڑاؤ ایک ہزار دینار دینے کی شرط قبول کر لے۔ غدّار شاور نے بالڈون کا یہ مطالبہ مان لیا۔

---

[1] یہ وہی قلعہ تھا جس پر شیر کوہ نے مصر میں داخل ہوتے ہی قبضہ کر لیا تھا اور اب یہ اس کی رسد و کمک کے مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

اور بالڈون اپنے بیس ہزار تربیت یافتہ سواروں کے ساتھ مصر میں داخل ہو گیا۔

شیرکوہ کو جب بالڈون کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے قاہرہ کا محاصرہ اُٹھا لیا اور بلبس کی طرف چلا گیا اور وہاں صلاح الدین ایوبی کے ساتھ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ عیسائی فوج نے شاور کے لشکر کے ساتھ مل کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ شیرکوہ کے ساتھ صرف دو ہزار سوار تھے لیکن اس نے اپنے ان سرفروشوں کے ساتھ ایسی بے جگری سے مقابلہ کیا کہ متحدہ دشمن کو اس نے قلعے کے نزدیک نہ پھٹکنے دیا اور یوں اس محاصرہ کی طوالت میں دن پر دن اور ہفتے پر ہفتے گزرنے لگے۔

سلطان کو بھی یہ خبر ہو چکی تھی کہ بالڈون نے مصر پر حملہ کر دیا ہے اور شاور السعدی کے ساتھ مل کر اس نے شیرکوہ، صلاح الدین ایوبی اور ان کے مٹھی بھر جاں نثاروں کو قلعہ بلبس میں محصور کر رکھا ہے۔ لہٰذا وہ بڑی سرعت کے ساتھ سنان کی مدد کو روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنی رفتار پہلے سے بھی تیز کر لی تھی کیونکہ وہ چاہتا تھا قلعہ حارم کو فتح کرنے کے بعد بالڈون کے علاقوں پر حملہ کر دے تاکہ وہ بلبس میں محصور شیرکوہ کا محاصرہ اٹھا کر یروشلم واپس جانے پر مجبور ہو جائے۔

سنان نے قلعہ حارم کا اس سختی سے محاصرہ کر رکھا تھا کہ قلعہ کے اندر محصور صلیبی لشکر کی خوراک کا ذخیرہ ختم ہوتا جا رہا تھا۔ جبکہ باہر سے سنان نے ایسی ناکہ بندی کر رکھی تھی کہ کوئی بھی چیز قلعے کے اندر نہ جا سکتی تھی۔ نہ ہی صلیبی لشکر قلعے سے باہر نکل کر سنان کا مقابلہ کرتا تھا اس کے علاوہ سنان نے محاصرہ کے دوران ہی قریبی جنگلات سے لکڑی کاٹ کر منجنیقیں بنا لی تھیں اور ان کی مدد سے اب وہ بڑے زور شور کے ساتھ قلعے پر پتھر برسا کر اس کی فصیل کو منہدم کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

ایک روز سنان نے قلعہ حارم کی فصیل کا ایک حصہ گرا دیا تھا اور قلعہ میں محصور صلیبی لشکر ٹوٹنے والی فصیل کے اس حصے سے نکل کر سنان پر حملہ آور ہو گیا۔ سنان نے اس سختی سے ان کے اس حملے کا جواب دیا کہ صلیبی شور کرتے اور الامان الامان پکارتے ہوئے

واپس قلعے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ سنان ان کا تعاقب کرتے ہوئے قلعے میں داخل ہونے والا تھا کہ اہلِ حارم کے صلیبیوں کی امداد کے لیے انطاکیہ کا بوہمینڈ، طرابلس کا حکمران قمص اس کے علاوہ بہت سی ریاستوں کے حکمران جن میں جوسلین ثالث اور ڈیوک آف روم (ریا کلمیر) جیسے جانباز بھی شامل تھے۔ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ پہنچ گئے اور ایک ساتھ سنان پر حملہ کر دیا۔

سنان کو جب نئے آنے والے صلیبی لشکروں کی اطلاع ہوئی تو اس نے قلعہ کی طرف بھاگتے صلیبیوں کا تعاقب روک دیا۔ اب اس کی اپنی حالت نازک دکھائی دے رہی تھی۔ کیونکہ اس کے عقب سے کئی حکمرانوں کا متحدہ لشکر اس پر حملہ آور ہو چکا تھا اور پھر اس کے آگے آگے بھاگنے والے قلعہ کے لشکر کو جب علم ہو گیا کہ ان کے لیے کمک پہنچ گئی ہے تو وہ بھی پلٹ کر سنان پر حملہ آور ہو گئے۔ سنان نے اپنے آپ کو جو دو دشمنوں کے درمیان پستے دیکھا تو وہ آہستہ آہستہ دائیں طرف ہٹنے لگا اور اپنے لشکر کے سب سے آگے آگے لڑتے ہوئے وہ اپنے لشکر کو ہدایات بھی دیتا جا رہا تھا۔ اصل میں وہ دشمن کے دو محاذ ختم کر کے دونوں کو آپس میں مل جانے کا موقع دینا چاہتا تھا تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ صرف ایک طرف دشمن پر ضرب لگا سکے۔

سنان اپنی اس چال میں کامیاب رہا جب وہ لڑتے لڑتے دائیں طرف چلا گیا تو صلیبیوں کے دونوں لشکر آپس میں مل گئے تھے اور سنان بڑی آسانی سے ان کا سامنا کرتے ہوئے اپنا دفاع کرنے لگا تھا۔ اب بھی وہ آہستہ آہستہ پیچھے رینگ رہا تھا کیونکہ اس کے عقب میں کوہستانوں کا ایک طویل سلسلہ تھا اور وہ اسے اپنی گھات اور کمین گاہ بنا کر صلیبیوں کے اس متحدہ اور اَن گنت لشکر کے ساتھ چھاپہ مار جنگ شروع کر کے انہیں ویسی ہی شکست دینا چاہتا تھا جیسی اس نے جرمنی اور فرانس کے حکمرانوں کو قونیہ کے نواح میں کوہستانِ بابا داغ کے سنگلاخ بیابانوں کے اندر دی تھی۔

لیکن یہاں بیدار و فرض شناس قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ عین اس وقت جب کہ سنان لڑتے مارتے آہستہ آہستہ اپنے عقب کے کوہستانی سلسلے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دشمن کے عقب میں سلطان اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور طوفان کی طرح صلیبی

لشکر کی پشت پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس نے اپنی تیز اور بلند آواز میں پکارتے ہوئے کہا۔
" وَاللّٰہُ یُوَیِّدُ مَنْ یَّشَاءُ " (اللہ تعالیٰ اپنی امداد جسے چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں)

اس کے جواب میں سلطان کے ترک جرنیل فخر الدین قزار سلان بھی سلطان کی اس پکار کا جواب دیتے ہوئے اپنے میمنہ کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس نے بھی اپنی بلند آواز میں کہا تھا۔ " اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَار " (بیشک اس میں بڑی عبرت ہے ان کے لیے جو دانش و بینش رکھتے ہیں)

دوسری طرف سنان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ سلطان دشمن کی پشت پر حملہ آور ہو چکا ہے اور اس نے سلطان اور فخر الدین کی آوازیں بھی سن لی تھیں اور ان آوازوں کے جواب میں اس نے اپنی تیز اور دھاڑتی ہوئی آواز میں پکارتے ہوئے کہا۔ " وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰب " (اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے)۔ اس کے ساتھ ہی سنان اپنے دفاع سے نکل کر جارحانہ کیفیت اختیار کر گیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ کچھ ایسے جذبۂ ایمانی سے حملہ آور ہوا تھا کہ دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا وہ ان کے قلب میں جا نکلا تھا۔ دوسری طرف سلطان نے کچھ ایسے ہی انداز میں حملہ کیا تھا اور دشمن کی ان گنت صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے سلطان اور سنان کے لشکر آپس میں مل گئے تھے۔

مسلمانوں کا یہ حملہ اس قدر زور کا تھا کہ صلیبی بدحواس ہو گئے اور اپنے پہلے ہی حملہ میں مسلم مجاہدوں نے ان کا ایک تہائی لشکر کاٹ کر رکھ دیا تھا[1]۔ صلیبی لشکر نے اپنے لشکر کی اس قدر تعداد کو تہ تیغ ہوتے دیکھا تو وہ بھاگ نکلا لیکن وہ اپنی اس کوشش میں بھی مکمل طور پر کامیاب نہ ہوئے کیونکہ سلطان، سنان اور فخر الدین نے ایک طرح سے ان کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ اور ایسے انداز میں انہوں نے اپنے دشمن کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا جیسے خوب فربہ و توانا بھیڑوں کو باڑے میں بند کر کے ان پر ان گنت اور بھوکے بھیڑیے

---

[1] بعض مورخین کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے اس پہلے حملے میں بیس ہزار صلیبی مارے گئے تھے۔

چھوڑ دیئے گئے ہوں۔ صلیبیوں کا ایسا قتل عام ہوا کہ جب جنگ اپنے اختتام کو پہنچی تو میدانِ جنگ میں صرف پانچ ہزار صلیبی بچے جو گرفتار کر لیے گئے۔ ان گرفتار ہونے والوں میں انطاکیہ کا حکمران بوہیمنڈ[1]، طرابلس کا بادشاہ قمص[2]، جوسلین ثالث اور ڈیوک آف روم تک بھی شامل تھے۔

صلیبیوں کے مقابلے میں سلطان نور الدین زنگی کی یہ عظیم فتح تھی۔ طرابلس کے عیسائی بادشاہ قمص کو زندہ گرفتار کر کے سلطان نے اس سے اپنی اس ہزیمت کا خوب انتقام لیا تھا۔ جب قمص نے قلعہ اکراد سے باہر اس وقت اسلامی لشکر پر دھوکے سے حملہ کر دیا تھا۔ جب کہ مسلمان مجاہد اپنے ہتھیار کھول کر سستا رہے تھے۔ سارے جنگی قیدیوں کا شمار کرنے کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ۱۲؍ رمضان المبارک ۵۵۹ھ کو قلعہ حارم میں داخل ہوا اور اس کی فصیل کے بلند برج پر اس نے اپنا علم نصب کر دیا تھا۔

قلعہ حارم کو فتح کرنے کے بعد سلطان بالڈون کے علاقوں کی طرف متوجہ ہوا جس نے انہی دنوں مصر میں شیر کوہ اور صلاح الدین کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ سلطان چاہتا تھا کہ بالڈوان کے علاقوں پر ایسے طوفانی حملے کرے کہ وہ شیر کوہ کا محاصرہ چھوڑ کر واپس یروشلم آنے پر مجبور ہو جائے۔ اسی مقصد کے تحت سلطان آگے بڑھا اور طبریہ شہر کو اس نے اپنا ہدف بنایا یروشلم کے صلیبی لشکر نے جان توڑ کر طبریہ کا دفاع کیا لیکن سلطان کے ہاتھوں عبرتناک شکست کا سامنا کیا اور میدان سے بھاگ گئے۔ سلطان نے آگے بڑھ کر طبریہ پر قبضہ کر

---

[1] بوہیمنڈ کچھ عرصہ تک سلطان کے پاس ایک قیدی کی حیثیت سے رہا پھر اس نے ایک کثیر رقم فدیہ میں دے کر سلطان سے رہائی حاصل کی۔ سلطان نے اس رقم کو جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کر دیا۔

[2] طرابلس کا بادشاہ قمص آٹھ سال تک سلطان کی قید میں رہا پھر ۵۶۷ھ میں فخر الدین مسعود بن زعفرانی کی سفارش پر ڈیڑھ لاکھ دینار دینے کے علاوہ ایک ہزار مسلمان قیدی رہا کرنے کے بعد آزاد ہوا۔

لیا اور اس کے بعد وہ بالڈون کے دوسرے شہروں اور قلعوں کو بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپنا ہدف اور آماج بنانے لگا تھا۔

شیرکوہ اپنے بھتیجے صلاح الدین ایوبی کے ساتھ لگاتار تین ماہ محصور رہ کر یروشلم کی عیسائی اور مصر کی متحدہ افواج کا مقابلہ کرتا رہا۔ محاصرین نے گو اس کا مضبوط گھیراؤ کر رکھا تھا اس کے باوجود وہ دونوں بڑی جرأت اور حوصلہ کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے۔

حتیٰ کہ جب سلطان نورالدین نے عیسائی مقبوضات پر فاتحانہ یلغار شروع کر دی تو صلیبی حواس باختہ ہو کر جلد از جلد یروشلم واپس جانے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ انہیں یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر ہم شیرکوہ کا محاصرہ ترک کر کے یروشلم کی طرف روانہ ہوں تو ایسا نہ ہو شیرکوہ قلعہ بلبس سے نکل کر ان کا ایسا تعاقب کرے کہ یروشلم تک انہیں کہیں بھی قدم جمانے کا موقع نہ ملے۔ اس خطرے سے بچنے کے لیے یروشلم کے بادشاہ نے شیرکوہ کے ساتھ صلح کی گفتگو شروع کر دی۔ کافی بحث و تکرار کے بعد طے پایا کہ فریقین کی فوجیں مصر کو خالی کر دیں[1]۔ اس کے ساتھ ہی شاور السعدی نے بھی شیرکوہ کو ساٹھ ہزار دینار کی پیش کش کر دی۔ شیرکوہ نے مصلحتاً اس پیش کش کو قبول کر لیا اور مصر سے نکل جانے پر رضامند ہو گیا۔

ان شرائط کے تحت اکتوبر ۱۱۶۴ء میں شیرکوہ کی فوج بلبس سے نکلی اس حالت میں کہ اس کی حیثیت ایک فاتح کی سی تھی اور اس کے رخصت ہوتے وقت لشکر کے دائیں بائیں بالڈون کی فوج اور مصری لشکری کھڑے تھے۔ شیرکوہ کے لشکر کے آگے آگے صلاح الدین ایوبی تھا وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور مارس[2] دیوتا کی طرح اس نے اپنی ننگی تلوار فضا میں بلند کر رکھی تھی جب کہ اس کے دوسرے ہاتھ میں اس کی ڈھال تھی جس سے اس

---

۱ عیسائیوں کو خدشہ تھا کہ اگر ہم جلد مصر چھوڑ کر یروشلم روانہ نہ ہوئے تو ہو سکتا ہے سلطان نورالدین مصر پر حملہ کر دے اور ایشیا میں ہماری بقا کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہو۔

۲ قدیم رومنوں کا جنگی دیوتا۔

نے اپنا بایاں پہلو چھپا رکھا تھا۔ لشکر کے سب سے پیچھے شیرکوہ خود تھا اور اپنا جنگی کلہارا[1] فضا میں بلند کیے اپنے لشکر کے پچھلے دستوں کی یوں حفاظت کرتا ہوا نکلا جیسے جیوپیٹر[2] کسی رومن لشکر کی حفاظت کے لیے اس کے پیچھے پیچھے لگ گیا ہو۔

یروشلم کا عیسائی لشکر اور مصری فوجیں بڑی خاموشی سے اس کی روانگی کا منظر دیکھ رہی تھیں اتنے میں ایک صلیبی بھاگتا ہوا شیرکوہ کے پاس آیا اور مسکراتے ہوئے طنزاً کہا۔

"کیا تم دیکھتے نہیں یہ صلیبی اور مصری لشکر متحد ہو کر کس طرح تمہارے اس مختصر لشکر کا گھیراؤ کیے ہوئے ہیں۔ کیا تم ان لوگوں سے خطرہ محسوس نہیں کرتے کہ وہ دھوکہ دے کر تم اور تمہارے سپاہیوں کو ایک ایک کر کے ختم کر دیں گے"۔

شیرکوہ نے کہا۔

"کاش وہ ایسا کرنے کی جرأت کریں اور تم یہ دیکھ سکو کہ میں اپنے لشکر کی حفاظت میں ان پر کیسا حملہ کرتا ہوں۔ کیونکہ ایسی صورت میں جب یہ ہم پر حملہ کریں میں اور میرے سپاہی ان کا مقابلہ شروع کر دیں گے اور جان لو دشمن کے کئی آدمیوں کو قتل کیے بغیر میرا کوئی سپاہی بھی جان نہ دے گا اور جب مشرق کے بادشاہ الملک العادل نورالدین کو ہماری اس بے بسی کا علم ہو گا تو قسم ہے مجھے اپنے رب کی وہ ایسا طوفان بن کر حملہ آور ہو گا کہ صلیبی اور مصری دونوں لشکروں میں سے ایک فرد بھی زندہ نہ بچ سکے گا"۔

اس صلیبی نے کوئی جواب نہ دیا اور شیرکوہ بحفاظت اپنے لشکر کو مصر سے نکال کر شام کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

---

۱ ماخوذ از سیرت صلاح الدین مصنف محمد فرید ابو حدید

۲ رومنوں کا سب سے بڑا دیوتا۔

شیرکوہ کے مصر چھوڑنے کے کچھ ہی عرصہ بعد یروشلم کے بادشاہ نے جب مصر کو پہلے کی طرح کمزور اور انتشار کا شکار پایا تو اس نے مصر پر فوراً حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لینے کا فیصلہ کر لیا۔ کچھ عرصہ وہ تیاری میں مصروف رہا اور ایک جرار اور تربیت یافتہ لشکر لے کر اس نے مصر پر حملہ کر دیا۔ پہلے ہی حملوں میں اس نے بلبس پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں کی ساری مسلم آبادی کو اس نے تہ تیغ کر دیا۔

پھر وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور فسطاط شہر کو آگ لگا کر خاکستر کرنے کے بعد اس نے مصر کے دار الحکومت قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔ مصر کا خلیفہ اب یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ ساری مصیبتیں اس کے وزیر شاور السعدی کی لائی ہوئی ہیں۔ لہٰذا اس نے شاور سے چوری چوری اور درپردہ ایک قاصد کے ہاتھ سلطان نور الدین کو ایک عرضداشت بھیجی جس کے ساتھ اس کمزور و عیاش فاطمی خلیفہ العاضد نے اپنی بیگمات کے بال اور کچھ خون آلود کپڑے روانہ کیے اس کے ساتھ اس نے ایک خط بھی بھیجا تھا جس میں اس نے بڑے دردناک انداز میں صلیبیوں کے مظالم کی تفصیل بیان کر کے سلطان نور الدین سے مدد کی درخواست کی تھی۔ اپنی التجا کے آخر میں خلیفہ العاضد نے لکھا تھا اگر آپ نے جلد امداد روانہ نہ کی تو مصر میں اسلامی اقتدار دریائے نیل کی گہری موجوں کا لقمہ بن جائے گا اور مصر کی سرزمین کے چپہ چپہ پر یروشلم اور بلبیس کی خونریزی کی ہولناک تاریخ دہرائی جائے گی۔

العاضد کی اس عرضداشت سے سلطان نور الدین ایسا متاثر ہوا کہ اس نے فوراً شیرکوہ اور صلاح الدین کی سرکردگی میں ایک لشکر مصر کی طرف روانہ کر دیا۔ صلیبیوں کو جب علم ہوا کہ شیرکوہ اور صلاح الدین ایک بھاری لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے مصر کی طرف بڑھ رہے ہیں تو انہوں نے فوراً قاہرہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور یروشلم کی طرف بھاگ گئے شیرکوہ اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ شہر میں مقیم ہو گیا تھا۔

العاضد شیرکوہ کی بڑی عزت افزائی کرنے لگا تھا جبکہ شاور کو یہ رویہ پسند نہ آیا وہ بظاہر شیرکوہ سے بڑی انکساری اور تواضع کے ساتھ ملتا لیکن اندر ہی اندر وہ شیرکوہ

سے چھٹکارا حاصل کرنے کے حیلے سوچنے لگا۔ صلاح الدین کو کسی طرح سے خبر ہو گئی کہ شاور اس کے چچا شیرکوہ کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ چھپ چھپ کر اپنے چچا کی حفاظت کرنے لگا تھا۔

ایک روز شاور السعدی شیرکوہ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا لیکن اس نے شیرکوہ کو اپنے خیمہ میں نہ پایا۔ وہاں کھڑے لوگوں سے استفسار کرنے پر اسے پتہ چلا کہ شیرکوہ امام شافعیؒ کے مزار پر گیا ہوا ہے۔ شاور بھی شیرکوہ کو قتل کرنے کی نیت سے امام شافعیؒ کے مزار کی طرف روانہ ہو گیا۔ صلاح الدین درپردہ اس کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اس نے بھی اپنے ایک خیرخواہ[1] کے ساتھ شاور السعدی کا تعاقب شروع کر دیا۔ راستے میں اچانک صلاح الدین اپنا گھوڑا بھگاتا ہوا شاور کے قریب آیا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے شاور کو اس کے گھوڑے سے اٹھا لیا اور زمین پر پٹخ دیا۔ شاور کے ساتھیوں نے شاور کو زمین پٹخنے والے پر حملہ آور ہونا چاہا لیکن انہوں نے جب دیکھا کہ ان کے سامنے صلاح الدین جیسا شیردل مجاہد کھڑا ہے تو وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔

صلاح الدین نے شاور کو گرفتار کر لیا۔ خلیفہ العاضد کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے فوراً شاور کو قتل کروا دیا اور شیرکوہ کو مصر کا وزیر مقرر کر دیا۔ ۲۲ رجمادی الآخر ۵۶۴ھ (۲۳ رمارچ ۱۱۶۹ء) کو بروز شنبہ جب شیرکوہ اس عالم فانی سے کوچ کر گیا تو شیرکوہ کی جگہ صلاح الدین مصر کا وزیر بنایا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد جب خلیفہ العاضد مر گیا تو صلاح الدین مصر کا ایک خود مختار حکمران بن گیا۔ تاہم وہ اپنے آپ کو نور الدین کی طرف سے مصر کا ایک معمولی والی ہی سمجھتا رہا اور وہ ہر کام کرنے کے لیے سلطان نور الدین سے اجازت طلب کرنا اپنا اولین فرض خیال کرتا تھا۔

---

[1] عز الدین جرویک صلاح الدین کا ایک خیرخواہ اور اس کا شیدائی تھا۔

مصر پر سلطان نورالدین زنگی کا تسلط ہو جانے سے اس کی سلطنت کی حدیں شمال و جنوب اور مغرب میں دور دور تک پھیل گئی تھیں ۔ سلطان کے سامنے اب ایک ہی مقصد تھا کہ صلیبیوں سے یروشلم اور انطاکیہ تک پھیلا ہوا سارا علاقہ چھین کر انہیں ارضِ فلسطین و شام سے کوچ کرنے پر مجبور کر دیا جائے ۔ یورپ کی عیسائی دُنیا کے ایما پر عیسائیوں نے جس دوسری صلیبی جنگ کی ابتدا کی تھی اس کے شعلے اب سرد پڑ چکے تھے اور اس میں سے مسلمان سرخرو ہو کر نکلنے میں کامیاب ہو چکے تھے جب کہ صلیبی اپنے اَن گنت شہروں اور قلعوں سے محروم ہو گئے تھے اور سلطان نورالدین نے ان پر قبضہ کر لیا تھا ۔

سلطان یروشلم اور انطاکیہ کے حصول کی تیاریوں میں مصروف ہو جانا چاہتا تھا کہ صلیبیوں کی طرف سے ایک اور حادثہ نمودار ہوا اور سلطان کو ایک بار پھر بغیر کسی تیاری کے صلیبیوں کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونا پڑا ۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ صلیبیوں نے لاذقیہ شہر کے قریب مسلمانوں کی ان تجارتی کشتیوں کو پکڑ کر ان پر قبضہ کر لیا جو تجارتی سامان سے لدی ہوئی تھیں اور مصر سے شام کی طرف آ رہی تھیں ۔ سلطان کو جب ان کشتیوں کے لٹ جانے کا علم ہوا تو اس نے مسافروں اور سامان سمیت کشتیاں[1] واپس مانگیں ۔ صلیبیوں نے جب

---

[1] مشہور مسلمان مورخ عماد کاتب کے بیان کے مطابق عیسائیوں نے سلطان کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ اس کی تجارتی کشتیوں کو نہ چھیڑیں گے ۔ البتہ جو کشتی ڈوب

اس سلسلے میں ٹال مٹول اور حیل و حجت سے کام لیا تو سلطان برہم ہو گیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ بزورِ شمشیر اپنی بات منوانے کے لیے نکل کھڑا ہوا ۔

صلیبیوں کی سرحد پر آ کر سلطان نے اپنے لشکر کو چار برابر حصّوں میں تقسیم کیا ۔ دو حصّے اس نے سنان کی کمانداری میں دے کر طرابلس اور انطاکیہ کی طرف روانہ کیے ۔ اور دوسرے دو حصّوں کے ساتھ خود سلطان نے صافیثا ، عریمہ اور عرقہ شہروں کی طرف کوچ کیا ۔

سنان نے پہلے انطاکیہ کے لشکر کو اپنا نشانہ بنایا جو شہر سے باہر المقلوب نام کی ندی کے پاس اس کا منتظر تھا ۔ سنان نے آتے ہی بغیر کسی قیام اور تیاری کے اس لشکر پر حملہ کر دیا ۔ صلیبیوں نے سنان کے حملوں کا دفاع کرنا چاہا لیکن انہیں ناکامی ہوئی ۔ سنان نے اپنے ابتدائی حملوں میں ہی انہیں شکست فاش دی اور عیسائی بھاگ کر انطاکیہ میں جا کر محصور ہو گئے ۔

یہاں سے فارغ ہو کر سنان تیز طوفان کی طرح صافیثا اور عریمہ کی طرف بڑھا پہلے سنان صافیثا کے سامنے نمودار ہوا ۔ یہاں کا صلیبی لشکر قلعہ بند ہو کر سنان کا مقابلہ کرنے لگا ۔ لیکن سنان یہاں رُک کر اپنا وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا ۔ اس نے منجنیقوں سے قلعہ پر اندھا دھند سنگ باری شروع کرا دی اور فصیل کا حصّہ توڑ کر رکھ دیا ۔ ناچار صلیبی قلعہ سے نکلے اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا ۔ سنان پہلے ہی اس کے لیے تیار تھا ۔ وہ طلسمات مشہود اور دستِ قاتل بن کر اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا ۔ قلعے سے نکلنے والے دشمن کی طوفانی یلغار کو اس نے بڑی آسانی سے روک کر اندیشۂ این و آں سے بیگانہ و یگانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۶۶) جائے وہ اس پر قبضہ کر لیں گے ۔ لاذقیہ کے واقعہ کے بعد سلطان نے جب کشتیاں مانگیں تو صلیبیوں نے بہانہ بناتے ہوئے سلطان کو لکھا کہ ان کشتیوں میں پانی بھر گیا تھا ۔ اس لیے ہم نے ان پر قبضہ کر لیا ۔ سلطان کو خبر ہو گئی کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں لہٰذا وہ ان کی سرکوبی کے لیے طوفان بن کر اُٹھ کھڑا ہوا ۔

ہو کر اپنے دشمنانِ دین پر تعینات و علائق کے سارے بندھن توڑ دینے والے جوابی حملے شروع کر دیئے تھے۔

صلیبی سنان کے حملوں کے سوزِ سریع اور اس کے جذبوں و امنگوں کی اوج و موج کا زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکے اور پسپا ہونا شروع ہو گئے۔ سنان نے اس موقع کو غنیمت جانا اور زور دار ایک حملہ کیا جس کے جواب میں صلیبی لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ سنان نے دشمن کے ایک ایک سپاہی کو تہ تیغ کر کے صافیثا کے قلعے کو غیر محفوظ کر دیا۔ اس کے بعد وہ عریمہ کی طرف بڑھا۔ یہاں کے صلیبی لشکر نے شہر سے باہر نکل کر سنان کا مقابلہ کیا لیکن چند ہی ساعتوں کی جنگ کے بعد انہوں نے شکست کھائی اور عریمہ کے قلعے پر بھی سنان کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد سنان بڑی تیزی سے ترکتاز کرتا ہوا سلطان کی مدد کے لیے آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔

دوسری طرف سلطان خود بھی برق رفتاری سے یلغار کرتا ہوا دشمن پر وارد ہوا تھا۔ سب سے پہلے سلطان نے[1] صلیبیوں کے شہر ابلفنہ کو اپنے حملوں کا نشانہ بنایا۔ یہاں سلطان نے دشمن پر ایسی سختی اور صلابت سے حملہ کیا کہ دشمن اس کی تاب نہ لا سکا اور شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ سلطان نے ابلفنہ کو پامال کر کے رکھ دیا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور عرقہ شہر کا محاصرہ

---

[1] جن دنوں سلطان صلیبیوں کے ساتھ اس جنگ میں مصروف تھا۔ مصر سے ایک قاصد صلاح الدین ایوبی کا ایک خط لے کر حاضر ہوا۔ جس میں صلاح الدین نے سلطان کو لکھا تھا "میرے آقا! مجھ غلام کو خبر ہوئی ہے کہ آپ صلیبیوں سے جنگ میں مصروف ہیں۔ آقا! گو میرا چچا شیرکوہ مر چکا ہے لیکن اب میں اس کی جگہ آپ کا بازو ہوں۔ اپنے اس غلام سے بھی کوئی کام لیجیے۔ واللہ! میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ میں آپ کا مطیع و فرمانبردار ہوں۔ اگر مجھ سے کبھی کوئی لغزش ہو اور آپ کسی شخص کو بھیجیں جو میری گردن میں رومال ڈال کر مجھے پکڑ کر آپ کے پاس لے جائے تو میں کوئی مزاحمت نہ کروں گا۔ میرے لیے یہ سب سے بڑی

کر لیا۔ ابھی اس شہر کا محاصرہ جاری ہی تھا کہ سنان بھی اپنے لشکر کے ساتھ یہیں آکر سلطان کے ساتھ مل گیا۔ پھر دونوں نے مل کر شہر پر ایسی شدید اور تیز سنگ باری کی کہ صلیبیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور امان کے خواستگار ہوئے۔ سلطان نے انہیں معاف کر دیا اور اجازت دے دی کہ جس قدر وہ مال اسباب اٹھا سکتے ہیں لے کر قلعے سے نکل جائیں۔ جب تمام عیسائی وہاں سے نکل گئے تو سلطان نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

سلطان اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ یہاں سات روز تک مقیم رہا پھر وہ وہاں سے نکلا اور یلغار کرتا ہوا طرابلس کے نواح میں جا پہنچا۔ طرابلس کے عیسائی حکمران کو جرأت نہ ہوئی کہ شہر سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کرے۔ لہٰذا اس نے پے در پے سلطان کے پاس صلح کے پیغام بھیجنے شروع کر دیئے۔ سلطان نے صلح کے لیے یہ شرط رکھی کہ مسلمانوں کی کشتیوں کو ان کے مسافروں اور اسباب سمیت ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ صلیبیوں نے سلطان کی اس شرط کو قبول کر لیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی کشتیاں مسافروں اور سامان سمیت سلطان کے حوالے کر دیں اور سلطان نے صلح نامے پر دستخط کر دیئے تھے۔

سلطان صلیبیوں کے ساتھ ان جنگوں سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ایک رومی شہزادے کی سرکردگی میں نصرانیوں نے پھر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور حران کے نواحی علاقوں پر حملہ آور ہو کر انہوں نے وسیع مسلم آبادی کو لوٹ لیا۔ سلطان فوراً اس رومی شہزادے کی سرکوبی کے لیے نکلا اور کسوہ کے مقام پر آکر مقیم ہو کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ یہاں سلطان کے وقائع نگاروں نے اسے خبر دی کہ وہ رومی شہزادہ اپنے لشکر کے ساتھ ممکسین نامی ایک قصبے سے باہر پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔

سلطان نے فوراً اس کی طرف کوچ کیا۔ اس رومن شہزادے کو جب سلطان کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۶۸) سعادت ہوگی کہ آپ اپنے اس غلام سے بھی کوئی خدمت لیں"۔ جواب میں سلطان نے لکھ بھیجا "اے جانِ عزیز! عنقریب ہم تم سے بہت بڑا کام لینے والے ہیں۔ اگر ہمیں اس کی مہلت نہ ملی تو قدرت تم سے اسلام کی اس عظیم خدمت کا کام لے گی۔

پیش قدمی کی اطلاع ہوئی تو وہ خوفزدہ ہو کر فوا اور سواد شہروں سے ہوتا ہوا شلامہ کی طرف بھاگ گیا ۔ سلطان کو جب اس بزدل کے فرار کا علم ہوا تو وہ عشترا کے مقام پر مقیم ہو گیا۔ اور سنان کو اپنے لشکر کے چند مضبوط دستے دے کر اس نے طبریہ کی طرف روانہ کر دیا تاکہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کا انتقام لیا جاسکے جن پر رومن شہزادے نے حملہ کر کے انہیں بے گھر کر دیا تھا۔

سنان طبریہ کے نواح میں عیسائی آبادیوں پر چند روز شب خون مارتا رہا اور اپنے جان لیوا حملوں اور کاہش و زوال اور کسک و ٹیس پیدا کر دینے والے شب خونوں سے اس نے اس سارے علاقے میں خوف و دہشت پیدا کر دی تھی ۔ یہاں سنان کے ہاتھ کثیر مال غنیمت لگا جسے وہ لیکر سلطان کے پاس جانے کے لیے عشترا کی طرف روانہ ہو گیا ۔

رومن شہزادے کو جب علم ہوا کہ سلطان نورالدین زنگی خود عشترا میں مقیم ہے اور اس کا ایک جرنیل اس سے علیحدہ ہو کر طبریہ کے نواح میں عیسائی آبادی کے علاقوں پر شب خون مارنے لگا ہے تو وہ شلالہ کی طرف بھاگتے ہوئے پھر لوٹ آیا اور بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ وہ سنان کی طرف بڑھا ۔ سنان اس وقت مال غنیمت لے کر سلطان کی طرف جا رہا تھا کہ مخاصہ کے مقام پر رومن شہزادہ اپنے لشکر کے ساتھ اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا ۔ سنان فوراً رک گیا ۔ مال غنیمت اس نے ایک محفوظ جگہ رکھ دیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ دشمن کے سامنے صف آرا ہو گیا ۔

رومن شہزادے کو جب علم ہوا کہ اس کے سامنے صرف مٹھی بھر مسلمان ہیں جبکہ اس کے اپنے لشکر کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ ہے تو اس نے شاید تاریخ کے اوراق میں اپنا نام پیدا کرنے کی کوشش کی اور اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا رزم گاہ کے وسط میں آیا اور مسلم دستوں کی طرف منہ کر کے اس نے پکار کر کہا ۔

" مسلمانو ! میں اس صلیبی لشکر کا سالار ہوں جو اس ویرانے کے اندر تمہارا راستہ روک کر کھڑا ہوا ہے ۔ اگر تمہارے لشکر کا کوئی سالار ہے تو اسے میدان میں بھیجو کہ وہ میرے ساتھ انفرادی جنگ کرے ۔ یاد رکھو ———

اس رومن شہزادے کو خاموش ہو جانا پڑا کیونکہ اس نے دیکھا سنان میدان

میں داخل ہو کر بڑی تیزی سے اس کی طرف اپنا گھوڑا دوڑانے لگا تھا ۔

سنان نے اس کے قریب آ کر اپنے گھوڑے کو روکا اور جس طوفانی انداز میں اس کا گھوڑا اپنی ٹانگیں ہوا میں بلند کر کے ہنہنایا تھا ویسے ہی طوفانی انداز میں سنان نے اسے مخاطب کر کے پوچھا ۔ تم شاید اجنبی ہو جو نہیں جانتے تم نے کس لشکر کا راستہ روکا ہے ۔ یاد رکھو میرے اس لشکر میں وہ جوان بھی شامل ہیں جنہوں نے کوہستان طاروس اور دمشق شہر سے باہر جرمن اور فرانسیسی شہنشاہوں کے متحدہ لشکر کو عبرت ناک شکست دی تھی ۔ اس رومن شہزادے نے بڑی تضحیک و استہزا کے ساتھ کہا ۔ اپنی پرانی اساطیر کو نہ دہراؤ ۔ یہ دیکھو تمہارا مٹھی بھر لشکر میری اس عظیم اور جرار سپاہ کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے "

سنان نے غصے میں تلوار لہراتے ہوئے کہا ۔ اے بدقسمت نوجوان ! جب میں اپنے ان مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوں گا تو تم گنتی کے ان چند مجاہدوں کو بھی اپنے لیے موت کا طوفان سمجھنے لگو گے ۔ یاد رکھو ' ہم تعداد کی زیادتی و کمی کی پرواہ نہیں کرتے ۔ ہمارا اپنے رب پر مکمل بھروسہ ہے اور اسی کے سہارے آج تک ہم اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکر کو عبرت خیز شکست دیتے آئے ہیں ۔ آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کرو تاکہ میں تمہیں بتاؤں ہمارا لڑنے کا فن کیسا ہے ۔

رومن شہزادے نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر سنان کے قریب کیا اور تلوار لہرا کر اس نے سنان پر حملہ کر دیا ۔ سنان نے اس کا وار اپنی ڈھال پر روکا ۔ پھر فوراً ہی اس نے اپنا وہ ہاتھ آگے بڑھایا جس میں اس نے تلوار پکڑ رکھی تھی ۔ تلوار کو اپنے انگوٹھے اور ایک انگلی کے درمیان دبا کر ہاتھ کے دوسرے حصے سے اس نے اس رومن کو اس کی کمر کے منطقے و کمر بند سے پکڑ کر اسے اس کے گھوڑے سے اپنی طرف کھینچا ۔ پھر اسے ہوا میں اچھال کر دور پھینک دیا ۔ اس کے ساتھ ہی وہ خود بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا تھا ۔

رومن اٹھ کر دوبارہ سنان پر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ اس سے قبل ہی سنان نے اس پر حملہ کر دیا ۔ اس نے سنان کا وار اپنی ڈھال پر محفوظ کرنا چاہا لیکن ناکام رہا اور سنان کی تلوار اس کے جسم کو چیرتی ہوئی ناف تک چلی گئی تھی ۔

اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی۔ صلیبیوں کا خیال تھا کہ وہ مٹھی بھر مسلمانوں کو بہت جلد قابو کر لیں گے۔ لیکن جب سنان نے اپنے مجاہدوں کے ساتھ ان پر طوفانی یورش کی تو انہیں اپنی ہر اُمید فضا کی اقلیموں کے اندر بے کار اُڑتی دکھائی دینے لگی۔ مسلم مجاہدوں نے انہیں بڑی تیزی سے کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ چھ گھنٹے تک مسلسل جنگ ہوتی رہی آخر صلیبی شکستیں[1] کھا کر بھاگ گئے اور سنان طبریہ کے مالِ غنیمت سمیت سلطان کے پاس پہنچ گیا تھا۔

---

[1] اس جنگ میں مشہور مسلم مورخ عماد کاتب سلطان کے لشکر میں شامل تھا۔ وہ لکھتا ہے سلطان کو جب سنان کے ہاتھوں رومن شہزادے کے لشکر کی تباہی کا علم ہوا تو اس نے عماد کاتب کو یہ واقعہ نظم کرنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ عماد کاتب نے سلطان کے سامنے فی البدیہہ ایک قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ تھا۔

عَقَدَتْ بِنَصْرِكَ رَأْيَةُ الْإِيْمَانَ
وَبَدَتْ بِعَصْرِكَ آيَةُ الْإِحْسَانَ

(ترجمہ: تیری مدد سے اعتقادِ ایمان کھڑا ہوا اور تیرے ہی زمانے سے احسان کی نشانی ظاہر ہوئی)

۲۱ رشوال ۵۶۹ ھ (۱۵ مئی ۱۱۷۴ء) کا منحوس دن تھا۔ سنان اپنے بستر پہ لیٹا ہوا تھا اور قسطونہ اس کے بستر میں بیٹھی ہوئی اسے دبانے کے ساتھ ساتھ روتی بھی جا رہی تھی کیونکہ پچھلے کئی روز سے سنان موسمی بخار میں مبتلا تھا اور تندرست نہ ہو رہا تھا۔ سنان نے تھوڑا سا سر اٹھا کر جب قسطونہ کو روتے اور آنسو بہاتے ہوئے دیکھا تو اس نے پریشان اور تکلیف دہ آواز میں کہا۔

"قسطونہ! تم رو رہی ہو"۔ قسطونہ بچاری نے کوئی جواب نہ دیا۔ اپنی عبا سے اس نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں اور اپنا سر اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان دے کر وہ تیزی سے سنان کا جسم دبانے لگی تھی۔

دمشق شہر کے اندر یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا جس میں سنان، قسطونہ اور نوفل کے ساتھ رہ رہا تھا۔ جب سے سلطان نورالدین حلب سے دمشق منتقل ہوا تھا تب سے سنان نے قسطونہ اور نوفل کو بھی اپنے پاس بلا لیا تھا۔ قسطونہ نے جب سنان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو سنان نیم دراز ہوا اور بڑے پیار سے اس نے قسطونہ کے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا"۔ قسطونہ نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور اپنی مدھم مگر روتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے آپ کے بخار سے خوف آنے لگا ہے۔ آخر اتنے روز ہو گئے ہیں آپ تندرست کیوں نہیں ہو رہے"۔ سنان نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تم نادان ہو قسطونہ! کیا تم محسوس نہیں کرتی کہ میری حالت پہلے سے کسی قدر بہتر ہو گئی ہے۔ پہلے بخار لگاتار رہتا تھا اور اب اس میں وقفہ آنے کے علاوہ مجھے بھوک بھی محسوس ہونے لگی ہے۔ تمہارے سامنے آج طبیب کہہ نہ رہا تھا کہ میری حالت پہلے سے بہت اچھی ہے پہلے میں چل پھر بھی نہ سکتا تھا اور اب میں محسوس کرنے لگا ہوں مجھ میں چلنے کی ہمت ہے اب تم دبانا بند کرو۔ میں جانتا ہوں تم تھک چکی ہو۔ اٹھو اور میرے لیے دودھ لے آؤ مجھے بھوک لگی ہے۔"

قسطونہ اُٹھ کر باہر نکل گئی۔ اتنے میں مکان کے دروازے پر دستک ہوئی۔ سنان نے بستر پر لیٹے ہی لیٹے پکار کر کہا۔ "نوفل! نوفل! دیکھو کون دستک دے رہا ہے۔" تھوڑی دیر بعد نوفل بیساکھیاں ٹیکتا ہوا سنان کے کمرے میں آیا اور بدحواس لہجے میں کہا۔ "آپ کو قاضی شمس الدین[1] نے فوراً بلایا ہے۔ ابھی ایک آدمی ان کا پیغام لایا ہے۔ انہوں نے کہلا بھیجا ہے کہ سلطان کی حالت نازک[2] ہے اور انہوں نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

---

1. ان کا پورا نام شمس الدین محمد بن المقدم تھا اور یہ سلطان نورالدین کے لشکر کے قاضی تھے۔
2. یکم شوال ۵۶۹ھ عید الفطر کے روز سلطان نے قاضی شمس الدین کی امامت میں نماز ادا کی اس کے بعد وہ کچھ دیر اپنے امراء کے ساتھ میدان اخضر میں چوگان کھیلتا رہا اسی میدان کے اندر اثنائے گفتگو میں امیر مودود (سابق حاکم حلب) نے سلطان سے کہا کتنا مبارک دن ہے کہ آج ہم سب اس میدان میں جمع ہیں۔ خدا جانے آئندہ برس ہم میں سے کون یہاں ہوگا۔" سلطان نے مسکرا کر جواب دیا۔ سال تو بڑا عرصہ ہے ہم تو یہ نہیں کہہ سکتے ایک مہینے کے بعد ہم سب یہاں جمع ہو سکیں گے یا نہیں۔ شاید ایک مہینہ کے الفاظ قدرت سلطان کے منہ سے نکلوا رہی تھی کیونکہ چند روز بعد سلطان کے گلے میں معمولی تکلیف ہوئی جو بڑھتے بڑھتے خناق کی صورت اختیار کر گئی تھی اور اب سلطان اپنی اس بیماری کے نازک ترین مرحلے سے گزر رہے تھے۔

سلطان نورالدین پچھلے کئی روز سے خناق کے مرض میں مبتلا تھا اور ان دنوں سلطان کی بیماری اپنے عروج پر تھی۔ سلطان کی نازک حالت کا سن کر سنان بیتاب ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی ٹانگیں کمزوری کے باعث کپکپا رہی تھیں۔ اسی لمحہ قسطونہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بھی وہ پیغام سن لیا تھا۔ جو نوفل نے سنان کو سنایا تھا۔

قسطونہ گھبراہٹ میں آگے بڑھی اور ایک ہاتھ سے سنان کو کندھے سے پکڑ کر سہارا دیتے ہوئے کہا۔ "پہلے دودھ پی لیجئے" سنان نے دودھ کا گلاس پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے بھوک نہیں رہی۔ مجھے سلطان نے یاد کیا ہے۔ مجھے فوراً وہاں پہنچنا چاہیئے نہ جانے میرے آقا کی حالت کیسی ہوگی۔ میں اپنی بیماری کے باعث پچھلے کئی روز سے ان کی عیادت کو بھی نہیں جا سکا۔"

قسطونہ بھاگ کر ایک طرف سے ایک لاٹھی اُٹھا لائی اور سنان کی طرف بڑھاتے ہوئے روتے اور آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ اسے ہاتھ میں لے لیجئے۔ آپ کمزور ہیں اس کے سہارے چلنے میں آپ کو آسانی رہے گی۔" سنان نے لاٹھی لینے سے انکار کر دیا اور بڑی ہمت وجرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ابھی میں جوان ہوں۔ بوڑھا نہیں ہوا۔ خدا کی قسم میرے آقا میری مرگ کی حالت میں بھی مجھے بلائیں تو میں اُٹھ کر ان کی طرف دوڑ پڑوں"۔ سنان گرتا پڑتا مکان سے باہر نکل گیا تھا اور قسطونہ اس کی حالت دیکھتے ہوئے بیچاری اس کے بستر پر بیٹھ کر سسک سسک رونے لگی تھی۔ بوڑھا نوفل اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے تسلی اور تشفی دینے لگا تھا۔

سلطان قلعہ دمشق کے ایک چھوٹے سے کمرے میں نیم بے ہوشی اور غنودگی کی حالت میں پڑا تھا۔ اس کے سامنے قاضی ابن شداد[1]، قاضی شمس الدین ابن المقدم، کاتب

---

1. قاضی ابن شداد ایک نامور مورخ تھے۔ ۵۳۹ھ میں موصل میں پیدا ہوئے۔ سلطان نورالدین اور سلطان صلاح الدین کے ہمعصر تھے۔ موصل و بغداد میں

عماد، امیر ہمام الدین مودود، چند دمشقی طبیب اور کچھ دیگر امرائے سلطنت بیٹھے ہوئے تھے سنان لڑکھڑاتا ہوا اس کمرے میں داخل ہوا اور چپ چاپ ایک خالی نشست پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں تک وہ انتہائی بے بسی کی حالت میں سلطان کی طرف دیکھتا رہا۔ جو آنکھیں بند کیے بستر پر بے سدھ پڑے تھے۔ اتنے میں عماد کاتب نے سلطان کو پکارتے ہوئے کہا۔

"سیّدی! آپ نے سنان بن عدی کو یاد کیا تھا اور وہ آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے"۔ سلطان نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ کچھ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکے اور ہونٹ پھڑپھڑا کر رہ گئے۔ سلطان کی حالت دیکھ کر سنان کٹ کر رہ گیا تھا۔ اپنی لمحہ بہ لمحہ بدلتی حالت پر قابو پانے کے لیے وہ بُری طرح اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ سلطان نے اشارے سے اسے اپنے قریب بلایا۔ سنان جب آگے ہوا تو سلطان نے سنان کا بازو ایسے انداز میں اپنے ہاتھ میں لے لیا جیسے وہ اس کی نبض محسوس کر رہے ہوں۔

سلطان کے چہرے پر گہری ناامیدی بکھر گئی اور انہوں نے سنان کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ شاید وہ سنان کی بیماری دیکھ کر اور زیادہ ملول ہو گئے تھے۔

قبل اس کے کہ وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں کوئی کچھ کہتا ایک سپاہی اندر آیا اور عماد کاتب کو ایک خط تھما دیا۔ سلطان کی آنکھیں اس وقت کھلی تھیں۔ انہوں نے اشارے سے عماد کاتب سے پوچھا "کس کا خط ہے؟"

عماد کاتب نے کاغذ کی تہہ کھول کر دیکھنے کے بعد کہا "مصر سے آپ کے نام نام صلاح الدین ایوبی کا نامہ ہے"۔ سلطان نے پھر اشارے سے کہا "پڑھ کر سناؤ"۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۷۵) تعلیم پائی۔ سلطان صلاح الدین کے دورِ حکومت میں یروشلم کے قاضی مقرر ہوئے۔ صلاح الدین کی وفات کے بعد حلب کے عہدہ قضاء پر فائز ہوئے۔ بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے اور عالمِ اسلام میں عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ انہوں نے متعدد مدارس قائم کیے اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی سیرت پر ایک کتاب بھی لکھی۔

عماد کاتب مصر کے والی سلطان صلاح الدین ایوبی کا خط پڑھ کر سنانے لگا تھا۔ اس وقت سلطان کی حالت زیادہ بگڑنا شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کی موجودگی میں ہی سلطان نے دم توڑ دیا۔

سلطان کے پاس بیٹھے ہوئے قاضی ابن شداد، قاضی شمس الدین ابن المقدم، کاتب عماد[1]۔ سنان بن عدی اور ہمام الدین مودود سسکیاں اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگے تھے۔ سلطان کی وفات کا دن دمشق میں قیامت کا دن تھا۔ اس کی رحلت[2] کی خبر اہلِ دمشق پر بجلی بن کر گری اور ان کے ہاتھوں سے صبر و ضبط کے دامن چھوٹ گئے۔ اکثر لوگ دمشق کی گلیوں میں دھاڑیں مارتے ہوئے اور واویلا کرتے ہوئے پھرتے تھے اور کئی لوگ فرطِ الم سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ دمشق شہر میں محشر و قیامت کا عالم تھا۔ سلطان کی میت کو دمشق کے علماء و

---

[1] پورا نام عماد الدین محمد بن محمد الکاتب ہے۔ اصفہان میں پیدا ہوئے۔ ایک نامور مؤرخ اور صاحبِ طرز ادیب تھے۔ ابتدائی زمانہ اصفہان و کاشان میں گزارا۔ پھر بغداد اور موصل سے تحصیلِ علم کی۔ کچھ عرصہ واسط میں وزیر ابن ہبیرہ کی نیابت کی۔ پھر سلطان نور الدین کے پاس چلا آیا۔ سلطان نے جوہر قابل جان کر اپنا کاتب مقرر کر دیا۔ سلطان کی وفات کے بعد وہ سلطان صلاح الدین کے پاس چلا گیا اور وہاں بھی کاتب مقرر کیا گیا۔ صلاح الدین کی وفات کے بعد گوشہ گیر ہو گیا۔

[2] خلیفہ بغداد اور سلطان صلاح الدین والی مصر کو جب سلطان نور الدین زنگی کی وفات کی خبر ہوئی تو وہ بے اختیار رو دیے اور مرحوم سلطان کے فرزند کو تعزیتی خطوط لکھے سلطان نور الدین کی صرف ایک ہی بیوی تھی جس کا نام رضیع خاتون بنت معین الدین تھا۔ سلطان جو معمولی رقم اس کی ہتھیلی پر رکھتا اسی سے گزارہ کرتی۔ گھر کا سارا کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھی۔ جس طرح سلطان ایک درویش صفت بادشاہ تھا اسی طرح وہ ایک درویش سیرت خاتون تھی۔ سلطان کی اولاد میں صرف ایک لڑکا اور ایک ہی لڑکی تھی۔ لڑکے کا نام الملک الصالح اسمٰعیل اور لڑکی کا نام شمس النساء تھا۔

صلحا نے غسل دیا۔ پھر رزقِ حلال سے تیار کیے ہوئے پاک کپڑے میں سلطان کو کفنایا گیا۔ لوگوں کے رنج والم اور غم واندوہ کا یہ عالم تھا کہ لوگ سلطان کا چہرہ دیکھنے کی تاب نہ لا رہے تھے۔ جب سلطان کا جنازہ اٹھایا گیا تو بلند آوازوں میں لوگوں کے رونے اور واویلا کی صدائیں سُنائی دینے لگی تھیں۔

دمشق اور اس کے گرد ونواح کے لوگوں کا اس قدر اژدحام تھا کہ اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ لوگ انبوہ در انبوہ آتے رہے اور میدانِ اخضر کے وسیع رقبے میں جنازہ پڑھتے رہے۔ اس طرح مرحوم سلطان کی کئی بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ پھر سلطان کو مدرسہ نوریہ[1] کے احاطے میں دفن کر دیا گیا۔

سلطان کی بڑی خواہش تھی کہ وہ بیت المقدس صلیبیوں کے قبضے سے چھڑالے۔ لیکن یہ حسرت وہ اپنے دل میں لے کر ہی اس فانی دُنیا سے کوچ کر گیا اور سلطان کے اس عظیم مقصد کو اس کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے پورا کر دکھایا۔ گو نور الدین زنگی مر چکا تھا تاہم عالمِ اسلام پر مایوس کُن سکوت نہ طاری ہونے پایا تھا اس لیے کہ فرزندِ اسلام اور شیر دل مجاہد صلاح الدین ایوبی سلطان نور الدین کی وفات کے بعد حرکت میں آ چکا تھا اور انطاکیہ سے لے کر اسکندریہ کے ساحل تک پھیلی ہوئی سرزمین پر اپنی عقابی نگاہیں جما کر بڑی فرض شناسی سے اس کی حفاظت کرنے لگا تھا۔

[1] یہ مدرسہ خود سلطان نے بنوایا تھا۔ یہاں آج بھی سلطان کا مزار موجود ہے۔ دمشق کے جس بازار میں سلطان کا مزار ہے آج کل اُسے سوق الخیاطین کہتے ہیں۔ خوش عقیدہ لوگوں کا خیال ہے کہ سلطان کے مزار پر جو دُعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ مشہور مورخ ابن خلکان کا بیان ہے کہ میں نور الدین کے مزار پر گیا اور اپنی حاجت کے لیے اللہ سے دُعا کی تو وہ قبول ہو گئی۔ آج بھی دمشق میں سلطان کا مزار مرقد نور الدین شہید کے نام سے مشہور ہے۔

سلطان نور الدین کی وفات کو کئی روز گزر چکے تھے۔ دمشق شہر پر سلطان کے غم میں یخ بستہ اداسی اور سکوت چھا گیا تھا۔ سنان کئی روز تک اپنے مکان میں بند ہو کر روتا رہا۔ سلطان کی بے وقت موت کا غم ایک ایسا چرکا تھا جو اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ قسطونہ ہر وقت اس کی دلجوئی میں لگی رہتی اور ہمہ وقت اسے مصروف رکھنے کی کوشش کرتی۔ تاہم سنان ایک طرح سے اپنے گھر کے اندر عزلت نشینی اور گوشہ گیری کی سی زندگی بسر کرنے لگا تھا۔ سلطان نور الدین زنگی کے بغیر دمشق شہر بے رونق ہو کر رہ گیا تھا۔

ایک روز سنان فجر کی نماز ادا کر کے گھر آیا اور مطبخ میں کام کرتی ہوئی قسطونہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا کہ گھر کے بیرونی دروازے پر کسی نے دستک دی۔ سنان نے باہر جھانک کر دیکھا۔ نوفل بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ سنان پہلے کی طرح پھر قسطونہ کے ساتھ باتوں میں لگ گیا۔ تھوڑی دیر بعد نوفل جب وہاں سے لوٹا تو سنان نے پوچھا۔ دروازے پر کس نے دستک دی تھی؟

نوفل نے فکر گیر سے لہجے میں کہا۔ "ابن شداد اور عماد کاتب آپ سے ملنے آئے ہیں۔ میں نے انہیں دیوان خانے میں بٹھا دیا ہے۔ سنان فوراً اُٹھ کھڑا ہُوا اور دیوان خانے کی طرف چلا گیا۔ نوفل اور قسطونہ بھی دیوان خانے سے باہر کھڑے ہو کر ان کی گفت گو سُننے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

سنان جب دیوان خانے میں داخل ہُوا ابن شداد اور عماد کاتب نے اُٹھ کر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ جب وہ تینوں آمنے سامنے بیٹھ گئے تو عماد کاتب نے اپنے لباس کے اندر سے تہ کیا ہُوا ایک کاغذ نکالا اور سنان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کے نام سلطان صلاح الدین کا خط آیا ہے۔ اس کا قاصد آج ہی قاہرہ سے دمشق میں داخل ہُوا ہے۔ وہ اپنے ساتھ صلاح الدین کے تین خط لایا ہے۔ ایک ابن شداد، ایک میرے اور تیسرا آپ کے نام ہے۔ اس نے ہم تینوں کو قاہرہ آنے کی دعوت دی ہے۔ میں اور ابن شداد اس دعوت کو قبول کر چکے ہیں جب کہ آپ کا فیصلہ بھی مانگتا ہے"۔ سنان خط کھول کر پڑھنے لگا۔

سنان جب خط پڑھ چکا تو عماد کاتب نے پوچھا - اب آپ کا کیا فیصلہ ہے - سنان نے مسکراتے ہوئے کہا - مَیں قاہرہ جانے کے لیے تیار ہوں - مَیں سمجھتا ہوں یہاں میرا کام ختم ہو چکا ہے - آنے والے دَور میں صلیبی اپنا زیادہ زور مصر پر لگائیں گے - لہٰذا مَیں صلاح الدین کی پکار پر لبیک کہتا ہوں - وہ ایک شیر دل اور جاں نثار مجاہد ہے - ایسے حکمران کے لشکر میں ایک گمنام سپاہی کی حیثیت سے دشمن سے لڑنا بھی مَیں اپنے لیے ایک عظیم سعادت سمجھوں گا۔"

عماد کاتب نے نیا موضوع چھیڑتے ہوئے کہا" قاہرہ روانگی سے قبل ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ آپڑا ہے جسے حل کرنے میں ہمیں آپ کی حمایت و امداد کی ضرورت ہے -

سنان نے فکرمند ہوتے ہوئے پوچھا" اب کون سا نیا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے"

عماد کاتب نے سرگوشی کے لہجے میں کہا" آج ایک دمشقی طبیب نے مجھے کہا ہے کہ سلطان نورالدّین اپنی طبعی موت نہیں مرا بلکہ اسے زہر دیا گیا ہے۔"

سنان نے بدحواس ہو کر پوچھا" یہ کیسے ہو سکتا ہے - آقا کو کون زہر دے سکتا تھا۔"

عماد کاتب نے کہا" پہلے میں بھی اس پر یقین نہ کرتا تھا لیکن اب مجھے پوری طرح اطمینان ہے کہ سلطان کو زہر دیا گیا ہے جس دمشقی طبیب نے مجھے اس انکشاف سے آگاہ کیا ہے - وہ ان طبیبوں میں شامل تھا جو سلطان کا علاج کرتے رہے ہیں - اس کا کہنا ہے سلطان کو ایسا زہر دیا گیا ہے جس کا کوئی بھی طبیب علاج نہیں کر سکتا" - سنان نے پریشانی میں پوچھا" وہ طبیب یہ نہیں بتاتا کہ زہر کس نے دیا ہے ؟"

عماد کاتب نے پھر نیا انکشاف کرتے ہوئے کہا" وہ طبیب ان چار علماء پر شک کرتا ہے جو پچھلے کئی ماہ سے شاہی مہمان خانے میں ٹھہرے ہوئے تھے - اس طبیب کا کہنا ہے کہ وہ علماء فی الواقعہ علماء نہ تھے بلکہ ان میں سے کچھ قلعہ الموت کے فدائین اور دوسرے مغرب کے صلیبی تھے"۔

سنان نے برہم اور پراگندہ سے لہجے میں پوچھا" اس وقت وہ چاروں عالم کہاں ہیں" ------ "ان میں سے تین تو یہاں سے کوچ کر چکے ہیں - یہ کسی کو علم نہیں کہ وہ کدھر گئے ہیں - تاہم ان کا چوتھا ساتھی ابھی تک یہیں ہے - وہ ہمہ وقت دمشق کی جامع مسجد میں مصروفِ عبادت رہتا ہے - میرا دل کہتا ہے وہ کسی اور سازش کے لیے یہاں رُکا ہوا ہے - ایسا نہ ہو حکومت کے کسی اور کارکن کو وہ ناقابلِ علاج زہر دے دے - ہم اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکے اس لیے کہ ایک تو شہر کے علماء کے علاوہ عام لوگ بھی اس کا بےحد احترام کرتے ہیں - اس کے علاوہ شہر کا محتسب اس کا بڑا معتقد ہے اور ان دنوں اس عالم کا قیام بھی محتسب کے گھر میں ہے - صرف آپ ایک ایسی ہستی ہیں جو اس عالم پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں - محتسب کی یہ جرأت نہ ہو گی کہ وہ مرحوم سلطان کے ایک عزیز جرنیل کے منہ لگے - اس کے علاوہ محتسب گذشتہ کئی جنگوں میں آپ کے ہراول دستہ میں ایک کماندار کی حیثیت سے آپ کے ماتحت کام کر چکا ہے - وہ ہرگز آپ کے خلاف بولنے کی جرأت نہ کرے گا۔"

سنان کا ہاتھ دانستہ طور پر اپنی تلوار کے دستہ پر چلا گیا اور اس نے غضبناک آواز میں کہا" وہ عالم اس وقت کہاں ہے"

عماد کاتب کھڑا ہوتا ہوا بولا" اس وقت وہ جامع مسجد میں ہے - مَیں خود اُسے وہاں دیکھ کر آیا ہوں"۔

سنان طوفان کی طرح دیوان خانے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا آپ میرے ساتھ آئیے - اگر یہ سچ ہے تو وہ یہاں سے بچ کر نہ جا سکے گا - اگر شہر کے محتسب نے اس کی بےجا طرفداری کی کوشش کی تو میری تلوار اس کی گردن بھی کاٹ دے گی" دیوان خانے کے باہر کھڑے قسطونہ اور نوفل پریشان ہو گئے تھے -

تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے جامع مسجد کے پاس آئے - سنان مسجد کے بیرونی دروازے کے پاس ہی کھڑا ہو گیا اور عماد کاتب سے کہا" آپ اندر جائیں اور اسے بُلا کر باہر لائیں"۔

عماد کاتب نے جوتے اتارے اور مسجد کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس عالم کو لے کر باہر آیا۔ وہ دونوں جب اپنے جوتے پہن کر سنان کے سامنے آئے تو سنان نے اپنی تیز عقابی نگاہیں اس عالم کی نگاہوں میں ڈال دیں اور بڑے قہر آلود انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ عالم خوب ہٹا کٹا اور جوان عمر کا تھا۔ داڑھی کا کوئی بال بھی سفید نہ تھا۔ یوں لگتا تھا اسے ایک کامیاب سپاہی ہونا چاہیے تھا۔ عالم بن کر اس نے غلطی کی ہے۔ سنان کے دیکھنے کے انداز سے وہ گھبرا گیا اور پریشان ہوتے ہوئے پوچھا "آپ مجھے اس قدر حقارت سے کیوں دیکھے جا رہے ہے۔"

سنان نے غضب ناک لہجے میں کہا " یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا وہ زہر کیسا ہولناک تھا جو تم نے سلطان نور الدین کے خلاف استعمال کیا"۔ وہ عالم بوکھلا گیا۔ ایک بار اس کا سارا جسم لرز اٹھا تھا۔ تاہم اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے سخت غصے اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا " تم مجھ سادہ لوح انسان پر ایک ایسا ناقابلِ تلافی الزام لگا رہے ہو جس کی تمہیں بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی"۔

سنان کے شبہات بھی اس پر پختہ ہو گئے تھے۔ اس نے فوراً اس کا گریبان پکڑ کر ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا پہلے تو تم بے ایمان کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنا ہوگی۔ اس کے بعد مجھ پر جو بیتے گی میں برداشت کر لوں گا۔"

اس عالم کے ساتھ سنان کی تکرار دیکھ کر گلی میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے اور اب لمحہ بہ لمحہ ان میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ ایک سخت جھٹکے کے ساتھ سنان نے اسے زمین پر پھینک دیا تھا پھر اس نے اپنی تلوار کھینچی اور اس کی نوک اس کی گردن پر رکھتے ہوئے اس نے کمال دہشت میں غرا کر پوچھا " ہر بات سچ اگل دو ورنہ میری تلوار کی نوک تمہاری گردن کے پار ہو جائے گی۔ اتنے میں ان گنت لوگوں کا ایک گروہ شہر کے اندرونی حصے کی طرف سے بھاگتا ہوا آیا۔ ان میں شہر کا محتسب بھی تھا اس نے سنان کو مخاطب کر کے پوچھا " یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ کاش اس شخص کے ساتھ ایسا سلوک کرنے سے قبل آپ نے اس کے مقام اور رتبے کو دیکھا ہوتا"

سنان نے کھا جانے والی نگاہوں سے محتسب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا " خاموشی کے ساتھ اس ملعون کی زہریلی داستان کا انجام دیکھتے جاؤ۔ تم نے اس کی طرف داری کی تو یاد رکھو میری تلوار اس کی گردن سے ہٹ کر تمہاری شاہ رگ پر ہوگی کیا تم سمجھتے ہو میں سلطان کے قاتل کو معاف کر دوں گا"۔

سب لوگوں نے پریشان ہو کر کہا " سلطان کا قاتل !"

سنان نے اردگرد کھڑے لوگوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی تلوار پر اس قدر بوجھ ڈالا کہ اس عالم کی گردن سے خون بہنے لگا اور تکلیف کے اظہار میں ہکلاتے ہوئے کہا " مجھے قتل نہ کریں، اپنی تلوار ہٹا لیں۔ میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا"۔

سنان نے تلوار ہٹا لی اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سنان نے پھر پوچھا " جو کچھ میں پوچھتا ہوں سچ سچ کہنا ورنہ میرے ہاتھوں حرام موت مارے جاؤ گے۔ کیا تم قلعہ الموت کے فدائی ہو وہ جب خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا تو سنان کا ہاتھ اٹھا اور اپنی تلوار کا دستہ پوری قوت سے اس کے کندھے پر مارتے ہوئے کہا " میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے"۔ اس نے درد کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا " ہاں میں قلعہ الموت کا فدائی ہوں"۔ محتسب اور اردگرد کھڑے لوگ اس کے اس جواب پر دنگ رہ گئے تھے۔

سنان پھر حرکت میں آیا اور اس بار اس کے دوسرے کندھے پر ضرب لگاتے ہوئے پوچھا تمہارے تین ساتھی کون تھے اور اس وقت کہاں ہیں "۔ اس نے پھر شدت کی تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ وہ صلیبی ہیں۔ ان کا تعلق اندلس سے ہے۔ انہوں نے ہی مجھے ایک بھاری رقم کے عوض سلطان کو زہر دینے پر آمادہ کیا تھا۔ وہ تینوں اندلس کے راہب ہیں اور انطاکیہ کی طرف گئے ہیں وہ وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر اندلس روانہ ہوں گے۔ جب تک ان کو جہاز نہیں ملتا اس وقت تک وہ انطاکیہ شہر کے شمال میں ایک کلیسا کے اندر قیام کریں گے"۔ سنان نے غصے میں بھرے ہوئے تند لہجے میں کہا " میں اس کلیسا سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ اگر وہاں سے کوچ کر کے اندلس روانہ ہو چکے ہیں تو میں ان سے انتقام لینے سمندر کے اس پار بھی پہنچ جاؤں گا۔ اب وہ مجھ سے بچ نہیں سکتے۔ میرے آقا و مولیٰ کے قاتل کیونکر آزادی

سے زندگی بسر کر سکتے ہیں"۔

سنان جب خاموش ہوا تو محتسب غصے میں بل کھاتا ہوا آگے بڑھا اور اس ملعون کے منہ پہ ایک سخت طمانچہ مارتے ہوئے کہا "غلیظ انسان! تم نے اسی انسان کو ڈسا جس کا تم اتنا عرصہ نمک کھاتے رہے، کیا تمہارے اس مکروہ فعل میں دمشق کا کوئی آدمی بھی شامل ہے"۔ اس نے جب نفی میں سر ہلایا تو وہاں کھڑے لوگوں نے اپنے خنجر نکال لیے اور اس کا جسم بوٹی بوٹی کر کے رکھ دیا۔ سنان نے محتسب سے کہا "میں اس کے دوسرے ساتھیوں کے تعاقب میں جاتا ہوں۔ تم فوراً اس کی لاش یہاں سے اٹھا لو۔ شہر کے لوگوں کو اگر علم ہو گیا کہ ان کے عزیز سلطان کو زہر دے کر مارا گیا ہے تو وہ غم و غصے میں بھڑک اٹھیں گے اور شہر کے اندر امنِ عامہ کا ایک سنگین مسئلہ اٹھ کھڑا ہو گا"۔

سنان بھاگتا ہوا اپنے گھر داخل ہوا۔ نوفل اور قسطونہ صحن میں یوں کھڑے تھے جیسے اسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ سنان کو دیکھتے ہی قسطونہ نے حواس باختہ انداز میں پوچھا "آپ جس مقصد کے تحت جامع مسجد گئے تھے اس کا کیا بنا"۔ سنان قسطونہ کے پاس رک گیا اور اپنی سانس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ اگر تمہیں اس واقعہ کا علم ہو چکا ہے تو سنو وہ سلطان کا قاتل نکلا ہے۔ اور اس کا تعلق قلعہ الموت سے ہے۔ اس کے تین دوسرے ساتھیوں کا تعلق اندلس سے ہے اور وہ انطاکیہ کی طرف گئے ہیں۔ میں ابھی ان کے تعاقب میں جا رہا ہوں"۔

سنان اپنے کمرے میں آیا۔ قسطونہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے سنان کو مسلح کیا پھر قسطونہ مطبخ میں چلی گئی اور سنان اپنے اصطبل میں آکر اپنے گھوڑے پر زین ڈالنے لگا تھا۔ نوفل بھی اس کے پاس کھڑا تھا۔ اتنی دیر میں قسطونہ بھی وہاں آگئی اور سفید رومال میں بندھا ہوا سنان کا زادِ راہ اس نے گھوڑے کی خرجین میں ڈالتے ہوئے مغموم اور پُر اثر انداز میں کہا۔ "دونوں جہانوں کا رب آپ کو اس مقصد میں فوز و کامیاب رکھے"۔ پھر سنان نے قسطونہ اور نوفل کو الواع کہا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مکان سے باہر نکل گیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ صلیبیوں جیسا وہ لباس اور صلیب بھی لے لی تھی جنہیں پہن کر وہ اس کلیسا میں جایا کرتا تھا۔

ایک روز جب کہ جون کا چلچلاتا سورج کائنات کی ہر چیز کو جھلساتا ہوا سر سے اتر کر مغرب کی طرف جھک گیا تھا سنان اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا انطاکیہ سے شمال میں اس وسیع میدان کو پار کر رہا تھا جس کے مغربی کنارے پر امانوس اور قبطہ کا کلیسا تھا۔ ناقابلِ برداشت گرمی میں وہ خود اور اس کا گھوڑا دونوں ہی پسینے میں شرابور ہو چکے تھے۔ سنان کا گھوڑا جب بھاگتا اور ہنہناتا ہوا کلیسا کی چٹانوں پر چڑھا تو اندر سے قبطہ بھاگتی ہوئی آئی اور سنان کو دیکھتے ہی اس کے طلسماتی چہرے پر خوشی کی شعاعیں اور مسرت کا نور بکھر گیا تھا۔ سنان جب اس کے سامنے گھوڑے سے اترا تو قبطہ آگے بڑھی اور طائرانِ خوش نما و خوش ادا جیسی اپنی آواز میں کہا۔ آخر آپ آ ہی گئے۔ میرا غم مجھے گمراہ کرتا تھا کہ اب آپ کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔ سنان نے اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب درست کرتے ہوئے کہا۔ میں نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ لوٹ کر آؤں گا سو میں لوٹ آیا ہوں۔ قبطہ نے پھر لحن بلبل جیسے لہجے میں پوچھا۔ "کیا اس بار آپ مجھے اپنے ساتھ لے کر جائیں گے"۔ سنان نے اپنے چہرے پر گہری مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا "ہاں میں تمہیں لینے آیا ہوں اور اپنے ساتھ لے جا کر میں تمہیں اپنی بیوی بنا لوں گا"۔

خوشی میں قبطہ کا جسم تار و نیرہ اور مرتعش ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر سوندھی سہانی اور گلنار ساعتوں کی مسرت و راحت اور طلوع نور جیسا حسین و دلکش تاثر بکھر گیا تھا۔ قبطہ نے اپنی خوشی دباتے ہوئے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ آئیے میں آپ کا گھوڑا اصطبل میں باندھتی ہوں۔ سنان نے گھوڑے کی باگیں چھوڑ دیں اور قبطہ اسے لے کر اصطبل کی طرف بڑھنے لگی۔ سنان بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

اصطبل میں آکر جب قبطہ گھوڑا باندھ چکی تو سنان نے بڑے پیار سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "کیا اس کلیسا میں تین ایسے راہب ٹھہرے ہوئے ہیں جن کی منزل اندلس ہو؟ قبطہ نے جھٹ کہہ دیا "ہاں تین راہب یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ میرے علم کے جاننے والوں میں سے ہیں"۔ سنان نے پُر سکون، زرفشاں و طرب انگیز لہجے میں پوچھا۔ اس وقت وہ کہاں ہیں۔ چند روز تک وہ یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں اس لیے وہ انطاکیہ کے مقدس

کلیسا القنیان کی زیارت کو گئے ہیں" ـــــــــ "اور تمہارا عم امانوس کہاں ہے"؟ ـــــ
"وہ بھی ان کے ساتھ گیا ہوا ہے۔ امید ہے شام سے قبل ہی آجائیں گے"۔ "پر تم ان راہبوں
کے متعلق ایسی بیتابی و جستجو سے کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا وہ تمہارے جاننے والے ہیں"۔

سنان نے اس بار زہر آلود آواز میں کہا۔ "وہ تینوں راہب قاتل ہیں اور انہوں نے ایک ایسی تاریخی شخصیت کو قتل کر دیا ہے جس سے میری قوم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ان کے ہاتھوں قتل ہونے والا ایک بے مثل جرنیل ہونے کے علاوہ میرا آقا و مولیٰ تھا اور اب یہ اندلس کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ پر میں انہیں بھاگنے نہ دوں گا"۔ قبطہ نے کہ اور نگ نشین حسینہ ایسے غمزے سے سنان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "لعنت بھیجو ان راہبوں پر چاہو میرے کمرے میں چل کر کھانا کھاؤ"۔ "اور آرام کرو"۔

سنان کو اپنے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے قبطہ نے پھر کہا۔ "کیا ہمیں عم امانوس کے آنے سے قبل ہی یہاں سے چلے نہ جانا چاہیئے"۔ سنان نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ "پر مجھے ان راہبوں سے اپنا انتقام بھی تو لینا ہے"۔ قبطہ نے اپنے شبنمی ہونٹ کاٹتے ہوئے تپش آموز و جنون خیز آواز میں کہا "اگر میرے عم نے مجھے تمہارے ساتھ نہ جانے دیا تب"؟ سنان نے پیار سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اگر امانوس نے ایسا کیا تو میں اس کا گلا گھونٹ کر بھی آج تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا"۔ سنان کے جواب سے قبطہ کے چہرے پہ جاگزین ہونے والے اندیشے مسرت و راحت کے خزینوں میں بدل گئے تھے۔ قبطہ اب مطمئن ہو گئی۔ سنان کو وہ اپنے کمرے میں لائی۔ پہلے اسے انار کے رس کے دو پیالے پلائے اس کے بعد دونوں نے کھانا کھایا اور وہیں بیٹھ کر دونوں اپنے مستقبل کے متعلق باتیں کرنے لگے تھے۔

شام کے قریب جب کہ قبطہ سنان کے گھوڑے کے آگے ہرا چارہ ڈالنے اصطبل کی طرف گئی ہوئی تھی اور سنان اس کے کمرے میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا قبطہ بھاگتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہوئی اور اونچے اونچے سانس لیتے ہوئے کہا۔ "سنان! سنان! جن راہبوں کا تمہیں انتظار ہے وہ آگئے ہیں"۔ سنان اُٹھ کر کمرے سے باہر آیا۔ قبطہ اس

کے ساتھ ساتھ تھی۔ راہب امانوس اندلس کے ان تین راہبوں کے ساتھ تھا اور وہ سب
گھوڑوں پہ سوار کلیسا کی چٹانوں پہ چڑھ رہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی کلیسا کے چار
محافظ اصطبل کی طرف سے آئے اور اُن کے گھوڑوں کی باگیں پکڑنے کے لیے ان چاروں
کی طرف بڑھے۔
راہب جب سنان اور قبطہ سے قریب آئے تو ان میں سے ایک نے اپنے
گھوڑے سے اُترتے ہوئے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے سنان کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد
وہ اپنے ساتھی راہبوں سے کھسر پھسر کرنے لگا تھا۔ اتنی دیر تک کلیسا کے محافظوں نے
ان کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں اور انہیں اصطبل کی طرف لے جانے لگے تھے۔ اتنی دیر
میں اس راہب نے امانوس کو مخاطب کرتے ہوئے سنان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔
یہ شخص تمہارے کلیسا میں کس غرض سے ٹھہرا ہوا ہے۔ کیا تم اسے جانتے ہو اور اس کی
اصلیت و واقعیت سے واقف اور آگاہ ہو۔ امانوس نے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے
مسکرا کر کہا۔ "یہ کلیسا کا ایک مخلص خادم اور صلیب کا ایک ناقابلِ تسخیر نائٹ ہے"۔ اس
راہب نے برہم ہو کر کہا "کیا تمہاری بصیرتوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے
یا تمہاری حسیات ہی منجمد ہو گئی ہیں۔ کیا اس کے گلے میں لٹکتی ہوئی سنہری صلیب سے تم نے
یہ اندازہ لگا لیا ہے کہ یہ کلیسا کا مخلص خادم ہے۔ جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ مسلمان ہے۔
پچھلے دنوں مرنے والے سلطان نور الدین زنگی کا ایک بہترین جرنیل ہے۔ وہی جرنیل
جس نے کوہستان طاروس اور دمشق شہر سے باہر جرمن اور فرانسیسی شہنشاہوں کے متحدہ لشکر
کو شکست دی تھی۔ یاد رکھو یہ مسلمان ہے اور اس کا نام سنان بن عدی ہے"۔ اس راہب
کے اس انکشاف پہ قبطہ پریشان ہو گئی تھی۔ اس کا رنگ پیلا ہو چکا تھا اور نڈھال سی ہو
کر وہ ایک پتھر کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی تھی۔
امانوس نے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے زہریلے ناگ کی طرح پھنکارتے اور جنونی
جنگلی سانڈ کی مانند نتھنے پھڑپھڑاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے جو میرے ساتھی راہب نے
تمہارے متعلق مجھے بتایا"۔ سنان نے اس کا اقرار کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ سچ ہے۔ بحمد اللہ

مَیں مُسلمان ہوں اور اس کا اقرار کرتا ہوں - اس کے علاوہ ایک اور انکشاف بھی مَیں تم پر کرتا ہوں ۔ تمہارے ان ملعون و نمک حرام راہبوں نے میرے آقا و مولیٰ سلطان نورالدین زنگی کو زہر دے کر ہلاک کر دیا ہے اور اس کلیسا سے باہر ان ابلیسوں سے مَیں اپنے مرحوم سلطان کا انتقام لوں گا ۔

اصطبل کی طرف راہبوں کے گھوڑے لے جاتے ہوئے کلیسا کے محافظ سنان کی گفتگو سُن کر رُک گئے تھے اور مُڑ کر پیچھے دیکھنے لگے تھے ۔ پہلے راہب نے سنان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی کھولتی اور ابال کھاتی ہوئی آواز میں کہا ۔ "کیا تم سمجھتے ہو کہ تم ہماری سرزمین میں ہم سے انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤ گے" ۔ سنان اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے کسی اچانک بھڑک اُٹھنے والے خاموش شعلے کی صورت اختیار کرتے ہوئے بے جان و بے حس کر دینے والی آواز میں بولا ۔ "نسل آدم کے ابلیسو ! نمک حرامو اور نامراد و بدبخت انسانو ! قسم ہے مجھے خداوندِ رافع و رزاق کی جس کی حفظ ، حمایت اور مامن و مناص کا مَیں بندۂ خاکسار و کمترین طلب گار ہوتا ہوں ۔ انطاکیہ کے بجائے اگر تم اندلس پہنچ چکے ہوتے تو مَیں تم شیطانوں سے انتقام لینے وہاں بھی پہنچ جاتا ۔ مَیں نے تم تینوں کو قتل کرنے کی قسم کھا رکھی ہے اور مَیں اپنی قسم پُوری کیے بغیر واپس نہ لوٹوں گا ۔ یاد رکھو ان چٹانوں کے اُوپر مَیں تمہارے دامن و آستینوں کو لہو لہو کر کے رکھ دوں گا ۔ لو سنبھلو مَیں تمہارے جسموں سے تمہاری روحوں کو مطرود و منقطع کرنے لگا ہوں ۔ اگر تم میں ہمت ہے تو میرے حملوں سے بچ کر دکھاؤ ۔

سنان نے اپنی پشت کی لمبی خرجین سے اپنے آہنی نیزے نکال کر اس پھرتی سے ان تینوں راہبوں کی طرف مارے کہ ان تینوں کے دِل چھلنی ہو کر رہ گئے اور وہ پتھریلی زمین پر گر کر تڑپنے لگے ۔ تھوڑی دیر بعد ان کے روحیں انہی کے خون میں ڈوب گئی تھیں ۔ جیسے ——— جیسے دن ، رات کے تصادم و طوفان میں ڈوب جاتا ہے ۔ خون کا ایک دوراں تھا جو ان کے جسموں سے بہہ نکلا تھا ۔ کلیسا کے محافظ گھوڑوں کو چھوڑ کر سنان کی طرف بھاگے اور اپنی تلواریں انہوں نے بے نیام کر لی تھیں ۔ راہب امانوس چپ اور اداس کھڑا تھا جب کہ قبطہ پتھر کا سہارا لیے ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی ۔ شاید اسے اس

انکشاف پر صدمہ ہوا تھا کہ سنان مسلمان ہے ۔

کلیسا کے چاروں محافظ سنان پر حملہ آور ہونے کے لیے بھاگتے آ رہے تھے ۔ سنان نے اپنے رب قادر و قدوس کو یاد کیا ۔ اپنے دِل کی پوری تپک ، من کی کسک اور ایک مومن و مجاہد کی پوری فراست کے ساتھ اس نے اللہ اکبر کا اپنا وہی جنگی نعرہ مارا جو وہ صلیبیوں کے ساتھ جنگ و نبرد میں مار کر صف مصاف اُلٹ دیا کرتا تھا اور پھر بھاگ کر آگے بڑھا اور ان محافظوں پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دی ۔ ان محافظوں کا خیال تھا کہ وہ چند لمحوں کی جنگ میں ہی سنان کو ٹھکانے لگا دے گے لیکن انہیں مایوسی ہوئی تھی ۔ سنان کی تلواریں یوں فضا میں اُبھر ابھر کر ان پر گرنے لگی تھی جیسے پت جھڑ کے موسم میں ناخوشی کے پھول ، غم کے پتے اور ہجر کے ثمر گرتے ہیں اور جب سنان نے قہرمان کا پہاڑ بن کر اپنے حملوں میں جودت و تیزی پیدا کی تو ان چاروں کی چال میں لغزش پیدا ہونا شروع ہو گئی تھی ۔ تھوڑی دیر کی جنگ میں سنان نے ان چاروں محافظوں کے جسموں کو چوب خشک کی طرح توڑ کر رکھ دیا تھا اور ان کے بے جان و بے حس جسم چٹانوں پر گر کر ٹھنڈے ہو گئے تھے ۔ سنان راہبوں کے جسموں سے اپنے نیزے نکالنے لگا تھا ۔

سنان اپنی خون آلود تلوار لیے واپس مُڑا ۔ راہب امانوس سے اس نے کچھ نہ کہا ۔ وہ پنی جگہ پر کھڑا یونہی خوف سے کانپ رہا تھا ۔ سنان سیدھا قبطہ کے پاس آیا اور بڑی ہمدردی سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ "کیا تم میرے ساتھ دمشق چلو گی" ۔ قبطہ ابھی تک رو ہی تھی ۔ آہستہ آہستہ اس نے اپنا سر اُٹھا کر بڑی ہی حسرت سے سنان کی طرف دیکھا ۔ اس ے چہرے پر شب یلدائے گور جیسی اُداسی اور یاس کے اندھیرول جیسی افسردگی بکھری ہوئی تھی ۔ سنان کے آنے کی خوشی میں جہاں اس کے چہرے پر خندۂ عجیب اور تحت الشعور و ماطِ ذہن پر اعتماد کی جھلک تھی اس کی جگہ اب نفرت کی بازگشت ، رنج و اشتعال ، دوہ و ورع اور حیف و ہائے نے لے لی تھی ۔ پھر سنان کو مخاطب کر کے وہ برس پڑی تم نے کیوں میرے سامنے دروغ و ہرزہ سے کام لیا ۔ تم نے پہلے روز ہی مجھے بتا دیا ہوتا نم مسلمان ہوں" ۔ سنان نے محسوس کیا ۔ قبطہ کی آواز میں آہ سحر گاہی جیسا سوز اور نالہ نیم

شبی جیسی جلن تھی ۔ پھر اس نے اور زیادہ زور زور سے روتے ہوئے کہا " ہائے حیف! جب کہ میں جانتی تھی یہاں کسی شے کو ثبات نہیں ہے ۔ میں نے کیوں تمہیں اپنے گیسوؤں اور کلائیوں کے لمس کی اجازت دی "۔

پھر وہ بڑی تیزی سے سنان کی طرف مڑی اور ایسے غضب آلود لہجے میں بولی جیسے اس کی رگ رگ سے غصّے کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہو " عدی کے بیٹے! مجھے تم سے نفرت ہے سخت اور شدید نفرت ۔ میرے اور تمہارے درمیان کوئی ذہنی اور نفسی مماثلت نہیں ہے ۔ قبل اس کے کہ میں آگے بڑھ کر تمہارا منہ نوچ لوں جاؤ یہاں سے چلے جاؤ ۔ میں کہتی ہوں مجھے تم سے نفرت ہے ۔ ایسی نفرت جس کی کوئی غایت و انتہا نہیں ہے ۔ سنان نے بڑی ترتیل و ترنم میں المناک و دردمند آواز میں کہا " اگر تمہیں مجھ سے نفرت ہی ہے تو پھر روتی کیوں ہو "۔

قبطہ نے اس کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور سنان چپ چاپ اصطبل کی طرف چلا گیا ۔ قبطہ اسی طرح وہیں بیٹھ کر روتی رہی ، راہب اپنی جگہ مایوس اور دلفگار کھڑا رہا اور سنان اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چٹانوں سے نیچے اترا اور کھلے میدان میں مشرق کے رُخ پر اس نے اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیا تھا ۔

قبطہ ایک دم چونکی جیسے وہ آغوشِ رویا و خواب سے اٹھی ہو پھر اپنے اِرد گرد نگاہ دوڑاتے ہوئے اس نے اپنے آپ سے کہا " کہاں گیا سنان ؟" جب اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ سنان اس وسیع میدان کو عبور کر کے سامنے کے پہاڑی سلسلے پر چڑھنے والا ہے تو اس کی نگاہوں کی گہری جھیل میں اداسی کے تازیانے برسنے لگے تھے اور اس نے راہب امانوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

" اے میرے عم! قسم ہے مجھے مقدس مریمؑ و مسیحؑ کی میں نے اپنے آپ کو دھوکا دیا ہے ۔ میں اب بھی سنان سے محبت کرتی ہوں ۔ اس سے نفرت تو ایک طرف میں اس سے علیحدہ رہنے کے متعلق بھی نہیں سوچ سکتی "۔ پھر وہ ایسی تیزی سے ایک بلند چٹان کی طرف بھاگی جیسے سنان کو چشمِ عالم سے چھپا لینا چاہتی ہو ۔ اس چٹان پر چڑھ کر قبطہ زور

زور سے سنان کو پکارنے لگی ۔ " سنان! سنان! رک جاؤ ، تمہارے صحرائی رسولؐ کی قسم مجھے تم سے نفرت نہیں محبت ہے ، لوٹ آؤ میں تمہارے ساتھ ابھی اور اسی حالت میں دمشق جانے کے لیے تیار ہوں " ۔

سنان تک قبطہ کی آواز نہ پہنچ سکی تھی اگر وہ اس کی آواز سنتا تو ضرور لوٹ آتا ۔ قبطہ مایوس ہو گئی کیونکہ اس کے سامنے سنان نے وہ میدان عبور کیا پھر وہ کوہستانی سلسلے پر چڑھا اور دوسری سمت پہاڑوں کی اترائی اور نشیب میں اتر کر اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا ۔ قبطہ نے اصطبل کی طرف کھڑے راہبوں کے گھوڑوں کی طرف بھاگتے ہوئے کہا " میں ابھی اس کے پیچھے جاتی ہوں ۔ امید ہے میں اسے جا لوں گی ۔ اگر میں اسے راستے میں مل نہ سکی تو سیدھی دمشق جا پہنچوں گی ۔ اگر وہ سلطان نورالدّین کا جرنیل ہے تو دمشق کا بچہ بچہ اسے جانتا ہو گا اور مجھے اس کا گھر معلوم کرنے میں دِقّت نہ ہو گی ۔

راہب نے کلیسا کے ایک کمرے کی طرف بھاگتے ہوئے کہا " قبطہ! قبطہ! رک جاؤ ، میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں ۔ اگر تم سنان سے محبّت کرتی ہو تو میں خود تمہیں اس کے پاس چھوڑ کر آؤں گا "۔ قبطہ رک گئی ۔ راہب ایک کمرے میں داخل ہوا ۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ وہاں سے نکلا تھا اس کے ایک ہاتھ میں ایک مضبوط اور موٹا کھردرا رسّہ تھا اور دوسرے ہاتھ میں دو بالشت بھر لمبا لکڑی کا ایک ڈنڈا تھا ۔ قبطہ کی طرف آتے ہوئے راہب نے اس رسّے پر قریب قریب دو گانٹھیں لگائیں ۔ پھر قبطہ کے قریب آ کر اس نے قبطہ کو زور کا دھکا دے کر پتھریلی زمین پہ گرا دیا اور اپنے دونوں گھٹنے قبطہ کی کمر پر رکھ کر بیٹھ گیا پھر اس نے قبطہ کو اپنے نیچے دبوچ لیا ۔ قبطہ بہتیرا پھڑپھڑائی لیکن راہب نے اسے بُری طرح جکڑ لیا تھا ۔ اس زہریلے ناگ واژدہے کی طرح جس نے کسی قاقم و سنجاب و نیولے کی پیٹھ کے گرد مضبوط کُل ۔ ے لیے ہوں ۔

قبطہ کو بے بس کر کے راہب حرکت میں آیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا رسّہ ایسے انداز میں قبطہ کے سر کے گرد لپیٹا کہ دونوں کھردری گانٹھیں قبطہ کی آنکھوں پر آ گئی تھیں ۔ پھر رسّے کے دونوں سرے وہ اس کے سر کی پشت پر لے گیا ۔ دونوں سروں کے درمیان اس نے لکڑی کا

ڈنڈا پھنسایا اور پھر وہ بڑی تیزی سے اس کو بَل دے کر قبطہ کے سر کو بُری طرح جکڑنے لگا تھا۔ راہب رسّے کو بَل پر بَل دے رہا تھا۔ رسّہ قبطہ کے سر کو دباتا جا رہا تھا اور دونوں گانٹھیں اس کی آنکھوں میں دھنسی جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ قبطہ کی دونوں آنکھیں بہہ کر ضائع ہو گئیں پھر اس قصاب راہب نے اسے چھوڑ دیا۔ قبطہ اندھی ہو چکی تھی اور سخت تکلیف اور درد کا اظہار کر رہی تھی۔

پھر قبطہ نے راہب امانوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آہ عم! میں اندھی ہو چکی ہوں۔ مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ آہ! تم نے اپنی یتیم اور بے بس بھتیجی پر ظلم کیا ہے۔ میرا رب تم سے تمہارے اس ستم کا حساب ضرور لے گا۔ یاد رکھو گو میں اندھی ہو چکی ہوں لیکن اس حالت میں بھی میں دمشق کی طرف روانہ ہو جاؤں گی۔ کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ مجھے ضرور سنان کے پاس پہنچا دے گا۔ پھر قبطہ ہوا میں ہاتھ مارتی ہوئی دائیں طرف بڑھی۔ اچانک اس نے ٹھوکر کھائی اور وہ ایک اونچی چٹان سے گہری کھائی میں گر گئی تھی۔ فضا میں ایک بار اس کی ہولناک اور دل فگار چیخ بلند ہوئی پھر سکوت چھا گیا تھا۔ راہب امانوس بھاگ کر نیچے گیا۔ قبطہ ایک نوکیلے پتھر کے اوپر اوندھے منہ پڑی تھی۔ راہب نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ وہ دم توڑ چکی تھی۔

اسلم راہی ایم۔اے

تمت بالخیر

تاریخ تکمیل کتابت: ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ (۱۱ مارچ ۱۹۸۰ء) بروز سہ شنبہ (منگل)